۷۸۶

۱۱۰_۹۲

یا صاحب الزمان ادرکنی

DVD Version

Knowledge for All

یا عباس

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

مقتلِ آلِ ابوطالبؑ

(مَقاتِلِ الطَّالبیین)

اولادِ حضرت ابوطالبؑ کی مقتل پر نایاب کتاب

مصنّف

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی

(متوفی ۳۵۶ ہجری)

ترجمہ

حجۃ الاسلام علّامہ حسن رضا باقر

ابن علّامہ حافظ اقبال حسین جاوید

پیشکش

حسنین اقبال خان نوانی

تُراب پبلیکیشنز لاہور

0345-8512972

نوٹ: التماس سورۃ فاتحہ برائے بانی ادارہ تراب پبلیکیشنز شہید ولایت علامہ ناصر عباس ملتان

کتاب	:	مقتل آل ابوطالبؑ (مقاتل الطالبیین)
مصنف	:	ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی (متوفی ۳۵۶ ہجری)
مترجم	:	حجۃ الاسلام علامہ حسن رضا باقر
پیشکش	:	حسین اقبال خان نوانی
پروف ریڈنگ	:	شیر محمد عابد مولائی
اشاعت	:	اگست 2017ء
تعداد	:	1100
ہدیہ	:	-/550 روپے

ملنے کا پتا

تراب پبلیکیشنز لاہور

فون: 0345-8512972

ای-میل: molai512@gmail.com

www.facebook.com/turabpublishers

انتساب

میں ادارہ کی طرف سے
اس کتاب اور اس پر ہونے والے اخراجات کو
نگہبانِ رسالتؐ حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی نذر کرتا ہوں!

اس ہستی کے نام!
جس کی اولاد کے بے گناہ خون سے
عرب کے صحراؤں کے ذرّے ذرّے رنگین ہو گئے۔

جس کے چہرے پر فروزاں تھی شجاعت کی شفق جس کی آنکھوں میں رواں تھی آدمیت کی رمق
جس کی پیشانی تھی تاریخِ صداقت کا ورق وہ ابوطالبؑ ہے مطلوب تھا عرفانِ حق
جس نے سینے سے لگایا حادثوں کو جھوم کر
چھا گیا جو زندگی پر موت کا منہ چوم کر

(شہیدِ راہِ ولایت سید محسن نقوی)

ترتیب

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی O (سورۃ الضحیٰ: آیت ۶)

"کیا اس نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا، پھر آپؐ کو پناہ دی"۔

آقائے عالمین، رحمتِ ارض و سما، رسالت مآب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کے ظہور پرنور سے پہلے ہی اس دُنیا فانی سے رخصت ہو چکے تھے اور جب آپؐ چھے برس کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا بھی اس دُنیا سے رخصت ہو گئیں۔

چنانچہ آپؐ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوشِ شفقت میں پرورش پانے لگے لیکن دو ہی برس گزرے تھے کہ آپؐ کے دادا حضور نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا۔ مگر آپؐ نے قبل از رحلت حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ خصوصی وصیت فرمائی کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و نگہداشت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو۔

بعض مورخین کہتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و نگرانی کے لیے حضرتِ ابوطالبؑ اور زبیر بن عبدالمطلبؑ کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ حضرت ابوطالبؑ کے نام نکلا۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ جب یہ معاملہ اِن دونوں کے درمیان پیش ہوا تو رسولؐ اللہ نے حضرت ابوطالبؑ کا دامن تھام لیا اور اِن کے سایۂ عاطفت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔

بہر حال! یہ انتخاب جس بنا پر ہوا، اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی لطف و کرم کا نتیجہ تھا اور اللہ بھی چاہتا تھا کہ یہ امانت حضرت ابوطالبؑ ہی کے سپرد ہو اور آپؐ کی پاکیزہ آغوش میں پروان چڑھے۔

اس لیے ذاتِ احدیت نے سرورِ دو عالم ﷺ پر جو احسانات فرمائے اُن میں سے اس احسان کا خاص طور پر تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ (سورۃ الضحیٰ: آیت ۶)

"اس نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا، پھر آپؐ کو پناہ دی"۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس پناہ سے مراد حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایۂ حافظت اور آغوشِ شفقت ہے۔

سید محسن نقوی اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں:

جس کی آغوشِ محبت میں پلی پیغمبری ۔۔۔ جس نے بخشی آدمیت کو فلک تک برتری

دفن کر دی جس نے استبداد کی غارت گری ۔۔۔ بت تراشی، بت پرستی، بت نوازی، بت گری

جس نے بخشی تھی تجھے توقیر عرفاں یاد کر

اے بنی آدم ابوطالبؑ کے احساں یاد کر

معزز قارئین!

حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کی اولادِ پاک کی انسانیت اور اسلام کے لیے جو خدمات ہیں وہ تاریخ کے سینے پر سنہری حروف میں نقش ہیں، جن کا انکار کرنا ناممکن ہے۔

رسالت مآب ﷺ کا بچپن ہو یا جوانی، تجارتی سفر ہو یا تبلیغ اسلام کے مراحل، آپؐ کا عقد ہو یا شعب ابوطالب، حتیٰ کہ ہر مرحلہ پر سرکارِ ابوطالبؑ اور آپؑ کی اولاد نے حضورِ اکرمؐ کی حفاظت و نصرت کی اور سائے کی طرح آپؐ سے جدا نہ ہوئے۔

حد تو یہ ہے کہ جہاں پر محسنِ انسانیت رسول کریم ﷺ کو خطرہ لاحق ہوتا وہاں پر حضرت ابوطالبؑ اپنی اولاد کو پیش کر دیتے اور رات کے وقت حضورؐ کے بستر پر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو سُلا دیتے۔ یہ کہتے ہوئے کہ میرے جگر گوشے قربان ہو جائیں مگر حضرت عبداللہؑ کے چاند پر کوئی حرف نہ آئے۔

بعد از سرورِ کونینؐ خاندانِ ابوطالبؑ نے توحید و رسالت اور احکامِ اسلام کو بچانے کے لیے جو قربانیاں پیش کیں، اُن کی مثال نہیں ملتی۔ ان پر سب سے پہلے جو ظلم ہوا وہ ہر غیور

انسان کو خون کے آنسو رلاتا رہے گا اور وہ ہے مولا علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کا غصب ہونا، آپؑ کے پاکیزہ گھر کو آگ لگانا اور سیدہ کونین سلام اللہ علیہا کی شہادت، جس سے حاملانِ عرش بھی تڑپ اُٹھے۔

پھر حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت اور آپؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش نے ساکنانِ عرش کو بے چین کیا۔ اس کے بعد مولا حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے عزیز واقارب کی بے جرم شہادت اور آپؑ کے ناموس کی اسیری نے تحت الثریٰ سے لے کر عرشِ الٰہی تک ہر ذی روح کو ہمیشہ کے لیے رنجیدہ کر دیا۔

مولا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد "سیّا" مولا حضرت حجۃ القائم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اولادِ حضرت ابوطالبؑ میں سے کوئی ایک بھی سکون کی زندگی بسر نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ اس خاندان کے اکثر افراد کو یا تو تہہ تیغ کر دیا گیا یا دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا گیا، یا زندہ دیواروں میں چنوا دیا گیا یا پھر زندگی بھر کے لیے زندانوں میں ڈال دیا گیا اور یہ قید ہی کی حالت میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِن تمام حالات و واقعات کو منظرِ عام پر لانے اور ان سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ہم عربی کتاب "مقاتل الطالبیین" (از ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی) کے ترجمہ کا اہتمام کرتے ہوئے عوام الناس تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کے ترجمہ کے فرائض حجۃ الاسلام علامہ حسن رضا باقر ابن علامہ حافظ اقبال حسین جاوید نے انجام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وحلم اور معرفت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

ضروری وضاحت

معزز قارئین اور برادرانِ ایمانی کی خدمت میں گزارش ہے کہ مصنف کے عقائد و نظریات اور رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے اگر روایات میں کہیں کوئی سقم نظر آئے تو یہ مصنف کی اپنی تحقیق اور رائے تصور کی جائے گی۔

آیت اللہ السید عبدالرزاق موسوی المقرم اپنی کتاب "العباسؑ" (ص ۱۲۲) پر رقمطراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا یَخْرُجُ أَحَدُنَا مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یُقِرَّ لِکُلِّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَلَوْ بِفُوَاقِ نَاقَةٍ

"ہمارے گھرانے کے افراد اس وقت تک دنیا سے نہیں جاتے جب تک اپنے وقت کے امامؑ کا اقرار نہ کرلیں، خواہ آخری وقت ہی کیوں نہ ہو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانِ ذیشان اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام زادوںؑ نے اگر اپنے زمانے کے امامؑ کی مخالفت (معاذ اللہ) کی بھی ہو تو بھی وہ توبہ کرنے کے بعد دنیا سے جائیں گے۔

بے شک! آیات و روایات کی روشنی میں توبہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ لہٰذا غیر یقینی حدیثوں کی بنیاد پر خاندانِ رسالتؐ کے بعض افراد کی توہین کرنا، شیوۂ اہل بیت علیہم السلام کے خلاف ہے"۔ (السید عبدالرزاق المقرم)

اللہ رب العزت ہم سب کو خاندانِ ابوطالبؑ کی عزت و عظمت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وہ نگہدارِ محمدؐ ، وہ نگہبانِ حرم — وہ جھلستے ہوئے ریگزاروں کے لیے ابرِ کرم
وہ عرب زادوں کے لہجے میں ایسی محترم — وہ شبستانِ رسالت میں چراغاں کا بھرم
آیۂ تطہیر ہے جس کے گھرانے کے لیے
جس کی نسلیں کٹ گئیں حق کو بچانے کے لیے

(شہید راہِ ولایت سید محسن نقوی)

سائلِ کوچۂ خاندانِ ابوطالبؑ

علی ابوتراب خان نوانی

سربراہ ادارہ تراب پبلی کیشنز، لاہور

سخنِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ والصلاۃ والسلام علی سیّد الاَنْبِیَاء وَالمُرسلین وعلی آلہ الطَّاھِرِینَ المَعْصُومِیْنَ المنتجبین ،

امابعد!

جن ہستیوں نے شجر اسلام کی اپنے مقدس خون پسینہ سے آبیاری کی ہے ان میں سرفہرست سیدالبطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام کی مبارک ہستی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ ذاتِ قدرت نے نورِ رسالت کو حضرت ابوطالبؑ کے پاکیزہ گھرانے میں ضم کر دیا اور آپؑ نے سرکارِ دوعالم ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا۔ اپنے بچوں سے بڑھ کر حضورؐ کو پیار دیا، ایک لمحہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہونے نہ دیا۔ رات اپنے پہلو میں سلایا، کھانے کے وقت حضورؐ سے پہلے کسی کو کھانا نہ کھانے دیا۔ قلتِ خوراک ہوئی تو اپنی اولاد کو بھوکا رکھا اور رسولِ خدا کو سیر فرمایا۔ قادرِ مطلق نے اسی آغوشِ ابوطالبؑ کا قرآنِ مجید میں ذکر فرماتے ہوئے اسے اپنی آغوشِ رحمت سے تشبیہ دی۔

سیدالبطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام وہ ہستی ہیں جن کی رفاقت و نصرت اسلام کا محکم حصار بن گئی۔ آپؑ کی قربانیوں سے محسنِ انسانیت کے بازو مضبوط ہوئے، آپؑ کے آہنی ارادوں اور کارگزاریوں سے کفار و مشرکین کی جمعیت لرزہ براندام رہی۔ آپؑ کی پُرمغز حکمت عملی سے کفار کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ آپؑ گلشنِ رسالتؐ کی حفاظتی دیوار تھے۔ آپؑ نے اللہ کے رسولؐ کی محبت میں تمام عرب کو دشمن بنا لیا، فاقے اٹھائے، شعب ابی طالبؑ کے حصار کا تمغہ سینے پر سجایا اور تین برس تک معاشرے کی طرف سے آب و دانہ بند رہا۔ آپؑ نے اس دوران اپنے

سیّد و سردار خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر اپنے بیٹوں کو سُلا کر دشمنانِ اسلام کی تلواروں کے سامنے اپنے لختِ جگر پیش کیے۔ آپؑ کی پاکیزہ نسل سے ایسے ہزاروں فرزندِ اسلام پر قربان ہوئے جو حافظِ قرآن و حدیث، تہجد گزار، عابد، زاہد، عالم، فقیہ، محدث، مفسرِ قرآن اور شارحِ اسلام تھے۔ حضرت ابوطالبؑ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے اشعار میں عہد و پیمان کیا تھا۔ آپؑ نے اپنی عملی زندگی میں اس عہد و پیمان کو پورا فرمایا۔ آپؑ نے اپنے اشعار میں فرمایا:

وَاللهِ لن يصلوا اليك بجمعهم

حتّٰى او سّد فى التراب دفينا

"خدا کی قسم! یہ قریش اپنی پوری طاقت و جمعیت کے ساتھ بھی آپؑ کے قریب بھٹک نہیں سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کر دیا جاؤں"۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام کی طرح آپؑ کی پاکیزہ نسل کی زندگی بھی حق و حقانیت کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بسر ہوئی۔ انھوں نے ظالم و جابر حکمرانوں اور طاغوتی قوتوں سے ٹکرا کر ببانگِ دہل کلمۂ حق بلند کیا۔

یہ کتاب "مقاتل الطالبیین" اولادِ ابوطالبؑ کی تاریخ کے حوالے سے ایک بہترین منبع ہے۔ اس کتاب کے مؤلف ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی ہیں جو ۲۸۴ ہجری میں ایران کے شہر اصفہان میں پیدا ہوئے اور بغداد میں پروان چڑھے۔ آپ نے بغداد کے بزرگ علماء سے علم حاصل کیا اور علم التاریخ، علم الانساب اور عربی ادب میں خاص مہارت حاصل کی۔ آپ نے ۳۵۶ ہجری میں بغداد میں فالج کے مرض کی وجہ سے وفات پائی۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنی اُمیہ تک پہنچتا ہے لیکن آپ کا مذہب علوی ہے۔ آپ کی دو کتابیں شہرۂ آفاق ہیں: پہلی "کتاب الاغانی" جو ۲۱ جلدوں پر مشتمل ہے اور دوسری "مقاتل الطالبیین"۔

اس وقت آپ کے ہاتھ میں مؤلف کی شہرۂ آفاق کتاب "مقاتل الطالبیین" کا اُردو ترجمہ (مقتلِ آلِ ابوطالبؑ) موجود ہے۔ اس کتاب کا موضوع جیسا کہ خود اس کتاب کے نام سے واضح اور روشن ہے کہ یہ اولادِ ابوطالبؑ میں سے ان افراد کے بارے میں ہے جو ظالموں

اور ستم گاروں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں جیسا کہ مولف خود بیان کرتے ہیں:

"ہم نے اس کتاب میں خدائے متعال کی مدد سے حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وہ اولاد جو زمانہ رسالتؐ سے لے کر اس وقت تک (جس دن یہ کتاب لکھنا شروع کی ہے۔ یعنی جمادی الاوّل ۳۱۳ ہجری) قتل اور شہید ہوئے ہیں۔ اس میں مختصراً ذکر کیا ہے کہ کون زہر سے شہید ہوا، کون وقت کے بادشاہوں کے ظلم کی وجہ سے قتل اور روپوش ہو گیا اور پھر وہیں انتقال کر گیا اور کن لوگوں نے زندان میں انتقال کیا وغیرہ جبکہ ان تمام افراد کے حالات و واقعات کو ترتیب کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کی قدر و منزلت اور فضیلت کے اعتبار سے بیان نہیں کیا گیا ہے"۔

کتاب میں بیان کردہ تمام مطالب و واقعات سے مترجم کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ تاریخی واقعات کو اسناد و مطالب کے ذریعے پرکھا جاتا ہے اور پھر اس پر حتمی رائے قائم کی جاتی ہے۔ یہ کتاب قدیمی مصدر کے طور پر دیکھی جاتی ہے کہ جس میں بنوامیہ اور بنوعباس کے زمانے میں علوی افراد کے خروج کی داستانیں مذکور ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہادیٔ برحق، حجت دوراں بقیۃ اللہ کے ظہور میں تعجیل کے ساتھ ہمیں ان کے لشکر میں محشور فرمائے، الٰہی آمین!

الداعی الی الحق

حسن رضا باقر ابن حافظ اقبال حسین جاوید

حضرت جعفر طیار بن ابی طالب علیہما السلام

زمانۂ اسلام میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے شہید ہونے والی شخصیت کا نام حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ ہے اور حضرت ابوطالبؑ کا نام عبد مناف بن عبدالمطلبؑ ہے اور حضرت عبدالمطلبؑ کا نام شیبہ بن ہاشم ہے اور حضرت ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف ہے۔

حضرت جعفرؑ (طیار) کا خاندان آپؑ کی کنیت زیادہ تر ابوعبداللہ استعمال کرتا تھا۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت جعفرؑ (طیار) کی کنیت ابوالمساکین (تنگ دست لوگوں کی پرورش کرنے والا) ہے۔

حضرت جعفر طیارؑ، حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے تیسرے نمبر پر تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام طالبؑ ہے، ان سے چھوٹے عقیلؑ ہیں، ان سے چھوٹے جعفرؑ ہیں اور ان سے چھوٹے حضرت علیؑ ہیں۔ ان چاروں بھائیوں میں سے ہر بھائی اپنے بعد والے بھائی سے دس سال بڑا تھا اور ان تمام بھائیوں میں عمر کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام سب سے چھوٹے ہیں۔ ان چاروں کی والدہ گرامی کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کی والدہ کا نام بھی فاطمہ ہے لیکن ان کی شہرت حبی بنتِ حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی کے نام سے ہے۔

جنابِ حبی بنت حرم کی والدہ کا نام حدیہ بنت وھب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر ہے۔

جنابِ حدیہ بنت وھب کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ عبید بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی ہے۔

جناب فاطمہ بنت جندب کی والدہ کا نام سلمٰی بنتِ عامر بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر ہے۔

جناب سلمٰی بنتِ عامر کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ ابی ہمہمہ ہے اور ابو ہمہمہ کا نام عمرو بن عبدالعزیٰ بن عامر بن عمیرۃ بن ابی ودیعہ بن حارث بن فہر ہے۔

جناب عاتکہ بنتِ ابی ہمہمہ کی والدہ کا نام تماضر بنت ابی عمرو بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہے۔

جناب تماضر بنت ابی عمرو کی والدہ کا نام حبیبہ ہے اور حبیبہ امۃ اللہ بنت عبد یالیل بن سالم بن مالک بن حطیط بن جشم بن قسی ہے جبکہ قسی ثقیف کے نام سے معروف ہیں۔

جناب حبیبہ کی والدہ کا نام فلانہ بنت مخزوم بن اسامہ بن صبح بن وائلہ بن نصر بن صعصعہ بن ثعلبہ بن کنانہ بن عمرو بن قین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر ہے۔

جناب فلانہ بنتِ مخزوم کی والدہ کا نام ربطہ بنت یسار بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف ہے۔

جناب ربطہ بنت یسار کی والدہ کا نام کلیہ بنتِ قصیہ بن سعد بن بکر بن ہوازن ہے۔

جناب کلیہ بنتِ قصیہ کی والدہ کا نام جُبّی بنتِ حارث بن نابغہ بن عمیرہ بن عوف بن نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے۔

حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنھوں نے ہاشمی مرد سے شادی کی اور ان کی اولاد کی ماں قرار پائیں۔ آپؑ نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اسلام قبول کیا۔ آپؑ کامل مومنہ اور مسلم خاتون تھیں۔ جب آپؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت رسولؐ مقبول آپؑ کے پاس موجود تھے اور آپؑ نے رسولؐ اللہ کو وصیتیں فرمائیں اور انھوں نے آپؑ کی وصیت کو قبول کیا۔ جب آپؑ کی وفات ہوئی تو خود رسولؐ اللہ نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی، اپنے ہاتھوں سے آپؑ کو لحد میں اتارا، تھوڑی دیر کے لیے آپؑ کی لحد میں آپؑ کے ساتھ لیٹے رہے اور آپؑ کی مدح وستائش بیان کی۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ گرامی

حضرت فاطمہؑ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسولؐ خدا نے اپنی قمیص مبارک کا انہیں کفن پہنایا اور ان کی قبر میں تھوڑی دیر کے لیے لیٹے رہے۔ یہ دیکھ کر اصحاب نبیؐ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ما رأیناک صنعت بأحد ما صنعت بهذه المرأة

"اے اللہ کے رسولؐ! جو کچھ آپؐ نے اس خاتون کے حوالے سے کیا ہے، ہم نے وہ کبھی آپؐ کو کسی اور کے بارے میں کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّه لم یکن احد بعد ابی طالب أبرَّ بی منها ، انّی إِنَّما البستها قمیصی لتکسی من حلل الجنة واضطجعت معها فی قبرها لیهون علیها

"بے شک (حضرت) ابوطالبؑ کی وفات کے بعد کوئی ان سے زیادہ مجھ سے نیکی اور بھلائی کرنے والا نہیں ہے اور میں نے انہیں اپنا قمیص اس لیے پہنایا تاکہ انہیں جنتی لباس سے آراستہ کیا جائے اور ان کی قبر میں ان کے ساتھ اس لیے تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا تاکہ ان پر قبر کی منازل آسان ہو جائیں"۔

زبیر بن سعد الہاشمی نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا کہ اپنی والدہ کے تغسیل کا اہتمام کرو تو میں نے اپنی والدہ کے غسل کا اہتمام کیا۔

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہؑ بنت اسد اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والوں میں سے تھیں اور آپؑ نے گیارہویں نمبر پر اسلام قبول کیا اور آپؑ بدریہ (جنگ بدر میں شریک ہونے والی صحابیہ) ہیں۔

زبیر بن عوام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی:

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ

شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۂ ممتحنہ: آیت ۱۲)

"اے نبیؐ! جب تمہارے پاس ایمان دار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ نہ کسی کو خدا کا شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اور نہ کسی نیک کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو تم ان سے بیعت لے لو اور اللہ سے ان کی بخشش کی دعا مانگو۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

تو آپؐ نے عورتوں کو بیعت کے لیے بلایا اور تمام عورتوں میں سے رسولؐ خدا کی سب سے پہلے حضرت فاطمہؑ بنت اسد نے بیعت کی تھی۔

عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہؑ بنت اسد کو حمام ابی قطیفہ کے سامنے روحاء کے مقام پر دفن کیا۔

حضرت جعفر طیارؑ کی شہادت، اس کے اسباب اور آپؑ کے متعلق دیگر روایات

شعبی سے منقول ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو اس وقت حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ حبشہ سے مدینہ تشریف لائے اور رسولؐ خدا سے ملاقات کی تو رسولؐ خدا نے انھیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا:

ما ادری بایھما انا اشد فرحًا بقدوم جعفر أم بفتح خیبر

"مجھے نہیں معلوم کہ میں کس بات پر زیادہ خوش ہوں، جعفرؑ کے (حبشہ سے مدینہ منورہ) آنے پر یا خیبر کی فتح پر"۔

ابن اسحاق اور ابن شہاب زہری کہتے ہیں: جب حضرت جعفر طیارؑ حبشہ سے واپس تشریف لائے تو رسولؐ خدا نے انھیں موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے جمادی الاوّل آٹھ ہجری میں حضرت جعفر طیارؓ کو مسلمان لشکر کے ہمراہ موتہ کی طرف روانہ فرمایا اور مسلمانوں کے لشکر کا سردار حضرت زید بن حارثہ کو بنایا اور فرمایا:

إن أصیب زید فجعفر ابن أبي طالب علی الناس، فإن أصیب جعفر

فعبد الله بن رواحة علی الناس

"اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالبؑ لوگوں پر سردار ہوں گے اور اگر جعفرؓ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لشکر کے سردار ہوں گے"۔

محمد بن جریر طبری کی خبر کے مطابق زید بن ارقم سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر تخوم البلقاء کے مقام پر پہنچا تو ہرقل روم اور عرب کی ایک جماعت سے آمنا سامنا ہو گیا۔ مسلمان ایک گاؤں کی طرف ہو گئے جس کا نام موتہ تھا اور وہاں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو مسلمانوں نے سامانِ جنگ کو تیار کر کے جنگ پر مکمل آمادگی ظاہر کی۔

مسلمانوں کے لشکر میں میمنہ پر عذرہ کے ایک شخص قطبہ بن قتادہ کو سردار متعین کیا گیا اور میسرہ پر انصار کے ایک شخص عبادہ بن مالک کو سردار متعین کیا گیا۔ پھر دونوں لشکر کے آمنے سامنے آنے کے بعد جنگ شروع ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رسولؐ خدا کا پرچم تھامے ہوئے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ دشمن کے تیروں سے آپ کا خون مسلسل بہتا رہا اور آپ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۴۰۵)

حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی سپہ سالاری اور لشکر کا علَم حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؑ نے سنبھالا اور اس پرچم تلے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی تو آپؓ اپنے سرخ گھوڑے سے اُترے، اُسے ذبح کیا اور علَم تھام کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اسلامی تاریخ میں اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے جنگ میں کود جانے کی یہ اوّلین مثال تھی۔ حضرت جعفر طیارؓ نے شاید اس لیے ایسا کیا کہ گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ (سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۲۰)

عباد نے اپنے رضاعی باپ سے روایت کی ہے جو جنگِ موتہ میں شریک تھے اور ان کا

تعلق بنو مرہ بن عوف سے تھا، وہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں جنگ موتہ میں حضرت جعفرؓ کو دیکھ رہا تھا جب وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور اسے ذبح کرنے کے بعد پیادہ ہو کر جواں مردی سے دشمن سے جنگ کرنے لگے اور جام شہادت نوش کیا۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ سے منقول ہے کہ خالد بن ولید نے مجھے جنگ موتہ کی فتح کی خوش خبری دینے کے لیے رسولؐ خدا کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں مسجد نبویؐ میں داخل ہوا تو رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم اپنے پیغام کو خود اپنے تک رکھو (اور سنو) زیدؓ بن حارثہ نے جنگ کے میدان میں پرچم کو تھاما اور جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔ پس اللہ زیدؓ پر رحم فرمائے۔ زیدؓ کی شہادت کے بعد جعفر بن ابی طالبؑ نے اس علم کو اٹھایا اور جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ اللہ جعفرؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ جعفرؓ کی شہادت کے بعد اس علم کو عبداللہ بن رواحہ نے تھاما اور پھر وہ بھی جاں فشانی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پس اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (1)

عبدالرحمٰن بن سمرہ کہتا ہے کہ یہ سن کر رسولؐ خدا کے اصحاب اور ہمراہی رونے لگے تو آپؐ نے ان سے پوچھا:

ما یبکیکم؟

”تمھیں کس بات نے رُلایا ہے؟“

تو انھوں نے جواب دیا:

ما لنا لا نبکی وقد ذھب خیارنا وأشرافنا وأھل الفضل منّا

”ہم کیونکر نہ روئیں جب کہ ہمارے بہترین افراد، ہمارے بزرگ و سردار اور صاحبانِ فضیلت لوگ ہم سے جدا ہو گئے ہیں“۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے فرمایا:

لا تبکوا، فَإنما مثل أمتي کمثل حدیقة قام علیھا صاحبھا

---

(1) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یعلی بن امیہ رسولؐ خدا کی خدمت میں جنگ موتہ کی خبر لایا جب کہ بعض نے اس خبر دینے والے کا نام ابو عامر الاشعری بیان کیا ہے۔

فأصلح رواكيها وهيأ مساكبها، وحلق سعفها، فأطعمت عامًا فوجًا ثم عامًا فوجًا، ثم عامًا فوجًا، فلعل آخرها طعمًا أن يكن أجودها قنوانًا، وأطولها شمراخًا والذی بعثنی بالحق ليجدن ابن مريم فی أمتی خلفًا من حواريه

"تم لوگ آہ و بکا نہ کرو، بے شک صرف میری اُمت کی مثال اس باغ کے مانند ہے کہ جس کے مالک نے اس باغ کی خوب نگرانی اور نگہداشت کی، اس کے پانی کے کنوؤں اور پانی پینے کی جگہ کو درست کیا اور اس کی شاخیں پھلوں سے یوں بھر گئیں کہ ایک پورا سال ایک جماعت نے اس کے پھلوں کو کھایا۔ پھر ایک جماعت نے پورا سال اس کے لیے پھلوں کو نوش کیا۔ پھر ایک جماعت نے پورا سال اس کے پھلوں کو خوب سیر ہو کر کھایا اور اس باغ کے سب سے زیادہ نفع بخش کھجور کے درخت ہوں اور اس کے کھجور کے خوشے طولانی ہوں۔ اس ذات کی قسم، جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، حضرت عیسٰیؑ ابنِ مریم کو میری اُمت میں اپنے حواریوں کے جانشین ملیں گے"۔

مؤلف (ابوالفرج اصفہانی) کہتا ہے: مجھے علی بن حسین بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالبؑ نے بتایا اور وہ اپنے چچا محمد بن علی بن حمزہ کی ایک کتاب نکال کر میرے سامنے لائے تو میں نے اس کتاب سے یہ روایت تحریر کی ہے کہ علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب علیہالسلام نے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر طیارؑ کی شہادت کے وقت عمر تینتیس یا چونتیس برس تھی۔

مؤلف کہتے ہیں: میرے نزدیک یہ وہم جیسا ہے کیونکہ حضرت جعفر طیارؑ آٹھ ہجری میں شہید ہوئے تھے جب کہ ان کی شہادت اور رسولؐ خدا کی بعثت کے درمیان اکیس سال کا فاصلہ بنتا ہے۔ حضرت جعفر طیارؑ اپنے بھائی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے عمر کے اعتبار سے دس سال بڑے تھے جب کہ حضرت علی علیہ السلام نے جب اسلام کا اظہار کیا تو اس وقت ان کی عمر

کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں:

سب سے زیادہ عمر والے قول کے مطابق اس وقت آپؑ پندرہ برس کے تھے اور سب سے کم عمر والے قول کے مطابق اس وقت آپؑ سات برس کے تھے۔ اس بات میں ہرگز اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اسی سال اپنے اسلام کا اظہار کردیا تھا جس سال رسولؐ خدا مبعوث ہوئے تھے۔ تو اس صورت میں بہر حال کسی بھی روایت کو مانا جائے تو یہی یقین ہوتا ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے وقت عمر تینتیس یا چونتیس برس سے زیادہ تھی۔

عکرمہ نے ابوہریرہ سے روایت نقل کی ہے کہ ابوہریرہ کہتا ہے:

ما رکب أحد المطایا ولا رکب الکور، ولا انتعل، ولا احتذی النعال أحد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أفضل من جعفر بن ابی طالب

"کوئی بھی سواری پر سوار ہونے والا اور کوئی بھی اونٹ کے کجاوے پر چلنے والا اور کوئی بھی جوتی پہننے والا ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت جعفر طیارؓ سے افضل ہو"۔

ابوسعید الخدری سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خیر الناس حمزۃ و جعفر و علی

"لوگوں میں سے بہترین افراد (حضرت) حمزہؓ، (حضرت) جعفرؓ اور (حضرت) علیؑ ہیں"۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَأیت جعفر أیطیر فی الجنۃ مع الملائکۃ بجناحین

"میں نے (حضرت) جعفر طیارؓ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ جنت میں ملائکہ کے ہمراہ دو پَروں کے ساتھ محوِ پرواز ہیں"۔

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) نے اپنے والد بزرگوار سے روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خلق الناس من أشجار شتی وخلقت أنا وجعفر من طینۃ واحدۃ

"تمام لوگ مختلف شجروں سے خلق ہوئے جب کہ میری اور جعفرؓ کی ایک ہی طینت سے تخلیق ہوئی ہے"۔

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) نے اپنے والد بزرگوار سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت) جعفر طیارؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أنت أشبهت خُلقي وخلقي

"آپؓ اخلاق اور خلقت کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتے ہیں"۔

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ خدا یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے:

الناس من شجر شتّی وأنا وجعفر من شجرة واحدة

"تمام لوگ مختلف شجروں سے ہیں جب کہ میں اور جعفر (طیارؓ) ایک ہی شجرہ سے ہیں"۔

حضرت محمد بن جعفر طیار علیہ السلام

آپ کا نام محمد بن جعفر بن ابی طالبؑ ہے اور آپ کی کنیت معلوم نہیں ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن مالک بن بشیر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن افتل ہے جب کہ افتل کی شہرت خثعم کے نام سے ہے۔

اسماء بنت عمیس کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن حارث (جو کہ حماطہ کے نام سے معروف ہیں)، بن ربیعہ بن ذی جلیل بن جرش (جو کہ منبہ کے نام سے معروف ہیں)۔ بن اسلم بن زید بن غوث بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر (جو کہ عریج کے نام سے معروف ہے)۔ بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس کی والدہ ہند کے بارے میں کہا گیا ہے:

الجرشية أكرم الناس أحماء

"(ہند) جرشیہ ① کے داماد سارے مردوں سے زیادہ معزز و مکرم ہیں"۔

ہند کی بیٹی اسماء بنت عمیس کی شادی حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالبؑ سے ہوئی اور حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر سے اور ان کی وفات کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے ہوئی۔ ہند کی دوسری بیٹی کا نام میمونہ ہے جن کی شادی رسولؐ خدا سے ہوئی اور اُم المومنینؓ قرار پائیں۔

ہند کی تیسری بیٹی لبابہ اُم الفضل جو اُم المومنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں، ان کی شادی

---

① "جرش" یمن کے ایک علاقے کا نام ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ہوئی اور ان کی اولاد کی ماں قرار پائیں۔

ہند کی چوتھی بیٹی کا نام سلمیٰ بنتِ عمیس ہے جو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کی زوجہ تھیں اور ان کی اولاد کی ماں قرار پائیں۔ اس خاتونِ معظمہ جرشیہ کے قریبی رشتہ داروں میں رسولؐ خدا، امیرالمومنین حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت ابوبکر شامل ہیں نیز ان کے قریبی رشتہ داروں میں ولید بن مغیرہ مخزومی بھی شامل ہے کیونکہ اسماء بنت عمیس کی بہن اُم الفضل کبریٰ بنتِ حارث جو خالد بن ولید کی ماں ہیں، کی شادی ولید بن مغیرہ مخزومی سے ہوئی تھی۔

ہند جرشیہ نے حارث بن حزن بن بجیر بن ھرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ھلال بن عامر سے شادی کی اور جرشیہ کی حارث سے دو بیٹیاں، میمونہ اور اُم الفضل پیدا ہوئیں۔ میمونہ کی شادی رسول اکرمؐ سے ہوئی اور اُم الفضل کی شادی حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے ہوئی جبکہ حضرت عباسؓ کے اُم الفضل کے بطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام عبداللہ، عبیداللہ، فضل، معبد اور قثم ہیں۔

حسن بن زید بن حسن بن علی نے ہند جرشیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرشیہ کے قریبی عزیز و رشتہ دار انتہائی کریم اور فیاض تھے اور پھر اس نے رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عباسؓ کا ان کے قریبی رشتہ داروں کے طور پر نام لیا مگر حضرت ابوبکر کا نام نہ لیا۔ اس محفل میں حضرت ابوبکر کی اولاد میں سے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان پر یہ سخت گراں گزرا جبکہ حسن بن زید نے ان کی اس پریشانی کو بھانپ لیا لہٰذا کافی دیر خاموشی کے بعد کہا کہ حضرت ابوبکر بھی ان کے رشتہ داروں میں شامل تھے۔

جب حضرت جعفر طیارؓ شہید ہو گئے تو اسماء بنت عمیس نے حضرت ابوبکر سے شادی کر لی اور ان کا بیٹا محمد بن ابی بکر پیدا ہوا اور حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد انھوں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے شادی کی اور حضرت علی علیہ السلام کے صلب سے ان کا بیٹا یحییٰ پیدا ہوا اور یحییٰ بن علیؑ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے اور ان کی نسل آگے نہ چل سکی۔

ضحاک بن عثمان نے روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں: عبیداللہ بن عمر بن خطاب

ایک لشکر کے ہمراہ نکلا جس لشکر کا نام خضراء تھا اور اس کے مقابلے میں محمد بن جعفر بن ابی طالبؑ نکلے جبکہ محمد بن جعفر طیار ہاتھ میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا وہ علم اُٹھائے ہوئے تھے جس کا نام "جموح" تھا۔ دونوں کے لشکر کی تعداد دس ہزار افراد پر مشتمل تھی اور دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں صبر کی توفیق دی اور ان سے اپنی مدد اور نصرت کو اُٹھائے رکھا۔ عبیداللہ بن عمر چیخ کر کہنے لگا: تم کب تک یوں احتیاطی تدابیر اپناتے رہو گے؟ تم خود (محمد بن جعفر طیارؒ) میرے مقابلے پر آؤ اور میں تم سے دوبدو لڑائی کرتا ہوں۔

یہ سن کر محمد بن جعفر طیارؒ اس کے مقابلے میں نکلے اور دونوں نے ایک دوسرے پر نیزے سے حملہ کیا یہاں تک کہ دونوں کے نیزے ٹوٹ گئے۔ پھر دونوں تلواروں سے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ محمد کی تلوار ٹوٹ گئی اور عبیداللہ بن عمر کی تلوار چمڑے کی ڈھال میں پھنس گئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو گلے سے لگاتے ہوئے دبوچ لیا اور ایک دوسرے کی ناک کو دانتوں سے کاٹ ڈالا اور دونوں اپنے اپنے گھوڑے سے زمین پر آ گرے۔ یہ منظر دیکھ کر دونوں کے ساتھی ایک دوسرے کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں اطراف سے مقتولین کے لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس معرکہ میں اپنی تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے غلبہ حاصل کیا اور شامیوں کو دونوں کی لاشوں سے مار بھگایا اور ان کی لاشوں پر آ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میرے بھتیجے کی لاش سے دیگر مقتولین کی لاشوں کو ہٹاؤ۔ پھر دیگر مقتولین کی لاشوں کو ہٹایا گیا تو نیچے سے ان دونوں کی لاشیں یوں برآمد ہوئیں کہ دونوں نے ایک دوسرے کو گلے سے لگا رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا لعنت کرے تم نے محبت کی بنا پر ایک دوسرے کو گلے سے نہیں لگایا۔

مؤلف کہتے ہیں: یہ روایت ضحاک بن عثمان کی ہے اور میں نے کسی سیرت نگار کی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ اس نے یہ ذکر کیا ہو کہ محمد بن جعفر طیارؒ نے عبیداللہ بن عمر کو قتل کیا ہے اور نہ ہی میں نے یہ سنا ہے کہ سیرت نگاروں کی کسی کتاب میں محمد بن جعفر کی مقتل کا تذکرہ ہو۔

زید بن بدر سے مروی ہے کہ عبیداللہ ابن عمر نے اپنے فتنہ وفساد کے لشکر کے ساتھ یوں

خروج کیا کہ ان چار ہزار افراد نے سبز لباس زیب تن کر رکھے تھے۔ جب حضرت امام حسنؑ ابن علی علیہ السلام وہاں سے گزرے تو انھوں نے ایک شخص کو یوں مقتول پایا کہ اس کے سر کے نیچے تکیہ تھا اور اس کی آنکھ میں نیزہ گاڑا ہوا تھا اور اس کی ٹانگ سے اس کے گھوڑے کو باندھ رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟

ہمدان کے ایک شخص نے جواب دیا: یہ مقتول عبیداللہ ہے، اس کے قاتل نے ساری رات اس کے پاس گزاری اور صبح کے وقت اسے قتل کر دیا۔

لوگ پھر اس کے قاتل کے بارے میں مختلف اقوال پیش کرنے لگے۔ ہمدان کے ایک شخص نے کہا کہ اسے ہانی بن خطاب نے قتل کیا ہے۔ حضرموت کے ایک شخص نے کہا کہ اسے مالک بن عمرو الحنعی نے قتل کیا۔ (ابن ابی الحدید نے اس کا نام ابن عمرو الحضرمی تحریر کیا ہے)۔ بکر بن وائل نے کہا کہ اسے بصرہ کے ایک شخص مالک بن مسمع نے قتل کیا ہے جس کا تعلق تیم بن لات بن ثعلبہ کے خاندان سے تھا اور یہ عبیداللہ کو قتل کرنے کے بعد اس کی تلوار ذوالوشاح (دراصل یہ حضرت عمر بن خطاب کی تلوار تھی) ساتھ لے گیا۔ جب معاویہ کی بصرہ میں بیعت کی گئی تو اس نے اس شخص کو بلا بھیجا اور اس سے یہ تلوار لے لی۔

سیرت نگاروں کے ایک گروہ نے اسی طرح یا اس سے مشابہ عبیداللہ بن عمر کے قتل ہونے کے متعلق روایات تحریر کی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی کنیت ابوالحسنؑ اور ابوالحسینؑ ہے۔
حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کی زندگی میں (حضرت) حسنؑ مجھے ابوالحسین کہہ کر پکارا کرتے تھے اور (حضرت) حسینؑ مجھے ابوالحسن کہہ کر بلاتے تھے اور وہ دونوں رسولؐ خدا کو ابوالحسنین کہہ کر بلاتے اور رسولؐ خدا کی وفات کے بعد مجھے ابوالحسنینؑ کہہ کر بلاتے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۴)

جب حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد سلام اللہ علیہا نے آپؑ کا نام حیدر رکھا اور آپؑ کے والد گرامی حضرت ابوطالب علیہ السلام نے آپ کا نام علیؑ رکھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش نے آپ کا نام حیدر رکھا تھا لیکن پہلا قول درست ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب غزوۂ خیبر ہوا تو مرحب یہودی یہ رجز پڑھتے ہوئے امیر المومنینؑ کے مقابلے میں آیا:

قد علمت خیبر أنی مرحب — شاکی السلاح بطل مجرب

إذا الحروب أقبلت تلهب

"خیبر جانتا ہے کہ میرا نام مرحب ہے۔ میں ہتھیار بند، آزمایا ہوا بہادر ہوں، میں غضب ناک شیر کے مانند بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا ہوں"۔

اس کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلے میں آئے:

أنا الذی سمتنی أمی حیدرة — کلیث غاب فی العرین قسورة

أکیلکم بالصاع کیل السندرة

"میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ بہادری کے پیشہ کا درندہ شیر ہوں

اور میں تمھیں ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے تمھاری پشت کا ایک ایک مہرہ جدا ہو جائے گا"۔

سہل بن سعد ساعدی سے مذکور ہے کہ رسولؐ خدا نے آپؑ کی کنیت ابوتراب رکھی اور آپؑ اپنی تمام کنیتوں میں سب سے زیادہ اس کنیت (ابوتراب) کو پسند فرماتے تھے جبکہ بنواُمیہ نے سہل بن سعد ساعدی کو یہ کہا تھا کہ تم ابوتراب کو برسرِ منبر سب و شتم کرو۔

ابوحازم نے سہل بن ساعدی سے روایت نقل کی ہے کہ سہل بن سعد ساعدی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے درمیان کوئی بات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام کے گھر پر رسولؐ خدا تشریف لائے اور ان کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؑ کو گھر میں موجود نہ پایا۔ پھر حضرت فاطمہؑ سے پوچھا: (حضرت) علیؑ کہاں ہے؟

حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا: ہم دونوں کے درمیان ایک بات ہوئی تو وہ یہاں سے باہر چلے گئے۔ یہ سن کر رسولؐ خدا انھیں دیکھنے کے لیے باہر تشریف لائے تو انھیں باہر موجود پایا۔ آپؑ زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور ان کی چادر ان کے اُوپر سے ہٹی ہوئی تھی جب کہ آپؑ مٹی سے اَٹے ہوئے تھے۔ رسولؐ خدا نے انھیں بیدار کیا اور ان کی کمر سے مٹی کو صاف کرتے ہوئے فرمایا:

اجلس فَإنما أنت أبو تراب

"تشریف رکھیے بے شک! آپؑ ابوتراب ہیں"۔

راوی کہتا ہے: ہمیں جب حضرت علی علیہ السلام کی مدح و ستائش کرنا ہوتی تو ہم انھیں ابوتراب کہہ کر بلاتے تھے۔

ابوحازم بن دینار سے منقول ہے کہ میں نے سہل بن سعد ساعدی سے سنا، وہ کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کو اپنے تمام اسماء سے زیادہ ابوتراب پسند تھا۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کہہ کر بلایا جاتا تو آپؑ خوش ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کا یہ نام رکھا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کو کمسنی میں ہی رسولؐ خدا نے آپؑ کے والد گرامی سے لے کر ان کی پرورش کی تھی۔ قحط کی سختیوں اور مالی تنگ دستی کی بنا پر حضرت جعفر طیارؑ، حضرت حمزہؑ اور

جناب طالبؑ کو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنی گود میں لے لیا تا کہ ان کے والدین سے کچھ بوجھ کو ہلکا کیا جاسکے اور وہ ان کے اخراجات سے بے نیاز ہوجائیں لیکن حضرت ابوطالبؑ نے جناب عقیلؑ کو اپنے پاس ہی رکھا کیونکہ انہیں عقیلؑ سے بہت پیار تھا۔ جب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کی نگہداشت کے لیے انہیں اپنی گود میں لے لیا تو آپؐ نے فرمایا:

اخترت من اختار اللہ لی علیکم علیًا

"میں نے اس ہستی کو منتخب کیا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لیے تم پر منتخب کیا ہے اور وہ (حضرت) علیؑ ہیں"۔

زیدؒ بن علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے اسلام کے متعلق وارد ہونے والی روایات میں سے صحیح ترین روایات کے مطابق آپؑ نے گیارہ سال کی عمر مبارک میں اسلام کا اظہار کیا۔

بعض روایات کے مطابق اس وقت آپؑ کی عمر مبارک سات سال تھی لیکن درست یہی ہے کہ اس وقت آپ گیارہ سال کے تھے کیونکہ جب رسولؐ خدا مبعوث ہوئے تو اس وقت آپؑ کی عمر مبارک گیارہ سال تھی۔ آپؑ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رسولؐ خدا کے ہمراہ بسر کیے اور دس سال مدینہ منورہ میں رسولؐ خدا کے ہمراہ بسر کیے اور چند ماہ کم تیس برس رسولؐ خدا کی وفات کے بعد گزارے۔

ابوصادق سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ غامدی نے انبار پر حملہ کیا ہے تو آپؑ نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بیان کیا:

لقد قالت قریش : إن ابن ابی طالب رجل شجاع ولکن لا علم له بالحرب ، ویحھم وھل فیھم أشد مراسًا لھا منی! واللہ لقد دخلت فیھا وأنا ابن عشرین سنة، وأنا الآن قد نیفت علی الستین، ولکن لا رأی لمن لا یطاع (ابن ابی الحدید: جلد۱، ص۱۴۱)

"یقیناً قریش یہ کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ کا بیٹا ایک بہادر اور شجاع مرد ہے لیکن وہ فنونِ حرب سے نابلد ہے۔ قریش اور ان کی ایسی باتوں پر افسوس

ہے، کیا قریش میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ میں آزمودہ ہو۔ خدا کی قسم میں نے اس وقت فنونِ حرب اور جنگی کارناموں کو سرانجام دینا شروع کیا جب میں بیس برس کا لڑکا تھا اور اس وقت میری عمر ساٹھ برس سے کچھ زیادہ ہے لیکن اس شخص کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی جاتی ہو"۔

حضرت علی علیہ السلام کا رنگ گندمی اور قد درمیانہ تھا، آپ کی انگلیاں باریک اور بازو موٹے اور مضبوط تھے، جبکہ آپ کی پنڈلیاں باریک، داڑھی لمبی، سر کے سامنے والے حصّے سے بال جھڑے ہوئے اور پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی تھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری شکل و صورت کے متعلق مختلف روایات مذکور ہیں اور میں نے انھیں جمع کر کے یہاں پر بیان کیا ہے لیکن جس روایت میں یہ تمام اوصاف مذکور ہیں، وہ درج ذیل ہے:

ابواسحاق سے مروی ہے کہ ایک دن جمعہ کے دن میرے والد مجھے مسجد میں لے گئے اور انھوں نے مجھے اُٹھا کر بلند کیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ وہ ایک بزرگ تھے، ان کے سر کے سامنے والے حصّے سے بال جھڑے ہوئے تھے اور ان کے شانے چوڑے تھے۔ ان کی داڑھی سینہ اقدس تک تھی اور ان کی آنکھیں بڑی تھیں۔

پھر میں نے اپنے والد سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: یہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے بیٹے، رسولِ خدا کے چچازاد بھائی، وصی اور مومنوں کے مولا و امیر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں: ہم نے شروع میں چند روایات بیان کی ہیں ورنہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بے شمار ہیں اور ان فضائل میں سے تھوڑے سے بھی اس طرح کی کتاب میں نہیں سما سکتے۔ اگر فضائل کے ذکر میں کثرت کو ملحوظ رکھ کر وہ سب فضائل بیان کیے جائیں تو ہم نے جو کتاب تحریر کرتے ہوئے شرط عائد کی تھی کہ ہم اس میں مختصراً بیان کریں گے تو ہم اس شرط کی پابندی نہیں کر پائیں گے لیکن ہم یہی کہتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و

مناقب اپنے اور غیر، دوست اور دشمن سبھی تسلیم کرتے ہیں اور ان فضائل سے کوئی بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ آپؑ کے مشہور فضائل کو غیر چھپا نہیں سکتے اور آپؑ کے تحریری شکل میں موجود فضائل پر آپؑ کے موالی پردہ ڈال نہیں سکتے جبکہ یہ بات آپؑ کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے کسی کے قول یا روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت اور اس کا سبب

مؤلف نے اس باب میں زیادہ تر محمد ابن جریر طبری اور ابو مخنف سے مروی روایات کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں زیادہ تر ابو مخنف کے الفاظ کو تحریر کیا ہے اور جہاں پر کوئی اختلاف وارد ہوا ہے وہاں پر اس اختلافی نکتۂ نظر کو بھی بیان کیا ہے۔

ابو عبدالرحمٰن السلمی سے منقول ہے کہ خوارج کے چند افراد مکہ میں جمع ہوئے اور آپس میں مسلمانوں کے اُمور پر گفتگو کی۔ ان کے افعال پر طعن و تشنیع کی اور ان کی عیب جوئی کی جبکہ جنگ نہروان میں مارے جانے والے خوارج کے لیے خدا سے رحمت کی دُعا کی اور ایک دوسرے سے کہا: اگر ہم نے اپنی جانوں کو خدا کے ہاں بیچ دیا ہے تو ضلالت و گمراہی کے پیشواؤں کے پاس جائیں اور ان کی جان کے درپے ہو جائیں تاکہ ان کے وجود سے بندگانِ خدا اور اسلامی ممالک کو چھٹکارا اور چین مل سکے اور ان سے جنگ نہروان میں مارے جانے والے اپنے بھائیوں کے خون کا انتقام لے سکیں۔

پس! ان خارجیوں نے حج کرنے کے بعد آپس میں یہ عہد کیا اور عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون نے ان سے کہا: تم میں سے علیؑ کے لیے میں کافی ہوں۔ ان میں سے دوسرے نے کہا کہ تم میں سے معاویہ کے لیے میں کافی ہوں اور تیسرے شخص نے کہا کہ عمرو بن عاص کے لیے میں کافی ہوں۔

ان لوگوں نے مکہ میں یہ عہد کیا کہ ان میں سے ہر ایک اس کیے ہوئے عہد کو نبھائے گا اور کوئی بھی اپنے ہدف کو حاصل کیے بغیر پیچھے نہیں ہٹے گا اور اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے رمضان المبارک کی اس تاریخ کا انتخاب کیا گیا جس رات عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون نے

حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے ضرب لگائی۔

ابومخنف اور ابوزبیر العبسی نے بیان کیا ہے کہ باقی دو خارجیوں کے نام برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی ہیں۔ برک بن عبداللہ تمیمی معاویہ کو قتل کرنے کے لیے آمادہ ہوا اور عمرو بن بکر تمیمی عمرو بن عاص کو قتل کرنے کے لیے آمادہ ہوا۔

برک بن عبداللہ تمیمی معاویہ کو قتل کرنے کے لیے شام روانہ ہوا۔ جب اس کا وہاں معاویہ سے آمنا سامنا ہوا تو اس کی ران پر وار کیا اور وہ زخمی ہو گیا۔ جب حکیم آیا اور اس نے زخم کو دیکھا تو اس نے کہا کہ وہ تلوار زہر آلود تھی جس کا تم پر وار ہوا ہے لہٰذا اب دو طرح سے اس کا علاج ممکن ہے۔ تم ان میں سے جو طریقہ چاہو میں اس طریقہ سے علاج کروں گا۔ ان میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ میں ایک لوہے کا ٹکڑا گرم کر کے تمہارے اس زخم پر لگاؤں تا کہ تم ٹھیک ہو جاؤ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ میں تم کو ایک دوا پلاؤں تو تم اس سے ٹھیک ہو جاؤ گے لیکن اس دوا کی تاثیر کی بنا پر تمہاری قوتِ مردانگی جاتی رہے گی اور تمہاری نسل مزید آگے نہ بڑھ سکے گی۔

یہ سن کر معاویہ نے کہا: مجھ میں آگ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے، لہٰذا تم مجھے دوا ہی پلاؤ اور میری نسل کی فکر نہ کرو کیونکہ میری اولاد میں یزید اور عبداللہ موجود ہیں جن سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی رہے گی اور ان دونوں سے میرا نسب آگے بڑھتا رہے۔ پھر اسے دوا پلائی گئی تو وہ تندرست ہو گیا اور اس کے زخم کا علاج کیا گیا یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر صحت مند ہو گیا لیکن اس کے بعد اس کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ (تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۳، ص ۱۷۰، ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۲۰)

راوی بیان کرتا ہے کہ برک بن عبداللہ تمیمی نے معاویہ سے کہا: میرے پاس تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔

اس نے پوچھا: کون سی خوشخبری؟

پھر اس نے معاویہ کو اپنے باقی دونوں ساتھیوں کے عزائم کے بارے میں بتایا اور کہا: بے شک! (حضرت) علیؑ اس رات قتل ہو گیا ہوگا لہٰذا تم مجھے اپنے پاس قید رکھو یہاں تک کہ

کوفہ سے کوئی خبر آ جائے۔ پس! اگر (حضرت) علیؑ کو قتل کر دیا گیا ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ تم مجھ سے جو کرنا چاہو کر لینا اور اگر وہ قتل نہ ہوئے ہوں تو میں تم کو وعدہ اور میثاق دیتا ہوں کہ مجھے کوفہ جانے کی اجازت دینا تاکہ میں علیؑ کو قتل کر سکوں اور پھر میں واپس تمہارے پاس لوٹ آؤں گا اور اپنا اختیار تمہیں دے دوں گا تاکہ تم میرے متعلق جو حکم مناسب سمجھو وہ نافذ کرو۔

یہ سن کر معاویہ نے اسے اپنے پاس قید کر لیا اور جب اس کے پاس یہ خبر آپہنچی کہ حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا ہے تو معاویہ نے اپنے پر حملہ آور ہونے والے شخص کو قتل کر کے اس سے چھٹکارا پایا۔

دیگر راویوں کا بیان ہے کہ معاویہ نے برک بن عبداللہ تمیمی کو گرفتار کرنے کے فوراً بعد قتل کروا دیا تھا۔

عمرو بن عاص کو قتل کرنے پر آمادہ ہونے والا (عمرو بن بکر تمیمی) اس رات اپنے ہدف کو قتل کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار تھا لیکن اس رات عمرو بن عاص نے بیماری کے باعث دوا لی اور مسجد کا رُخ نہ کیا اور اپنی جگہ پر بنو عامر بن لوی کے ایک شخص خارجہ بن ابی حبیبہ کو نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں بھیجا۔ خارجہ نماز پڑھانے کے لیے نکلا تو عمرو بن بکر تمیمی تیزی سے اس کی طرف دوڑا اور اس پر اپنی تلوار سے وار کر کے اسے زخمی کر دیا۔ عمرو بن بکر تمیمی کو گرفتار کر کے عمرو بن عاص کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے فوراً قتل کروا دیا۔

عمرو بن عاص اس سے اگلے دن خارجہ بن ابی حبیبہ کا حال دریافت کرنے کے لیے اس کے پاس گیا تو اس نے عمرو سے کہا: خدا کی قسم! وہ شخص صرف تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا، وہ کسی اور کے قتل کا خواہش مند نہ تھا۔ یہ سن کر عمرو عاص نے جواب دیا: خدا کی قسم! لیکن اللہ خارجہ کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔

محترم قارئین! اب ہم دوبارہ ابن ملجم (ملعون) کے متعلق گفتگو کریں گے۔

ابوطفیل سے روایت مذکور ہے کہ جب لوگ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے کے لیے جمع ہوئے اور عبدالرحمٰن ابن ملجم بیعت کرنے کے لیے آیا تو حضرت علی علیہ السلام نے اسے دو یا تین دفعہ واپس کر دیا۔ اس کے بعد پھر یہ بیعت کے لیے آپؑ کے پاس آیا تو

حضرت علی علیہ السلام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تمہیں اس بدبختی سے کوئی نہ روک پائے گا، اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میری ریش کو اس تلوار سے خون آلود کرو گے۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

اشدد حیازیمك للموت فإن الموت لا قیك

ولا تجزع من الموت إذا حل بوادیك

"اپنی کمر موت کے لیے مضبوطی سے کس لے کیونکہ تمہارے پاس موت آنے والی ہے۔ جب تمہاری وادی میں موت پڑاؤ ڈالے تو تم موت سے مت ڈرنا"۔

دیگر راویوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور ابن ملجم سے بیعت لینے کی باری آئی تو آپؑ نے یہ شعر پڑھا:

أرید حیاته و یرید قتلی

عذیرك من خلیلك من مراد

"میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میرا قتل چاہتا ہے۔ تیرے مرادی ساتھیوں میں سے کون تیرا عذر قبول کرے گا؟"

ابوزبیر الحسنی سے روایت منقول ہے کہ ابن ملجم جس کا تعلق قبیلہ مراد سے ہے اور قبیلہ مراد قبیلہ کندہ میں سے ہے۔ جب یہ کوفہ میں آیا اور یہاں پر اپنے ساتھیوں سے ملاقات کی تو اس نے ان سے اپنے منصوبہ کو مخفی رکھا۔ اس نے ان پر وہ سب کچھ ظاہر نہ کیا جو کہ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے امرا اور حکمرانوں کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا کیونکہ اسے اس بات کا خدشہ تھا کہ ایسا کرنے سے یہ بات لوگوں میں پھیل جائے گی۔

ایک دن ابن ملجم ملعون قبیلہ تیم رباب کے ایک شخص کو ملنے کے لیے گیا، جس کا تعلق خوارج سے تھا تو ابن ملجم نے اس شخص کے پاس قبیلہ تیم رباب کی ایک عورت کو دیکھا جس کا نام قطام بنت اخضر بن شجنہ تھا جب کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ نہروان میں قطام کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ قطام اپنے دور کی حسین و جمیل دوشیزاؤں میں سے ایک دوشیزہ تھی۔

جب ابن ملجم نے اسے دیکھا تو اس کے آگے دل ہار بیٹھا اور اس کے حسن و جمال نے اسے بہت متاثر کیا بالآخر اس نے قطام کو نکاح کے لیے پیغام دیا تو اس نے جواب دیا: تم مجھے میرا حق مہر کیا دو گے؟

ابن ملجم ملعون نے کہا: جو تم حق مہر لینا چاہتی ہو، اس کا حکم کرو؟

قطام نے کہا: اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو مجھے حق مہر میں تین ہزار درہم، ایک کنیز، ایک غلام اور علیؑ ابن ابی طالب کا سر چاہیے۔

یہ سن کر ابن ملجم نے کہا: تم نے مجھ سے حق مہر میں جو کچھ مانگا ہے، وہ سب عطا کروں گا لیکن میں (حضرت) علیؑ کو کیسے قتل کر سکتا ہوں؟

قطام نے کہا: تم دھوکے سے اسے قتل کر سکتے ہو اور اگر تم نے (حضرت) علیؑ کو قتل کر دیا تو اس سے میرے دل کو ٹھنڈک ملے گی (العیاذ باللہ)، اور پھر تم میرے ساتھ رہ کر زندگی گزار سکتے ہو اگر تم اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے دوران قتل ہو جاتے ہو تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ تمھارے لیے اس دنیا سے بہتر ہے۔

اس کی یہ باتیں سن کر ابن ملجم ملعون نے کہا: خدا کی قسم! کوفہ میں میرے آنے کا مقصد ہی علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قتل کرنا ہے حالانکہ میں اس شہر سے فرار اختیار کر چکا ہوں کیونکہ کوفیوں کے ساتھ رہنے میں چین و سکون نہیں ہے لیکن یہ صرف اس صورت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے جو تم نے مجھ سے علیؑ کے قتل کا سوال کیا ہے۔ پس! تم نے مجھ سے جس چیز کا سوال کیا ہے، وہ میں تمھاری خاطر ضرور پورا کروں گا۔

پھر قطام نے کہا: میں تمھارے لیے کوئی ایسا مرد تلاش کرتی ہوں جو اس کام میں تمھاری مدد کرے اور تمھارا قوتِ بازو بنے۔

اس کے بعد قطام قبیلہ تیم رباب کے ایک شخص کے پاس گئی جس کا نام وردان بن مجالد تھا، اسے سارا ماجرا سنایا اور اسے ابن ملجم ملعون کی مدد کرنے کو کہا تو وردان نے قطام کی خاطر یہ حامی بھر لی۔ ابن ملجم قطام کے پاس سے نکلا تو شبیب بن بجرہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے شبیب! کیا تم دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: یہ کس بات کا شرف ہے؟

ابن ملجم نے شبیب سے کہا: تم علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قتل کرنے کے لیے میری مدد اور معاونت کرو۔

شبیب بھی خوارج والی سوچ اور نظریہ رکھتا تھا، یہ سن کر شبیب نے ابن ملجم ملعون سے کہا: اے ملجم کے بیٹے! تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو، تم بہت دشوار اور کٹھن کام کرنے کے بارے میں کہہ رہے ہو، تم علیؑ کو کیسے قتل کر سکتے ہو؟

ابن ملجم ملعون نے اسے جواب دیا: ہم مسجد اعظم میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب (حضرت) علیؑ نماز فجر کے لیے نکلیں گے تو ہم انھیں قتل کر دیں گے۔ اگر ہم علیؑ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس سے ہمارے دلوں کو سکون مل جائے گا اور ہم اپنے مقتولین کے خون کا انتقام لے لیں گے۔ ابن ملجم ملعون اس وقت تک شبیب کے پاس سے نہ اٹھا جب تک اسے ان ناپاک عزائم کے لیے آمادہ نہ کر لیا۔ پھر وہ دونوں قطام کے پاس گئے جو اس وقت مسجد اعظم میں اعتکاف کے لیے موجود تھی، اُسے بتایا کہ علیؑ کو قتل کرنے کے لیے ہم دونوں کی سوچ اور رائے ایک ہے۔

قطام نے ان دونوں سے کہا: جب تم علیؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لو تو مجھ سے اسی جگہ پر ملاقات کرنا۔ پھر وہ دونوں واپس چلے گئے اور کئی دنوں تک اس کام کے لیے انتظار کیا۔ پھر دونوں انیس رمضان المبارک چالیس ہجری جمعہ کی شب مسجد اعظم میں اپنے ناپاک عزائم سے قطام کو آخری بار آگاہ کرنے اور ملاقات کرنے کے لیے آئے۔

ابومخنف کی روایت میں درج بالا تاریخ مذکور ہے جبکہ ابوعبدالرحمن اسلمی کی روایت کے مطابق وہ ۱۷ رمضان المبارک کی رات تھی اور مولف کے نزدیک یہی درست ہے۔

ابن ملجم نے قطام سے کہا: یہی وہ رات ہے جس کا میرے ساتھیوں نے باہمی وعدہ کر رکھا ہے اور میرے باقی دو ساتھیوں (برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی) نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے ہدف کو اسی رات قتل کریں گے۔ پھر قطام نے ان کے لیے ایک ریشمی کپڑا منگوایا اور اس سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیا۔ انھوں نے اپنی تلواریں حمائل کیں اور

حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے نکل پڑے اور اُس محراب کے سامنے چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نماز پڑھانے کے لیے جاتے تھے۔

ابومخنف نے اسود اور اجلح سے روایت نقل کی ہے کہ ابن ملجم ملعون نے جس رات حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا، وہ اس رات اشعث ابن قیس ملعون کے پاس آیا جبکہ اشعث مسجد کوفہ کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت حجر بن عدیؓ نے اشعث ابن قیس کو ابن ملجم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جلدی کرو، اپنی تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جلدی کرو ورنہ صبح کی روشنی نکلنے پر تم ناکام اور رُسوا ہو جاؤ گے۔

یہ سن کر حضرت حجرؓ بن عدی نے اس سے کہا: اے کانے! تم (حضرت) علیؑ کے قتل کا سروسامان کر رہے ہو۔ پھر جلدی سے حضرت علی علیہ السلام کی طرف نکلے اور اپنے گھوڑے پر زین کسی لیکن جب حضرت علی علیہ السلام کو گھر نہ پاکر واپس مسجد میں لوٹے تو ابن ملجم ملعون اپنا کام کر چکا تھا۔ لوگ یہ کہہ رہے تھے:

قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

"امیر المومنینؑ شہید کر دیے گئے"۔

مولف (ابوالفرج علی بن حسین بن محمد اصفہانی) کہتے ہیں: اشعث ابن قیس امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منحرف تھا۔ اس بارے میں کافی روایات موجود ہیں اور ان کی شرح طولانی ہے، لہٰذا ان روایات میں سے کچھ روایات ہم یہاں پر بیان کرتے ہیں۔

موسیٰ بن ابی نعمان سے مروی ہے کہ ایک دفعہ اشعث بن قیس امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپؑ سے ملاقات کی اجازت طلب کی مگر حضرت قنبرؓ نے اسے واپس کر دیا تو اشعث بن قیس نے حضرت قنبرؓ پر ظلم کیا اور ان کے ناک سے خون نکال دیا۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام اندر سے یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے: اے اشعث! تمہیں کیا مسئلہ ہے، خدا کی قسم! اگر تم نے بنوثقیف کے چھوکرے کو یہ تکلیف دی ہوتی تو وہ تمہاری کھال اُتار دیتا۔

آپؑ سے پوچھا گیا: امیر المومنینؑ! یہ بنوثقیف کا چھوکرہ کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بنو ثقیف کا یہ چھوکرہ ابھی دنیا میں آئے گا اور تمام عربوں کے گلے میں ذلت و رُسوائی کا طوق پہنا دے گا۔

آپؑ سے پوچھا گیا: اے مومنوں کے امیر! یہ چھوکرہ کب ظاہر ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس وقت اس کی عمر بیس برس ہوگی۔

حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے مروی ہے کہ مجھے میرے خاندان کی ایک خاتون نے خبر دی کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ اشعث بن قیس حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت علی علیہ السلام کی اس سے تلخ کلامی ہوئی اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ابا لْمَوْتِ تهددني ، فوالله ما أبالي وقعتُ على الموت، أو وقع الموت علي

"کیا تو مجھے موت سے ڈراتا دھمکاتا ہے۔ خدا کی قسم، مجھے کوئی ہرگز پرواہ نہیں ہے کہ میں موت پر جا پڑوں یا موت مجھ پر آپڑے"۔

اب ہم دوبارہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

عبداللہ بن محمد ازدی سے روایت منقول ہے، وہ بیان کرتا ہے:[1]

اس رات میں مسجد اعظم میں کوفہ کے ان لوگوں کے ہمراہ نماز میں مشغول تھا جو ماہِ رمضان المبارک میں ساری رات مسجد میں عبادت کرتے ہوئے گزارتے تھے اتنے میں مجھے مسجد کے محراب کے قریب کچھ ایسے لوگ نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے جو اُکتاہٹ اور ملال کی کیفیت میں قیام و قعود اور رکوع و سجود کر رہے تھے۔ پھر حضرت امام علی علیہ السلام نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور بلند آواز میں صدا دی:

الصلاۃ الصلاۃ (نماز قائم کرو، نماز قائم کرو)۔

راوی کہتا ہے: پھر مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اس کے بعد میں نے صدا سنی یا تلوار کی چمک

---

[1] ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۴۳۔ تاریخ طبری: ج ۶ ص ۸۳، جبکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے عبداللہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

دیکھی؟ اور میں نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا:

الحکم للہ یا علی لا لک ولا لاصحابک

"اے علیؑ! حکم صرف اللہ کا ہے، تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا حکم نافذ نہیں ہوگا"۔

اس کے بعد میں نے دوبارہ دوسری تلوار کو چمکتے ہوئے دیکھا اور حضرت علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا یفوتنکم الرجل

"یہ شخص (حملہ آور) تم سے ہرگز بھاگنے نہ پائے"۔

اسماعیل بن راشد نے اپنی روایت میں ذکر کیا ہے، ابوعبدالرحمٰن السلمی کی روایت متن کے اعتبار سے اسماعیل کی روایت سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس روایت کے مطابق پہلے شبیب بن بجرہ نے امیرالمومنینؑ پر وار کیا لیکن اس کا وار خطا ہو گیا اور طاق پر لگا۔ ابن ملجم ملعون نے پھر وار کیا جو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے سر اقدس کے عین وسط میں پیوست ہوا۔ (ابن سعد: ج ۲، ص ۴۴، ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۴۴)

عبداللہ بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ ابن ملجم ملعون کے وار کرنے کے بعد ہر طرف سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے پکڑ لیا۔

ابومخنف بیان کرتے ہیں: ہمدان کا ایک شخص جس کی کنیت ابوادماء ہے اور اس کا تعلق قبیلہ مرصہ سے تھا، اس نے ابن ملجم ملعون کو پکڑا۔

یزید ابن ابی زیاد کہتا ہے: ابن ملجم ملعون کو مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب نے پکڑا اور اس پر مخملی چادر ڈال کر پچھاڑ دیا۔ پھر اس کے ہاتھ سے تلوار لے کر امیرالمومنینؑ کے سامنے پیش کیا۔

شبیب بن بجرہ حملہ کرنے کے بعد بھاگ گیا لیکن ایک شخص نے اسے پیچھے سے جا پکڑا اور زمین پر گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تاکہ اسے قتل کر سکے۔ اتنے میں اس نے لوگوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اسے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ

کہیں یہ لوگ جلدی میں مجھ پر ہی حملہ نہ کر دیں اور اس کی ایک نہ سنیں لہٰذا وہ فوراً اس کے سینہ سے نیچے اُتر آیا اور اسے چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ سے تلوار پھینک دی۔

شبیب بھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ اتنے میں اس کا چچازاد بھائی اس کے گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ شبیب اپنے سینہ سے ریشم کا کپڑا اُتار رہا ہے۔

یہ دیکھ کر اس نے پوچھا: یہ کیا ہے، شاید تم نے امیرالمومنینؑ کو شہید کیا ہے؟

شبیب نے یہ کہنا چاہا کہ نہیں، لیکن گھبراہٹ میں وہ ہاں کہہ بیٹھا۔

یہ سنتے ہی اس کا چچازاد بھائی وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور جلدی سے اپنی تلوار اُٹھا کر دوبارہ اس کے پاس آیا اور اسے اپنی تلوار کے وار سے فی النار کر دیا۔

عبداللہ بن محمد ازدی سے روایت منقول ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو پکڑ کر حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

النفس بالنفس إن أنا مت فاقتلوه كما قتلني ، وإن سلمت رأيت فيه رأيي

"جان کا بدلہ جان ہے، اگر میں موت سے ہمکنار ہو جاؤں تو تم اسے یوں ہی قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں سلامت رہا تو میں اس کے بارے میں خود غور کروں گا"۔

یہ سن کر ابن ملجم ملعون نے کہا: خدا کی قسم! میں نے ایک ہزار درہم میں یہ تلوار خریدی تھی، پھر ایک ہزار درہم کے عوض اسے زہر آلود کیا تھا، اگر اب بھی اس نے مجھے دھوکا دیا اور مجھ سے خیانت کی تو خدا اسے ہلاک اور اپنی رحمت سے دُور کرے۔

راوی کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی بیٹی حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے پکار کر کہا:

يا عدو الله قتلت أمير المومنين

"اے دشمن خدا! تُو نے مومنوں کے امیر کو شہید کر دیا"۔

تو ابن ملجم ملعون نے بکواس کرتے ہوئے کہا: إنما قتلت أباك "ہاں! میں نے

تمھارے باپ کو قتل کیا ہے"۔

یہ سن کر حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے دشمن خدا! میں اُمید کرتی ہوں کہ میرے بابا کے ساتھ کچھ بُرا نہ ہوگا۔

اس پر ابن ملجم ملعون نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم (اپنے باپ) علیؑ پر گریہ وزاری کر رہی ہو۔ خدا کی قسم! مَیں نے علیؑ کو وہ (زہرآلود) ضربت لگائی ہے کہ اگر میں اس ضربت کو روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کے درمیان بانٹ دیتا تو (یہ اس قدر زہرآلود تھی کہ) وہ سب ہلاک ہوجاتے۔

اسماعیل بن راشد کی روایت کے مطابق جب ابن ملجم ملعون کو وہاں سے باہر نکالا گیا تو وہ ابن ابی میاس الفزاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ونحن ضربنا یابنة الخیر اِذ طغٰی

أبا حسن مأمومة فتفطرا

"اے نیکوکار کی اولاد! جب ابوالحسن (حضرت علی علیہ السلام) نے سرکشی کی (نعوذباللہ) تو ہم نے ان کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ جس سے زہر ٹپک رہا تھا"۔

ابومخنف نے صرف ایک شعر ذکر کیا ہے جب کہ اسماعیل نے مزید دو بیت اشعر بیان کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ونحن خلعنا ملکه من نظامه بضربة سیف اِذعلا او تجبرا

ونحن کرام فی الصباح أعزة اِذا المرء بالموت ارتدی وتأزرا

"جب انھوں نے (بادشاہت و طاقت کے بل بوتے پر) تکبر و سرکشی کا مظاہرہ کیا تو ہم نے تلوار کے ایک وار سے انھیں اس بادشاہت و طاقت سے معزول کر دیا۔ جب کوئی مرد موت کی چادر اوڑھ لیتا اور موت کا لباس زیب تن کر لیتا ہے تو ہم کریم لوگ دن کے پہلے پہر میں عزت دار ہوجاتے ہیں"۔

ابوطفیل سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو ضرب لگنے کے بعد گھر لے جایا گیا تو صعصعہ بن صوحان آپؑ کی حال پرسی کے لیے آئے اور حضرت علی علیہ السلام سے اجازت طلب کی تو اذن پر مامور شخص نے واپس آکر بتایا کہ آپؑ نے اجازت نہیں دی۔ صعصعہ نے اس شخص سے کہا کہ امیر المومنینؑ کو میری طرف سے عرض کرنا: اے مومنوں کے امیر! دنیا و آخرت میں خدا آپؑ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ خدا کی قسم! آپؑ کے سینہ اطہر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم وتوقیر ہے اور آپ ذاتِ خدا سے خوب آشنا ہیں۔

جب اذن پر مامور اس شخص نے صعصعہ کا یہ پیغام پہنچایا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: صعصعہ سے کہو: خدا تم پر رحم فرمائے، بے شک! تم نے کم مال و اسباب کے باوجود بہت زیادہ ہماری مدد کی۔ (ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۴۴)

کسی شاعر نے قطام کے لیے ابن ملجم ملعون کے حق مہر کے بارے میں یہ اشعار بیان کیے ہیں جسے محمد بن حسین اسحاقی نے اپنی روایت میں مسروقی جو ابن ابی میاس الفزاری ہے، سے نقل کیے ہیں:

لم أر مهراً ساقه ذوسماحة	كمهر قطام من فصيح وأعجم
ثلاثة آلاف و عبد و قينة	و ضرب علي بالحسام المصمم
ولا مهر أعلى من علي و إن علا	ولافتك إلا دون فتك ابنِ ملجم

"میں نے آج تک عرب وعجم میں کسی سخی اور اہلِ کرم کا ایسا حق مہر نہیں دیکھا جیسا قطام کا حق مہر ہے کہ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور تیز دھار تلوار سے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قتل کرنا، اور کوئی بھی مہر علیؑ (کے قتل) سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، اگرچہ کتنا ہی قیمتی ہو اور کوئی بھی جرم ابن ملجم کے جرم سے بدتر نہ ہوگا"۔

عمران بن حطان ملعون نے ابن ملجم ملعون کی تعریف کرتے ہوئے درج ذیل اشعار کہے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ امیر المومنین کے ناحق قتل کے باعث ان دونوں کو اپنے غضب کی آگ میں ہمیشہ جلائے۔

اس کے اشعار یہ ہیں:

یا ضربة من تقی ما أراد بها　　إلا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

إنی لأذكره یوماً فأحسبه　　أوفی البریة عند الله میزانا

"اے ضرب لگانے والے بہادر و پرہیزگار بندے بے شک! تم اس وار کے بدلے میں صرف عرش کے مالک کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تمہارے اس وار کے بارے میں سوچتا ہوں تو پھر یہی گمان کرتا ہوں کہ تمہارا یہ ایک وار خدا کی بارگاہ میں اس کے ترازو میں سب نیکیوں پہ بھاری ہے"۔ (العیاذ باللہ)

یقیناً شاعر (عمران بن حطان) نے ان اشعار میں سب کچھ جھوٹ کہا ہے، ان دونوں پر خدا کی لعنت ہو اور خدا انھیں دردناک عذاب سے دوچار کرے۔

عمرو بن ابی بکار سے منقول ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو ضرب لگی تو کوفہ کے تمام اطباء جمع ہوئے اور ان سب سے زیادہ علم طب اور زخم کے علاج کے بارے میں جاننے والا اثیر بن عمرو بن ہانی سکونی تھا۔ یہ حکام کا طبیب رہا اور زخموں کا علاج کرتا تھا۔ اس کا تعلق ان چالیس افراد میں سے تھا، جنھیں معرکہ عین التمر میں خالد بن ولید نے زخمی ہونے کے بعد قید کیا۔

جب اثیر نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے زخم کا معائنہ کیا تو اس نے کہا: بکری کے پھیپھڑے کو گرم کر کے لاؤ۔ پھر اس نے اس سے عرق نکال کر امیر المومنینؑ کے سر اقدس میں لگے ہوئے زخم کے اندر داخل کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد باہر نکالا تو اسے معلوم ہو گیا کہ تلوار کا وار امامؑ کے سر مبارک کے اصلی حصّہ تک پہنچ گیا ہے لہذا طبیب امامؑ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! آپؑ اپنی وصیت کرلیں کیونکہ اس دشمن خدا کا وار اُس جھلی تک پہنچ چکا ہے جس میں دماغ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے قلم و دوات اور کاغذ مانگا اور اس پر اپنا وصیت نامہ یوں تحریر کیا:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

هذا ما أوصى به أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، أوصى بأنه

يشهد أن لا إله إلَّا الله، وحدهٗ لا شريك له، وأن محمداً عبدهٗ ورسوله، أرسله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون، صلوات الله وبركاته عليه ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [1] أوصيك يا حسن وجميع ولدي وأهل بيتي ومن بلغه كتابي هذا بتقوى الله ربنا، ولا تموتن والا أنتم مسلمون، واعتصموا بحبل الله جميعًا ولا تفرقوا، فَإِنّي سمعت رسول الله يقول: ﴿إصلاح ذات البين أفضل من عامة الصلاة والصيام، وإن المبيدة الحالقة للدين فساد ذات البين﴾، ولا حول ولا قوة إلَّا بالله العلي العظيم، انظروا إلى ذوي أرحامكم فصلوهم يهون الله عليكم الحساب۔

الله الله في الأيتام فلا تغيرن أفواههم بجفوتكم، والله الله في جيرانكم فإنها وصية رسول الله ما زال يوصينا بهم حتّٰى ظننا أنه سيورثهم، والله الله في القرآن فلا يسبقنكم إلى العمل به غيركم، والله الله في الصَّلَاة فإنها عماد دينكم۔

والله الله في بيت ربكم فلا يخلون منكم ما بقيتم، فإنه إن ترك لم تناظروا وإنه إن خلا منكم لم تنظروا،

والله الله في صيام شهر رمضان فإنه جُنة من النار، والله الله في الجهاد في سبيل الله بأموالكم وأنفسكم،

والله الله في زكاة أموالكم فانها تطفيء غضب ربكم،

والله الله في أمة نبيكم فلا يظلمن بين أظهركم، والله الله في أصحاب نبيكم فإن رسول الله ﷺ أوصى بهم،

---

[1] سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲-۱۶۳۔

والله الله في الفقراء والمساكين فأشركوهم في معايشكم ، والله الله فيما ملكت أيمانكم ﴿فإنها كانت آخر وصية رسول الله ﷺ إذ قال: أوصيكم بالضعيفين فيما ملكت أيمانكم﴾۔

ثم قال: الصلاة الصلاة ، لا تخافوا في الله لومة لائم فإنه يكفكم من بغى عليكم وأراد كم بسوء قولوا للناس حسناً كما أمركم الله ، ولا تتركوا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر ، فيولي الأمر منكم وتدعون فلا يستجاب لكم ،

عليكم بالتواضع والتباذل والتبار ، وإياكم والتقاطع والتفرق والتدابر ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ [1] حفظكم الله من أهل بيت ، وحفظ فيكم نبيه ، أستودعكم الله خير مستودع وأقرء عليكم سلام الله ورحمته

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

"یہ وصیت نامہ ہے جس کے ذریعے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ وصیت کرتے ہیں اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت اور رہنمائی اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے، خواہ مشرکین اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں، حضرت محمدؐ پر اللہ کا درود، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ کہہ دیجیے میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت خالص، اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی پر میں مامور ہوں اور

---

[1] سورۃ المائدہ: آیت ۲

میں حکم خدا پر سرِتسلیم خم کرنے والوں میں سے پہلا ہوں۔

اے حسنؑ! میں آپؑ کو اور اپنی تمام اولاد اور خاندان کو اور ہر اس شخص کو جس تک میری یہ وصیت پہنچے گی، اسے تقویٰ الٰہی اور اللہ جو ہمارا رب ہے اس سے ڈرنے کی سفارش کرتا ہوں، تم ہر حال میں مسلمان رہتے ہوئے ہی موت سے ہمکنار ہونا اور اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پراگندہ نہ ہونا کیونکہ بے شک! میں نے رسولؐ خدا سے سنا جو یہ فرما رہے تھے: لوگوں کے درمیان اصلاح اور صلح وصفائی کرانا تمام نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے اور جو چیز دین کو تباہ کر کے نیست و نابود کرتی ہے، وہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

اپنے اعزہ و اقربا اور رشتہ داروں کی طرف توجہ رکھو اور ان سے صلہ رحمی کرو تا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن تم پر حساب و کتاب کو آسان کردے۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، یتیموں کے معاملے میں، پس تم کبھی بھی ان کے منہ کے لیے اپنی سنگدلی کے باعث باری کا تعین نہ کرو کہ کبھی انھیں کھلاؤ اور کبھی بھوکا رکھو۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، پڑوسیوں کے معاملے میں کیونکہ رسولؐ خدا ہمیں ہمیشہ ان کے حقوق ادا کرنے کی سفارش کرتے رہے یہاں تک کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ رسولؐ خدا پڑوسی کے لیے ارث (ترکہ) میں پڑوسی کا حصّہ بھی قرار دے دیں گے۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، قرآن کے معاملے میں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اور قرآن پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائے۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، نماز کے معاملے میں کہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو اپنے پروردگار کے گھر (خانہ کعبہ) کے معاملے میں ایسا نہ ہو کہ جب تک تم زندہ ہو وہ گھر تم سے خالی رہے۔ اگر تم نے

خانۂ خدا کی زیارت کو ترک کر دیا تو پھر تمھیں مہلت نہ دی جائے گی بلکہ تم عذاب سے دوچار ہو جاؤ گے اور اگر تم سے یہ گھر خالی رہا تو خدا کے عذاب میں تمھیں مہلت نہ ملے گی۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، ماہِ رمضان کے روزوں کے معاملے میں کیونکہ وہ تمھارے لیے دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے کے معاملے میں۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو اپنے اموال کی زکوٰۃ کے معاملے میں کیونکہ زکوٰۃ تمھارے پروردگار کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، اپنے نبیؐ کی اُمت کے بارے میں، ایسا نہ ہو کہ اُمتِ مسلمہ کے درمیان ظلم و ستم واقع ہو جائے۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو اپنے نبیؐ کے اصحاب کے بارے میں کیونکہ رسولؐ خدا نے ان کی سفارش کی ہے۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو فقیروں اور مسکینوں کے معاملے میں اور انھیں اپنی زندگی میں شریک کرو اور اپنی خوراک اور لباس میں سے ان کو بھی دے دیا کرو۔

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو اپنے ماتحتوں، غلاموں اور کنیزوں کے معاملے میں کیونکہ رسولؐ خدا کی آخری وصیت یہ تھی کہ میں تمھیں دو کمزور اور بے بس گروہوں کے بارے میں سفارش کرتا ہوں جو تمھارے ماتحت ہیں۔

اور پھر فرمایا: نماز کا خیال رکھنا! نماز کا خیال رکھنا! خدا کے معاملات میں لوگوں کی ملامت سے نہ ڈرو کیونکہ جو بھی تم پر ظلم روا رکھے یا تم سے برائی کا ارادہ رکھے تو ان کا شر دور کرنے کے لیے تمھارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ لوگوں کے ساتھ حُسنِ گفتار سے کام لینا جیسا کہ خداوند متعال نے

تمھیں حکم دیا ہے: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو ورنہ حالات تم سے بے قابو ہو جائیں گے اور پھر تم (شر کو دفع کرنے کی) دُعا کرو گے تو بھی تمھاری دُعا قبول نہ ہوگی۔

تم پر فرض ہے کہ معاشرت میں ایک دوسرے کے ساتھ منکسر المزاجی اور بخشش اور نیکی روا رکھو۔ خبردار! کہیں جدائی اور فرقہ بندی و انتشار اور ایک دوسرے سے رُوگردانی کا شکار نہ ہو جاؤ۔

"اور نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ کے غضب سے بچو، یقیناً اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔

خداوند متعال تم اہلِ بیت کا محافظ و نگہبان ہو اور تمھارے حق میں اپنے نبیؐ کے حقوق اور مقام کا تحفظ فرمائے۔ اب میں تم سے وداع ہوتا ہوں اور تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر اللہ کا درود و سلام بھیجتا ہوں"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک چونسٹھ برس تھی۔ آپؑ چالیس ہجری، اتوار کی شب، اکیس رمضان المبارک کو شہید ہوئے۔ آپؑ کو آپؑ کے بیٹے حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہ بن عباس نے غسل دیا اور آپؑ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں قمیص نہ تھی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھوں نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھیں۔ آپؑ کو نماز فجر کے وقت ابواب کندہ کے سامنے کشادہ جگہ پہ دفن کیا گیا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تدفین کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے ابن ملجم ملعون کو بلایا۔ جب اسے آپؑ کے سامنے لایا گیا تو آپؑ نے اس کا سر تن سے جدا کرنے کا حکم دیا تو ابن ملجم ملعون نے آپؑ کو کہا: میں آپؑ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپؑ کے پاس آجاؤں گا اور خود کو آپؑ کے حوالے کر دوں گا۔ بس مجھے اتنی اجازت دیجیے کہ میں شام جا کر دیکھوں کہ میرے ساتھی نے معاویہ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اگر اس نے اسے قتل کر دیا ہو تو ٹھیک ہے ورنہ

میں اسے قتل کرنے کے بعد واپس آپؑ کے پاس آ جاؤں گا، پھر آپؑ میرے متعلق جو حکم صادر کرنا چاہیں کر دیتا۔

یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھیں ایسی مہلت ہرگز نہیں دوں گا۔ یہ ناممکن ہے، خدا کی قسم! تم پانی سے سیراب نہ ہو گے یہاں تک کہ تمھاری یہ (ناپاک) روح (جہنم کی) آگ سے جا ملے۔ پھر امام حسن علیہ السلام نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ ابن ملجم (ملعون) کا سر تن سے جدا کرنے کے بعد اُم الہیثم بنت اسود نخعیہ نے امام حسن علیہ السلام سے یہ عرض کیا: اس (ملعون) کی لاش مجھے ہبہ کر دیں تو امامؑ نے اس کا (ناپاک) لاشہ اُم الہیثم کو دے دیا اور اس نے اسے آگ میں جلا کر راکھ کر دیا۔

حسن بن علی خلال نے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے دادا نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام حسنؑ ابن علیؑ سے پوچھا: آپؑ نے امیرالمومنینؑ کو کہاں دفن کیا تھا؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہم رات کے وقت امیرالمومنینؑ کی تدفین کے لیے گھر سے نکلے اور مسجد اشعث کے پاس سے گزرتے ہوئے کوفہ کی پشت پر مقامِ غری کی جانب آپؑ کو دفن کیا۔

اسماعیل بن راشد نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت ذکر کی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر حضرت عائشہ تک پہنچی تو آپ نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاها واستقرت بها النوی
کما قر عینًا بالایاب المسافر

"اس (علیؑ) نے دوڑ دھوپ ختم کر دی اور چین پا لیا۔ اب ان کی واپسی نہیں ہوگی۔ مجھے ان کی موت سے یوں خوشی ہو رہی ہے جیسے کسی مسافر کی واپسی پر خاندان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو خوشی ہوتی ہے"۔

پھر حضرت عائشہ نے پوچھا: علی کو کس نے قتل کیا تھا؟

آپ کو بتایا گیا کہ انھیں قبیلہ مراد کے ایک شخص نے قتل کیا تو آپ نے کہا:

فإن يك نائيًا فلقد بغاه
غلام ليس فی فيه التراب

''اگرچہ موت کے وقت وہ (علیؑ) ہم سے دُور تھے لیکن اس جوان کو دادو تحسین جس نے ہمیں یہ خبر سنا کر خوش کر دیا''۔

جب زینب بنت اُم سلمہ نے ان کے منہ سے ایسی باتیں سنیں تو کہا: کیا آپ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ایسی باتیں کر رہی ہیں؟ تو حضرت عائشہ نے کہا: میں بھول گئی ہوں، میری جب بھی ایسی حالت ہو تو مجھے چوکنا دیا کرو۔ پھر آپ نے بطورِ تمثیل یہ اشعار پڑھے:

ما زال إهداء القصائد بيننا باسم الصديق وكثرة الالقاب
حتّٰی ترکت کأن قولك فیهم فی کل مجتمع طنین ذباب

''ہمارے درمیان یہ رسم تھی کہ ہم دوستوں کو بہت سے القاب اور تعریف کے ساتھ یاد کرتے تھے اور ان کی مدح میں اشعار و قصائد پڑھتے تھے لیکن اب وہ زمانہ بیت گیا اور اب تو تعریف و توصیف کا لوگوں میں تھوڑا سا بھی اثر نہیں رہا۔ صرف مکھیوں کی بھنبھناہٹ سی باقی ہے'' (یعنی مجھ سے مختلف اوقات میں جو گلے شکوے ظاہر ہوئے ہیں ان سے بہت سے راز آشکار ہوتے ہیں)۔

ابوبختری سے منقول ہے کہ جب حضرت عائشہ کو حضرت علی علیہ السلام کے قتل کی خبر ملی تو وہ سجدے میں گر گئیں۔

بنو عبدالمطلب کے ایک فرد نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا مرثیہ بیان کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

یاقبر سیّدنا المجن له صلی الاله علیك یاقبر
ما ضر قبراً انت ساکنه فأن لایحل بأرضه القطر
فلیندین سماح کفك فی الثریٰ ولیورقن بِجَنْبِكَ الصخر
والله لوبك لم أجد أحدًا إلا قتلت ، لفاتنی الوِتر

"اے ہمارے سید و سردار! آپؑ جس قبر میں پردہ پوش ہوئے ہیں، اس قبر مبارک پر معبود رحمتیں اور برکتیں نازل کرتا ہے۔ جس قبر میں آپؑ سکونت پذیر ہوئے ہیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ اس سرزمین پر کوئی بلا نازل نہیں ہو سکتی۔ اب اس زمین تلے نمناک مٹی میں آپؑ کی سخاوت و فیاضی کا فیض جاری ہوگا اور آپؑ کے پہلو میں پتھر بھی برگ کاری کر رہے ہوں گے۔ خدا کی قسم! اگر میں آپؑ کے قتل کے عوض ہر اس شخص کو بھی قتل کر دوں جو میرے سامنے آئے تو پھر بھی میں بدلہ لینے میں ظلم نہیں کروں گا"۔

حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام

حضرت امام حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہے اور آپؑ کی والدہ گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی کنیت امِ ابیہا ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کی والدہ گرامی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا ہیں اور حضرت خدیجہؑ کی کنیت امِ ہند ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب یوں ہے: خدیجہ امِ ہند بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی ہے اور حضرت فاطمہؓ بنت زائدہ کی والدہ کا نام حالہ بنتِ عبدمناف بن حارث بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی ہے۔

جناب حالہ کی والدہ عرقہ کے نام سے معروف ہیں اور ان کا اصلی نام قلابہ بنت سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی ہے۔

جناب قلابہ بنت سعید کے پسینہ کی خوشبو اور آپ کے جسم کے معطر ہونے کی وجہ سے انھیں عرقہ کہا جاتا ہے۔ آپ کا جسم بھاری تھا اور جب آپ کو پسینہ آتا تو اس کی خوشبو اور مہک چاروں طرف پھیل جاتی تھی، اسی وجہ سے آپ کا نام عرقہ مشہور ہو گیا۔

جناب عرقہ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالعزیٰ بن قصیٰ ہے اور جناب عاتکہ کی والدہ کا نام حظیا ہے جو ربطہ صغریٰ بنتِ کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی کے نام سے مشہور ہیں۔

جناب ربطہ صغریٰ کی والدہ کا نام ماریہ ہے اور انھیں قیلہ بنت حذافہ بن جمح کہا جاتا ہے۔

جناب قیلہ (ماریہ) کی والدہ کا نام لیلیٰ بنتِ عامر عیار بن غبشان ہے جب کہ غبشان کے

والد کا نام حارث بن عبد عمرو بن عمرو بن حوی بن ملکان بن افصی ہے، ان کا تعلق خزاعہ سے ہے۔

جناب لیلیٰ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنتِ سعد بن کعب بن عمرو ہے اور ان کا تعلق بھی خزاعہ سے ہے۔

جناب سلمیٰ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنتِ عابس بن ظرب بن حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔

جناب لیلیٰ بنت عابس کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت لوی بن غالب ہے اور جناب سلمیٰ بنتِ لوی کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت محارب بن فہر ہے۔

جناب لیلیٰ بنت محارب کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مخلد بن نضر بن کنانہ ہے۔

جناب عاتکہ کی والدہ کا نام وارثہ بنتِ حارث بن مالک بن کنانہ ہے۔

جناب وارثہ کی والدہ کا نام ماریہ بنتِ سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہے اور ان کی والدہ کا نام اسماء بنت جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب بن وائل بن قاسط بن ھنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار ہے۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ہجرت سے تین سال پہلے وفات ہوئی۔ وفات کے وقت آپؑ کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی اور آپ کو مکہ مکرمہ کے قبرستان حجون میں دفن کیا گیا۔

مؤلف کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اعلانِ نبوت سے قبل اس سال ولادت ہوئی جس سال قریش خانہ کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے۔ رسولؐ خدا کا مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد صفر میں آپؑ کی حضرت علی علیہ السلام سے تزویج ہوئی اور غزوۂ بدر کے بعد آپؑ کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ (طبقات ابن سعد: ج ۸، ص ۱۳)

حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت باسعادت تین ہجری میں ہوئی اور آپؑ کی شہادت حکومت کو معاویہ کے حوالے کرنے کے دس سال بعد پچاس ہجری میں ہوئی۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد ہوئی لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ آپؑ کی شہادت رسولؐ خدا کی وفات کے کتنے عرصے بعد ہوئی۔

پس! سب سے زیادہ عرصے والی روایت کے مطابق آپؑ کی شہادت رسولؐ خدا کی

وفات کے چھٹے ماہ بعد ہوئی اور سب سے کم عرصے والی روایت کے مطابق آپؑ کی شہادت رسولؐ خدا کی وفات کے چالیس دن بعد ہوئی لیکن مؤلف کے نزدیک ان اقوال میں سے صحیح قول وہی ہے جو ابوجعفر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ کی شہادت رسولؐ خدا کی وفات کے تین ماہ بعد ہوئی۔

جب معاویہ نے اپنے بعد حکومت یزید کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا تو اُس نے اپنے اس مقصد میں کامیابی کے لیے حضرت امام حسن علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص کو زہر دے دیا اور دونوں قریب قریب ایام میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کرنے کے لیے ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یہ کام سونپا گیا اور اسے اس جرم پر رضامند کرنے کے لیے معاویہ نے مال و دولت عطا کیا۔ ہم عنقریب اس حوالے سے روایت بیان کریں گے۔

بعض نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے والی بیوی کا نام سکینہ، اور بعض نے شعثاء اور بعض نے عائشہ بیان کیا ہے لیکن درست یہی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی اس بیوی کا نام جعدہ بنتِ اشعث بن قیس ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت، امام حسن علیہ السلام کی بیعت، امام علیہ السلام کا حکومت کو معاویہ کے حوالے کرنا اور آپؑ کی شہادت کا سبب

عمرو بن ثابت سے روایت منقول ہے، وہ کہتا ہے: میں ایک سال تک ابواسحاق سبیعی کے پیچھے لگا رہا اور اس سے پوچھتا رہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے کیا خطبہ ارشاد فرمایا تھا مگر وہ مجھے اس کے بارے میں نہیں بتا رہا تھا۔ بالآخر ایک دن جو موسم سرما کا دن تھا اور بارش ہو رہی تھی، مَیں اس کے پاس گیا جب کہ وہ دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر پر لمبی ٹوپی پہن رکھی تھی جو اسلام کے اوائل ایام میں پہنی جاتی تھی تو اس نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟

مَیں نے اسے اپنے بارے میں بتایا تو وہ گریہ کرنے لگا اور مجھ سے پوچھا: تمہارے

والد اور خاندان والے کیسے ہیں؟

میں نے بتایا: سب ٹھیک ہیں۔

پھر اس نے مجھ سے پوچھا: تم ایک سال سے مجھ سے کیا پوچھنا چاہ رہے ہو؟

میں نے جواب دیا: میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کے دیئے جانے والے خطبے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔

علی بن جعفر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے تو آپؑ نے فرمایا:

لقد قبض فی هذه اللیلة رجل لم یسبقه الاولون بعمل، ولا یدرکه الآخرون بعمل، ولقد کان یجاهد مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فیقیه بنفسه، ولقد کان یوجهه برایته فیکتنفه جبرائیل عن یمینه، ومیکائیل عن یساره، فلا یرجع حتّٰی یفتح الله علیه، ولقد توفی فی هذه اللیلة التی عرج فیها بعیسٰی ابن مریم، ولقد توفی فیها یوشع بن نون وصی موسٰی، وما خلّف صفراء ولا بیضاء إلا سبعمائة درهم بقیت من عطائه أراد أن یبتاع بها خادمًا لأهله،

ثم خنقته العبرة، فبکی وبکی الناس معه۔

ثم قال: أیها الناس، من عرفنی فقد عرفنی، ومن لم یعرفنی فأنا الحسن بن محمد صلی الله علیه وآله وسلم، أنا ابن البشیر، أنا ابن النذیر، أنا ابن الداعی الی الله باذنه، وأنا ابن السراج المنیر، وأنا من أهل البیت الذین أذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرًا، والذین افترض الله مودتهم فی کتابه اذ یقول: ﴿ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ

فِيهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ (سورۂ شوریٰ: آیت ۲۳)

"بے شک! آج کی رات اس ہستی نے دنیا سے کوچ کیا ہے کہ عمل کے اعتبار سے اوّلین میں سے کوئی ان سے آگے نہیں بڑھ سکا اور آخرین میں سے کوئی بھی عمل میں ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ آپؑ رسولؐ خدا کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے اور ان کی حفاظت کرتے، جب آپؑ رسولؐ خدا کا پرچم تھامے ہوئے دشمنانِ اسلام کی طرف بڑھتے تو جبرئیلؑ نے دائیں طرف سے اور میکائیلؑ نے بائیں طرف سے آپؑ کا حصار کر رکھا ہوتا تھا اور آپؑ اس وقت تک میدانِ جہاد سے واپس نہ لوٹتے جب تک خدا آپؑ کے دستِ مبارک پر فتح عطا نہ کر دیتا۔ آپؑ نے اس رات کو اس دارِفانی سے کوچ کیا ہے جس دن حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا اور جس رات حضرت موسیٰؑ کے وصی حضرت یوشع بن نونؑ نے نے اس دنیا سے کوچ کیا تھا۔ آپؑ نے اپنے پیچھے مالِ دنیا میں سے سونا اور چاندی میں سے کچھ نہیں چھوڑا بلکہ صرف سات سو درہم اس نیت سے چھوڑ کر گئے ہیں تاکہ اس رقم سے ان کے اہلِ بیتؑ کے لیے ایک خدمت گار خرید سکیں"۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کی ہچکی بندھ گئی۔ آپؑ کے ساتھ تمام حاضرین بھی گریہ کرنے لگے۔ پھر امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبے کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! تم میں سے جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے جو مجھے نہیں جانتا، میں اسے اپنا تعارف کروائے دیتا ہوں۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا حسنؑ ہوں۔ میں جنت کی خوشخبری دینے والے کا فرزند ہوں۔ میں جہنم سے ڈرانے والے کا فرزند ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو خدا کے حکم سے اس کے راستے کی طرف بلانے والا تھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو روشن چراغ

تھا۔ میں اس نبی کے اہل بیتؑ میں سے ہوں جن اہل بیتؑ سے اللہ تعالی نے ہر قسم کے رجس کو دُور اور ان کو ہر معنوں میں پاک رکھا ہے۔ میں ان اہل بیتؑ میں سے ہوں جن کی اطاعت اور مودت خدا نے قرآن مجید میں فرض قرار دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"یہی وہ (انعام) ہے جس کی خدا اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے (اے رسولؐ) کہہ دیجیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا تم سے اپنے قرابت داروں سے محبت کے سوا کوئی صلہ نہیں مانگتا، جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس کی خوبی میں اضافہ کردیں گے۔ بے شک! خدا بڑا بخشنے والا قدردان ہے"۔ نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیتؑ کی مودت ہے"۔

اس کے بعد ابن عباسؓ آپؑ کے سامنے سے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو آپؑ کی بیعت کی دعوت دی، جسے لوگوں نے قبول کرلیا اور انھوں نے کہا: بے شک! امام حسن علیہ السلام یہ ہمیں خلافت کے منصب کے لیے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپؑ سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔

پھر ان لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی بیعت کی۔ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

راوی کہتا ہے: معاویہ نے بنو حمیر کا ایک شخص کوفہ میں اور بنو قین کا ایک شخص بصرہ میں اپنا جاسوس متعین کیا اور یہ دونوں کوفہ و بصرہ کے حالات اسے لکھ کر بھیجتے تھے۔ بنو حمیر کے جاسوس کی قصاب جریر کے گھر سے اور بنو قین کے جاسوس کی بنو سلیم میں سے نشان دہی ہوئی تو ان دونوں کو پکڑ کر قتل کردیا گیا۔

جب یہ جاسوس پکڑے گئے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو یہ خط تحریر کیا:

أما بعد، فإنك دست إلى الرجال كأنك تحب اللقاء، وما أشك في ذلك فتوقعه إن شاء الله، وقد بلغني أنك شمت بما لا يشمت به

ذو والحص، وإنما مثلك فى ذٰلك كما قال الاوّل:

وقل للذی یبغی خلاف الذی مضی	تجهز لأخریٰ مثلها فکأن قد
وإنا ومن قد مات منا لکالذی	یروح ویمسی فی المبیت لیغتدی

"تم نے لوگوں کو مجھ پر جاسوس بنا کر چھوڑ رکھا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھ سے ملاقات (جنگ) کے خواہش مند ہو اور مجھے اس میں ہرگز تردّد نہیں۔ اگر خدا کی مرضی ہوئی تو تم بھی اس ملاقات کے حصول کی اُمید رکھو۔ اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اس مصیبت اور پریشانی (شہادتِ امام علیؑ) پر خوشی کا اظہار کیا ہے، جس پر کوئی صاحبِ عقل وخرد خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ بے شک! اس بارے میں تمھاری مثال اس شخص کے مانند ہے جس کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

"جس شخص نے دنیا سے گزر جانے والے کے خلاف سرکشی کی، اس سے یہ کہو کہ تم پچھلوں کے لیے بھی اسی طرح آمادہ رہو۔ گویا ہماری اور ہم میں سے دنیا سے کوچ کر جانے والے کی مثال اس شخص کے مانند ہے کہ ہم اپنے مرنے والے کو مرنے والا سمجھتے نہیں، وہ تو ایسے ہیں جیسے ایک منزل سے منتقل ہو کر اپنی دوسری منزل میں جا کر آرام کی نیند سو جائیں"۔

امیر شام نے اس خط کا جواب یوں تحریر کیا:

"امابعد! مجھے آپؑ کا خط ملا اور آپؑ نے جو کچھ اس خط میں تحریر کیا ہے، میں وہ سب سمجھ گیا ہوں، جو کچھ ہوا تھا مجھے سب پتا چل گیا ہے لیکن اس پر نہ تو مجھے خوشی ہوئی اور نہ ہی غم ہوا اور نہ ہی مجھے کوئی اُمید بندھی اور نہ ہی مایوسی ہوئی۔ بے شک! علیؑ ابن ابی طالبؑ کی مثال ایسی ہے جیسے شاعر اعشیٰ بنی قیس بن ثعلبہ نے کہا ہے:

وأنت الجواد وأنت الذی	إذا ما القلوب ملأن الصدورا
جدیر بطعنة یوم اللقاء	تضرب منها النساء النحورا

وَما مُزْبِدٌ من خليج البحار يعلو الاكام ويعلو الجسورا

بأجود منه بما عنده فيعطى الالوف ويعطى البدورا

''تم سخی و فیاض ہو اور جب دل حزن و ملال کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں تو اس وقت تمہارا ہی آسرا ہوتا ہے۔ جب دو لشکر میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہوتے ہیں تو آپ دشمن کو یوں نیزہ لگاتے ہو کہ اس ضرب سے عورتوں کے گلے بھی دُکھ جاتے ہیں۔ متلاطم سمندر کی کشتی سے اُٹھنے والی جھاگ ان ٹیلوں سے بلند نہیں ہے اور کوئی بہادر ان سے زیادہ دلیر نہیں ہے۔ آپ کے پاس جو مال و اسباب ہیں آپ ان سے بڑھ کر سخاوت کرتے ہیں۔ جب کوئی آپ کے آگے دستِ سوال بلند کرے تو اسے فوراً ہزاروں درہم و دینار عطا کرتے ہیں''۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس نے بھی بصرہ سے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ تم نے بصرہ میں بنو قین کے ایک شخص کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا ہے تو معاویہ نے جواب میں اسے سوئے ظن سے تعبیر کیا اور لاتعلقی کا اظہار کیا۔

ابوالفرج (مصنف) بیان کرتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے لشکر کی تعداد کو دگنا کر دیا جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ جمل کے موقع پر ایسا کیا تھا اس لیے حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلافت و جانشینی کا منصب سنبھالتے ہی یہ اقدام کیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد دیگر خلفاء نے بھی آپؑ کی اس روش کو اپنایا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر شام کے نام ایک خط لکھ کر جندب بن عبداللہ ازدی کے ہاتھ شام روانہ کیا۔ اس خط کی عبارت درج ذیل تھی:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

من عبد الله الحسن أمير المومنين إلى معاوية بن أبي سفيان،

سلام عليك، فإني أحمد الله الذي لا إله إلا هو، أما بعد: فإن الله

تعالى عزوجل بعث محمدًا ﷺ رحمة للعالمين، ومنّةً على المؤمنين، وكافة الى الناس أجمعين ﴿لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ - سورۂ یٰسین: آیت ٧٠﴾ فبلغ رسالات الله، وقام على أمر الله حتٰى توفّاه الله غير مقصر ولا وان، حتٰى أظهر الله به الحق، ومحق به الشرك، ونصر به المؤمنين، وأعز به العرب، وشرف به قريشًا خاصّة، فقال تعالى: ﴿وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ سورۂ زخرف: آیت ٤٤﴾ فلما توفى ﷺ تنازعت سلطانه العرب فقالت قريش: نحن قبيلته وأسرته وأولياؤه، ولا يحل لكم أن تتنازعونا سلطان محمد فى الناس وحقّه، فرأت العرب أن القول كما قالت قريش، وأن الحجة لهم فى ذٰلك على من نازعهم أمر محمد ﷺ فأنعمت لهم العرب وسلّمت ذٰلك، ثم حاججنا نحن قريشًا بمثل ما حاجّت به العرب، فلم تنصفنا قريش إنصاف العرب لها، إنهم أخذوا هذا الأمر دون العرب بالانتصاف والاحتجاج فلما صرنا أهل بيت محمد وأوليائه إلى مُحاجَّتِهم، وطلبِ النَّصَف منهم، باعدونا واستولوا بالاجتماع على ظلمنا ومراغمتنا، والعنت منهم لنا، فالموعد الله، وهو الولى النصير۔

وقد تعجبنا لتوثب المتوثبين علينا فى حقنا، وسلطان نبيّنا ﷺ وإن كانوا ذوى فضيلةٍ وسابقةٍ فى الاسلام، فأمسكنا من منازعتهم مخافةً على الدين أن يجد المنافقون والأحزاب بذٰلك مغمزاً يثلمونه به، أو يكون لهم بذٰلك سبب لما أرادوا به من فساده، فاليوم فليعجب المتعجب من توثبك يامعاوية على أمر لست من أهله، لا بفضلٍ فى الدين معروف، ولا أثرٍ فى

الاسلام محمود ، وأنت ابن حزب من الأحزاب ، وابن أعدى قريش لرسول الله ﷺ ، ولكنّ الله خيبك وستردّ فتعلم لمن عقبى الدار ، تالله لتلقينّ عن قليلٍ ربك ، ثم ليجزينّك بما قدمت يداك ، وما الله بظلام للعبيد۔

إن عليًا رضوان الله عليه ۔ لما مضى لسبيله ۔ رحمة الله عليه ۔ يوم قبض ، ويوم منّ الله عليه بالاسلام ، ويوم يبعث حيًا ، ولانى المسلمون الأمر بعده، فأسأل الله أن لا يزيدنا فى الدنيا الزائلة شيئًا ينقصنا به فى الآخرة مما عنده من كرامته ، وانما حملنى على الكتاب إليك الاعذار فيما بينى وبين الله سبحانه وتعالى فى أمرك ، ولك فى ذلك إن فعلت الحظُّ الجسيم، وللمسلمين فيه صلاح، فدع التمادىَ فى الباطل وادخل فيما دخل فيه الناس من بيعتى ، فإنك تعلم أنى أحق بهذا الأمر منك عندالله وعند كل أوابٍ حفيظ ، ومن له قلب منيب ، واتق الله، ودع البغى ، واحقن دماء المسلمين ، فوالله مالك من خير فى أن تلقى الله من دمائهم بأكثر مما أنت لاقيه به ، فادخل فى السلم والطاعة ، ولا تنازع الأمر أهله ، ومن هو أحق به منك ، ليطفیء الله النائرة بذلك ، وتجمع الكلمة ، وتصلح ذات البين ، وإن أنت أبيت إلا التمادىَ فى غيك لهدت إليك بالمسلمين فحاكمتك حتّٰى يحكم الله بيننا وهو خير الحاكمين۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

''خدا کے بندہ، مومنوں کے امیر حسنؑ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام! سلام علیک، بے شک! میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، امابعد!

بے شک اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور خدا نے ان کی بعثت کے ذریعے مومنوں پر احسان کیا اور انہیں تمام لوگوں کی طرف نبیؐ و رسولؐ بنا کر بھیجا تاکہ یہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں اور کافروں پر حجت تمام کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی کے پیغامات کو لوگوں تک پہنچایا اور آپؐ آخر دم تک خدا کے امر پر قائم رہے اور آپؐ نے خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ اللہ تعالی نے آپؐ کے وجودِ بابرکت کے وسیلہ سے حق کو ظاہر کیا، شرک کو مٹایا، مومنوں کو عزت بخشی، عربوں کو عزت عطا کی اور قریش کو خاص طور پر شرف و فضیلت بخشی۔ پس! ارشادِ پروردگار ہوتا ہے: "اور یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اور (قیامت کے دن) تم لوگوں سے اس کی بازپرس کی جائے گی"۔ اور جب رسولِ خدا کی وفات ہوئی تو عربوں نے آپؐ کے بعد اُمورِ سلطنت میں جھگڑا کھڑا کر دیا تو قریش نے باقی عربوں سے کہا چونکہ ہم حضرت محمدؐ کا قبیلہ، خاندان اور دوست داران ہیں، لہٰذا تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم لوگوں میں حضرت محمدؐ کی حکمرانی کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرو اور ہم اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ عربوں نے یہ محسوس کیا کہ قریش سب ٹھیک کہہ رہے ہیں اور حضرت محمدؐ کے بعد وہی سلطنت و حکمرانی کے حق دار ہیں، لہٰذا عربوں نے حکومت کی باگ ڈور قریش کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد ہم نے قریش پر یوں ہی اتمامِ حجت کیا جیسے قریش نے عربوں پر اتمامِ حجت کی تھی لیکن قریش نے ہم سے یوں انصاف نہ کیا جیسا کہ عربوں نے قریش سے انصاف کیا تھا۔ بے شک قریش نے انصاف اور احتجاج کے ذریعے عربوں سے حکومت کے اُمور کی باگ ڈور سنبھالی جبکہ ہم حضرت محمدؐ کے اہلِ بیتؑ اور خواص ہیں اور

جب ہم نے قریش سے اس امر کے متعلق اپنی حاجت طلب کی اور ان سے انصاف کا تقاضا کیا تو انھوں نے ہم کو اس سے دُور کر دیا اور سب ہمارے خلاف ظلم وستم پر کمربستہ ہو گئے اور ان کی طرف سے ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بہترین ناصر ومددگار ہے۔

ہمیں اس بات پر حیرت ہوئی کہ لوگوں نے ہمارے حق تک پہنچنے میں جلدی کی اور ہمارے نبیؐ کی سلطنت وحکومت پر قبضہ کرنے میں تیزی کا مظاہرہ کیا اور ہم نے ان لوگوں سے اس وجہ سے جھگڑا نہ کیا کیونکہ ہمیں دین اسلام کے متعلق یہ خدشہ لاحق تھا کہ منافقین اور دیگر گروہ اس فرصت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام میں رخنہ ڈال دیں گے یا فسادی لوگوں کو ان حالات میں فساد برپا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پس! آج مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ اے معاویہ! تم اس منصب تک پہنچنے میں پھرتی کا مظاہرہ کر رہے ہو جس کے تم اہل نہیں ہو اور نہ دین میں فضیلت وشرف کے اعتبار سے تمھاری کوئی شہرت ہے، اور نہ ہی اسلام میں زمانہ ماضی میں تمھاری کوئی قابلِ مدح وستائش خدمات ہیں۔ تم مختلف گروہوں میں سے ایک گروہ کے بیٹے ہو۔ تم اس شخص (ابوسفیان) کے بیٹے ہو جو قریش میں سب سے زیادہ رسولؐ خدا سے عداوت رکھتا تھا لیکن خدا نے تمھیں ناکام رکھا اور جب تم عنقریب دوسری زندگی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کسے آخرت کے گھر میں اس کے انجام سے دوچار کیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم! تمھیں عنقریب ضرور اپنے رب سے ملاقات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

بے شک! حضرت علی علیہ السلام نے راہِ خدا پر چلتے ہوئے اپنی جان خدا کے

سپرد کردی (اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں و برکتیں نازل ہوں کہ جس دن اس نے اسلام کے ذریعے ان پر احسان کیا اور جس دن انھیں اپنی بارگاہ میں بلالیا اور جس دن انھیں دوبارہ اُٹھایا جائے گا)۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے مجھے حاکم تسلیم کیا ہے۔ پس! میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس فانی دنیا میں ہمارے لیے کسی ایسی چیز کی زیادتی نہ کرے جس کی بنا پر آخرت میں ہمارے اس حصّہ میں کمی واقع ہو جو اس کی بارگاہ سے اس کی عزت و کرامت کے مطابق ہمیں عطا کیا جائے گا۔

یقیناً تمھارے امر حکومت کے حوالے سے میرے اور خدا کے درمیان جو تعلق قائم ہے اس نے مجھے اس بات پر مجبور کیا ہے کہ میں تمھیں یہ خط لکھ کر تم پر حجت تمام کروں اور اب اس کا اختیار تمھارے پاس ہے کہ تم بھی ایسا فیصلہ کرو جس میں مسلمانوں کے لیے بھلائی اور بہتری ہو، لہٰذا تم باطل سرکشی کو چھوڑ دو اور دیگر لوگوں کی طرح میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ خدا کے نزدیک ہر وہ انسان جو توبہ کرنے والا اور اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا اور خدا کی طرف متوجہ ہونے والا دل رکھتا ہے، اس کے نزدیک میں تم سے زیادہ حکومت کے امر کا اہل اور حق دار ہوں۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور بغاوت و سرکشی کو ترک کر دو اور مسلمانوں کے خون کو بہانا بند کر دو۔ خدا کی قسم! تمھارے لیے اس میں ہرگز بھلائی نہیں ہے کہ تم خدا کی بارگاہ میں اس حالت میں پیش ہو کہ تمھارا دامن مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہو۔ پس! تم میرے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرو اور حکومت و خلافت کے حق دار لوگوں اور جو تم سے زیادہ اس کے اہل ہیں، ان سے اس امر کے بارے میں جھگڑا نہ کرو تاکہ خدا اس کے ذریعے عداوت و کینہ کی آگ کو بجھا دے اور تم ایک ہی رائے پر اکٹھے ہو جاؤ اور آپس میں صلح و صفائی کا

مظاہرہ کرو۔ اگر تم میری اطاعت سے انکار کرتے ہوئے اپنی سرکشی پر قائم رہے تو میں مسلمانوں کے لشکر کے ذریعے تم سے جلد حملہ آور ہوں گا اور تم سے اس وقت تک نبرد آزما رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی ہمارے درمیان اپنا فیصلہ نافذ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

امیر شام کا جواب

امام حسن علیہ السلام کے درج بالا خط کے جواب میں امیر شام نے یہ خط تحریر کیا:

"خدا کے بندہ، مومنوں کے حاکم کی طرف سے علیؑ کے بیٹے حسنؑ کے نام! سلام علیک، بے شک! میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد! مجھے تمھارا خط ملا اور اس میں جو کچھ رسولؐ خدا کے حوالے سے ان کی فضیلت کا تذکرہ کیا گیا ہے، میں وہ سب سمجھ گیا ہوں۔ اوّلین و آخرین میں سے ہر شخص خواہ وہ زمانہ قدیم کا ہو یا جدید کا ہو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، ہر انسان سے زیادہ فضیلت و شرف کے رسولؐ خدا ہی حق دار ہیں۔ خدا کی قسم! یقیناً انھیں اسلام کی تبلیغ کی ذمہ داری سونپی گئی اور انھوں نے اس ذمہ داری کو ادا کیا اور لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے ان کی ہدایت و رہنمائی فرمائی یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپؐ کے وسیلہ سے انسانیت کو ہلاکت سے بچایا اور انھیں تاریکی سے نور کا راستہ دکھایا اور ان کی ضلالت و گمراہی سے ہدایت کی طرف رہنمائی کی۔ خدا نے ان کے اس کارِ رسالتؐ کے بدلہ میں ان کی اُمت کی طرف سے اس نبیؐ کو سب سے بہتر بدلہ عطا کیا۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں کہ جس دن ان کی ولادت ہوئی اور جس دن ان کی وفات ہوئی اور جس دن انھیں دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔

تم نے نبیؐ کی وفات اور ان کی وفات کے بعد مسلمانوں میں امر خلافت کے متعلق تنازع کھڑا ہوجانے کا تذکرہ کیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم نے یہ بات کر کے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، ابوعبیدہ، رسولؐ کے حواریوں اور مہاجرین و انصار کے نیک و صالح افراد پر کھلی تہمت لگائی ہے اور میں تمھارے لیے اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ میرے اور دیگر لوگوں کے نزدیک تمھاری شخصیت ایسی ہے جو بدظنی کی وجہ سے ناپسندیدہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی تم برے اور کم ظرف ہو۔ لہٰذا میں تمھارے لیے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم سیدھی بات اور اچھا تذکرہ کرو۔

جب نبیؐ کی وفات کے بعد اُمت مسلمہ میں اختلاف پیدا ہوا تو وہ تمھارے خاندان کے فضل اور شرف سے ناآشنا نہیں تھے اور نہ ہی اُمت مسلمہ اسلام میں تمھارے خاندان کی سبقت اور نبیؐ سے تمھاری قرابت و رشتہ داری سے جاہل تھی اور نہ ہی وہ اسلام اور اہل اسلام کے نزدیک تمھاری قدر و منزلت سے لاعلم تھے۔ اس کے باوجود اُمت مسلمہ نے قریش کو نبیؐ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کی بنا پر خلافت کے اُمور تفویض کیے۔ قریش اور انصار کے نیک و صالح افراد اور دیگر مسلمانوں نے یہ رائے قائم کی کہ خلافت کی باگ ڈور قریش کے حوالے کی جائے کیونکہ ان کا اسلام قدیمی اور یہ خدا کی بخوبی معرفت رکھتے اور خدا کے محبوب ترین بندے اور امر خدا پر سختی سے کاربند ہیں۔ لہٰذا انھوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا اور یہ اُمت کے صاحبان عقل و خرد، دین دار اور بافضیلت لوگوں کا فیصلہ تھا۔ اس وجہ سے تمھارے سینوں میں قریش کے لیے بدگمانی پیدا ہوئی حالانکہ وہ اس بدگمانی سے مبرا تھے اور انھوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا۔ اگر مسلمانوں کا تمھارے متعلق یہ خیال ہوتا کہ تم اس کی جگہ پر خلیفہ بن سکتے ہو یا مسلمانوں کی عزت اور تقدس کا دفاع کر سکتے ہو تو پھر وہ

خلافت تمھارے حوالے کرتے لیکن مسلمانوں نے وہی کچھ کیا جس میں انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہتری تھی۔ پس! خدا، اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انھیں جزائے خیر دے۔

تم نے مجھے جو صلح کی دعوت دی ہے، میں اس کو بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ آج میری اور تمھاری وہی حالت ہے جو نبیؐ کی وفات کے بعد تمھارے خاندان اور حضرت ابوبکر کی تھی۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم مجھ سے زیادہ عوام کا خیال رکھنے والے، اُمت کے لیے زیادہ قابلِ اعتماد، مجھ سے زیادہ بہتر سیاست کرنے والے، مجھ سے زیادہ بہتر انداز میں مال کو جمع کرنے والے اور دشمن کو دھوکا دینے والے ہو تو میں تمھارے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتا کیونکہ آپؑ اس کے اہل تھے لیکن میں یہی جانتا ہوں کہ میری حکومت تم سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ مجھے اس اُمت کا تم سے زیادہ تجربہ ہے اور میں تم سے بہتر سیاست دان ہوں اور میں تم سے عمر کے اعتبار سے بھی بڑا ہوں لہٰذا اب تم زیادہ اس بات کے حق دار ہو کہ تم مجھے اس اطاعت و سرِ تسلیم خم کرنے کا جواب دو جو تم مجھ سے سوال کر رہے ہو اور تم میری اطاعت و فرمانبرداری میں آجاؤ تو میرے بعد یہ حکومت تمھاری ہوگی اور عراق کے بیت المال میں سے جتنا مال تم لینا چاہتے ہو تم لے سکتے ہو۔ اگر تم چاہو تو عراق کے پھل دار درختوں اور باغات کا خراج بھی تم ہی وصول کرنا اور تمھارے نان و نفقہ کے تمام اخراجات بھی تمھیں دیے جائیں گے۔ آپؑ کا امین اسے آپ تک پہنچائے گا اور ہر سال آپ کو یہ اخراجات اور خراج وغیرہ ادا کیا جائے گا اور اب آپؑ کو یہ اختیار ہے کہ برے طریقوں سے آپؑ پر غلبہ نہ پایا جاسکے اور ان اُمور کو آپؑ دوسروں پر آشکار نہ کرو اور جس کام کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہتا ہوں آپؑ اس کام میں میری نافرمانی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری

اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر مدد و معاونت کرے۔ بے شک وہ خوب
سننے والا اور دُعا کو قبول کرنے والا ہے"۔ والسلام

جندب کہتا ہے: جب میں معاویہ کا یہ خط لے کر حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو میں نے آپؑ سے کہا: یہ شخص (معاویہ) آپؑ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا آپ بھی اس کی طرف فوراً کوچ کریں تاکہ آپؑ اس کی مملکت اور سرزمین پر اس سے جنگ کریں، یا آپؑ اس کا انتظار کریں کہ وہ آپؑ کے علاقہ میں آپؑ سے نبرد آزما ہو۔ خدا کی قسم! اگر وہ یہاں تک آگیا تو جنگ صفین سے زیادہ گھمسان کی جنگ ہوگی۔

یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف کوچ کرتا ہوں، لیکن راوی کہتا ہے کہ پھر امام علیہ السلام نے میرے مشورہ پر عمل نہ کیا اور انھوں نے میری بات سے تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا۔ (ابن ابی الحدید: ج ۴، ص ۱۳)

اس خط کے بعد امیر شام نے مزید ایک خط حضرت امام حسن علیہ السلام کے نام لکھ کر روانہ کیا۔ اس خط کی عبارت درج ذیل ہے:

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے

اما بعد! بے شک! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ وہی کچھ کرتا ہے، جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ (اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ) "کیا ان لوگوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ ہم زمین کو (فتوحاتِ اسلام سے) اس کے کناروں سے (کفر کی تاریکیوں سے) گھٹاتے چلے آتے ہیں اور خدا (جو چاہتا ہے) حکم دیتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے"۔ (سورۂ رعد: آیت ۴۱)

میں تمھیں اس بات سے خبردار کرتا ہوں کہ کہیں تمھاری آبرو حقیر اور رذیل لوگوں کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے اور تم اس بات سے مایوس رہو کہ تمھیں ہماری حسن یا عمل میں کوئی نقص اور کمی نظر آئے گی۔ اگر تم اپنے

موجودہ حالات سے دستبردار ہو کر میری بیعت کرلو تو میں تم سے کیے گئے وعدوں کو پورا کروں گا اور تمھاری شرائط پر عمل کروں گا اور اس میں میری مثال ایسی ہے جیسا اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ نے کہا ہے:

و إن أحد أسدى إليك أمانة فأوفِ بها تدعى إذا مت وافيا

ولا تحسد المولى إذا كان ذا غنى ولا تجفه إن كان في المال فانيا

"اگر کوئی تم پر امانت کے ذریعے احسان کرے تو تم بھی اس سے کیے گئے وعدے کو پورا کرو، اگر وہ اپنا وعدہ پورا کر کے مرا ہو، اور اگر تمھارا آقا مال دار ہو تو اس سے حسد نہ کرو اور اگر وہ مالی اعتبار سے خالی ہاتھ ہو تو اس کو عیب دار نہ کرو"۔

میرے مرنے کے بعد یہ خلافت و حکومت تمھارے لیے ہے کیونکہ تم دوسرے لوگوں سے زیادہ اس کے اہل اور حق دار ہو"۔ والسلام!

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس خط کا جواب یوں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أمّا بعد، وصل إليّ كتابك تذكر فيه ما ذكرت، فتركت جوابك خشية البغي عليك، وبالله أعوذ من ذلك، فاتبع الحق تعلم أني من أهله، وعليّ إثم أن أقول فأكذب، والسّلام

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے۔

"اما بعد! مجھے تمھارا خط ملا اور تم نے اس میں وہی کچھ لکھ بھیجا ہے جو تم نے تحریر کیا اور میں تمھارے خط کا جواب اس خدشہ کی بنا پر چھوڑ رہا ہوں تا کہ تم پر ظلم و تعدی نہ ہو اور میں ظلم و تعدی کرنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ لہٰذا تم حق کی پیروی کرو کیونکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں ہی اہل حق میں سے ہوں۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو اس کا گناہ میرے سر ہو"۔ والسلام!

جب حضرت امام حسن علیہ السلام کا خط امیر شام کو ملا تو اس نے خط پڑھنے کے بعد اپنے

گورنروں کو درج ذیل خط لکھ کر اس کا ایک ایک نسخہ روانہ کیا:

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے۔

''امیر المومنین معاویہ کی طرف سے فلاں ابن فلاں اور مسلمانوں کے نام،
سلام علیکم! مَیں تمھارے سامنے اس خدا کی حمدوثنا بجالاتا ہوں جس کے سوا
کوئی معبود نہیں ہے۔

امابعد! سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تمھیں تمھارے دشمن
اور تمھارے خلیفہ کے قاتلوں سے اور ان کی کارگزاری سے بے نیاز کر
دیا۔ بے شک! اللہ نے اپنے لطف اور حُسنِ تدبیر کے ذریعے اپنے بندوں
میں سے ایک بندے کو علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لیے تقدیر میں لکھ کر اس کا
فیصلہ کر دیا ہے، جس نے علیؑ پر قاتلانہ حملہ کیا اور وہ قتل ہو گئے۔

علیؑ کے جانے کے بعد ان کے اصحاب منتشر اور پراگندہ ہو چکے ہیں اور
ان میں اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ ان کے سرداروں اور قائدین نے میری
طرف خطوط لکھ کر مجھ سے التماس کی ہے کہ مَیں ان سرداروں اور ان کے
قبیلوں کو بچاؤں لہٰذا جیسے ہی میرا یہ خط تم لوگوں کو ملے، تم فوراً اپنے
سپاہیوں اور مال و اسباب کے ہمراہ میری طرف چل پڑو۔ خدا کی حمدوثنا
کی بدولت تم لوگوں نے اپنے مقتولین کے خون کا انتقام لے لیا ہے اور
تمھاری اُمید اور آس پوری ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغاوت و سرکش
لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے''۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اس خط کے بعد تمام لشکر معاویہ بن ابی سفیان کے پاس جمع ہوئے اور وہ عراق کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ امیر شام کا لشکر ''جسر منبج'' تک پہنچ چکا ہے تو آپ نے بھی اس کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کی خاطر حجر بن عدی کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ گورنروں اور دیگر افراد کو امیر شام کی طرف روانہ ہونے کے لیے آمادگی کا حکم دے۔ منادی نے کوفہ میں یہ صدا لگائی کہ تمام لوگ فوراً نماز کے لیے جامع مسجد

میں اکٹھے ہوں۔

یہ صدا سنتے ہی تمام لوگ تیزی سے جامع مسجد میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا: اگر لوگ رضامند ہوں تو مجھے خبر کرنا۔ پھر سعید بن قیس ہمدانی امام علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا: آپؑ مسجد میں تشریف لے آیئے تو امام علیہ السلام مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپؑ نے منبر پر جا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

أمّا بعد، فإن الله كتب الجهاد على خلقه، وسماه كرهًا، ثم قال لأهل الجهاد من المؤمنين ﴿وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ الانفال: آیت ۴۶﴾ فلستم أيها الناس نائلين ما تحبون إلا بالصبر على ما تكرهون، إنه بلغني أن معاوية بلغه أنا كنا أزمعنا على المسير إليه، فتحرك لذلك فاخرجوا، رحمكم الله إلى معسكركم بالنخيلة حتى ننظر وتنظروا ونرى وتروا

"بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جہاد کو فرض قرار دیا ہے اور اسے جبری مشقت کا نام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے صاحبانِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے: تم لوگ صبر کرو بے شک! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

اے لوگو! جس شے کو تم پسند کرتے ہو اور اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم ان اُمور پر صبر کا مظاہرہ کرو جنھیں ناپسند کرتا ہو۔ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب معاویہ کو یہ پتا چلا کہ ہم اس کی طرف روانہ ہونے کا عزم کر چکے ہیں تو وہ فوراً ہماری طرف چل پڑا ہے، لہٰذا اس کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے تم بھی اپنے لشکرگاہ نخیلہ کی طرف کوچ کرو تاکہ ہم اور تم مل کر اس بارے میں غور کریں اور اپنا لائحہ عمل اپنائیں"۔

راوی کہتا ہے: حضرت امام حسن علیہ السلام کی گفتگو سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپؑ لوگوں کو

اس بات سے ڈرا رہے تھے کہ وہ کہیں امامؑ سے دھوکا کرتے ہوئے مدد سے ہاتھ نہ کھینچ لیں۔
حضرت امام حسن علیہ السلام کے درج بالا خطبہ کے بعد لوگوں پر خاموشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور کسی نے کوئی بات نہ کی اور کوئی جواب نہ دیا۔

جب حضرت عدی بن حاتم نے یہ دیکھا تو بول اُٹھے: میں حاتم کا بیٹا ہوں، سبحان اللہ! یہ کس قدر بُرا مقام ہے کہ تم اپنے امام اور اپنے نبیؐ کے نواسے کو کوئی جواب نہیں دے رہے ہو۔ قبیلہ مصر کے خطباء اور مسلمان کہاں ہیں؟ مصر کے سوچ بچار کرنے والے وہ لوگ کہاں ہیں، جن کی زبانیں لگی لپٹی باتوں میں مصروف رہتی ہیں اور جب سنجیدہ کوشش کا وقت آن پہنچا ہے تو یہ خواہشات پرست لوگ لومڑی کی طرح فرار ہو گئے ہیں۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اپنے ننگ و عار سے ڈر نہیں لگ رہا ہے۔

اس کے بعد عدی بن حاتم نے اپنا رُخ امام حسن علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؑ کو سیدھی راہ پر گامزن رکھے، مصائب و مشکلات سے بچائے اور آپؑ کو بہتری پر قائم رکھے۔ ہم نے آپؑ کی گفتگو سنی اور آپؑ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا۔ آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس پر ہم آپؑ کی فرمانبرداری کریں گے۔ اب میرا رُخ اپنے لشکر کی طرف ہو رہا ہے جو میرے ہمراہ لشکرگاہ کی طرف کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، پس! وہ میرے ہمراہ چل پڑے۔

پھر عدی بن حاتم لشکرگاہ کی طرف چل پڑے۔ آپؑ مسجد سے باہر آئے جہاں پر دروازے کے پاس آپؑ کی سواری موجود تھی۔ آپؑ اس پر سوار ہوئے اور نخیلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ بھی آپؑ کے پیچھے آئے کیونکہ اسی میں اس کی بھلائی ہے اور حضرت عدی بن حاتم سب سے پہلے لشکرگاہ میں پہنچے۔

اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ انصاری، معقل بن قیس ریاحی اور زیاد بن صعصعہ تیمی حاضرین میں سے اُٹھے اور لوگوں کی ملامت کی اور انہیں جنگ پر اُبھارا اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے عدی بن حاتم کی طرح گفتگو کی کہ ہم آپؑ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہیں اور آپؑ کا ہر فیصلہ ہمارے لیے قابلِ قبول ہے۔

ان کی گفتگو سن کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

صدقتم رحمكم الله ما زلت أعرفكم بصدق النية ، والوفاء بالقول والمودة الصحيحة، فجزاكم الله خيراً ثم نزل

"تم لوگوں نے سچ کہا ہے، اللہ تم پر رحم فرمائے۔ میں ہمیشہ تمھیں اس حوالے سے جانتا ہوں کہ تمھاری نیت خالص اور سچی ہے اور تم اپنی بات کو پورا کرتے ہو اور تم ہم (اہلبیت رسولؐ) سے صحیح معنوں میں مؤدت رکھتے ہو۔ پس خدا تمھیں اس کی جزائے خیر دے"۔

پھر امام حسن علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اس کے بعد لوگ باہر نکل کر جمع ہونے لگے اور جنگ کے لیے خروج پر چستی دکھانے لگے پھر حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی لشکرگاہ کی طرف چل پڑے۔

آپؑ نے کوفہ میں مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو اپنا جانشین نامزد کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو جنگ پر رغبت دلاتے ہوئے میرے پاس لشکرگاہ کی طرف بھیجتا رہے تو اس نے ایسے ہی کیا کہ لوگوں کو جنگ کے لیے آمادہ کرنے کے بعد امام حسن علیہ السلام کے پاس روانہ کرتا رہا یہاں تک کہ لشکر کی تعداد پوری ہوگئی۔ (ابن ابی الحدید: ج ۴، ص ۱۳)

اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام ایک عظیم لشکر کے ہمراہ نخیلہ سے روانہ ہوکر دیر عبدالرحمٰن (عبدالرحمٰن کی خانقاہ) پہنچے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا یہاں تک کہ تمام لوگ اکٹھے ہوگئے تو آپؑ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کے بیٹے عبیداللہ کو بلایا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يا ابن عم ، إني باعث معك اثنا عشر ألفًا من فرسان العرب وقراء المصر، الرجل منهم يزن الكتيبة فسر بهم ، وألن لهم جانبك وابسط وجهك، وافرش لهم جناحك، وادنهم من مجلسك فإنهم بقية ثقة أمير المومنين صلوات الله عليه ، وسر بهم على شط الفرات حتى تقطع بهم الفرات ، ثم تصير إلى مسكن ، ثم امض حتى تستقبل معاوية ، فإن أنت لقيته فاحبسه حتى آتيك فإني في

إثرك وشيكًا، ولكن خذك حذري كل يوم، وشاور هذين، يعني قيس بن سعد، وسعيد بن قيس فَإذا لقيت معاوية فلا تقاتله حتّٰى يقاتلك، فإن فعل فقاتل، فإن أصبت فقيس بن سعد على الناس، وإن أصيب قيس فسعيد بن قيس على الناس ثم أمره بما أراد،

"اے میرے چچازاد بھائی! میں تمھارے ہمراہ عرب کے شہسواروں اور مصر کے قاریوں پر مشتمل بارہ ہزار کی فوج بھیج رہا ہوں، ان کو اپنے ہمراہ لے جاؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، خندہ پیشانی سے بات کرنا، تواضع و انکساری کے ساتھ سلوک کرنا اور جس طرح انسان نشست و برخاست کے موقع پر اپنے دوستوں سے قربت رکھتا ہے تم بھی ان سے ویسی ہی نہایت قربت رکھنا کیونکہ یہ امیر المومنینؑ کے ثقہ و با اعتماد ساتھیوں میں سے باقی بچ جانے والے افراد ہیں۔ تم فرات کے کنارے کنارے چلتے رہنا یہاں تک کہ جب فرات کا راستہ طے کر کے آگے پہنچ جاؤ تو کسی منزل پر قیام کرنا (تاکہ راستے کی تھکن دُور ہو جائے) اور پھر وہاں سے روانہ ہونے کے بعد اس وقت تک چلتے رہنا جب تک معاویہ تک نہ پہنچ جاؤ۔ پھر جب اُس کے (لشکر کے) پاس پہنچ جاؤ تو بس وہیں ٹھہر جانا اور میرے پہنچنے تک دشمن کو وہاں سے ہٹنے نہ دینا اور میں تمھارے پاس بہت جلد پہنچ جاؤں گا۔ تم اپنی روزانہ کی رُوداد مجھے بھیجتے رہنا اور تمام ضروری اُمور کے متعلق قیس بن سعد اور سعید بن قیس سے مشورہ کرتے رہنا۔ جب تمھارا معاویہ سے آمنا سامنا ہو تو تم اپنی طرف سے جنگ میں پہل نہ کرنا۔ ہاں! اگر وہ تم پر حملہ آور ہوں تو تم لوگ بھی ان سے لڑائی کرنا۔ اگر اس معرکہ کے دوران تم جامِ شہادت نوش کر جاؤ تو تمھارے بعد قیس بن سعد لشکر کا سردار ہوگا"۔

اس کے بعد عبیداللہ بن عباس اپنے لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے اور شنبور کے مقام پر قیام کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے تو شاہی کے مقام پر جا پہنچے اور وہاں سے فرات کے کنارے کنارے چلتے ہوئے فالوجہ کے راستے سے اپنے مسکن تک جا پہنچے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے حمام عمر کے راستے خانقاہ کعب کے پاس سے ہوتے ہوئے قنطرہ کے قریب ساباط کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ جب صبح ہوئی تو منادی نے لوگوں میں یہ ندا دی کہ سب لوگ باجماعت نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امامؑ منبر پر تشریف لے گئے اور ان کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؑ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جیسا کہ ہر تعریف کرنے والا اس کی تعریف بیان کرتا ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہر گواہی دینے والا اس کی ذات کے متعلق یہ گواہی دیتا ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، انھیں حق بات پر رسولؐ بنا کر بھیجا گیا اور خدا نے انھیں اپنی وحی پر امین بنایا۔

امابعد! خدا کی قسم! میں باامید ہوں کہ میرا شمار ان لوگوں میں ہے جنھوں نے اپنی صبح اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ذریعے کی اور میں اللہ کی مخلوق کو بہتری اور اچھے اخلاق کی وعظ و نصیحت کرتا ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ! میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں حسد و کینہ نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی سے برائی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس بات سے خبردار رہو کہ تم لوگ جو اتحاد اور باہمی اتفاق کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اس سے کہ جو تم فرقہ بندیوں اور انتشار کو پسند کرتے ہو۔ آگاہ رہو! میں تمھارے بارے میں تم سے زیادہ بہتر سوچتا اور نظریہ رکھتا ہوں لہٰذا تم میرے حکم کی مخالفت اور نافرمانی نہ کرو اور میری رائے کے بارے میں تردّد میں نہ پڑو۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمھاری مغفرت فرمائے۔ اور خدا مجھے اور تمھیں اس راہ

پر کاحزن رکھے جس میں محبت اور اس کی رضامندی ہے"۔

اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: تمھارے خیال کے مطابق یہ (حضرت حسنؑ) اس بات کے ذریعے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ بعض لوگوں نے کہا: خدا کی قسم! ہمارے گمان کے مطابق یہ معاویہ سے صلح کر کے حکومت اس کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بعض افراد نے کہا: خدا کی قسم! یہ شخص کافر ہو گیا (نعوذ باللہ من ذٰلک)

اس کے بعد یہ لوگ حضرت امام حسن علیہ السلام کے خیمے پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ مار شروع کر دی یہاں تک کہ ان گستاخوں نے امام علیہ السلام کے نیچے سے ان کا مصلیٰ بھی چھین لیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جعال ازدی آپؑ پر حملہ آور ہوا اور اس نے آپؑ کے شانوں سے چادر چھین لی اور آپؑ چادر کے بغیر تلوار کو حمائل کیے ہوئے بیٹھے رہے۔ پھر آپؑ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو گئے تو آپ کو چاروں طرف سے ان لوگوں نے گھیر لیا۔ وہ لوگ آپؑ کو آپؑ کے ارادے سے روک رہے تھے اور آپ کو ملامت کر رہے تھے نیز آپؑ کی بیان کی گئی گفتگو کو ناقص اور کمزور قرار دے رہے تھے۔

اتنے میں امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ ہمدان کو میرے پاس بھیجو۔ جب ان کو بلایا گیا تو انھوں نے امام علیہ السلام کو اپنے حصار میں لے لیا اور لوگوں کو آپؑ سے دور کرنے لگے۔ اس وقت دوست اور دشمن سب آپؑ کے گرد جمع تھے۔ بنونصر بن قعین کے قبیلہ بنو اسد کا ایک شخص جس کا نام جراح بن سنان تھا ساباط کے مقام پر تاریکی میں وہ امام حسن علیہ السلام کی جانب بڑھا جب امامؑ اپنی سواری پر سوار ہو کر ساباط سے گزر رہے تھے تو اس ملعون نے امامؑ کے خچر کی لگام کو پکڑا، جب کہ اس کے ہاتھ میں کدال تھی۔ اس نے امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اللہ اکبر، اے حسنؑ! تم بھی اسی طرح شرک کے مرتکب ہوئے ہو جیسے اس سے پہلے تمھارے باپ نے شرک کیا تھا (العیاذ باللہ)۔

یہ کہہ کر اس ملعون نے امامؑ پر کدال سے حملہ کیا اور آپؑ کی ران پر گہرا زخم آیا۔ اس کے جواب میں امام حسن علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں موجود تلوار سے اس پر وار کیا اور اس کو گلے

سے پکڑا، پھر زمین پر گر گئے۔ یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن خطل تیزی سے دوڑ کر آئے اور جراح بن سنان کے ہاتھ سے کدال کو چھین لیا اور اسے اس کدال سے جھنجوڑا۔ اتنے میں ظبیان بن عمارہ اس پر جھکے اور اس کی ناک کاٹ دی۔ پھر امام حسن علیہ السلام کے باوفا ساتھی جراح بن سنان (ملعون) پر اینٹیں لیے ہوئے ٹوٹ پڑے اور اینٹیں مار مار کر اس کے چہرے اور سر کو کچل دیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کو زخمی حالت میں چارپائی پر ڈال کر مدائن میں لایا گیا۔ اس وقت امام حسن علیہ السلام کی طرف سے سعد بن مسعود ثقفی مدائن کے گورنر تھے جنھیں حضرت امام علی علیہ السلام نے مدائن کا گورنر نامزد کیا تھا اور امام حسن علیہ السلام نے انھیں اس عہدے پر برقرار رکھا۔ امام حسن علیہ السلام نے ان کے پاس مدائن میں ہی قیام کیا اور اپنے زخم کا علاج کروایا۔ (ابن ابی الحدید)

معاویہ پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے ایک گاؤں "حبوبیہ" میں مسکن کے قریب پڑاؤ ڈالا جبکہ عبیداللہ بن عباس بھی آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈال لیا۔ اس سے اگلے دن معاویہ اپنے گھڑسواروں کے ہمراہ عبیداللہ بن عباس کی طرف بڑھا تو عبیداللہ بن عباس بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور ان پر اس قدر وار کیے کہ وہ اپنے لشکر کی طرف واپس فرار کر گئے۔

جب رات ہوئی تو معاویہ نے عبیداللہ بن عباس کو یہ پیغام بھیجا کہ حسنؑ مجھ سے صلح پر آمادہ ہیں اور وہ حکومت کے اُمور میرے حوالے کر رہے ہیں۔ پس اگر تم اس وقت میری اطاعت میں آجاؤ گے تو تمھاری بات مان لی جائے گی ورنہ بعد میں تم ہمارے تابع رہو گے اور اگر تم اس وقت میرے لشکر میں آجاؤ گے تو تمھیں ایک لاکھ درہم عطا کروں گا جن میں سے آدھی رقم تمھیں ابھی عطا کی جائے گی اور بقیہ آدھی کوفہ میں پہنچ کر دی جائے گی۔ پھر عبیداللہ بن عباس رات کی تاریکی میں چپکے سے اپنے لشکر سے نکل کر معاویہ کے لشکر میں چلا گیا اور معاویہ نے عبیداللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا۔ جب صبح ہوئی تو امام حسن علیہ السلام کے لشکر کے سپاہی انتظار کرتے رہے کہ عبیداللہ اپنے خیمہ سے باہر آکر نماز پڑھائیں لیکن وہ باہر نہ نکلے تو سپاہی ان کے خیمہ میں ان کو بلانے کے لیے گئے لیکن انھیں وہاں پر نہ پایا۔ پھر قیس بن سعد

بن عبادہ نے نماز فجر پڑھائی اور لشکر کے سامنے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے لوگو! اس بزدل شخص نے جو حرکت کی ہے تمہیں اس پر ہرگز ورطۂ حیرت میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ اس شخص، اس کے باپ اور اس کے بھائی نے کبھی کوئی نیکی کا کام نہیں کیا۔ اس کا باپ جو رسولؐ خدا کا چچا تھا، جنگ بدر کے دن رسولؐ خدا سے جنگ کرنے کے لیے نکلا تھا اور اسے ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری نے قید کر لیا تو رسولؐ خدا کی سفارش پر اسے فدیہ لے کر آزاد کیا گیا اور اس فدیہ کی رقم کو رسولؐ خدا نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس کے بھائی کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ کا گورنر نامزد کیا تو اس نے مال خدا اور مسلمانوں کے مال کو چوری کیا اور اس سے کنیزیں خرید لیں۔ وہ یہ گمان کرتا تھا کہ یہ سب اس کے لیے حلال اور جائز ہے۔ اس کو حضرت علی علیہ السلام نے یمن کا گورنر نامزد کیا تو یہ بسر بن ارطاہ کے خوف سے وہاں سے بھاگ گیا اور اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑ آیا جسے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت عبیداللہ بن عباس نے جو کچھ کیا ہے وہ سب آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

یہ سن کر تمام لوگ بلند آواز میں کہنے لگے: حمد وثنا ہے اس خدا کے لیے جس نے اس (عبیداللہ) کو ہمارے درمیان سے نکال دیا ہے۔ پس اب تم ہمارے ہمراہ ہمارے دشمن کے خلاف قیام کرو۔ پھر قیس بن سعد اپنے لشکر والوں کے ہمراہ دشمن کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بسیر بن ارطاہ بیس ہزار کے لشکر کے ہمراہ ان کے مقابلے کے لیے نکلا تو اس نے ان کے سامنے بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا: یہ (عبیداللہ) تمہارے لشکر کے سردار نے امیر شام کی بیعت کر لی ہے اور امام حسنؑ نے اس کے ساتھ صلح کر لی ہے تو اب اس کے بعد تم لوگ اپنی جانوں کو کیوں قتل کر رہے ہو؟

یہ سن کر قیس بن سعد بن عبادہ نے اپنے لشکر والوں سے کہا: تم لوگ دو میں سے ایک کا انتخاب کر لو، یا تو قائد و رہبر کے بغیر جنگ کرو یا تم لوگ ضلالت و گمراہی کی بیعت کر لو۔

تو لشکر والوں نے جواب دیا: ہم قائد و رہبر کے بغیر بھی ان لوگوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس کے بعد یہ لوگ شامیوں کے مقابلے پر آئے اور ان پر حملہ کرتے ہوئے اس

قدر وار تلواروں کے وار کیے کہ شامی اپنی پناہ گاہوں کی طرف واپس لوٹ گئے۔

اس کے بعد معاویہ نے قیس بن سعد کو خط لکھ کر اپنی طرف بلایا اور اسے دولت کا لالچ بھی دیا تو قیس نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا:

نہیں، خدا کی قسم! تمھارا اور میرا صرف اس صورت میں ہی سامنا ہو سکتا ہے کہ ہمارے درمیان تلوار اور نیزہ فیصلہ کرے۔ (ابن ابی الحدید: ج ۶، ص ۱۵)

اس کے جواب کو پڑھنے پر امیر شام آگ بگولا ہو گیا اور اسے دھمکی آمیز خط تحریر کیا جس کے جواب میں قیس بن سعد نے اسے مزید سخت اور طعن و تشنیع پر مبنی اس کے قبل از اسلام حالات کو ذکر کرتے ہوئے جواب دیا۔

معاویہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لیے بھیجا تو ان دونوں نے امام کو معاویہ سے صلح کی پیش کش کی اور یہ بھی کہا کہ آپؑ حکومت دنیا سے کنارہ کش ہو جائیں تو امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کے لیے درج ذیل شرائط اپنی طرف سے پیش کیں جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اب کوئی بھی دوبارہ ویسا نہیں کرے گا۔ حضرت علی علیہ السلام کے کسی شیعہ کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام کا بھلائی اور خیر کے ذریعے ذکر کیا جائے گا۔ ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی امام حسن علیہ السلام نے امیر شام پر عائد کی تھیں کہ وہ ان دیگر شرائط کی بھی پابندی کرے گا۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر شام کو مثبت جواب دیا اور صلح ہو گئی تو قیس بن سعد اور ان کا لشکر واپس کوفہ پلٹ گیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام بھی کوفہ واپس چلے گئے۔ صلح کے بعد معاویہ نے بھی کوفہ کا قصد کیا۔ کوفہ کی کئی نمایاں شخصیات اور امیرالمومنینؑ کے چند اکابر اصحاب اور آپؑ کی محبت کے دعویدار حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور انھیں ان کے اس فعل پر ملامت کرتے رہے اور بے صبری کی حالت میں گریہ وزاری کرتے رہے۔

شعبی نے سفیان بن لیل سے روایت نقل کی ہے کہ سفیان بن لیل کہتا ہے: جب معاویہ کی بیعت ہو گئی تو میں حسنؑ ابن علیؑ کے پاس گیا جب کہ آپؑ اپنے گھر کے صحن میں موجود تھے۔ ان کے پاس ان کے خاندان کے چند افراد بیٹھے تھے۔ میں نے انھیں دیکھ کر یوں سلام کیا:

السلام علیک یا مذل المومنین

"اے مومنوں کو ذلیل و رسوا کرنے والے تم پر سلام ہو"۔ (العیاذ باللہ)

تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:

علیک السلام یا سفیان انزل

"اے سفیان! تجھ پر بھی سلام ہو، تم اپنی سواری سے نیچے اتر آؤ"۔

سفیان کہتا ہے کہ میں اپنی سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے باندھ کر امام حسنؑ کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا: اے سفیان! تم نے (ابھی تھوڑی دیر پہلے) مجھے کیسے سلام کیا تھا؟ میں نے جواب دیا:

السلام علیک یا مذل المومنین

یہ سن کر امام حسنؑ نے فرمایا: تم نے ہمارے بارے میں ایسا کیونکر تصور کیا؟

میں نے جواب دیا: خدا کی قسم! آپؑ نے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا کیونکہ آپؑ نے اس طاغی کے امر کو تسلیم کر لیا ہے اور حکومت جگر خورہ کے بیٹے لعین بن لعین کے حوالے کر دی ہے حالانکہ آپ کے ہمراہ ایک لاکھ افراد تھے جو آپ پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اُمور کی باگ ڈور آپؑ کے حوالے کی تھی۔

یہ سن کر حضرت حسنؑ نے فرمایا:

یا سفیان، إنا أهل بیت إذا علمنا الحق تمسّکنا به، وإنّی سمعت علیًا یقول: سمعت رسول الله یقول: لا تذهب اللیالی والأیام حتّی یجتمع أمر هذه الأمة علی رجل واسع السُّرم، ضخم البلعوم، یاکل ولا یشبع، لا ینظر الله الیه ولا یموت حتّی لا یکون له فی السماء عاذر ولا فی الأرض ناصر وانه لمعاویة وإنی عرفت أن الله بالغ أمره

"اے سفیان! ہم پیغمبرؐ کے اہل بیت صرف حق کا اتباع کرتے ہیں (اگر حق کا مطالبہ ہو کہ جنگ کی جائے تو ہم جنگ کرتے ہیں۔ اگر حق کا

مطالبہ ہو کہ ہم صلح کی جائے تو صلح کرتے ہیں) میں نے اپنے بابا جان سے یہ سنا اور انھوں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "زیادہ دن نہیں گزریں گے کہ اس حکومت پر ایک ایسا شخص مسلط ہو جائے گا جس کی آنت بڑی اور حلق چوڑا ہوگا۔ جو (مسلسل) کھائے گا مگر اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ وہ رحمتِ خدا سے محروم ہوگا اور جب دنیا سے رخصت ہوگا تو زمین و آسمان میں کوئی اس کا خیرخواہ نہ ہوگا"۔ یقیناً یہ وہی شخص ہے جس سے میں نے صلح کی ہے کیونکہ قضائے الٰہی کو کوئی نہیں روک سکتا"۔

سفیان کہتا ہے: اتنے میں مؤذن نے اذان دی تو ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دودھ دوہنے والے کے پاس گئے جس نے اُونٹنی کا دودھ ایک برتن میں ڈال کر دیا۔ آپؑ نے اسے کھڑے ہو کر پیا اور پھر مجھے بھی پلایا۔ اس کے بعد ہم مسجد کی طرف چل پڑے تو راستے میں حضرت حسنؑ نے مجھ سے پوچھا: اے سفیان! تمھارا ہمارے پاس کیسے آنا ہوا؟

میں نے جواب دیا: اس ذات کی قسم، جس نے حضرت محمدؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں صرف آپؑ کی محبت کی خاطر آپؑ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر حضرت حسنؑ نے فرمایا: اے سفیان! میں تمھیں ایک خوشخبری دیتا ہوں جس کے بارے میں میں نے اپنے بابا علیؑ سے سنا اور انھوں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

یرد علی الحوض أهل بیتی و امن أحبهم من أمتی کهاتین

"قیامت کے دن میرے اہلِ بیتؑ اور میری اُمت میں سے جو ان کا محب دار ہوگا وہ حوضِ کوثر پر ان دو انگلیوں کی طرح باہم وارد ہوگا"۔

اے سفیان! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ یہ دنیا نیکی اور بدی کے درمیان تبرد آزما رہے گی یہاں تک کہ خدا حضرت محمدؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے ایک امامؑ کو بھیجے گا۔

دوبارہ حضرت امام حسنؑ کے متعلق گفتگو

امیر شام کی حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے روانہ ہو کر

نخیلہ کے مقام پر آیا اور وہاں پر لوگوں کو جمع کرنے کے بعد کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک طویل تقریر کی جسے کسی راوی نے مکمل طور پر نقل نہیں کیا بلکہ مختلف روایات میں ٹکڑے ٹکڑے مذکور ہے۔ مؤلف کہتے ہیں: ہمیں جس قدر اس تقریر کے اقتباسات مہیا ہو سکے ہیں، انھیں ہم یہاں ذکر کریں گے۔

شعبی سے مروی ہے کہ جب امیر شام کی بیعت کی گئی تو اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا: کسی بھی نبیؐ کی وفات کے بعد ان کی اُمت میں اس وقت اختلاف پیدا ہوا جب اہلِ باطل نے اہلِ حق کے خلاف خروج کیا۔ پھر وہ باطل پرست اس سے آگاہ ہوئے تو انھیں ندامت و پشیمانی ہوئی۔ پھر اس نے کہا: لیکن اس اُمت میں ایسا نہیں ہوا بلکہ دونوں گروہ اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

ابو اسحاق سے منقول ہے کہ میں نے نخیلہ کے مقام پر معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ألا ان كل شئی أعطيته الحسن بن علی تحت قدمی هاتين لا أفی به

"آگاہ ہو جاؤ! میں نے علیؑ کے بیٹے حسنؑ کی صلح کے لیے جو شرائط قبول کی ہیں، وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں، میں ان شرائط کو پورا نہیں کروں گا"۔

ابو اسحاق کہتا ہے: وہ خدا کی قسم، غدار تھا۔ (ابن ابی الحدید: ج ۴، ص ۱۶)

سعید بن سوید سے مروی ہے کہ ہم نے نخیلہ کے مقام پر معاویہ کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کی پھر اس نے ہمارے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

إنی واللّٰه ما قاتلتكم لتصلّوا ، ولا لتصوموا، ولا لتحجّوا ولا لتزكوا، إنّكم لتفعلون ذٰلك، وإنما قاتلتكم لأتامر عليكم، وقد أعطانی اللّٰه ذٰلك وأنتم كٰرهون

"خدا کی قسم! میں نے تم سے اس لیے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کیونکہ یہ تو تم پہلے ہی سے ادا کر رہے ہو، بلکہ میں نے تم سے اس لیے جنگ کی ہے تاکہ تم پر حکمرانی کر سکوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکمرانی عطا کر دی ہے حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو"۔

شریک نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ امیر شام کا درج بالا قول اس کی ذات کا پردہ چاک کرتا ہے۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ جب معاویہ کی بیعت کی گئی تو اس نے اپنی تقریر میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہ کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے تاکہ اسے اس کی باتوں کا جواب دیں تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان کا بازو پکڑ کر بٹھا دیا اور خود کھڑے ہو کر فرمایا:

أيها الذاكر عليًّا ، أنا الحسن وأبي علي ، وأنت معاوية وأبوك صخر ، وأمي فاطمة ، وأمك هند ، وجدّي رسول الله ، وجدك حرب ، وجدتي خديجة ، وجدتك قتيلة فلعن الله أخملنا ذكراً ، وألأمنا حسبًا ، وشرنا قدماً وأقدمنا كفراً ونفاقاً

"اے علیؑ کا تذکرہ کرنے والے، میں حسنؑ ہوں اور میرے بابا علیؑ ہیں۔ تو معاویہ ہے اور تمھارا باپ صخر ہے۔ میری ماں فاطمہؑ اور تیری ماں ہند ہے۔ میرے جدِ بزرگوار رسولؐ خدا ہیں اور تیرا دادا حرب ہے۔ میری نانی خدیجہؑ ہیں اور تیری نانی قتیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے جس نے ہمارے ذکر کو گمنام اور بے قدر قرار دیا اور ہمارے حسب کو ملامت کیا اور پرانے کینہ و کدورت کی بنا پر ہم سے برائی کی اور جس کا کفر و نفاق بہت پرانا ہے"۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اس بددعا پر تمام مسجد کے حاضرین نے آمین کہا۔

معاویہ نخیلہ میں تقریر کرنے کے بعد کوفہ میں داخل ہوا جب کہ اس کے آگے خالد بن عرفطہ چل رہا تھا اور خالد کے ہمراہ حبیب بن عمار تھا جس نے امیر شام کا پرچم اٹھا رکھا تھا۔ وہ چلتے ہوئے کوفہ کی جامع مسجد میں باب الفیل سے داخل ہوئے اور لوگ معاویہ کے گرد جمع ہو گئے۔

عطاء بن سائب نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ اس کے باپ (سائب) نے یہ بیان کیا ہے: ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما تھے کہ

اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے کہا: امیر المومنینؑ! خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! وہ ابھی نہیں مرا۔

پھر دوسرے شخص نے آ کر یہی کہا: یا امیر المومنینؑ! خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! ابھی وہ نہیں مرا۔

پھر تیسرے شخص نے آ کر یہی خبر دی تو آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! ابھی وہ نہیں مرا اور نہ ہی وہ اس وقت تک مرے گا جب تک مسجد کے اس دروازے (باب الفیل) سے گمراہی کے پرچم کے ہمراہ اس مسجد میں داخل نہ ہو جائے اور اس پرچم کو حبیب بن عمار نے اٹھا رکھا ہوگا۔

یہ سن کر فوراً ایک شخص نے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! میں حبیب بن عمار ہوں لیکن میں تو آپؑ کا شیعہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن جیسے میں کہہ رہا ہوں، ویسے ہی ہوگا۔ پھر صلح امام حسنؑ کے بعد یہ دیکھا گیا کہ شامیوں کے لشکر کے آگے آگے خالد بن عرفطہ چل رہا تھا اور اس کا پرچم حبیب بن عمار نے تھام رکھا تھا۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو گئی تو معاویہ نے اپنے سپاہیوں کو بھیجا کہ وہ قیس بن سعد بن عبادہ کو بیعت کے لیے لے آئیں تو وہ سپاہی انھیں پکڑ کر معاویہ کے پاس لے آئے۔ ان کا قد لمبا تھا اور جب یہ دراز قد گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر خط کھینچ رہے ہوتے تھے۔ جب ان کو معاویہ کے پاس لے جانے کی کوشش کی گئی تو انھوں نے کہا: میں نے یہ قسم اٹھا رکھی ہے کہ میں صرف اس صورت میں معاویہ کا سامنا کروں گا جب اس کے اور میرے درمیان نیزہ یا تلوار ہو۔

یہ سن کر معاویہ نے کہا: ایک نیزہ یا تلوار لے آؤ اور اسے میرے اور اس کے درمیان رکھ دو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔

اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے حکومت کو معاویہ کے حوالے کر دیا اور معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے خطبہ ارشاد فرمانے کو کہا تو امام حسن علیہ السلام نے

اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

انما الخلیفة من سار بکتاب الله، وسنة نبیه، ولیس الخلیفة من سار بالجور، ذلك مَلِكٌ مَلَكَ مُلْكًا یمتع به قَلِیلًا ثم تنقطع لذته وتبقی تبعته ﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾

"بے شک خلیفہ وہی ہوتا ہے جو اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے نبیؐ کی سنت پر چلے اور جو ظلم و بربریت کی راہ پر چلے وہ ہرگز خلیفہ نہیں ہوتا بلکہ یہ بادشاہت کو اپناتا ہوتا ہے کہ جس کی لذت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کی برائی باقی رہتی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:)" اور کیا معلوم کہ شاید یہ تمھارے لیے امتحان ہو اور ایک معین مدت تک تمھارے لیے چین ہو"۔ (سورۂ انبیاء: آیت ۱۱۱)

صلح کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام مدینہ منورہ واپس چلے گئے اور پھر وہاں قیام پذیر ہوئے۔ جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لینا چاہی تو اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حضرت امام حسن علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص تھے۔ لہٰذا اس نے ان دونوں کو زہر دے دیا اور یہ دونوں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مغیرہ سے روایت منقول ہے کہ امیر شام نے اشعث کی بیٹی (جعدہ) کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم حسنؑ ابن علیؑ کو زہر دے دو تو میں تمھاری شادی اپنے بیٹے یزید سے کردوں گا اور اس نے جعدہ کی طرف ایک لاکھ درہم بھجوائے تو اس نے امیر شام کی بات کو قبول کرلیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دیا۔ اس کے بعد امیر شام نے اسے مال تو دیا لیکن اس کی شادی اپنے بیٹے یزید سے نہ کی۔

اشعث کی بیٹی (جعدہ) نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد آلِ طلحہ میں سے ایک شخص سے شادی کی اور اس کے صلب سے اولاد بھی ہوئی۔ جب بھی اس کی اولاد اور قریش کے کسی گروہ کے درمیان تلخ کلامی ہوتی تو قریش انھیں یہ کہہ کر عار دلاتے اور ملامت کرتے تھے کہ "اے شوہر کو زہر دینے والی عورت کی اولاد"۔

ابوبکر بن حفصہ سے روایت منقول ہے کہ معاویہ کی حکومت قائم ہونے کے دس سال بعد حضرت حسنؑ ابن علیؑ اور سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی جب کہ لوگوں کے نظریہ کے مطابق امیر شام نے ان دونوں کو زہر کے ذریعے مروایا تھا۔

عمیر بن اسحاق بیان کرتا ہے: میں حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے ہمراہ ان کے گھر میں موجود تھا۔ پھر حضرت حسنؑ باہر جانے والے راستے کے ذریعے باہر نکلے اور آپؑ نے فرمایا: مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا لیکن اس دفعہ جو زہرِ قاتل مجھے دیا گیا ہے، ایسا ضرر رساں زہر پہلے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس زہر نے میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے اور زبان کو جبڑے کی ہڈی کے ساتھ منقلب کر دیا ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: آپؑ کو یہ زہر قاتل کس نے دیا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: آپؑ اس کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہیں؟ کیا آپؑ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کو جنت البقیع میں بنی ہاشم کے سائبان تلے، رسولؐ خدا کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر اقدس کے پہلو میں دفنایا گیا۔ آپؑ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رسولؐ خدا کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن مروان بن حکم نے آپؑ کو وہاں دفن ہونے سے روک دیا۔ وہ بنوامیہ کے دیگر افراد کے ہمراہ اسلحہ سے لیس ہو کر آپؑ کے جنازہ کے شرکا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: اے رب! اس کو یہاں دفن کرنے سے بہتر ان کو لڑائی کے ذریعے اس عمل سے باز رکھنا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے کہ حضرت عثمان کو تو جنت البقیع کے دور دراز علاقے میں دفن کیا جائے اور حسنؑ کو رسولؐ خدا کے گھر میں دفن کیا جائے؟ خدا کی قسم! میں ہرگز حسنؑ کو یہاں دفن نہ ہونے دوں گا اور میں تلوار اٹھائے کھڑا ہوں جو آگے بڑھے گا، اُسے اس تلوار کا سامنا کرنا ہوگا۔

اس کے بعد فتنہ و فساد کے بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بنوہاشم کو امام حسنؑ کو رسولؐ خدا کے ساتھ دفن کرنے سے روک دیا۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ کو میرے حق کی

حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام اور آپؑ کے اقربا میں سے آپؑ کے ہمراہ شہید ہونے والوں کا تذکرہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور آپؑ کی والدہ گرامی رسولؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ آپؑ کی ولادت باسعادت پانچ شعبان المعظم چار ہجری کو ہوئی[1] اور آپؑ کی شہادت بروز جمعۃ المبارک ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری میں ہوئی۔ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر مبارک چھپن برس اور کچھ مہینے تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق آپؑ کی شہادت بروز ہفتہ ہوئی جبکہ یہ روایت ابونعیم فضل بن دکین سے منقول ہے لیکن مولف کے بقول ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے وہی درست ہے۔

جو غیر امامیہ یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کی شہادت بروز سوموار ہوئی، ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ انھوں نے کسی روایت کے بغیر یہ قول بیان کیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جس سال شہید ہوئے، اس سال یکم محرم الحرام بروز بدھ تھی، جب کہ ہم نے ہندوستانی حساب کے ذریعے تمام جداول کے تحت اس کا اخراج کیا ہے، پس! اگر اس سال یکم محرم الحرام بروز بدھ کو تھی تو ہرگز ۱۰ محرم الحرام (عاشورا) سوموار کے دن نہیں ہو سکتی ہے۔

ابوالفرج (مولف کتاب) بیان کرتے ہیں: ہماری درج بالا بیان کردہ دلیل درست ہے لیکن ہم اس کے ساتھ ایک اور روایت کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جو ابومخنف، عوانہ بن حکم اور یزید بن جعدبہ وغیرہ سے منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق منقول ہے کہ عوام میں جو یہ بات

---

[1] دوسرے قول کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی ولادت تین شعبان المعظم تین ہجری میں ہوئی۔ اس قول کو سید ابن طاؤسؒ نے اپنی کتاب "اقبال" ج ۳، ص ۳۰۳ پر ذکر کیا ہے۔ جبکہ مرحوم علامہ مجلسی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "بحار الانوار" ج ۴۴، ص ۲۰۱ پر اس اختلاف کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ شعبان المعظم کو ہوئی۔ (مترجم)

ابوبکر بن حفصہ سے روایت منقول ہے کہ معاویہ کی حکومت قائم ہونے کے دس سال بعد حضرت حسنؑ ابن علیؑ اور سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی جب کہ لوگوں کے نظریہ کے مطابق امیر شام نے ان دونوں کو زہر کے ذریعے مروایا تھا۔

عمیر بن اسحاق بیان کرتا ہے: میں حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے ہمراہ ان کے گھر میں موجود تھا۔ پھر حضرت حسنؑ باہر جانے والے راستے کے ذریعے باہر نکلے اور آپؑ نے فرمایا: مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا لیکن اس دفعہ جو زہرِ قاتل مجھے دیا گیا ہے، ایسا ضرر رساں زہر پہلے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس زہر نے میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے اور زبان کو جبڑے کی ہڈی کے ساتھ منقلب کر دیا ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: آپؑ کو یہ زہر قاتل کس نے دیا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: آپؑ اس کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہیں؟ کیا آپؑ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کو جنت البقیع میں بنی ہاشم کے سائبان تلے، رسولؐ خدا کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر اقدس کے پہلو میں دفنایا گیا۔ آپؑ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رسولؐ خدا کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن مروان بن حکم نے آپؑ کو وہاں دفن ہونے سے روک دیا۔ وہ بنواُمیہ کے دیگر افراد کے ہمراہ اسلحہ سے لیس ہو کر آپؑ کے جنازہ کے شرکا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: اے رب! اس کو یہاں دفن کرنے سے بہتر ان کو لڑائی کے ذریعے اس عمل سے باز رکھنا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے کہ حضرت عثمان کو تو جنت البقیع کے دُور دراز علاقے میں دفن کیا جائے اور حسنؑ کو رسولؐ خدا کے گھر میں دفن کیا جائے؟ خدا کی قسم! میں ہرگز حسنؑ کو یہاں دفن نہ ہونے دوں گا اور میں تلوار اُٹھائے کھڑا ہوں جو آگے بڑھے گا، اُسے اس تلوار کا سامنا کرنا ہوگا۔

اس کے بعد فتنہ و فساد کے بھڑک اُٹھنے کا اندیشہ تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بنوہاشم کو امام حسنؑ کو رسولؐ خدا کے ساتھ دفن کرنے سے روک دیا۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ کو میرے حق کی

قسم! آپؑ ان (گستاخ لوگوں) کے سامنے کوئی گفتگو نہ کریں۔ پھر امام حسین علیہ السلام جنازہ کے ہمراہ جنت البقیع کی طرف روانہ ہو گئے اور مروان واپس چلا گیا۔

حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حضرت عائشہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے نبیؐ کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت دی جائے تو حضرت عائشہ نے جواب دیا: ٹھیک ہے لیکن یہاں صرف ایک قبر کی جگہ بچی ہے۔ یہ سن کر بنواُمیہ نے کہا: خدا کی قسم! حسنؑ کو کبھی نبیؐ کے ساتھ دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو بنواُمیہ کے اس قول کی خبر ہوئی تو آپؑ نے اپنے خاندان والوں سے فرمایا: بنواُمیہ والے اس بات پر پُرزور اصرار کر رہے ہیں کہ وہ مجھے میرے نانا رسولؐ خدا کے ساتھ دفن نہیں ہونے دیں گے تو پھر مجھے وہاں دفن ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم مجھے میری والدہ گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔ پھر امام حسن علیہ السلام کو شہادت کے بعد ان کی والدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

یحییٰ بن حسن کہتا ہے کہ میں نے علی بن طاہر بن زید سے سنا کہ جب بنوہاشم نے امام حسن علیہ السلام کو رسولؐ خدا کے ساتھ دفن کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ خچر پر سوار ہو کر آگئیں۔ انھوں نے بنواُمیہ اور مروان بن حکم اور وہاں پر موجود اپنے دیگر اقربا اور ہم نوا لوگوں سے مدد طلب کی تاکہ حضرت امام حسنؑ وہاں پر دفن نہ ہو سکیں۔ (ابن ابی الحدید: جلد ۴، ص ۱۸)

اسی مناسبت سے شاعر نے کہا تھا:

فیوماً علی بغل ویوماً علی جمل

"آج آپ خچر پر سوار ہو کر آئی ہیں جبکہ اس سے پہلے بھی ایک دن آپ اُونٹ پر سوار ہو چکی ہیں"۔

جویریہ بن اسماء سے روایت منقول ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام شہید ہو گئے اور آپؑ کے جنازہ کو گھر سے لے جایا گیا تو راستے میں مروان بن حکم حائل ہوا اور اس نے آپؑ کے جنازہ کی چارپائی کو اُٹھا لیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا تم ان کی چارپائی کو اُٹھا رہے ہو؟ خدا کی قسم! ان کی زندگی میں تم ان کے سامنے اپنا غصہ پی جاتے تھے۔

یہ سن کر مروان نے کہا: بے شک! یہ میں اس شخص کے سامنے کرتا تھا، جس کا حلم اور بردباری پہاڑوں جیسی تھی۔

عمر بن بشیر ہمدانی کہتا ہے: میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ لوگوں کی ذلت و رُسوائی کب شروع ہوئی؟

اس نے جواب دیا: جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو شہید کیا گیا اور زیاد نے امیر شام پر اپنے بھائی کا دعویٰ کیا اور حضرت حجر ابن عدی کو شہید کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد: ج ۶، ص ۲۹)

اس بات میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک کیا تھی؟ حضرت جعفر بن محمد (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) کی ایک روایت کے مطابق ان کی شہادت کے وقت عمر مبارک اڑتالیس برس تھی جبکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی دوسری روایت کے مطابق اس وقت آپ کی عمر مبارک چھیالیس برس تھی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر سلیمان بن قتہ نے یہ اشعار بیان کیے:

یاکذب الله من نعی حسنًا   لیس لتکذیب نعیه ثمن

کنت خلیلی وکنت خالصتی   لکل حی من أهله سکن

أجول فی الدار لا أراك وفی   الدار اناسی جوارهم غبن

بدلتهم منك لیت انهم   أضحوا وبینی وبینهم عدن

"اے اللہ! کاش کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی موت کی خبر دینے والا جھوٹ بول رہا ہو اور اس موت کی خبر کے جھوٹا ہونے کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔ آپ میرے اور اپنے خاندان کے تمام زندہ افراد کے مخلص دوست اور ساتھی تھے۔ میں اب آپ کے گھر کے چکر لگاتا ہوں لیکن مجھے آپ کی زیارت نہیں ہوتی۔ آپ کے بعد ایسے لوگ پیچھے ہیں جن کے عہد و پیمان ناقص ہیں اور میں نے ان کو آپ سے بدل دیا ہے۔ کاش! یہ لوگ بھی راہ حق پر اپنی جان قربان کر دیں تو ان کے اور میرے درمیان جنت عدن کا فیصلہ ہو"۔

حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام اور آپؑ کے اقربا میں سے آپؑ کے ہمراہ شہید ہونے والوں کا تذکرہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور آپؑ کی والدہ گرامی رسولؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ آپؑ کی ولادت باسعادت پانچ شعبان المعظم چار ہجری کو ہوئی [1] اور آپؑ کی شہادت بروز جمعۃ المبارک ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری میں ہوئی۔ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر مبارک چھپن برس اور کچھ مہینے تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق آپؑ کی شہادت بروز ہفتہ ہوئی جبکہ یہ روایت ابونعیم فضل بن دکین سے منقول ہے لیکن مؤلف کے بقول ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے وہی درست ہے۔

جو غیر امامیہ یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کی شہادت بروز سوموار ہوئی، اُن کا یہ قول باطل ہے کیونکہ انھوں نے کسی روایت کے بغیر یہ قول بیان کیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جس سال شہید ہوئے، اس سال یکم محرم الحرام بروز بدھ تھی، جب کہ ہم نے ہندوستانی حساب کے ذریعے تمام جداول کے تحت اس کا اخراج کیا ہے، پس! اگر اس سال یکم محرم الحرام بروز بدھ کو تھی تو ہرگز ۱۰ محرم الحرام (عاشورا) سوموار کے دن نہیں ہوسکتی ہے۔

ابوالفرج (مؤلف کتاب) بیان کرتے ہیں: ہماری درج بالا بیان کردہ دلیل درست ہے لیکن ہم اس کے ساتھ ایک اور روایت کا بھی اضافہ کردیتے ہیں جو ابومخنف، عوانہ بن حکم اور یزید بن جعدیہ وغیرہ سے منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق منقول ہے کہ عوام میں جو یہ بات

---

[1] دوسرے قول کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی ولادت تین شعبان المعظم تین ہجری میں ہوئی۔ اس قول کو سید ابن طاؤوسؒ نے اپنی کتاب ''اقبال'' ج ۳، ص ۳۰۳ پر ذکر کیا ہے۔ جبکہ مرحوم علامہ مجلسیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''بحارالانوار'' ج ۴۴، ص ۲۰۱ پر اس اختلاف کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ شعبان المعظم کو ہوئی۔ (مترجم)

متعارف ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو بروز سوموار شہید کیا گیا تھا، اس بات کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی روایت وارد ہوئی ہے۔

سفیان ثوری نے حضرت جعفرؒ بن محمدؒ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بوقت شہادت عمر مبارک اٹھاون برس تھی اور اسی طرح حضرت امام حسنؑ، امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، حضرت علیؑ ابن حسینؑ (امام زین العابدینؑ) اور ابوجعفر حضرت امام محمد باقرؑ بن علیؑ کی بھی شہادت کے وقت عمر مبارک اٹھاون برس تھی۔

ابوالفرج کہتے ہیں: درج بالا روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام بوقت شہادت ۵۸ برس کے تھے کیونکہ آپؑ کی ولادت باسعادت تین ہجری میں اور شہادت ۵۱ ہجری میں ہوئی جب کہ اس بات میں مورخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو پس! اس اعتبار سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی کُل عمر مبارک ۴۸ برس یا اس کے لگ بھگ تھی۔

اب اس کتاب کے مولف کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ اولادِ ابوطالبؑ کے شہدا کے ناموں اور ان کے نسب کا اجمالی طور پر تذکرہ کریں گے اور پھر ان کی شہادت بیان کی جائے گی۔

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ہم عنقریب آپؑ کے مقام پر ان کا تذکرہ کریں گے۔ آپؑ کی والدہ اُم ولد (صاحب اولاد و کنیز) تھیں اور ان کا نام حلیہ تھا۔ حضرت عقیلؑ نے انھیں شام سے خریدا تھا اور ان کے بطن سے حضرت مسلمؑ پیدا ہوئے اور حضرت مسلمؑ کی نسل آگے نہ چل سکی۔

حضرت علی اکبرؑ ابن حسین علیہ السلام

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپؑ کی والدہ گرامی کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ جناب لیلیٰ کی والدہ کا نام میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب بن اُمیہ ہے اور ان کی کنیت اُم شیبہ ہے جبکہ میمونہ کی والدہ ابوالعاص بن اُمیہ کی بیٹی تھیں۔ آپؑ

میدانِ کربلا میں اولادِ ابوطالبؑ سے سب سے پہلے شہید ہوئے۔

مغیرہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے لوگوں سے پوچھا: اس حکومت کا تمام لوگوں سے زیادہ حق دار کون ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اس کے سب سے زیادہ حق دار تم ہو۔

یہ سن کر معاویہ نے کہا: نہیں! اس کا سب سے زیادہ حق دار حسینؑ ابن علیؑ کا بیٹا علی اکبرؑ ہے کیونکہ ان کے جدِ بزرگوار رسولؐ خدا ہیں جب کہ ان میں بنوہاشم کی شجاعت، بنواُمیہ کی سخاوت اور بنوثقیف کا فخر و غرور موجود ہے۔

ابوعبیدہ اور خلف الاحمر سے منقول ہے کہ درج ذیل ابیات اشعر حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے حضرت علی اکبرؑ کی شان میں بیان کیے گئے:

لم ترعین نظرت مثله	من محتف یمشی ومن ناعل
یغلی نئیّ اللحم حتّٰی اِذا	أنضج لم یُغل علی الآکل
کان اِذا شبّت له نارہ	أوقدھا بالشَّرف القابل
کیما یراھا بائس مرمل	أو فردُ حتّٰی لیس بالآھل
أعنی ابن لیلٰی ذاالشذی والندی	أعنی ابن بنت الحسب الفاضل
لا یؤثر الدنیا علی دینه	ولا یبیع الحق بالباطل

"کسی آنکھ نے ان (حضرت علی اکبرؑ) جیسا نہیں دیکھا، خواہ کوئی برہنہ پا چلے یا جوتے پہن کر ساتھ چلے۔ جب کچا گوشت اُبال کر پکا لیا جائے تو یہ کھانے والے کے لیے مہنگا نہیں ہوتا۔ جب اس کے لیے آگ روشن کی جاتی ہے تو یہ عزت و شرف سے روشن ہو جاتا ہے۔ ایک تنگ دست، مفلس و مسکین شخص یا وہ تنہا شخص جس کے پاس اس کے بیوی بچے نہیں ہوتے وہ اس طرف کیونکر دیکھے گا اور میری مراد جنابِ لیلٰی کا فرزند ہے جو رات کے پہلے اور آخری پہر میں گرنے والی شبنم کے قطروں جیسا ہے اور میری مراد اس ماں کا بیٹا ہے جس کا حسب و نسب بلند ہے"۔

حضرت عبداللہ بن علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام

آپؑ کی والدہ گرامی اُم البنینؑ بنتِ حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید ہیں جبکہ وحید، عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کے نام سے معروف ہیں۔

جنابِ اُم البنینؑ کی والدہ کا نام ثمامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب ہے۔ جنابِ ثمامہ کی والدہ کا نام عمرہ بنت طفیل فارس قرزل بن مالک الاخرم رئیس ہوازن بن جعفر بن کلاب ہے۔

جنابِ عمرہ کی والدہ کا نام کبشہ بنت عروۃ الرجال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب ہے۔ جنابِ کبشہ کی والدہ کا نام اُم الخشف بنت ابی معاویہ فارس ہوازن بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ اُم الخشف کی والدہ فاطمہ بنت جعفر بن کلاب ہے۔

جنابِ فاطمہ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب ہے۔ عاتکہ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عمیر بن نصر بن قعین بن حارث بن ثعلبہ بن وودان بن اسد بن خزیمہ ہے۔

آمنہ کی والدہ جندر بن ضبیعۃ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن ربیعہ بن نزار کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ مالک بن قیس بن ثعلبہ کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ ذی الراسین کی بیٹی ہیں جبکہ ذی الراسین، خشیش بن ابی عصیم بن سمح بن فزارہ ہے اور ان کی والدہ عمرو بن صرمہ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کی بیٹی ہیں۔

عبداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی شہادت کے وقت عمر مبارک ۲۵ برس تھی اور ان کی نسل آگے نہ بڑھی۔

ضحاک المشرقی سے منقول ہے کہ حضرت عباسؑ ابن علیؑ نے اپنے مادری و پدری بھائی حضرت عبداللہ بن علیؑ سے روزِ عاشور فرمایا: آپ مجھ سے پہلے میدانِ جنگ میں تشریف لے جائیں تاکہ میں آپ کو میدانِ جہاد میں عملی طور پر دیکھ کر آپ کے لیے جزائے خیر کی اُمید رکھوں۔

پھر حضرت عبداللہ بن علیؑ، حضرت عباسؑ کے سامنے میدان میں تشریف لے گئے اور ہانی بن ثبیت الحضرمی نے ان پر حملہ کیا اور شہید کر دیا۔

حضرت جعفرؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام

آپؑ کی والدہ بھی حضرت ام البنین سلام اللہ علیہا ہیں۔ حضرت جعفرؑ بن علیؑ کی شہادت کے وقت عمر مبارک انیس برس تھی۔

ابو مخنف نے ضحاک المشرقی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ نے اپنے بھائی جعفر کو میدان جہاد میں بھیجا کیونکہ جناب جعفر کی کوئی اولاد نہ تھی اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کا بیٹا ان کی میراث لے۔ جب یہ میدان میں تشریف لے گئے تو ان کے بھائی عبداللہؑ کے قاتل ہانی بن ثبیت الحضرمی نے ان پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ یہ ضحاک مشرقی کی روایت کے مطابق ہے لیکن نصر بن مزاحم نے ابوجعفر محمد بن علیؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) کی یہ روایت نقل کی ہے کہ خولی بن یزید اصبحی نے جناب جعفر بن علیؑ کو شہید کیا تھا۔

حضرت عثمانؑ بن علی علیہما السلام

آپؑ کی والدہ بھی حضرت ام البنینؑ ہیں۔ عبیداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؑ بن علیؑ کی بوقت شہادت عمر مبارک اکیس برس تھی۔ ضحاک المشرقی نے روایت بیان کی ہے کہ جب آپؑ میدان جہاد میں مصروف تھے تو خولی بن یزید نے آپؑ کو تیر مارا جس سے آپؑ نڈھال ہو گئے۔ پھر بنو ابان بن دارم کا ایک شخص آگے بڑھ کر آپؑ پر حملہ آور ہوا اور اس نے آپؑ کو شہید کر دیا اور وہ آپؑ کا سر لے گیا۔

حضرت عثمانؑ بن علیؑ نے اپنے بابا جان سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

انما سمیته باسم أخی عثمان بن مظعون

"میں نے اپنے (ایمانی) بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر اپنے بیٹے کا نام عثمان رکھا ہے"۔

حضرت عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام

حضرت عباس علیہ السلام کی کنیت ابوالفضل ہے اور آپؑ کی والدہ بھی حضرت ام البنین سلام اللہ علیہا ہیں۔ آپؑ حضرت ام البنینؑ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں اور آپؑ اپنے مادری و پدری

بھائیوں میں سب سے آخر میں شہید ہوئے کیونکہ آپؑ کے بیٹے آپؑ کی نسل باقی تھی جبکہ ان کی نسل نہ تھی۔ آپؑ نے اپنے بھائیوں کو اپنے سامنے میدانِ کربلا میں جہاد کے لیے روانہ کیا اور ان سب نے شہادت کا جام نوش فرمایا اور آپؑ ان کی وراثت کے حق دار ٹھہرے۔ پھر آپؑ خود میدان میں تشریف لے گئے اور جامِ شہادت نوش کیا تو آپؑ اور آپؑ کے باقی شہید ہونے والے تین مادری و پدری بھائیوں کی وراثت کے حق دار (آپؑ کے بیٹے) عبیداللہ ٹھہرے۔ اس معاملہ میں عبیداللہ سے ان کے چچا عمرو بن علیؑ نے نزاع کیا تو عبیداللہ نے ان سے اس چیز کے ذریعے مصالحت کر لی جس پر وہ رضامند تھے۔

حرمی نے زبیر سے اور زبیر نے اپنے چچا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد انھیں "سقاء" (ساقی کا مبالغہ) کہہ کر پکارتے تھے اور وہ ان کی کنیت "ابوقربہ" (مشکیزہ کے مالک) بیان کرتے تھے۔

راوی کہتا ہے: میں نے نہ تو حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد میں اور نہ ہی ان سے پہلے کسی کا یہ نام اور کنیت سنی ہے۔

ایک شاعر حضرت عباس علیہ السلام کے مصائب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

أحق الناس أن يبكى عليه ۔۔۔ إذا بكى الحسين بكربلاء

أخوه وابن والده علی ۔۔۔ أبوالفضل المضرّج بالدماء

ومن واساه لا يثنيه شیء ۔۔۔ وجاد له علی عطش بماء

"حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں جو (اپنے مصائب کی بنا پر) رُلایا ہے تو حضرت عباسؑ سب لوگوں سے زیادہ اس بات کے حق دار ہیں کہ ان پر گریہ و بکاء کیا جائے۔ حضرت عباسؑ، حضرت امام حسینؑ کے بھائی ہیں اور ان دونوں کے والد حضرت علیؑ ہیں۔ ابوالفضل حضرت عباسؑ خون میں لت پت ہو گئے تھے اور جس نے بھی اس مشکل گھڑی میں آپؑ کی نصرت فرمائی ان کی تعریف کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ یزیدی لشکر نے پیاس کی بنا پر پانی مانگنے کی وجہ سے آپؑ سے جنگ کی"۔

اور شاعر کمیت بن زید نے آپؑ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

وأبو الفضل إن ذکرهم الحلو شفاء النفوس من أسقام
قتل الادعیاء إذ قتلوه أکرم الشاربین صوب الغمام

"اگر حضرت ابوالفضل العباسؑ کا شیریں انداز میں تذکرہ کیا جائے تو اس سے دلوں کو بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔ غیر باپ کی طرف سے منسوب لوگوں نے اس ہستی کو شہید کر دیا جو پانی سے سیراب ہونے والوں کے نزدیک بارش برسانے والے بادل کی طرح قدر و منزلت رکھتا تھا"۔

حضرت عباس علیہ السلام انتہائی جاذب نظر اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ جب آپؑ موٹے تازے گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپؑ کے قدم زمین پر خط کھینچ رہے ہوتے تھے۔

آپؑ کو قمر بنی ہاشم یعنی "خاندان بنی ہاشم کا چاند" کہا جاتا ہے اور آپؑ میدان کربلا میں لشکرِ حسینیؑ کے علم دار تھے۔

جعفر بن محمدؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے منقول ہے کہ حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے اپنے اصحاب کو جہاد کے لیے آمادہ کیا اور لشکر کا علم اپنے بھائی حضرت عباسؑ ابن علیؑ کو عطا کیا۔

ابو جعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) سے مروی ہے کہ زید بن رقاد الجنبی اور حکیم بن طفیل طائی حضرت عباس علیہ السلام کے قاتل ہیں۔

مذکورہ چاروں شہید ہونے والے بھائیوں کی والدہ حضرت اُم البنین سلام اللہ علیہا ہیں۔ آپؑ روزانہ جنت البقیع میں جاتی تھیں اور وہاں اپنے بیٹوں کی شہادت پر دل سوز انداز میں ذکرِ مصائب کرتے ہوئے آہ و بکا کرتی تھیں تو مدینہ کے لوگ آپؑ کے گرد ان مصائب کو سننے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں مروان بھی ہوتا تھا جو ان مصائب کو سننے کے لیے آتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ ان مصائب کو سن کر رو دیتا تھا۔

حضرت محمد اصغرؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ اُمِ ولد ہیں۔ بنو اَبان بن دارم کے قبیلہ تمیم کے ایک مرد نے آپ کو شہید

کیا۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کے قاتل پر لعنت کرے۔

حضرت ابو بکر بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کے اصلی نام سے آگاہی حاصل نہیں ہو سکی۔ آپؑ کی والدہ گرامی کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن مسلم بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناة بن تمیم ہے، جبکہ لیلیٰ بنت مسعود کی والدہ کا نام عمیرہ بنت قیس بن عاصم بن سنان بن خالد بن منقر سیدِ اہل الوبر (دیہاتی لوگوں کا سردار) بن عبید بن حارث المعروف مقاعس ہے۔ عمیرہ بنت قیس کی والدہ کا نام عناق بنت عصام بن سنان بن خالد بن منقر ہے اور عناق بنت عصام کی والدہ اسعد بن اسعد بن منقر کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ سفیان بن خالد بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناة بن تمیم کی بیٹی ہیں۔

جناب لیلیٰ بنت مسعود کے جدِ بزرگوار سلم بن جندل کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

تسوّد أقوام ولیسوا بسادة بل السیّد المیمون سلم بن جندل

''ان قوموں نے جنہیں سردار بنا رکھا ہے درحقیقت وہ سردار نہیں ہیں بلکہ
اصل میں مبارک سردار سلم بن جندل ہے''۔

ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے مذکور ہے کہ ہمدان کے ایک شخص نے حضرت ابو بکر بن علیؑ کو شہید کیا تھا۔ مدائنی نے بیان کیا ہے کہ ان کا لاشہ نہر سے ملا تھا اور ان کے قاتل کا نام معلوم نہیں ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: درج بالا مذکور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی وہ صلبی اولاد ہے جنھوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ جامِ شہادت نوش کیا۔

محمد بن علی بن حمزہ سے منقول ہے کہ معرکۂ کربلا کے دوران حضرت علی علیہ السلام کے ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا، وہ بھی شہید ہوئے اور ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں لیکن مؤلف (ابوالفرج اصفہانی) کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حمزہ کے علاوہ کسی سے یہ نہیں سنا ہے اور نہ ہی میں نے انساب کے ذکر پر مشتمل کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے ابراہیم کا

تذکرہ دیکھا ہے۔

ابوبکر بن عبید اللہ طلحی نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ایک بیٹے جن کا نام عبید اللہ تھا، وہ بھی حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے تھے، یہ بات ہرگز درست نہیں ہے بلکہ عبید اللہ کو مذار کی جنگ میں قتل کیا گیا تھا۔ انہیں مختار بن ابی عبیدہ کے ساتھیوں نے قتل کیا اور انہیں مذار (حجاز میں ایک جگہ کا نام) میں دیکھا گیا تھا۔

حضرت ابوبکر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ سلیمان بن ابی راشد سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عقبہ غنوی نے آپ کو شہید کیا تھا اور ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) سے منقول ہے کہ آپ کو عقبہ غنوی نے شہید کیا۔

سلیمان بن قتہ نے اپنے درج ذیل شعر میں اسی غنوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

وعند غنيّ قطرة من دمائنا   وفي أسد أخرى تعدّ وتذكر

"غنوی نے ہمارے لہو کا ایک قطرہ بہایا ہے اور اسے دوسرا شیر شمار کیا جاتا تھا"۔

حضرت قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ ابوبکر بن حسنؑ کے مادری و پدری بھائی ہیں کہ جنھوں نے آپ سے پہلے جام شہادت نوش فرمایا۔ حمید بن مسلم روایت بیان کرتا ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیموں سے ایک نوجوان میدان کی طرف نکلا، جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے قمیص اور پاجامہ زیب تن کر رکھے تھے۔ اس (شہزادے) نے پاؤں میں نعلین پہن رکھے تھے کہ اچانک اس کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اور میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ وہ بائیں جوتے کا تسمہ تھا۔ اتنے میں عمرو بن سعید بن نفیل ازدی نے کہا:

خدا کی قسم! میں اس نوجوان پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا: سبحان اللہ! تم اس نوخیز لڑکے سے کیا چاہتے ہو؟ جس گروہ کو تو دیکھ رہا ہے کہ اس نے اسے گھیر رکھا ہے، یہ گروہ تیری اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں ضرور اس پر حملہ کروں گا۔

ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس ملعون نے اس نوجوان کے سر پر اپنی تلوار سے ضرب لگائی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ حضرت قاسم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارتے ہوئے کہا: یا عماہ! "اے چچا جان! میری مدد کو آیئے"۔

تو حضرت امام حسین علیہ السلام غضب ناک شیر کے مانند حضرت قاسم علیہ السلام کی جانب بڑھے اور اس لعین عمرو بن سعید بن نفیل ازدی پر تلوار سے وار کیا تو اس نے اپنے بازو سے خود کو بچانے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا۔ پھر اس نے زور سے چیخ ماری جسے یزیدی لشکر نے سنا تو ابن سعد کے گھڑسوار حملہ کرنے کے لیے حرکت میں آگئے تاکہ اس (لعین) کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے شکنجے سے آزاد کروا سکیں۔ جب یہ لشکر تیزی سے ادھر اُدھر بھاگنے لگا تو عمرو بن سعید بن نفیل ازدی ان کے سامنے آگیا اور گھوڑوں کے سموں سے وہ (ملعون) پامال ہوکر فی النار ہوگیا۔

جب جنگ کے دوران اُٹھنے والا غبار چھٹا تو حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت قاسم علیہ السلام کے سرہانے موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بعداً لقوم قتلوك خصمهم فيك يوم القيامة رسول الله ثم قال:

عزّ والله على عمك أن تدعوه فلا يجيبك أو يجيبك ثم لا ينفعك إجابته يوم كثر واتره، وقلّ ناصره

"اس قوم اشقیاء کا برا ہو کہ جس نے تجھے شہید کیا اور قیامت کے دن رسول اللہؐ ان لوگوں کے خلاف مقدمہ پیش کریں گے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! تمھارے چچا کے لیے یہ امر بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ

تمھاری مدد نہ کر سکے اور اگر مدد کے لیے آئیں تو تمھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ خدا کی قسم! آج تم نے اس وقت اپنے چچا کو مدد کے لیے پکارا ہے جب اس کے دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں"۔

پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کے لاشے کو زمین سے اس طرح اُٹھایا کہ ان کا سینہ امام علیہ السلام نے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا اور ان کے پاؤں زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ امام علیہ السلام نے حضرت قاسم کو اس جگہ رکھ دیا جہاں پر آپ کے بیٹے حضرت علی اکبر علیہ السلام کا لاشہ رکھا ہوا تھا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے اس نوخیز لڑکے کے متعلق پوچھا تو مجھے لشکر والوں نے بتایا کہ یہ حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا بیٹا قاسمؑ ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۵۶، تاریخ ابن اثیر: ج ۴، ص ۳۳)

حضرت عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ جریر بن عبداللہ بجلی کے بھائی سلیل بن عبداللہ کی بیٹی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ ابوجعفر حضرت امام محمد باقر بن علیؑ سے مروی ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے آپؑ کو شہید کیا۔

مدائنی نے ہانی بن ثبیت القابضی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر میں سے ایک شقی نے آپؑ کو شہید کیا۔

حضرت عبداللہ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ حضرت ربابؑ بن امرء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب ہیں۔

جناب ربابؑ کی والدہ کا نام ھند الھنود بنت ربیع بن مسعود بن مصاد بن حصن بن کعب بن علیم بن جناب ہے۔ اور ھند الھنود کی والدہ کا نام میسون بنت عمرو بن ثعلبہ بن حصین بن ضمضم ہے اور میسون کی والدہ اوس بن حارثہ کی بیٹی ہیں۔

ابن عبدہ کو یہ گمان لاحق ہوا ہے کہ میسون کی والدہ رباب بنت حارثہ ہے جو کہ اوس بن حارثہ بن لام طائی بن عمرو بن طریف بن عمرو بن ثمامہ بن مالک بن جدعان بن ذھل بن رومان بن جندب بن خارجہ بن سعد بن قطرہ کی بھانجی ہیں، جن کا تعلق قبیلہ طیؑ سے ہے۔

ابو عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب رباب کے بارے میں فرمایا:

لعمرك إنني لأحب داراً تكون بها سكينة والرباب

أحبها وأبذل جل مالي وليس لعاتب عندي عتاب

"مجھے میری زندگی کی قسم! مجھے وہ گھر پسند ہے جس میں (حضرت) سکینہؑ اور (حضرت) رباب ہوں۔ مجھے ان دونوں سے پیار و محبت ہے اور میں ان پر وافر مال و دولت خرچ کرتا ہوں اور مجھے اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے"۔ (المعارف: ص ۹۳)

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا جن کا اس شعر میں تذکرہ ہوا ہے، وہ حضرت رباب کے بطن سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ مؤلف کے مطابق حضرت سکینہ کا نام امینہ ہے، جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام امیمہ ہے لیکن ان کے نام پر (لقب) سکینہ غالب آ گیا حالانکہ سکینہ آپ کا نام نہیں ہے (بلکہ لقب ہے)۔

حضرت عبداللہ ابن حسین کو صغر سنی میں شہید کیا گیا۔ آپ اپنے والد کی آغوش میں تھے کہ اسی اثناء میں ایک تیر انداز کا تیر آیا اور اس تیر نے آپ کو ذبح کر دیا۔

حمید بن مسلم سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک بچے کو آغوش میں اُٹھا کر یزیدی لشکر کے سامنے لائے اور عقبہ بن بشر نے اس کمسن کو تیر مار کر ذبح کر دیا۔[1]

مورخ بن سوید بن قیس بیان کرتا ہے: جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کربلا کے

---

[1] مقتل مقرم سمیت اکثر مقاتل کی کتب میں اس قاتل کا نام حرملہ بن کاہل اسدی (ملعون) مذکور ہے اور زیارت ناحیہ میں امام زمانہ علیہ السلام اس شیر خوار پر سلام کے بعد فرماتے ہیں: لعن اللہ رامیہ حرملہ بن کاھل الاسدی وذویہ "اللہ تعالیٰ اس شیر خوار عبداللہ کو تیر مارنے والا حرملہ بن کاہل اسدی اور اس کے کنبے پر لعنت کرے"۔ (مترجم)

معرکہ کا مشاہدہ کیا ہے انھوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے کو اٹھا رکھا تھا کہ اسی اثناء میں ایک تیر اس بچے کی طرف آیا اور اس نے اس کے گلے کو چھید دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس ننھے شہزادے کی گردن سے خون کو اپنے ہاتھوں پر لے کر آسمان کی طرف اچھالا جو واپس زمین کی طرف نہیں گرا اور اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اللھم لا یکون أھون علیك من فصیل

"بارالہا! یہ ظلم تیری بارگاہ میں ناقۂ صالح پر ڈھائے جانے والے ظلم سے
ہرگز کم نہیں ہے"۔

حضرت عونؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ

آپؓ کی والدہ گرامی حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادی عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہیں اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی والدہ گرامی رسولؐ خدا کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ ہیں۔

سلیمان بن قتہ نے درج ذیل شعر میں حضرت عونؓ بن عبداللہ کے بارے میں کہا ہے:

واندبی إن بکیت عونًا أخاہ لیس فیما ینوبھم بخذول

فلعمری لقد أصبت ذوی القربی فبکی علی المصاب الطویل

"اگر تم حضرت عونؓ پر گریہ کرسکو تو ان پر گریہ وزاری کرو جس طرح ان
(کوفہ کے) لوگوں نے (آلِ رسولؐ) کی مدد کرنے سے ہاتھ کھینچا ہے،
اس دھوکہ وفریب میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ مجھے میری زندگی کی قسم!
رسولؐ خدا کے قرابت داروں پر ایسی مصیبت آئی ہے کہ ان مصائب پر
طویل عرصے کے لیے گریہ کیا جائے"۔

ابن عباسؓ نے باغِ فدک کے بارے میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے کلام کو عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں:

حدثتنی عقیلتنا زینب بنت علی

"مجھے ہمارے خاندان (بنی ہاشم) کی عقیلہ حضرت علیؑ کی بیٹی حضرت زینبؑ نے یہ بتایا ہے"۔

حمید ابن مسلم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن قطنہ تیمانی نے حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ کے بیٹے حضرت عونؓ کو شہید کیا۔

حضرت محمدؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ

آپؓ کی والدہ کا نام خوصا بنت حفصہ بن ثقیف بن ربیعہ بن عثمان بن ربیعہ بن عائذ بن ثعلبہ بن حارث بن تیم لات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔

خوصا بنت حفصہ کی والدہ کا نام ہند بنت سالم بن عبداللہ بن مخزوم بن سنان بن مولہ بن عامر بن مالک بن تیم لات بن ثعلبہ ہے۔

ہند بنتِ سالم کی والدہ کا نام میمونہ بنت بشر بن عمرو بن حارث بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن حسین بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔

حمید ابن مسلم کی روایت کے مطابق عامر بن نہشل تیمی نے حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر کو شہید کیا۔

سلیمان بن قتہ نے ان کے متعلق اشعار میں کہا ہے:

وسمی النبی غودر فیہم　　　قد علوہ بصارم مصقول

فاذا ما بکیت عینی فجودی　　　بدموع تسیل کل مسیل

"نبیؐ کے نام (محمدؐ) پر اس کا نام رکھا گیا تھا لیکن ان سے دغا وفریب کیا گیا اور اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا گیا اور انھیں تیز دھار تلوار سے شہید کردیا گیا۔ اگر پہلے میری آنکھ گریہ نہیں کرسکی تو اب میری آنکھ اپنی ہر آنسو بہانے والی رگ سے آنسو بہائے"۔

حضرت عبیداللہؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام خوصا بنت حفصہ ہے۔ یحییٰ بن حسن علوی سے مذکور ہے کہ عبیداللہؓ

کو کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید کیا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ حمید ابن مسلم کی روایت کے مطابق آپؑ کو عثمان بن خالد بن اسید الجہنی اور بشیر بن خوط القابضی نے شہید کیا۔

حضرت جعفرؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ کا نام اُم ثغر بنت عامر بن الھصان العامری ہے اور ان کا تعلق بنو کلاب سے تھا۔

حمید ابنِ مسلم سے مروی ہے کہ آپؑ کا قاتل عروہ بن عبداللہ خشعمی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی والدہ کا نام خوصا بنتِ ثغریہ ہے جب کہ ثغریہ کے والد کا نام عمرو بن عامر بن حصان بن کعب بن عبد بن ابی بکر بن کلاب العامری ہے۔

خوصا کی والدہ کا نام ارذہ بنتِ حنظلہ بن خالد بن کعب بن عبد بن ابی بکر بن کلاب ہے۔ ارذہ کی والدہ کا نام اُم البنین بنت معاویہ بن خالد بن ربیعہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن ابی صعصعہ ہے۔

اُم البنین کی والدہ کا نام حمیدہ بنتِ عتبہ بن سمرہ بن عتبہ بن عامر ہے۔ ایک اور قول کے مطابق ارذہ کی والدہ حنظلہ سالمہ بنتِ مالک بن خطاب اسدی کی بیٹی ہیں۔

حضرت عبداللہ اکبرؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ مدائنی کے قول کے مطابق آپؑ کا قاتل عثمان بن خالد بن اسیر الجہنی اور ہمدان کا ایک شخص تھا۔

حضرت محمدؑ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ ابو جعفرؑ محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) کی روایت کے مطابق آپؑ کو ابو مرھم ازدی اور لقیط بن ایاس الجہنی نے شہید کیا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسلمؓ بن عقیلؓ بن ابی طالبؓ

آپؓ کی والدہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی بیٹی حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا ہیں جبکہ حضرت رقیہ سلام اللہ علیہا کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

علی بن محمد مدائنی اور حمید ابن مسلم کی روایت کے مطابق آپؓ کو عمرو بن صبیح نے اُس وقت شہید کیا، جب آپؓ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے کہ اس (ملعون) نے آپؓ کو تیر مارا جو آپؓ کی ہتھیلی اور پیشانی میں پیوست ہو گیا اور آپؓ شہید ہو گئے۔

حضرت محمدؓ بن ابی سعیدؓ احول بن عقیلؓ بن ابی طالبؓ

آپؓ کی والدہ اُمِ ولد تھیں اور آپؓ کو لقیط بن یاسر الجہنی نے شہید کیا۔ حمید ابن مسلم سے مروی مدائنی کی روایت کے مطابق آپؓ کو تیر سے شہید کیا گیا۔

محمد بن علی بن حمزہ نے ذکر کیا ہے کہ آپؓ کے ہمراہ آپؓ کا بیٹا جعفر بن محمد بن عقیلؓ بھی شہید ہوئے تھے اور وہ کہتے ہیں: یہ بھی سنا گیا ہے کہ جعفرؓ بن محمد بن عقیلؓ واقعۂ حرہ کے موقع پر شہید ہوئے تھے لیکن مؤلف اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے علم الانساب کی کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ محمد بن عقیلؓ کے کسی بیٹے کا نام جعفر ہو۔

محمد بن علی بن حمزہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ واقعۂ حرہ کے موقع پر علی بن عقیلؓ بھی شہید ہوئے تھے اور ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ حضرت ابوطالبؓ کی وہ اولاد جن میں کسی مورخ کا کوئی اختلاف نہیں ہے ان میں بائیس افراد واقعۂ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کی شہادت کے متعلق مزید گفتگو

مدائنی نے یونس بن اسحاق سے مروی روایت ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب کوفہ والوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ میں قیام پذیر ہیں اور انھوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تو انھوں نے امام علیہ السلام کے پاس ابوعبداللہ الجدلی کی قیادت میں ایک وفد روانہ کیا اور شبث بن ربعی، سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ اور کوفہ کے سرداروں نے خطوط تحریر کیے اور عرض کیا: آپؑ ہمارے پاس کوفہ تشریف لائیں تاکہ ہم آپؑ کی بیعت کریں اور یزید کی بیعت اپنی گردنوں سے اُتار پھینکیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا:

أبعث معكم أخي وابن عمي فإذا أخذ لي بيعتي وأتاني منهم بمثل ما كتبوا به إليّ قدمت عليهم

"میں تمھارے پاس اپنے چچازاد بھائی (حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ) کو روانہ کررہا ہوں جب انھوں نے تم لوگوں سے میرے لیے بیعت لے لی اور انھوں نے مجھے ویسا ہی بتایا جیسا کہ تم نے اپنے متعلق لکھ بھیجا ہے تو میں تمھارے پاس آجاؤں گا"۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو بلایا اور فرمایا: آپؑ کوفہ کی طرف عازمِ سفر ہوں، اگر آپؑ یہ دیکھیں کہ وہ لوگ اس بات پر اکٹھے ہیں جو انھوں نے مجھے لکھ بھیجا ہے اور وہ آپؑ کے ہمراہ خروج پر آمادہ ہیں تو مجھے اپنی رائے لکھ بھیجیں۔ پھر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کوفہ تشریف لے گئے اور آلِ رسولؐ کی محبت کے دعویدار لوگ آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے ان سے امام حسین علیہ السلام کے لیے بیعت لی۔

ابومخنف بیان کرتے ہیں: جب ابن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا تو اس کے ہمراہ مسلم بن عمر

الباہلی، منذر بن عمرو بن جارود، شریک بن اعور، اس کا غلام اور خاندان کے افراد تھے۔ یہ اس حالت میں کوفہ میں داخل ہوا کہ اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور اس نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا جبکہ کوفہ کے لوگ حضرت امام حسینؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ ابن زیاد جہاں سے بھی گزرتا لوگ اسے امام حسینؑ سمجھ کر کہتے: مرحبا اے فرزند رسولؐ! خوش آمدید!

ابن زیاد کو یہ سخت ناگوار گزرتا لیکن وہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ قصر (دارالامارہ) میں داخل ہوگیا۔ جب ابن زیاد قصر دارالامارہ پہنچا تو لوگوں کو بلند آواز میں صدا دے کر کہا گیا کہ تمام لوگ نماز کے لیے کوفہ کی جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو ابن زیاد یہ لوگوں کی جانب جامع مسجد کی طرف نکلا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

اما بعد ، فإن أمير المؤمنين ولاّني مصركم وثغركم وفيئكم ، وأمرني بإنصاف مظلومكم ، وإعطاء محرومكم ، وبالاحسان إلى سامعكم ومطيعكم ، وبالشدة على مُريبكم، فأنا لمطيعكم كالوالد البر الشفيق ، وسيفي وسوطي على من ترك أمري، وخالف عهدي ، فليبق امرؤ على نفسه ، الصدق ، ينبئ عنك لا الوعيد

"امابعد! بے شک امیر المومنین (یزید ملعون) نے مجھے تمہارے شہر، تمہاری سرحدوں اور تمہارے خراج پر حاکم نامزد کیا ہے اور اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ آپ میں سے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں، محروم کو عطا کروں، ہمارے احکامات سن کر فرماں برداری کرنے والے کے ساتھ احسان اور بھلائی کروں۔ تم میں سے شک کرنے والے پر سختی کروں۔ میں تم میں سے فرماں برداری کے لیے نیکوکار، شفیق والد کے مانند ہوں۔ جس نے میری حکم عدولی اور مخالفت کی اس کے لیے میری تلوار اور میرا کوڑا ہے۔ پس! ہر شخص خود اپنی ذات کا محاسبہ کرے اور تمہارے عمل کی سچائی تمہارے بارے میں خبر دے گی نہ کہ میری یہ دھمکی کوئی خبر دے گی"۔

اس کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے اتر آیا۔ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے عبیداللہ ابن زیاد

کا کوفہ میں آنا اور اس کی تقریر کے متعلق سنا تو آپؑ نے اپنا ٹھکانا تبدیل کرلیا اور حضرت ہانی بن عروہ مرادی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؑ نے دروازے پر کھڑے ہو کر انھیں بلایا اور بتایا کہ میں اس لیے آپؑ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپؑ مجھے اپنے پاس ٹھہرائیں اور میری میزبانی کریں۔

یہ سن کر جناب ہانی نے جواب دیا کہ خدا آپؑ پر رحم کرے، آپؑ نے بہت بڑا کام میرے ذمے لگایا ہے۔ اگر آپؑ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے اور آپ کا مجھ پر اعتماد نہ ہوتا تو میں آپؑ کے بارے میں یہ زیادہ پسند کرتا کہ آپؑ میرے گھر سے واپس چلے جائیں لیکن اب اگر آپؑ نے مجھے یہ عزت بخشی ہے تو اندر تشریف لے آئیں۔

پھر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ، حضرت ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور جناب ہانیؓ بن عروہ کے گھر وقتاً فوقتاً شیعہ حضرت مسلمؑ سے ملاقات کے لیے آنے لگے۔ شریک بن اعور نے بھی جناب ہانیؓ کے گھر قیام کیا اور یہ حضرت امام علیؑ کے شیعوں میں سے تھے۔ ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہ تین ہزار درہم پکڑو اور ان کے ذریعے مسلمؑ ابن عقیلؑ کو تلاش کرو۔ ان کے کسی شیعہ کو ڈھونڈ کر اسے یہ تین ہزار درہم دے کر کہنا کہ تم لوگ اس رقم کے ذریعے اپنے دشمن کے خلاف جنگ کے لیے تیاری کرو اور انھیں یہی بتانا کہ میں بھی حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔

معقل نے ویسے ہی کیا جیسے ابن زیاد نے کہا تھا۔ پھر معقل وہ رقم لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں آیا اور وہاں اس نے مسلم ابن عوسجہؓ سے ملاقات کی کیونکہ لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ یہ شخص جو نماز پڑھ رہا ہے اس نے حسینؑ ابن علیؑ کی بیعت کر رکھی ہے۔ جب مسلم ابن عوسجہؓ نے نماز پڑھ لی تو یہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ان سے کہا:

"اے بندۂ خدا! میرا تعلق شام سے ہے اور میں قبیلہ ذوالکلاع کا غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام واکرام کیا ہے کہ میں اہلِ بیتؑ اور ان کے محبوں کا محب ہوں۔ میرے پاس یہ تین ہزار درہم ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اہلِ بیتؑ کے خاندان کا ایک فرد جو کوفہ تشریف لا چکا ہے اور رسولؐ خدا کے نواسے کے لیے بیعت طلب کر رہا ہے، میں اس سے

ملاقات کرنے کا شدید خواہش مند ہوں اور اس کے قیام کی جگہ جاننا چاہتا ہوں۔ میں نے کئی مسلمانوں سے یہ سنا ہے کہ وہ آپ کے متعلق کہہ رہے تھے کہ اس شخص کے پاس اہل بیتؑ اور ان سے متعلقہ خبریں ہوتی ہیں اس لیے میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپؑ مجھ سے یہ مال وصول کرلیں اور مجھے میرے مطلوبہ شخص تک رہنمائی فرمائیں تا کہ میں ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کرسکوں"۔

معقل کی یہ باتیں سن کر مسلم ابن عوسجہؓ نے کہا: میں تم سے ملاقات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاتا ہوں۔ تمھاری نبیؐ کے اہل بیتؑ سے محبت اور ان کے حق کی خاطر ان کی نصرت پر آمادگی نے مجھے خوش کر دیا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں آیا کہ اس سرکش اور ظالم و جابر گورنر کو مغلوب کرنے سے قبل ہی لوگوں کو میرے متعلق یہ علم ہو چکا ہے کہ ہم ان کے لیے بیعت لینے میں پیش پیش ہیں۔

پھر مسلم ابن عوسجہؓ نے اس شخص سے عہد و پیمان اور قسمیں لیں کہ وہ اس بات کو راز میں رکھے گا اور کسی کو نہیں بتائے گا۔ معقل نے بھی ہر وہ عہد و پیمان اور قسم دی جس سے مسلم ابن عوسجہؓ اس کو حضرت مسلم ابن عقیلؑ سے ملوانے پر راضی ہو سکتے تھے۔ اس کے بعد مسلم ابن عوسجہؓ نے اس سے کہا: تم کچھ دنوں کے لیے چپکے سے میرے پیچھے پیچھے میرے گھر آتے رہو تا کہ میں تمھارے لیے حضرت مسلم ابن عقیلؑ سے اجازت مانگ سکوں۔ پھر اس نے دیکھا کہ مسلم ابن عوسجہؓ لوگوں کو اپنے پیچھے پیچھے چپکے سے حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے پاس لے جاتے ہیں اور اس نے بھی یوں حضرت ہانیؓ کے گھر آپؑ سے ملاقات کی۔

شریک بن اعور سخت بیمار ہو گئے جبکہ آپ کے ابن زیاد کے ساتھ انتہائی قریبی اور مضبوط تعلقات تھے لیکن آپ پکے شیعہ تھے۔ ایک دن عبیداللہ ابن زیاد نے آپ کے پاس پیغام بھجوایا کہ آج رات میں آپ کی عیادت کی خاطر آپ کے پاس آؤں گا تو شریک بن اعور نے حضرت مسلم ابن عقیلؑ سے کہا: یہ فاجر شخص میری بیمار پرسی کے لیے آج رات میرے پاس آرہا ہے لہٰذا جب وہ میرے پاس بیٹھ جائے تو آپؑ اسے قتل کر دینا اور خود قصر دارالامارہ میں مسند نشین ہو جانا کیونکہ اس وقت اس کو قتل کرنے کے لیے آپ سے اور اس کے درمیان کوئی

حائل نہیں ہوگا۔ جب میں تندرست ہوگیا تو بصرہ جا کر آپؑ کے تمام اُمور آپؑ کے حق میں بہتر کردوں گا۔

جب رات کے وقت ابن زیاد شریک بن اعور کی بیمار پرسی کے لیے حضرت ہانیؓ بن عروہ کے گھر آیا تو شریک بن اعور نے حضرت مسلم ابن عقیلؑ سے کہا: جب یہ (ملعون) بیٹھ جائے تو ہرگز آپؑ سے بچ کر واپس نہ جانے پائے لیکن حضرت ہانیؓ نے حضرت مسلمؑ سے کہا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ گویا انھوں نے اس امر کو یوں پایۂ تکمیل تک پہنچانا برا تصور کیا۔

جب عبیداللہ ابن زیاد ان کی بیمار پرسی کے لیے آکر بیٹھ گیا تو اس نے شریک بن اعور سے پوچھا: تمھیں کیا بیماری ہے اور کب سے اس مرض کی شکایت ہے؟ جب عبیداللہ ابن زیاد ان سے کافی دیر تک سوالات کرتا رہا اور جنابِ شریک نے دیکھا کہ حضرت مسلمؑ اس (ملعون) کو قتل کرنے کے لیے باہر نہیں آرہے تو انھیں یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ بچ کر نکل نہ جائے لہٰذا انھوں نے حضرت مسلمؑ کو اپنا مقصود سمجھانے کے لیے درج ذیل اشعار پڑھے:

ما الانتظار بسلمی أن تحیّوها　　　حیوا سلیمی وحیّوا من یحیها

کأس المنیة بالتعجیل فاسقوها

للہ أبوك! اسقنیها وإن کانت فیها نفسی

"تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو اور سلمٰی کو مبارک باد کیوں نہیں دیتے!
تم اسے اور اس کے علاوہ جسے مبارک باد دینی چاہیے اسے مبارک باد دو۔
تم اسے جلدی سے موت کے پیالے سے سیراب کرو۔ تمھیں تمھارے باپ کی قسم! تم اس کے ذریعے مجھے سیراب کرو اگرچہ اس سے میری موت ہی کیوں نہ واقع ہوتی ہو"۔

شریک بن اعور نے دو یا تین مرتبہ ان اشعار کا تکرار کیا تو عبیداللہ ابن زیاد جو ان اشعار کا مطلب نہیں سمجھ رہا تھا، اس نے کہا: اسے کیا ہوگیا اور یہ کیا ہذیان بک رہا ہے؟ تو حضرت ہانی نے جواب دیا: غروبِ شمس سے اس وقت تک ان کی یہی حالت ہے اور یہ ان

اشعار کو ہی دہرائے جا رہے ہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد وہاں سے اٹھ کر واپس چلا گیا اور حضرت مسلم ابن عقیلؑ باہر نکلے تو جناب شریک نے ان سے پوچھا: آپؑ نے اس کو کیوں قتل نہیں کیا؟ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: دو باتوں کی وجہ سے مَیں نے اس (ملعون) کو قتل نہیں کیا۔ ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ جناب ہانیؓ اس پسند کو ناپسند فرما رہے تھے کہ وہ ان کے گھر میں قتل ہو اور دوسری وجہ رسولؐ خدا کی وہ حدیث ہے جو مَیں نے لوگوں سے سنی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اِنَّ الْاِیْمَان قَیَّدَ الفَتْكَ فَلَا یفتك مؤمن

''ایمان مخفیانہ قتل سے منع کرتا ہے اور مومن کسی کو مخفیانہ قتل نہیں کرتا''۔

یہ سن کر شریک بن اعور نے ان سے کہا: خدا کی قسم! اگر آپؑ اسے قتل کر دیتے تو آپؑ نے ایک فاسق و فاجر، کافر اور غدار، دھوکے باز شخص کو قتل کر دیا تھا۔

جس شخص کو عبیداللہ ابن زیاد نے حضرت مسلم ابن عقیلؑ کو تلاش کرنے کے لیے مال دے کر اس ذمہ داری کو سونپا تھا وہ اکثر جناب ہانیؓ کے گھر دوسرے لوگوں کے ساتھ آتا رہتا تھا۔ وہ سب سے پہلے آتا اور لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کے بعد سب سے آخر میں وہاں سے نکلتا۔ وہ ان لوگوں کی باتیں سن کر ان کے رازوں سے آگاہی حاصل کرتا اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر ابن زیاد کے پاس جا کر اسے ان تمام باتوں کی خبر دیتا تھا۔

مدائنی نے ابومخنف سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ایک دن ابن زیاد نے (اپنے حواریوں سے) کہا: ہانیؓ ہم سے ملنے کے لیے ہمارے دربار میں کیوں نہیں آتا ہے؟ تو جب ابن اشعث اور اسماء بن خارجہ کی جناب ہانیؓ سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں نے ان سے کہا: آپؓ امیر کے دربار میں کیوں نہیں آتے حالانکہ وہ آپ کو یاد کر رہا ہے۔ پھر جب جناب ہانیؓ اس (ملعون) کے دربار میں گئے تو اس (ملعون) نے یہ شعر پڑھا:

أرید حیاته و یرید قتلی

عذیرك من خلیلك من مراد

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میرا قتل چاہتا ہے۔ اب تمہارا دوست

کیا عذر اور بہانہ تلاش کرے گا"۔ (تاریخ ابن اثیر: ج ۴، ص ۱۲، فخری: ص ۹۰، جبکہ تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۰۵ پر ہے: اریدُ حیاءہ)

پھر جناب ہانیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے ہانیؓ! کیا ابن عقیلؑ تمھاری پناہ میں ہے؟ جناب ہانیؓ نے کہا: میں نے ان کو پناہ نہیں دے رکھی۔

پھر ابن زیاد نے معقل (جاسوس) کو بلایا اور جناب ہانیؓ سے پوچھا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟

جناب ہانی نے جواب دیا: ہاں! میں اسے جانتا ہوں اور اس نے تمھیں جو کچھ بتایا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ میں نے اسے اپنے گھر میں دیکھا ہے۔ پھر ابن زیاد نے کہا: تم اس وقت تک یہاں سے نہیں جا سکتے جب تک ابن عقیلؑ کو میرے حوالے نہ کر دو۔ پھر وہ (ملعون) ان پر چیخنے چلانے لگا اور ان کے چہرے پر لاٹھی سے مارا اور انھیں اپنے پاس قید کر لیا۔

حجاج بن علی ہمدانی سے ابومخنف نے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب عبیداللہ ابن زیاد نے جناب ہانیؓ کو لاٹھی سے مارا اور انھیں اپنے پاس قید کر لیا تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے نہ ہوں لہٰذا وہ جامع مسجد کوفہ میں گیا جبکہ اس کے ہمراہ کوفہ کے سردار، اس کے سپاہی اور غلام بھی تھے۔ اس نے منبر پر جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد کہا:

أيها الناس! اعتصموا بطاعة الله وطاعة أئمتكم، ولا تفرقوا فتختلفوا وتهلكوا وتذلوا، وتخافوا وتخرجوا، فإن أخاك من صدقك، وقد أعذر من أنذر

"اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ اور اپنے رہبروں کی اطاعت و فرماں برداری کا دامن تھام لو، تم لوگ فرقہ بندی میں نہ پڑو، ورنہ تم میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم ہلاک اور ذلیل و رُسوا ہو جاؤ گے۔ افتراق و انتشار کی صورت میں تم خوف زدہ ہو کر جنگ کے لیے نکلو گے۔ بے شک! جس

نے تم سے سچ بولا وہ تمھارا بھائی (اور خیر خواہ) ہے اور جس نے تم کو ڈرایا اور خبردار کیا گویا اس نے تم پر حجت تمام کر دی"۔

پھر وہ منبر سے نیچے اُترنا چاہ رہا تھا کہ اس نے اُترنے سے پہلے مسجد میں موجود ناظرین کی طرف دیکھا تو اس نے مشاہدہ کیا کہ کچھ لوگ تیزی سے اس کی طرف لپک رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں:

قد جاء ابن عقیل

"ابن عقیل آ گئے ہیں"۔

یہ منظر دیکھ کر ابن زیاد اپنے قصر میں چلا گیا اور اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

عبداللہ بن حازم البکری سے مروی ہے کہ خدا کی قسم! حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کی طرف سے وہ قاصد میں ہی تھا جو جناب ہانیؒ کی خبر گیری کے لیے قصر دارالامارہ میں گیا تا کہ میں یہ دیکھ سکوں کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا ہے۔ جب میں نے جناب ہانیؒ کے متعلق حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو آگاہ کیا تو انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو پکاروں تو میں نے یہ ندا دی: یا منصور اُمت۔ میرا یہ نعرہ سن کر کوفہ کے لوگ اپنے گھروں سے نکل کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے گرد جمع ہو گئے تو آپؑ نے عبدالرحمن بن عزیز الکندی کو قبیلہ ربیعہ کا سردار بنا کر فرمایا: آپ میرے آگے آگے چلیں اور گھڑسواروں کے ساتھ پیش قدمی کریں۔

جناب مسلم ابن عوسجہؒ کو قبیلہ مذحج اور اسد کا سردار بنا کر فرمایا: آپ گھوڑے سے نیچے اُتر آئیں اور پیادہ افراد کے ہمراہ پیش قدمی کریں۔ ابو ثمامہ الصائدی کو قبیلہ تمیم اور ہمدان کا سردار بنایا اور عباس بن جعدہ جدلی کو شہر والوں کا سردار بنایا۔ پھر ابن زیاد کے قصر دارالامارہ کی طرف پیش قدمی فرمانے لگے۔

جب عبیداللہ ابن زیاد کو ان کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو اس نے خود کو قصر میں محبوس کر لیا اور قصر کے تمام دروازوں کو بند کر دیا۔ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے آگے بڑھتے ہوئے قصر کا محاصرہ کر لیا۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! ابھی ہمیں تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ مسجد اور بازار لوگوں

سے بھر گئے اور مزید لوگوں کا شام تک تانتا بندھا رہا۔ عبیداللہ ابن زیاد پر یہ امر سخت گراں گزرا، لہٰذا اس نے عبیداللہ بن کثیر بن شہاب الحارثیؒ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ قبیلۂ مذحج میں سے جو اس کے وفادار ہیں، اُن کو لے کر باہر نکلے اور لوگوں کو ابن عقیلؑ سے جدا کرے اور انھیں جنگ سے ڈرائے اور ان کے دل میں حاکم کی سخت سزا کا خوف پیدا کرے۔ پھر وہ کوفہ والوں کی طرف روانہ ہوا اور انھیں ابن زیاد اور اس کے باپ کی سنگدلی اور قہر وغضب سے ڈرایا۔

ابو مخنف نے عبداللہ بن حازم کی روایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ عبداللہ بن حازم البکری کہتا ہے: کوفہ کے اشراف اور بزرگان ہمارے پاس آئے اور ان میں سے سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

> "اے لوگو! اپنے خاندان اور گھر والوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور جلدی نہ کرو۔ تم سب منتشر ہو جاؤ اور اپنی جانوں کو قتل ہونے کے لیے پیش نہ کرو۔ امیر المومنین یزید (لعنۃ اللہ علیہ وعلی من لقبہ بہ) کے لشکر پہنچنے والے ہیں اور اس نے گورنر (ابن زیاد) کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ اگر تم لوگ اس سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہو اور آج شام تک اپنے گھر والوں کے پاس واپس نہیں جاتے ہو تو وہ تمھاری اولاد کو اپنی نوازشات سے محروم رکھے اور شام کی فوج کے درمیان تمھارے مال و اسباب کو تقسیم کر دے اور تمھارے گناہ گار اور مجرم افراد کے مقابلے میں بے جرم و بے خطا افراد کو بھی معاف نہ کرے اور تمھارے غائب ہو جانے والوں کا بدلہ تمھارے موجودہ افراد سے لے یہاں تک کہ تم نافرمان لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہ بچے جسے اس کے قہر اور غضب کا نشانہ نہ بنایا گیا ہو"۔ (الارشاد: ص ۱۹، تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۰۸)

اسی طرح کوفہ کے دیگر اشراف نے بھی اس قسم کی گفتگو کی، جسے سن کر لوگ منتشر ہو گئے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ میں نے مجالد بن سعید سے سنا، وہ کہتے ہیں: جب کوفہ کے اشراف

نے ان لوگوں سے خطاب کیا تو ہر ایک عورت اپنے اپنے بیٹے اور بھائی کے پاس آتی اور کہتی کہ واپس چلو، ورنہ دشمن کے لوگ تمھیں گھیر لیں گے۔ اسی طرح ہر ایک مرد اپنے بھائی اور بیٹے کے پاس آتا اور اس سے کہتا کہ کل شامی تمھارے پاس آ جائیں گے لہٰذا تم جنگ اور اس شرارت کا کیا کرو گے؟ پس تم فوراً واپس چلو۔

لوگ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ سے جدا ہوتے رہے اور واپس جاتے رہے یہاں تک کہ شام کے وقت حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے ہمراہ صرف تیس افراد تھے۔ آپؑ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد قبیلہ کندہ کے دروازوں کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قبیلہ کندہ کے دروازوں کے پاس پہنچے تو آپؑ کے ہمراہ صرف دس افراد تھے اور جب آپؑ ان دروازوں سے باہر نکلے تو آپؑ کے ہمراہ کوئی بھی نہ تھا۔ آپؑ کوفہ کی گلیوں میں حیران و پریشان چل رہے تھے جبکہ آپؑ کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ آپ کہاں جائیں۔ (مقتل الحسینؑ: ص ۳۱)

آپؑ یوں ہی چلتے چلتے قبیلہ کندہ کے خاندان بنو بجیلہ کے گھروں کی طرف نکل پڑے یہاں تک کہ آپؑ ایک عورت کے گھر کے دروازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ اشعث کی کنیز تھی اور اس نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ پھر اسید الحضرمی نے اس سے شادی کی اور اس کا ایک بیٹا بلال پیدا ہوا۔ اس کا بیٹا بلال لوگوں کے ہمراہ باہر نکلا ہوا تھا اور یہ دروازے پر کھڑے ہوئے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ پھر حضرت مسلمؑ نے اس سے پینے کے لیے پانی مانگا تو یہ عورت ان کے لیے پانی لے کر آئی اور انھیں پانی پلایا۔ پھر برتن رکھنے کے لیے دوبارہ اندر گئی اور اب جو باہر نکلی تو حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر کے باہر دروازے پر بیٹھے ہوئے پایا۔ تو اس نے کہا: کیا آپؑ نے پانی نہیں پیا؟

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: جی! میں نے پی لیا ہے۔

اس عورت (طوعہ) نے کہا: اب آپؑ اپنے گھر چلے جائیں۔

یہ سن کر جناب مسلمؑ خاموش ہو گئے۔ اس عورت نے تین بار اس جملے کو دہرایا اور کہا: اے بندۂ خدا! اٹھو اور اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ کیونکہ تمھارا میرے گھر کے

دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور نہ ہی یہ تمھارے لیے جائز ہے۔

یہ سن کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ نے فرمایا: اے کنیز خدا! خدا کی قسم! اس شہر میں میرے خاندان کا کوئی فرد نہیں ہے، کیا تم میرے ساتھ نیکی کر سکتی ہو اور میں تمھیں اس کا بدلہ بھی عنایت کروں گا۔

اس عورت نے کہا: اے بندۂ خدا! تم کون ہو؟

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے فرمایا:

أنا مسلم بن عقیل، کذّبنی ھؤلاء القوم، وغرونی وخذلونی

"میں عقیلؑ کا بیٹا مسلمؑ ہوں۔ اس قوم (کوفیوں) نے میرے ساتھ جھوٹ بولا، مجھے دھوکا دیا اور میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا"۔

یہ سن کر طوعہ نے تعجب سے کہا: کیا آپؑ مسلمؑ ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا: جی ہاں! میں ہی مسلمؑ ہوں۔

اس عورت نے کہا: آپؑ اندر تشریف لے آیئے۔

اس عورت (طوعہ) نے اپنے گھر میں ایک کمرے میں انھیں ٹھہرایا، ان کے لیے بستر لگایا اور رات کا کھانا پیش کیا۔ جب طوعہ کا بیٹا گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں ایک کمرے میں بار بار جا رہی ہے۔ اس نے اپنی ماں سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: بیٹا! چھوڑو، اس بارے میں کچھ نہ پوچھو۔ اس کے بیٹے نے کہا: خدا کی قسم! تمھیں ضرور بتانا پڑے گا اور یہ مسلسل اصرار کرنے لگا۔ اس کی ماں نے کہا: بیٹا! تم اس بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے اور اس سے قسمیں لیں کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گا۔ اس کے بیٹے نے قسمیں کھائیں تو پھر اس کی ماں نے اسے سب کچھ بتا دیا اور وہ سن کر خاموشی سے لیٹ گیا۔

جب ابن زیاد نے کافی دیر تک حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے ساتھیوں کی آوازیں نہ سنیں تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اُوپر سے دیکھو تو انھوں نے دیکھا اور شمعیں روشن کیں۔ پھر ابن زیاد کے ساتھی رسیوں کے ذریعے جامع مسجد کے صحن میں اتر آئے لیکن انھیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ انھوں نے اس کے متعلق ابن زیاد کو بتایا کہ باہر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد

ابن زیاد نے قصر کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر بلند آواز میں لوگوں سے کہا: جس نے نماز عشاء جامع مسجد میں نہ پڑھی میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

پھر تمام لوگ جامع مسجد میں اکٹھے ہوگئے تو اس نے منبر پر جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد کہا: بے شک! یہ عقیل کا بیٹا بیوقوف اور لاعلم ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ اس اختلاف اور انتشار کا سبب وہی ہے۔ اس لیے ہمیں جس شخص کے گھر سے وہ مل گیا تو اس پناہ دینے والے کی جان کا میں ذمہ دار نہیں ہوں اور جو شخص اسے پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا، اُسے اس کا خون بہا دیا جائے گا۔

اے بندگانِ خدا! اللہ سے ڈرو اور اپنی اطاعت اور بیعت کے عہد وپیمان پر کاربند رہو اور خود اپنے لیے مشکلات پیدا نہ کرو۔ پھر اس نے (کوفہ کے داروغہ) حصین بن تمیم سے کہا: اے حصین بن تمیم! تیری ماں تیرے غم میں روئے، اگر یہ شخص کوفہ کی گلیوں سے غائب ہوگیا یا یہ یہاں سے نکل گیا اور تم اسے پکڑ کر میرے پاس نہ لے آئے تو تمھاری ماں تجھ پر روئے گی۔ میں نے تمھیں کوفہ والوں کے گھروں پر مسلط کیا ہے، پس! تم فوراً اپنے سپاہی کوفہ کی گلیوں اور چوراہوں پر پھیلا دو اور کل صبح تمام گھروں کی تلاشی لو اور عقیلؑ کے بیٹے کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ"۔ (1)

اس کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے اُتر آیا۔

جب اگلے دن صبح کے وقت لوگ ابن زیاد سے ملاقات کے لیے آنے لگے اور اس نے ملاقات کی اجازت دی تو محمد بن اشعث اس کے پاس گیا اور ابن زیاد نے اس سے کہا: مرحبا! خوش آمدید اس شخص کو، جسے ملامت نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ دھوکا باز اور منافق ہے۔ پھر اس نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔

وہ بڑھیا (طوعہ) جس کے گھر میں حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے پناہ لے رکھی تھی، اگلے دن صبح کے وقت اس کا بیٹا بلال گھر سے نکلا اور محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کو یہ اطلاع دی کہ ابن عقیلؑ نے ہمارے گھر میں میری ماں کے پاس پناہ لے رکھی ہے۔

---

(1) تاریخ طبری میں اس کے بعد تحریر ہے کہ حصین کوفہ کی پولیس کا چیف تھا اور اس کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔

یہ سن کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث فوراً اپنے باپ کے پاس قصر دارالامارہ گیا جو اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے باپ کے کان میں بات کی تو ابن زیاد نے محمد بن اشعث سے پوچھا: یہ تجھ سے کیا کہہ رہا ہے؟ محمد بن اشعث نے جواب دیا: میرے بیٹے نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ ابن عقیلؑ ہمارے گھروں میں سے ایک گھر میں مقیم ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد نے اپنی لاٹھی کی نوک اس کے پہلو میں چبھو کر کہا: اٹھو اور اسی وقت اُسے میرے پاس حاضر کرو۔

ابومخنف کہتا ہے کہ مجھے قدامہ بن سعد بن زائدہ ثقفی نے خبر دی ہے کہ ابن زیاد نے ابن اشعث کے ہمراہ ساٹھ یا ستر سپاہی روانہ کیے، ان سب کا تعلق بنوقیس سے تھا اور ان پر عمرو بن عبیداللہ بن عباس السلمی کو سردار متعین کیا۔ یہ لوگ اس گھر میں آئے، جہاں حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ پناہ لیے ہوئے تھے۔ جب حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے گھوڑوں کی ٹاپوں اور لوگوں کی آوازیں سنی تو آپؑ سمجھ گئے کہ ابن زیاد کے سپاہی آگئے ہیں۔ آپ اپنی تلوار لے کر ان کی جانب نکلے تو ابن زیاد کے سپاہیوں نے اس گھر پر ہجوم کر دیا اور حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ بھی ان پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد کے سپاہیوں نے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر ان پر پتھر برسانے شروع کر دیئے اور لکڑی کے گٹھوں کو آگ لگانے کے بعد انھیں حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کی طرف پھینکنے لگے۔ جب حضرت مسلمؑ نے یہ منظر دیکھا تو آپؑ نے اپنے آپؑ سے کہا:

أكلما أرى من الاجلاب لقتل ابن عقيل؟ يانفس اخرجى إلى الموت الذى ليس منه محيص

"کیا یہ سب تگ و دو جو میں دیکھ رہا ہوں عقیلؑ کے بیٹے (حضرت مسلمؑ) کو شہید کرنے کے لیے کی جا رہی ہے۔ اے نفس! موت کی جانب بڑھو اس سے کسی کو فرار نہیں ہے"۔

پھر آپؑ تلوار لہراتے ہوئے گھر سے باہر گلی میں نکل آئے اور ابن زیاد کے سپاہیوں سے لڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر محمد ابن اشعث نے ان سے کہا: اے نوجوان! ہم تجھے امان دیتے ہیں، تم خود کو ہلاک نہ کرو۔ یہ سن کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ آگے بڑھ کر حملہ کرنے لگے اور یہ

اشعار پڑھے:

أقسمتُ لا أقتل إلّا حرًّا وإن رأيت الموت شيئًا نكرا

أخاف أن أكذب أو أغرّا أو يخلط البارد سُخنًا مرًّا

ردّ شعاع الشمس فاستقرّا كل امرئٍ يومًا ملاق شرًّا

''میں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ میں ایک آزاد مرد کی طرح شہید ہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ موت کو آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ مجھے صرف اس بات کا خدشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے گا یا مجھے دھوکا وفریب دیا جائے گا یا ٹھنڈا گرم کے ساتھ مخلوط ہو جائے گا۔ نفس و روح کی کرن واپس لوٹ آئی اور یہ اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ ہر شخص کو ایک دن شر کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔

محمد بن اشعث نے آپؑ سے کہا: آپؑ سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا اور آپؑ سے دھوکا وفریب نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ آپؑ سے نہ جنگ کریں اور نہ ہی آپؑ پر وار کریں گے۔ جب آپؑ زخموں سے چور چور ہو گئے اور جنگ کرنے سے عاجز آگئے تو آپؑ اس وقت مصیبت وتکالیف سے ہانپ رہے تھے اور آپؑ نے اس بڑھیا کے گھر کے ساتھ واقع گھر سے اپنی کمر سے ٹیک لگائی۔ محمد بن اشعث آپؑ کے قریب ہوا اور آپؑ سے کہا: میں تمھیں امان دیتا ہوں۔

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے فرمایا: کیا تم مجھے امان دے رہے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! تم امان میں ہو۔

پھر عبیداللہ بن عباس السلمی کے سوا تمام لوگوں (حاضرین) نے کہا: ہاں! تم امان میں ہو۔ لیکن عبیداللہ بن عباس السلمی نے کہا: میں اس امان نامے سے بری الذمہ ہوں اور وہ اس معاملے سے الگ ہو گیا۔

پھر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تمھاری طرف سے امان نہ ہوتی تو میں کبھی خود کو تمھارے حوالے نہ کرتا۔ اس کے بعد ابن زیاد کے سپاہی ایک خچر لے کر آئے اور حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو اس پر سوار کیا اور وہ سب ان پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے حضرت مسلمؑ

کی گردن سے تلوار اُتار لی۔ اس وقت حضرت مسلمؑ کی یہ کیفیت تھی، گویا! وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ قوم انھیں قتل کر کے دم لے گی۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا:

ھذا اوّل الغدر

''یہ تم لوگوں کی طرف سے میرے ساتھ پہلا دھوکا ہے''۔

محمد بن اشعث نے کہا: میں امید کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

یہ سن کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے فرمایا: یہ صرف تمھاری اُمید اور آرزو ہے، پس! اب تمھاری امان کہاں گئی۔ پھر آپؑ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہا اور گریہ کرنے لگے۔

یہ دیکھ کر عبیداللہ بن عباس السلمی نے کہا: بے شک! تمھاری طرح کا انسان اور جو تمھاری طرح امان طلب کرے اگر اس پر اس طرح کے مصائب و تکالیف آئیں تو اسے گریہ نہیں کرنا چاہیے۔

یہ سن کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اپنی جان کے خوف سے گریہ نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی میں موت سے گھبراتا ہوں بلکہ میں تو اپنے ان خاندان والوں کو یاد کر کے گریہ و بکا کر رہا ہوں جو میری طرف کوفہ آ رہے ہیں۔ میں تو حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد پر گریہ کر رہا ہوں۔

پھر آپؑ نے اشعث کے بیٹے سے کہا: خدا کی قسم! میں تمھارے متعلق یہی گمان کر رہا ہوں کہ تم میری امان سے عاجز اور اس پر قدرت نہیں رکھ سکو گے۔ آپؑ نے اس سے یہ بھی کہا کہ تم حسینؑ ابن علیؑ کی طرف ایک قاصد روانہ کر کے انھیں حقیقتِ حال سے آگاہ کر دو اور انھیں واپس چلے جانے کا کہہ دو۔

محمد بن اشعث نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ طبری: ج۶، ص۲۱۱)

جب حضرت مسلمؑ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے دربار (قصر دارالامارہ) میں لایا گیا تو آپؑ نے محل کے دروازے پر ٹھنڈے پانی کا مٹکا دیکھا تو کہا: مجھے پینے کے لیے پانی دے دو؟

مسلم بن عمرو اور ابوقتیبہ بن مسلم باہلی نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! تم اس پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے یہاں تک کہ تم جہنم کی آگ سے کھولتا ہوا پانی پیو گے (العیاذ باللہ)

یہ سن کر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے کہا: تجھ پر ہلاکت اور وائے ہو تمھاری ماں تمھارے غم میں بیٹھے، تم کس قدر سنگ دل اور تند خُو، بد مزاج آدمی ہو۔ اے باہلہ کے بچے! تم جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کے زیادہ حق دار ہو۔ پھر حضرت مسلمؑ محل کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

قدامہ بن سعد سے مروی ہے کہ پھر عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا اور وہ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے لیے پانی لایا اور انھیں سیراب کیا۔

مدرک بن عمارہ کی روایت کے مطابق عمارہ بن عقبہ نے اپنے غلام نسیم کو پانی لانے کے لیے بھیجا اور وہ حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے لیے پانی کا کوزہ لے آیا تو حضرت مسلمؑ نے پانی پینا چاہا لیکن کوزہ خون سے بھر گیا اور آپؑ وہ پانی نہ پی سکے۔ جب آپؑ نے دوبارہ پینے کا ارادہ کیا تو وہ برتن دوبارہ خون سے بھر گیا اور آپؑ کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ کر اس میں گر گئے تو آپؑ نے کہا: الحمد للہ! اگر میری قسمت میں اس پانی کا پینا ہوتا تو مَیں اسے ضرور پی لیتا۔

پھر حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے لایا گیا تو آپؑ نے اسے سلام نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک محافظ نے آپؑ سے کہا: کیا تم امیر کو سلام نہیں کرو گے؟ آپؑ نے جواب دیا: اگر تمھارا یہ امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مَیں اس کی سلامتی کی دُعا کیوں کروں؟! اگر وہ میرے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا تو پھر اسے اور کافی لوگ سلام کرنے والے ہیں۔ اسے میرے سلام کی کیا ضرورت ہے۔

یہ سن کر عبیداللہ ابن زیاد نے کہا: تجھے ہر حالت میں قتل کر دیا جائے گا۔

آپؑ نے کہا: کیا تم مجھے ضرور قتل کرو گے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اگر تُو میرے قتل کا مصمم ارادہ کر چکا ہے تو مجھے اتنی فرصت دے کہ مَیں کسی کو اپنی وصیت کر سکوں۔ ابن زیاد نے کہا: تمھارا جس کو جی چاہتا ہے وصیت کرو۔ آپؑ نے دربار میں بیٹھے لوگوں پر نظر دوڑائی تو آپؑ کو عمر بن سعد نظر آیا۔ آپؑ نے اس سے کہا: میرے اور تمھارے درمیان رشتہ داری ہے، اس لیے مجھے تم سے ایک حاجت ہے لہٰذا میری اس حاجت کو ضرور پورا

کرنا جو ایک راز ہے۔

عمر بن سعد نے تنہائی میں آپؑ کی وصیت کو سننے سے انکار کر دیا تو ابن زیاد نے اسے کہا کہ تم اپنے چچازاد کی وصیت کو سنو اور اس کام سے ہرگز انکار نہ کرو۔ پھر عمر بن سعد حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کے ساتھ دربار کے اندر ایک طرف کھڑا ہو گیا، جہاں پر ابن زیاد ان دونوں کو دیکھ سکتا تھا۔

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے اسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میں نے کوفہ میں ایک شخص سے قرض لیا ہے، تم میرا وہ قرض ادا کر دینا اور مدینہ سے میری زمین کی آمدنی سے تمھیں یہ رقم موصول ہو جائے گی۔ میری شہادت کے بعد میرا جسد ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو میرا تمام حال لکھ کر آگاہ کر دینا کہ اب وہ کوفہ تشریف نہ لائیں بلکہ واپس چلے جائیں۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کے پاس آ کر کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے مجھ سے کیا کہا ہے؟ ابن زیاد نے کہا: اس نے تم سے جو کچھ کہا ہے، اُسے اپنے پاس راز رکھو۔

عمر بن سعد نے دوبارہ کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے مجھ سے کیا کہا ہے؟

ابن زیاد نے کہا: بتاؤ! کیا کہا ہے؟ بے شک! امین شخص خیانت نہیں کرتا اور خائن شخص کو امین نہیں بنایا جا سکتا۔ پھر عمر بن سعد نے سارا راز فاش کر دیا تو ابن زیاد نے کہا: قرض کے حوالے سے یہ تمھارا معاملہ ہے، اِسے جیسے جی چاہے نمٹاؤ لیکن حسینؑ! اگر وہ ہمارے پاس نہ آئے تو ہم بھی اُن کے پیچھے نہیں جائیں گے اور اگر انھوں نے ہمارے پاس آنے کا ارادہ کر لیا تو ہم بھی اُن سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ باقی رہا مسلمؑ کے قتل کے بعد اِن کے جسد کا معاملہ! تو ہم اس کے متعلق تمھیں سفارش نہیں کرتے کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے جبکہ اس نے ہماری مخالفت کی اور وہ ہماری ہلاکت کے درپے تھا۔

پھر ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: خدا مجھے ہلاک کر دے اگر میں تجھے یوں قتل نہ کروں کہ اسلام میں اب تک کوئی شخص اس طرح قتل نہیں ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ اس معاملہ میں وہ روش اختیار کرو جو

اسلام میں جائز نہیں ہے اور بدعات کا ارتکاب کرو کیونکہ تم اس طرح قتل کرنے، قتل کے بعد لاش کا بری طرح مثلہ کرنے اور سیرت و کردار میں باطنی نجاست کے اعتبار سے سب سے بڑے جنایت کار ہو۔

پھر ابن زیاد نے کہا: اسے قصر کی چھت پر لے جا کر قتل کر دو۔ اس نے مزید یہ بھی کہا کہ ایسے شخص کو بلاؤ، جسے ابن عقیلؑ نے سر اور شانوں پر اپنی تلوار سے ضرب لگائی ہو۔ وہ ایک شخص کو لے کر آئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا: تم اسے چھت پر لے جاؤ اور اس کا سر تن سے جدا کر دو۔

یہ (بدبخت) شخص بکیر بن حمران احمری تھا۔ ابن زیاد کے سپاہی حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ کو چھت پر لے گئے۔ اس وقت حضرت مسلمؑ کی زبان پر استغفار اور نبی خدا حضرت محمد ﷺ پر درود کی تلاوت تھی۔ آپؑ نے ان لوگوں کے لیے یوں بددعا کی:

اللھم أحکم بیننا و بین قوم غرّونا، و کادونا و خذلونا

"اے اللہ! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہمیں دھوکا و فریب دیا اور (ہمیں اپنے پاس بلا کر) ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیا"۔

پھر آپؑ کو دارالامارہ کی چھت پر لے جا کر آپؑ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا اور پھر آپؑ کے سر اور جسد کو اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا۔

حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف یہ تحریر کیا تھا کہ میں نے لوگوں سے آپؑ کے لیے بیعت لے لی ہے۔ یہ سب آپؑ پر متفق ہیں اور آپؑ کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ جن دنوں امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے، اس وقت عبداللہ ابن زبیر آپؑ سے ملاقات کے لیے آیا کیونکہ آپؑ کی حجاز میں موجودگی اس کے لیے سخت تکلیف دہ تھی۔ وہ سب سے زیادہ اس بات کو پسند کرتا تھا کہ آپؑ جلد از جلد حجاز سے روانہ ہو جائیں اور یہ مقام اس کے لیے خالی ہو جائے تا کہ وہ یہاں پر اپنی قدر و منزلت بڑھا سکے۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر خوب

جانتا تھا کہ ایسا صرف امام حسین علیہ السلام کا مکہ سے چلے جانے کے بعد ہی ممکن ہے۔

عبداللہ ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا: ابوعبداللہ! آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے کوفہ سے کافی خطوط آئے ہیں، جن میں مجھے وہاں آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ جب کہ امام علیہ السلام نے ابن زبیر کو اس بات سے بھی آگاہ کیا جو حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ نے آپؑ کی طرف خط میں کوفیوں کے بارے میں تحریر کیا تھا۔

یہ سن کر عبداللہ ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اس کے باوجود آپؑ کو کس چیز نے وہاں جانے سے روک رکھا ہے؟ خدا کی قسم! جس قدر آپؑ کے عراق میں شیعہ اور پیروکار ہیں اگر اس قدر میرے پیروکار ہوتے تو میں وہاں جانے میں ہرگز دیر نہ کرتا اور مصمم ارادے کے ساتھ چلا جاتا۔ اس کے بعد وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

عبداللہ بن عباس کو جب پتا چلا کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف کوچ کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں وہاں جانے سے روکا اور کوفیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

اِنَّكَ تاتی قومًا قتلوا أباك وطعنوا أخاك وما أراهم اِلاخا ذليك

"بے شک! آپؑ ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جس نے آپؑ کے والد بزرگوار کو شہید کیا اور آپؑ کے بھائی (حضرت امام حسنؑ) کی عیب جوئی کرتے ہوئے ان کو اذیت دی اور میں یہی دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپؑ کو تنہا چھوڑ دیں گے"۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس کوفہ والوں کے خطوط آئے ہیں اور یہ مسلمؑ کا خط ہے، جس میں انھوں نے تحریر کیا ہے کہ کوفہ والے میرے بارے میں ایک رائے پر جمع ہیں۔ جب عبداللہ ابن عباس نے آپؑ کو کوفہ کی طرف عازم سفر دیکھا تو عرض کیا: اگر آپؑ کوفہ ضرور جانا چاہتے ہیں تو اپنی اولاد اور بیویوں اور مستورات کو ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ اللہ نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ کو ان کے سامنے شہید کر دیا جائے، جیسے عثمان کے بیٹے کو قتل کیا گیا۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؓ کی اس رائے کو قبول نہ کیا۔

جب ابن عباس نے یہ دیکھا کہ آپؑ نے ان کی رائے کو رد کر دیا ہے تو ابن عباس نے آپؑ سے کہا: خدا کی قسم! اگر میں ایسا کر سکتا کہ میں آپؑ کے ساتھ چمٹ جاؤں اور آپؑ کے لباس کو مضبوطی سے پکڑ لوں تاکہ آپؑ مجھ سے جدا نہ ہو سکیں اور اپنا ہاتھ آپؑ کے بالوں میں ڈال دوں یہاں تک کہ لوگ آپؑ اور مجھ پر متفق ہو جائیں۔ اگر میرا یہ عمل مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن میں جانتا ہوں کہ خدا کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اس کے بعد ان کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور زار و قطار رونے لگے اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کو الوداع کیا۔ پھر واپس لوٹ آئے جبکہ امام حسین علیہ السلام اپنی منزل کی جانب (کوفہ کی طرف) روانہ ہوئے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ معظمہ سے روانگی کے بعد عبداللہ ابن عباس کی عبداللہ ابن زبیر سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے ابن زبیر سے کہا:

یالكِ من قُبَّرَةٍ بمعمَرِ　　خلالك الجو فبيضي واصفِري

ونقِّري ما شئت أن تُنَقِّرِي　　هذا الحسين خارجًا فاستبشِري

"اے چڑیا! اب تم آباد اور خوش حال جگہ پر رہو۔ اب تمھارے لیے فضا خالی ہے، لہٰذا تم انڈے دو اور سیٹیاں بجاؤ۔ اب تم جس جگہ کو چاہو انڈے دینے کے لیے اسے نرم کر لو۔ یہ (امام) حسینؑ (مکہ معظمہ سے) جا رہے ہیں اور تم اس خوشخبری پر خوش ہو جاؤ"۔ (1)

آپ نے ابن زبیر سے کہا: حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے چلے گئے اور اب حجاز کی سرزمین تمھارے لیے خالی ہو گئی ہے۔

عبیداللہ ابن زیاد نے جناب حُر کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے راستے کی نگرانی کرے تاکہ وہ کوفہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ جب امام علیہ السلام نے کچھ راستہ طے کر لیا تو قبیلہ بنی اسد کے دو افراد نے امام علیہ السلام سے ملاقات کی۔ امام علیہ السلام نے ان سے کوفہ کے

---

(1) تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۳، ص ۱۷، مقتل الحسین: ص ۱۳۱، تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۱۷، تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۳۳۱

حالات دریافت کیے تو انھوں نے بتایا: اے فرزندِ رسولؐ!

اِن قلوب الناس معك، وسیوفهم علیك فارجع

"لوگوں کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں لہٰذا آپؑ واپس تشریف لے جائیں"۔

ان دونوں نے امام علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ ابن عقیلؑ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی تو امام حسین علیہ السلام نے واپس جانا چاہا لیکن بنو عقیلؑ نے کہا:

لا نرجع واللہ ابداً أو ندرك ثأرنا أو نقتل بأجمعنا

"خدا کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے اور ہم اپنے شہیدوں کے خون کا بدلہ لیں گے یا ہم بھی جامِ شہادت نوش کریں گے"۔

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؑ سے ملحق ہونے والے عرب کے باشندوں سے فرمایا:

من کان منکم یرید الانصراف منّا فهو فی حلّ من بیعتنا

"تم میں سے جو ہمیں چھوڑ کر واپس جانا چاہتا ہو اس سے میں اپنی بیعت اُٹھا رہا ہوں وہ واپس جا سکتا ہے۔ پھر کئی لوگ آپؑ کو چھوڑ کر چلے گئے اور آپؑ اور آپؑ کے خاندان اور اصحاب میں سے چند افراد باقی رہ گئے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ چلتے رہے یہاں تک کہ حُر بن یزید الریاحی کے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ جب آپؑ کے اصحاب نے اس لشکر کو دُور سے دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے پوچھا: نعرۂ تکبیر کی صدا کیوں بلند کی ہے؟

آپؑ کے اصحاب نے جواب دیا: ہم نے کھجور کے درخت دیکھے ہیں۔ لیکن آپؑ کے ایک صحابی نے کہا: خدا کی قسم! یہاں پر کھجور کے درخت نہیں ہیں، میرے خیال کے مطابق تم جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ گھوڑوں کی گردنیں اور نیزوں کی نوکیں ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؑ ان کی طرف بڑھے اور حُر بن یزید الریاحی بھی اپنے ساتھیوں سمیت آپؑ سے آملا۔ حُر نے امام علیہ السلام سے کہا:

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میری جس جگہ پر بھی آپؑ سے ملاقات اور آمنا سامنا ہو، میں آپؑ کو وہیں پر روک دوں اور آپؑ کو اتنی مہلت بھی نہ دوں کہ آپؑ اپنی جگہ سے آگے بڑھ سکیں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں تم سے جنگ کروں۔ پس تم اس بات سے ڈرو کہ میرے قتل کی وجہ سے بدبخت قرار پاؤ، تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔

امام علیہ السلام کے جواب میں حر نے کہا: خدا کی قسم! اگر آپؑ کے علاوہ عرب کا کوئی شخص مجھے یہ جملہ کہتا تو میں بھی اسے جواب میں یہی کہتا خواہ وہ کوئی بھی ہوتا لیکن خدا کی قسم! میرے لیے صرف یہی سزاوار ہے کہ میں آپؑ کی والدہ کا نام عزت و احترام سے لوں۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اور حر بھی اپنے لشکر سمیت آپؑ کے ساتھ ساتھ چلتے جب کہ اس نے آپؑ کو مدینہ واپس جانے سے روک دیا جہاں سے آپ تشریف لائے تھے اور کوفہ میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہ دی، یہاں تک کہ آپؑ نے (کوفہ کے قریب ایک گاؤں) "اقساس مالک" میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کے بعد جناب حر نے عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر تمام احوال سے آگاہ کیا۔

عقبہ بن سمعان کلبی سے منقول ہے کہ جب ہم قصر ابن مقاتل سے روانہ ہوئے تو ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد امام حسین علیہ السلام کو اُونگھ آگئی اور جب آپؑ بیدار ہوئے تو فرمایا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

آپؑ نے اس کو دو دفعہ دہرایا۔ یہ سن کر حضرت علی اکبر علیہ السلام جو گھوڑے پر سوار تھے، آپؑ کے پاس آئے اور عرض کیا:

يا أبي جُعلت فداك، مم استرجعت؟ وعلام حمدت الله؟

"اے بابا جان! میری جان آپؑ پر قربان ہو، آپؑ نے کلمۂ استرجاع کیوں پڑھا ہے؟ آپؑ نے کس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے؟"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

يا بني، إنه عرض لي فارس على فرس، فقال: القوم يسيرون، والمنايا تسري إليهم فعلمت أنها أنفسنا نعيت إلينا

"بیٹا جان! میں نے ایک گھڑسوار کو دیکھا جو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ آگے کی جانب بڑھ رہے ہیں اور موت ان لوگوں کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ہمیں موت کی اطلاع دی جا رہی ہے"۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کیا:

یا اَبتاہُ، لا أراك الله سوءً أبداً، ألسنا علی الحق؟

"بابا جانؑ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رکھے، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بَلٰی والذی یرجع اِلیہ العباد

"کیوں نہیں، بے شک! اس ذات کی قسم، جس کی طرف بندگانِ خدا نے لوٹ کر جانا ہے، ہم حق پر ہیں"۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا: بابا جانؑ! جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کا کیا خوف؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے جو ایک باپ کی طرف سے اپنے بیٹے کے لیے بہترین بدلہ ہوتا ہے۔

عبیداللہ ابن زیاد (لعنۃ اللہ) نے عمر بن سعد کو رَے کی گورنری کا عہدنامہ دیا اور اسے کہا کہ تم پہلے حسینؑ کو قتل کرو اور وہاں سے واپس آ کر رَے کی طرف روانہ ہو جانا۔

عمر بن سعد نے کہا: اے امیر! مجھے حسینؑ کے قتل سے معاف کرو۔

ابن زیاد نے کہا: چلو! تمہیں اس کام سے معاف کیا لیکن تمہاری رَے کی گورنری کا کیا بنے گا؟

یہ سن کر ابن سعد نے کہا: مجھے اس بارے میں سوچنے کی مہلت دو۔ تو اس نے اسے مہلت دے دی اور وہ اگلے دن امام حسین علیہ السلام کے قتل پر رضامند ہو گیا اور اپنی فوج کے ہمراہ امامؑ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔

جب عمر ابن سعد کا لشکر قریب آ گیا اور وہ جنگ کے لیے امام حسین علیہ السلام کے مدِ مقابل

آ کھڑے ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

اللهم إنك تعلم أني لا أعلم أصحاباً خيراً من أصحابي، ولا أهل بيت خير من أهل بيتي، فجزاكم الله خيراً فقد آزرتم وعاونتم، والقوم لا يريدون غيري ولو قتلوني لم يبتغوا غيري أحداً، فإذا جنكم الليل فتفرقوا في سواده، وانجوا بأنفسكم

"اے پروردگار! یقیناً تُو جانتا ہے کہ مَیں نے اپنے اصحاب سے زیادہ بہتر کسی کے اصحاب نہیں پائے اور نہ ہی میرے خاندان کے افراد سے بہتر کسی کے خاندان والے ہیں۔ پس! اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ بے شک! تم نے میری غم خواری اور مدد کی لیکن یہ قومِ اشقیاء صرف میرے خون کی پیاسی ہے۔ اگر انھوں نے مجھے شہید کر دیا تو انھیں کسی اور کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا جب تمھارے سامنے رات کی تاریکی چھا جائے تو اس تاریکی میں منتشر ہو جاؤ اور اپنی جانوں کو بچا لو"۔

یہ سن کر آپؑ کے بھائی حضرت ابو الفضل العباسؑ، آپؑ کے فرزند حضرت علی اکبرؑ اور جنابِ عقیلؑ کی اولاد نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ کی پناہ! حرمت کے اس مہینے میں ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم یہاں سے واپس چلے جائیں تو لوگوں کو کیا جواب دیں گے کہ ہم نے اپنے سیّد و سردار کے بیٹے، اپنی پناہ گاہ اور خاندان کے ستون اور اپنے سیّد و سردار کو تنہا چھوڑ دیا تھا اور انھیں تیر و تلوار، نیزوں اور درندوں کے آگے چھوڑ آئے ہیں۔ ہم آپؑ کے بغیر مزید جینا نہیں چاہتے۔ ہم اس بات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں بلکہ ہمارا جینا اور مرنا آپؑ کے ساتھ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ان کی یہ باتیں سن کر رونے لگے اور آپؑ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھ کر آپؑ کی مظلومیت پر آپؑ کے یہ جاںنثار بھی رو دیے۔ امام علیہ السلام نے انھیں جزائے خیر کی دُعا دی۔

علی ابن حسینؑ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں شبِ عاشور علیل تھا اور اپنے والد گرامی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جبکہ آپؑ تیروں کی مشق کر رہے تھے۔ آپؑ کے

سامنے حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام جونؓ تشریف فرما تھے اور آپؑ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

یا دھر أف لك من خلیل   کم لك فی الاشراق والأصیل

من صاحب وماجد قتیل   والدھر لا یقنع بالبدیل

والأمر فی ذاك إلی الجلیل   وکل حی سالك السبیل

"اے زمانے! تجھ پر افسوس ہے کیونکہ تُو ایسا دوست ہے جو صبح کچھ ہوتا ہے اور شام کے وقت کچھ ہوتا ہے۔ تُو کبھی دوست ہوتا ہے اور کبھی مقتول کے خون کا طلب گار اور تُو کسی بھی چیز کے عوض پر راضی نہیں ہوتا اور بے شک ہم سب کو خداوند جلیل کی بارگاہ کی طرف لوٹنا ہے اور ہر زندہ شخص اسی راستے پر چل رہا ہے"۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: جب میں نے اپنے بابا جانؑ کی زبان سے یہ اشعار سنے تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جب میری پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا نے یہ اشعار سنے تو آہ و بکا اور اپنے چہرے پر ماتم کرتی ہوئی کھلے سر باہر تشریف لے آئیں اور فرمایا:

واثکلاہ ! واحزناہ ! لیت الموت أعدمنی الحیاۃ ، یاحسیناہ یا سیّداہ یا بقیۃ أھل بیتاہ ، استقلت ویئست من الحیاۃ ، الیوم مات جدّی رسول اللہ وأمی فاطمۃ الزھراء ، وأبی علی ، وأخی الحسن ، یا بقیۃ الماضین وثمال الباقین

"ہائے میں برباد ہو گئی! ہائے یہ مصیبت و پریشانی! اے کاش کہ مجھے موت آچکی ہوتی اور میں یہ دن نہ دیکھتی۔ ہائے حسینؑ! ہائے سیّد و سردار! ہائے اہل بیتؑ رسولؐ کی باقی بچ جانے والی نشانی، آپؑ اپنی زندگی سے مایوس اور ناامید ہو گئے۔ گویا آج میرے نانا رسولؐ خدا، میری والدہ حضرت فاطمہ زہراؑ، میرے بابا علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آپؑ گزرے ہوئے لوگوں کی یاد اور باقی بچ جانے والوں کا آسرا و سہارا ہیں"۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے یہ بین اور آہ و زاری سن کر امام حسین علیہ السلام نے عربی کی ایک ضرب المثل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یا اختی لو ترك القطا لنام

"اے میری بہن! اگر قطا کو رات میں کو چھوڑا جائے تو وہ اپنے آشیانہ میں آرام سے سو جاتا"۔ (۱)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: آپ اپنی جان کو زبردستی ہم سے جدا کر رہے ہیں، اس بات نے میرے حزن و ملال کو مزید بڑھا دیا ہے اور میرے دل کو زیادہ غمگین کر دیا ہے۔ پھر جناب زینب سلام اللہ علیہا پر غشی طاری ہو گئی اور آپؑ اسی بات کا تکرار کرتی رہیں اور امام حسین علیہ السلام آپ کو سہارا دے کر خیام کے اندر لے گئے۔ (مزید دیکھیے: تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۴۰)

مقتل امام حسینؑ کا مزید تذکرہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے پوچھا کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میں تمہیں تین اُمور میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا کہتا ہوں:

۱. تم مجھے چھوڑ دو اور میں خود یزید (لعین) کے پاس چلا جاتا ہوں۔
۲. یا میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاتا ہوں۔
۳. یا میں مسلمانوں کے کسی دُور دراز علاقے میں چلا جاتا ہوں اور وہیں مقیم رہوں گا۔

یہ سن کر ابن سعد خوش ہو گیا اور اس نے یہ سمجھا کہ ابن زیاد اسے قبول کرلے گا لہٰذا اس نے فوراً ایک قاصد ابن زیاد کی طرف بھیجا تاکہ اسے امام حسین علیہ السلام کے اس ارادہ سے آگاہ کرے نیز ابن سعد نے قاصد کے ذریعے ابن زیاد کو یہ پیغام بھی دے بھیجا کہ اگر تم سے ان باتوں کا دیلم کا کوئی شخص بھی سوال کرتا اور تم اسے قبول نہ کرتا تو گویا تم نے اس پر ظلم کیا۔

جب ابن زیاد کو یہ پیغام ملا تو اس نے جواب میں کہا: اے سعد کے بیٹے! تم راحت و چین کے خواہش مند ہو اور حسینؑ کو چھوڑ دینا چاہتے ہو، تم اس کا مقابلہ کرتے ہوئے ان سے

---

(۱) یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو بلا ارادہ کسی مصیبت پر مجبور کیا جائے۔

جنگ کرو۔ تم سے میں صرف اس صورت میں راضی ہوں گا جب تم میرے احکامات کی پیروی کرو گے اور حسینؑ میرے حکم کے مطابق عمل (یزید کی بیعت) پر رضامند ہوگا۔

جب امام حسین علیہ السلام کو ابن زیاد کے ان ناپاک ارادوں کا پتا چلا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی پناہ! میں کبھی مرجانہ کے بیٹے کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوں گا۔ (عقد ابن فرید، ج ۲، ص ۳۷۹، شرح شافیہ ابی فراس، ص ۱۳۷)

ابن زیاد نے شمر ابن ذی الجوشن الضبابی سے کہا کہ وہ ابن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ کرے تو پھر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری بروز جمعۃ المبارک عمر ابن سعد نے امام حسینؑ سے جنگ کی۔ تو پھر امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ایک ایک نے میدان میں جا کر جنگ کی یہاں تک کہ سب نے جام شہادت نوش کیا۔

مدائنی نے بیان کیا ہے جبکہ اس روایت کو اسماعیل بن ابی ادریس نے اپنے باپ سے اور اس نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے روایت نقل کی ہے کہ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ اولادِ حضرت ابوطالبؑ میں سے سب سے پہلے آپؑ کے فرزند حضرت علی اکبر علیہ السلام شہید ہوئے۔

آپؑ میدان میں یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کر رہے تھے:

أنا علی بن الحسین بن علی — نحن وبیت اللہ أولی بالنبی

من شبث ذاك ومن شمر الدنی — أضربکم بالسیف حتی یلتوی

ضرب غلام ھاشمی علوی — ولا أزال الیوم أحمی عن أبی

واللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

"میں حسینؑ ابن علیؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔ رب کعبہ کی قسم! ہم نبیؐ سے قرابت داری کے اس شبث اور اس ذلیل و پست شخص شمر سے زیادہ حق دار ہیں۔ میں تم کو تلوار سے ایسی کاری ضربیں لگاؤں گا جو ایک ہاشمی اور خاندانِ قریش کے جوان کی ضربیں ہوں گی۔ اور میں آج اپنے بابا کی

حمایت میں یوں ہی جنگ کرتا رہوں گا۔ خدا کی قسم! ہم پر حرام زادے
کی حکومت نہیں چلے گی"۔

آپؑ نے کئی دفعہ ان اشعار کو دہرایا تو مرۃ بن منقذ العبدی ملعون نے آپؑ کو دیکھ کر کہا: تمام عربوں کے گناہ میرے سر ہوں اگر اس نے مجھ سے بھی ویسے ہی کہا جیسے میں اسے کہتا ہوا دیکھ رہا ہوں، اگر یہ میرے پاس سے گزرا تو میں اس کی ماں کو اس کے غم میں رُلاؤں گا۔

آپؑ فوج اشقیاء پر بڑھ چڑھ کر حملہ کر رہے تھے اور درج بالا اشعار دہرا رہے تھے کہ مرۃ بن منقذ نے آپؑ کا راستہ روکا اور اپنا نیزہ آپؑ کے سینے میں اُتار دیا اور آپؑ زمین پر آ گرے۔ یہ منظر دیکھ کر یزیدی لشکر آپؑ پر ٹوٹ پڑا اور انھوں نے آپؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت میرے کانوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی آواز آئی، وہ فرما رہے تھے:

قتل الله قومًا قتلوك یا بنّی، ما أجرأهم علی الله، وعلی انتهاك
حرمة الرسول

"اے میرے بیٹا جان! خدا اس قوم کو ہلاک کرے جس نے تمھیں شہید
کیا ہے۔ یہ قوم اشقیاء خدا اور رسولؐ خدا کی حُرمت کو پامال کرنے پر کس
قدر جری ہو گئی ہے؟"

پھر آپؑ نے فرمایا:

علی الدنیا بعدك العفاء

"تمھارے بعد دنیا اور اس کی زندگی پر افسوس ہے"۔

حمید کہتا ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا کہ روشن آفتاب کے مانند ایک خاتون خیام حسینیؑ سے تیزی سے نکلی اور وہ پکار رہی تھی:

یا حبیباه، یا ابن أخاه

"ہائے میرا پیارا، محبت و اُلفت والا بھتیجا!"

حمید بیان کرتا ہے: میں نے اس خاتون کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی صاحبزادی حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہیں۔ حضرت زینبؑ نے خود کو حضرت علی اکبرؑ کے لاشے پر گرا دیا تو امام حسین علیہ السلام آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں خیمے میں چھوڑ آئے۔ پھر اپنے بیٹے کے لاشے پر دوبارہ تشریف لائے اور بنو ہاشم کے جوانوں کو صدا دی:

احملوا أخاكم

''اپنے بھائی کے لاشہ کو اٹھاؤ''۔

پھر یہ جوان ان کو میدان سے اٹھا کر خیامِ حسینیؑ میں لائے اور ان کے لاشۂ اطہر کو امامؑ کے سامنے رکھ دیا۔

سعید بن ثابت سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند حضرت علی اکبرؑ میدانِ جنگ کی طرف نکلے تو امام علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور آپ گریہ کرنے لگے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اللهم كُن أنت الشهيد عليهم ، فبرز اِليهم غلام أشبه الخلق برسول الله

''اے بارِ الٰہا! تو اس قومِ اشقیاء پر گواہ رہنا کہ اب ان کی طرف وہ جوان جا رہا ہے جو صورت میں اللہ کے رسولؐ سے مشابہ ہے''۔ (مقتل الحسینؑ: ص ۸۲، تاریخ ابن اثیر: ج ۳، ص ۳۳، تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۵۶)

اس کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان میں تشریف لے گئے اور قومِ اشقیاء پر بڑھ چڑھ کر حملے کیے۔ پھر اپنے بابا جان کے پاس واپس آئے اور عرض کیا:

يَا أبا العطش

''بابا جان! مجھ پر سخت پیاس کا غلبہ ہے''۔

تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

اصبر حبيبى فانك لا تمسى حتى يسقيك رسول الله بكاسه

''میرے پیارے محبوب! صبر کرو، یقیناً آج شام سے پہلے تمھیں رسولؐ

خدا اپنے ہاتھ سے (حوضِ کوثر کے جام سے) سیراب فرمائیں گے"۔

آپؑ نے کئی دفعہ اس جملے کو دُہرایا یہاں تک کہ پھر ایک تیر آیا جو حضرت علی اکبر علیہ السلام کے گلوئے مبارک پر لگا اور اس نے آپؑ کے حلق کو چھید دیا اور آپؑ خون میں لت پت ہو گئے۔ پھر آپؑ نے صدا دی:

يا أبتاه عليك السلام، هذا جدّي رسول الله يقرئك السلام،

ويقول: عجل القدوم إلينا، وشهق شهقة فارق الدنيا

"اے بابا جانؑ! آپؑ پر میرا (آخری) سلام ہو۔ یہ جدِّ بزرگوار رسولؐ خدا میرے پاس تشریف لائے ہیں اور آپؑ کو سلام کہہ رہے ہیں اور وہ فرما رہے ہیں کہ آپؑ جلدی سے ہمارے پاس آجائیں اور دنیا سے جدائی پر اپنی نظریں گاڑ لیں"۔

حمید ابن مسلم بیان کرتا ہے: جب یزیدی لشکر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہر طرف سے گھیر لیا تو آپؑ کے خاندان کا ایک نوخیز لڑکا خیامِ حسینیؑ سے نکل کر آپؑ کی جانب میدان کی طرف بڑھا اور حضرت زینبؑ بنت علیؑ نے اسے روکنے کی کوشش کی کیونکہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ (بہن زینبؑ!) اسے روک لو، لیکن اس نوخیز لڑکے نے (اپنے چچا کو مظلومیت کی حالت میں دیکھ کر) رُکنے سے انکار کر دیا۔ وہ تیزی سے میدان کی طرف امام حسین علیہ السلام کی جانب دوڑا اور امام علیہ السلام کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ جب ابجر بن کعب نے تلوار سے امام حسین علیہ السلام پر وار کرنا چاہا تو اس لڑکے نے ابجر سے کہا:

يا ابن الخبيثة أتقتل عمّي؟

"اے خبیث عورت کے بیٹے! کیا تُو میرے چچا کو قتل کرتا ہے؟"

یہ سن کر ابجر نے اس نوخیز لڑکے پر تلوار سے وار کیا اور اس نے اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے وار سے بچنے کی کوشش کی مگر یہ وار جلد تک پہنچ گیا اور آپ کا بازو کٹ کر جلد کے ساتھ لٹکنے لگا تو اس نوخیز لڑکے نے صدا دی: یا أماہ! ہائے اماں جان!

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے میرے بھتیجے!

خدا نے تمھیں جس اجر اور ثواب سے نوازا ہے اس پر صبر کرو۔ بے شک! خدا تمھیں تمھارے نیک و صالح آباء و اجداد رسولؐ خدا، حضرت حمزہؑ، حضرت علیؑ، حضرت جعفرؑ اور حضرت حسنؑ سے ملانے والا ہے"۔ (تاریخ طبری: ص ۲۵۹، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۴، ص ۳۲)[1]

ایک شخص کربلا میں آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہوا اور امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک صحابی (محمد بن بشیر حضرمی) سے کہا: تمھارے بیٹے کے متعلق یہ خبر ہے کہ اسے دیلم کے لوگوں نے قید کرلیا ہے، لہٰذا تم میرے ساتھ واپس چلو تاکہ اس کی رہائی کے لیے فدیہ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ امام حسین علیہ السلام کے اس صحابی نے کہا: اگر میرا بیٹا قید ہو چکا ہے تو اب میں کیا کروں؟ میں خدا کی بارگاہ میں اس کے بارے میں اور اپنا حساب لوں گا۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ، میں نے تم سے اپنی بیعت اُٹھالی ہے اور میں تمھیں تمھارے بیٹے کی رہائی کے لیے فدیہ بھی دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا: یہ ناممکن ہے کہ میں آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں اگر خدانخواستہ میں آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو کیا پھر سواروں سے آپؑ کے متعلق پوچھتا رہوں کہ میرے آقا و سردار کے بارے میں بتاؤ۔ نہیں! خدا کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا اور میں آپؑ کو ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ پھر یہ میدان میں جا کر یزیدی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے (وقتِ آخر) پانی طلب کیا تو شمر (ملعون) نے کہا:

واللہ لا تردہ أو ترد النار

"خدا کی قسم! تمھیں پانی نہیں دیا جائے گا یہاں تک کہ تم جہنم کی آگ میں پہنچ جاؤ"۔ (العیاذ باللہ)

ایک اور بدبخت نے کہا: اے حسینؑ! کیا تم اس بہتے ہوئے دریائے فرات کو نہیں دیکھ رہے ہو گویا یہ زندگی کا سرچشمہ ہے لیکن خدا کی قسم! تم اس بہتے ہوئے دریا سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے یہاں تک کہ تم پیاسے دنیا سے چلے جاؤ۔

---

[1] اس شہزادے کا نام عبداللہ بن حسنؑ ہے اور ان کی بوقت شہادت عمر مبارک صرف گیارہ برس تھی۔ (مترجم)

اس بدبخت کی یہ جسارت دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اس کو بددعا دی:

اللھم أمتہ عطشًا

"اے بارِ الٰہا! اسے پیاسا مارنا"۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ مجھے پانی سے سیراب کرو۔ جب اس کے لیے پانی لایا جاتا اور یہ پانی پیتا تو اس کے منہ سے پانی باہر نکل جاتا۔ پھر یہ کہتا کہ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پیاس نے مار دیا ہے۔ جب دوبارہ پانی لایا جاتا اور یہ پیتا تو اس کے منہ سے پانی نکل جاتا یہاں تک کہ یہ (ملعون) فی النار ہوگیا۔

ابومخنف بیان کرتا ہے: حمید ابن مسلم سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ بن علیؑ کو بلایا اور انھیں پانی لانے کے لیے فرات کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ تیس گھڑسوار اور تیس پیادے روانہ کیے جب کہ ان کے پاس بیس پانی کی مشکیں تھیں۔ جب یہ لوگ آگے بڑھتے ہوئے پانی کے قریب پہنچ گئے تو حضرت نافع بن ہلال الجملی پیش قدمی کرتے ہوئے سب سے آگے تھے۔

عمرو بن حجاج نے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے جواب دیا: میں نافع بن ہلال ہوں۔

یہ سن کر عمرو بن حجاج نے کہا: خوش آمدید، مرحبا میرے بھائی! تمھارا یہاں کیسے آنا ہوا؟ آپ نے جواب دیا: ہم اس لیے یہاں آئے ہیں تاکہ پانی سے سیراب ہوسکیں جس سے تم لوگوں نے ہمیں محروم کر رکھا ہے۔ عمرو نے کہا: تم اس پانی کو پی سکتے ہو۔

یہ سن کر حضرت نافع بن ہلال نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں اس وقت تک اس پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پیاسے ہیں۔

عمرو بن حجاج نے کہا: تم لوگوں کا جو ارادہ ہے تم اسے پورا نہیں کرسکتے ہو کیوں کہ ہمیں صرف اسی مقصد کی خاطر دریا پر تعینات کیا گیا ہے تاکہ ہم تمھیں اس پانی سے سیراب نہ ہونے دیں۔

جب حضرت نافع بن ہلال کے ساتھی ان کے قریب آگئے تو آپ نے پیادہ افراد سے کہا کہ اپنی مشکیں بھرلو۔ پھر پیادہ افراد تیزی سے آگے بڑھے اور نہر میں اُتر کر اپنی مشکوں کو

پانی سے بھر لیا اور پھر نہر سے باہر نکل آئے۔ عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے آپ کو روکنے کے لیے حملہ کیا لیکن حضرت عباسؑ، نافع بن ہلال اور آپ کے ساتھیوں نے مل کر اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ پھر اپنی سواریوں کے پاس واپس آئے اور پیادہ افراد کو واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پانی کی مشکوں کو لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کی خدمت میں یہ مشکیں پیش کیں۔

قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے بنوابان بن دارم کے ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ سیاہ تھا حالانکہ میں اُسے جانتا تھا کہ وہ ایک خوب صورت شخص تھا اور اس کا رنگ انتہائی سفید تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ تو اس نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ایک ایسے نوجوان کو قتل کیا جس کی ابھی تک ریش بھی نہیں آئی تھی اور اس کے ماتھے پر سجدوں کے نشان تھے۔ جب سے میں انھیں قتل کرنے کے بعد رات کو سونے کا ارادہ کرتا ہوں تو یہ نوجوان میرے پاس آتا ہے اور مجھے گریبان سے پکڑ کر جہنم تک لے جاتا ہے، پھر مجھے جہنم کی آگ میں ڈال دیتا ہے۔ میں چیختا چلاتا رہتا ہوں اور کوئی زندہ شخص یہاں پر ایسا نہ ہوگا، جس نے میری چیخ و پکار نہ سنی ہو۔

راوی کہتا ہے: وہ مقتول حضرت عباسؑ ابن علیؑ تھے۔

ہانی بن ثبیت القابضی سے منقول ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جنھوں نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام پر ڈھائے جانے والے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں گھڑسواروں کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر کھڑا تھا کہ اتنے میں خیام حسینؑ سے امام حسین علیہ السلام کی آل میں سے ایک بچہ نکلا۔ وہ خوفزدہ حالت میں کبھی دائیں دیکھتا اور کبھی بائیں دیکھتا تھا۔ اتنے میں ہمارے لشکر سے ایک شخص (1) آگے بڑھا یہاں تک کہ وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس بچے کے قریب پہنچ گیا اور وہ اپنے گھوڑے سے تھوڑا جھکا اور اس بچے پر وار کر کے اسے شہید کر دیا۔

راوی کہتا ہے: جب امام حسین علیہ السلام میدانِ کارزار میں جنگ میں مشغول تھے تو اسی دوران شمر ملعون نے امام حسین علیہ السلام کے باقی ماندہ لشکر پر حملہ کر دیا اور آپؑ کے خیام کی طرف آیا

---

(1) تاریخ ابن اثیر: ج ۴، ص ۳۳ پر مذکور ہے کہ اس کا نام ھیبت بن ہانی الحضرمی ہے۔

تاکہ انھیں لوٹ سکے۔ یہ منظر دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ویلکم، إن لم یکن لکم دین فکونوا أحرارًا فی الدنیا، فرحلی لکم عن ساعة مباح

”تم لوگوں پر وائے ہو! اگر تمھارا کوئی دین نہیں ہے تو اپنی دنیا میں آزاد مرد بنو۔ میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ پست حرکت کرنا“۔

یہ سن کر وہ شرمسار ہو کر واپس لوٹ آیا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور مصروفِ قتال ہوئے جبکہ آپؑ کے بیٹے، بھائی، بھتیجے اور چچازاد بھائی سب شہید ہو چکے تھے اور اس وقت کوئی ایک بھی ان میں باقی نہیں بچا تھا۔ اسی اثناء میں ذرعہ بن شریک (لعنۃ اللہ) نے آپؑ کے بائیں شانے پر تلوار سے وار کیا اور آپؑ زمین پر گر گئے۔ پھر ابو الجنوب زیاد بن عبدالرحمٰن الجعفی، قشعم، صالح بن وہب یزنی اور خولی بن یزید نے آپؑ کو شہید کر دیا۔ یہ چاروں ملعونین آپؑ پر ضربیں چلا رہے تھے اور یہ مل کر وار کرتے ہوئے آپؑ کو شہید کر رہے تھے۔

اس کے بعد سنان بن انس نخعی (ملعون) گھوڑے سے نیچے اُترا تو اس نے آپؑ کا سرِ مبارک تن سے جدا کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے یہ حکم دیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ان کے سینۂ اقدس، کمر، پہلو اور چہرۂ مبارک کو پامال کر دینا۔ اس حکم کی تعمیل کی خاطر فوجِ یزید نے آپؑ کے لاشہ پر گھوڑے دوڑائے۔ (تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۶۱، تاریخ ابن اثیر: ج ۴، ص ۳۵، مروج الذہب: ج ۲، ص ۶۶)

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کے خاندان کے افراد کو اسیر کر لیا گیا۔ ان اسیروں میں اولادِ امام حسن علیہ السلام میں عمر، زید اور حسن مثنیٰ شامل تھے جبکہ حسن مثنیٰ جنگ کے دوران زخمی ہوئے اور فوجِ اشقیاء آپؑ کو زخمی حالت میں اپنے ساتھ اُٹھا کر لے گئی۔ ان قیدی مردوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے حضرت علی زین العابدین علیہ السلام بھی تھے۔ آپؑ کی والدہ اُم ولد (حضرت شہربانو) تھیں۔ ان قیدیوں میں عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ، حضرت اُمِ کلثومؑ بنت علیؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا بھی تھیں۔

جب ان قیدیوں کو یزید (لعین) کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل دربارِ یزید میں کھڑے ہو کر کہتا ہے:

أو قر ركابی فضة أو ذهبا　　　فقد قتلت الملك المحجبا

قتلت خیر الناس أمًّا وأبًا　　　وخیرهم إذ ینسبون نسبا

''میرے دامن کو چاندی یا سونے سے بھر دو کیونکہ میں نے صاحبانِ دربان سید و سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے سب سے بہتر و برتر اور نسب کے اعتبار سے سب سے افضل تھے''۔

امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس یزید لعین کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا تو اس نے ایک چھڑی کے ساتھ امام علیہ السلام کے سامنے والے دندانِ مبارک پر گستاخی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

نفلّق هامًا من رجال أعزة　　　علینا وهم كانوا أعق وأظلما

''ہم ایسے مردوں کی کھوپڑیاں چیرتے ہیں جو ہمیں عزیز ہیں لیکن وہ زیادہ نافرمان اور ظالم ہو گئے تھے''۔

ایک دوسری روایت کے مطابق ابن زیاد ملعون نے یہ گستاخی کی تھی۔ جب کہ ایک اور روایت کے مطابق جب یزید نے اپنے سامنے امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کو دیکھا تو اس نے بطورِ تمثیل عبداللہ بن زبعری کے درج ذیل اشعار پڑھے:

لیت أشیاخی ببدر شهدوا　　　جزع الخزرج من وقع الأسل

قد قتلنا القرم من أشیاخهم　　　و عدلناه ببدر فاعتدل

''اے کاش! میرے وہ بزرگ آج زندہ ہوتے جو جنگِ بدر میں مارے گئے تھے تو وہ دیکھتے کہ تلواروں اور نیزوں کے چلنے سے خزرج کس طرح آہ و زاری کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر کے ان سے جنگِ بدر کا حساب بے باق کر دیا ہے''۔

پھر یزید لعین نے علیؑ بن الحسینؑ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بلایا اور ان سے پوچھا: تمھارا کیا نام ہے؟ آپؑ نے جواب دیا: علیؑ ابن الحسینؑ۔

یہ سن کر اس لعین نے کہا:

أولم يقتل الله على بن الحسين؟

"کیا حسینؑ کے بیٹے علیؑ کو خدا نے قتل نہیں کر دیا تھا"۔

تو آپؑ نے فرمایا:

قد كان لى أخ أكبر منى يسمى، علياً فقتلتموه

"وہ مجھ سے بڑا میرا بھائی ہے، اس کا نام بھی علیؑ ہے، جسے تم لوگوں نے قتل کیا ہے"۔ (الارشاد: ص ۲۲۸، تاریخ کامل: ج ۴، ص ۳۸، تاریخ طبری: ج ۶، ص ۲۶۳)

یزید نے آپؑ کے جواب میں کہا: بل الله قتله "نہیں! بلکہ اسے خدا نے قتل کیا ہے"۔

یزید کے تکبر اور گستاخی کو دیکھ کر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (سورۂ زمر: آیت ۴۲)

"خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں اپنی طرف بلاتا ہے اور جو لوگ نہیں مرے، اُن کی روحیں ان کی نیند میں کھینچ لی جاتی ہیں۔ پس جن کے بارے میں خدا موت کا حکم دے چکا ہے، ان کی روحوں کو روک رکھتا ہے اور باقی (سونے والوں کی روحوں کو) ایک مقررہ وقت تک واپس بھیج دیتا ہے۔ بے شک! جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے اس میں (قدرتِ خدا کی) یقیناً بہت نشانیاں موجود ہیں"۔

اس آیت کے جواب میں یزید لعین نے درج ذیل آیت پڑھی:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ

كَثِيْرٍ ۝ (سورۂ شوریٰ: آیت ۳۰)

"اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے، وہ تمھارے اپنے ہی ہاتھوں کے کرتوت ہیں اور اس پر بھی وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے"۔

یزید لعین کی اس بات کے جواب میں امام زین العابدینؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (سورۂ حدید: آیت ۲۲-۲۳)

"روئے زمین پر جتنی مصیبتیں اور خود تم لوگوں پر جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، وہ ہم نے ان کی پیدائش سے پہلے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دی ہیں اور بے شک! خدا کے لیے یہ امر آسان ہے تاکہ جب کوئی چیز جاتی رہے تو تم اس کا رنج نہ کرو اور جب کوئی چیز (نعمت) خدا تم کو دے تو اس پر نہ اِترایا کرو اور خدا کسی اِترانے والے شیخی باز کو دوست نہیں رکھتا"۔

پھر ایک شامی کھڑا ہو کر یزید لعین سے کہتا ہے: اگر مجھے اجازت دو تو میں اِسے قتل کر دیتا ہوں۔ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس شامی کی یہ جسارت دیکھی تو فوراً خود کو امام سجاد علیہ السلام کے اُوپر گرا دیا۔

یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرے شخص نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: اے امیر! یہ خاتون مجھے ہبہ کر دو، میں اسے اپنی کنیز بنا لوں گا۔

اس گستاخی کی اس گستاخی پر بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

لا، ولا کرامة، لیس لك ذلك ولا له إلاّ أن یخرج من دین الله

"نہیں! تم ایسا نہیں کر سکتے اور اس میں ہرگز بزرگی و کرامت کی بات نہیں ہے۔ تم اور یہ (یزید لعین) صرف اس صورت میں ایسا کر سکتے ہو اگر دینِ خدا سے خارج ہو جاؤ"۔

اس پر یزید لعین نے چلاتے ہوئے اس گستاخ سے کہا: تم بیٹھ جاؤ۔ پھر وہ چپ چاپ بیٹھ گیا۔ پھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید! تم ہمارا جتنا خون بہا چکے ہو، تمھارے لیے یہی کافی ہے۔

پھر امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اگر تُو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو پھر ان مستورات پر رحم کر اور انھیں کسی کے ساتھ (واپس مدینہ) روانہ کردے۔

یزید لعین نے کہا: نہیں! انھیں تم ہی واپس لے جاؤ گے۔

پھر یزید نے امام سجاد علیہ السلام سے کہا: آپ منبر پر جا کر لوگوں سے اس بات پر معذرت کریں، جو کچھ تمھارے باپ نے کیا ہے تو آپؑ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاس! من عرفني فقد عرفني، ومن لم يعرفني، فأنا أعرفه بنفسي، أنا علي بن الحسين، أنا ابن البشير النذير، أنا ابن الداعي إلى الله بإذنه، أنا ابن السراج المنير

"اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنی ذات کا تعارف کروائے دیتا ہوں۔ میں حسینؑ کا بیٹا علیؑ ہوں، میں (جنّت کی) بشارت دینے والے اور (جہنم سے) ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو خدا کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہے۔ میں روشن چراغ کا بیٹا ہوں"۔

مؤلف کہتے ہیں: یہ خطبہ طولانی ہے اس لیے میں اسے مکمل طور پر بیان نہیں کرنا چاہتا لہٰذا اس کے بعض فقرات کو یہاں ذکر کیا ہے۔

پھر یزید نے امام سجاد علیہ السلام سے کہا: وہ اپنے خاندان کی مستورات اور چچازاد بھائیوں (امام حسن علیہ السلام کے بیٹوں) کے ہمراہ واپس مدینہ چلا جائے تو امام سجاد علیہ السلام ان کے ہمراہ واپس آگئے۔ (تاریخ طبری: ج۶، ص ۲۶۳)

حضرت ابوبکرؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ

آپؓ کے نام سے آگاہی حاصل نہیں ہوسکی (جبکہ ابوبکر آپؓ کی کنیت ہے)۔ آپؓ کی والدہ کا نام خوصاء بنت حفصہ بن بکر بن وائل ہے۔ مدائنی سے منقول ہے کہ مسرف بن عقبہ اور اہل مدینہ کے درمیان برپا ہونے والے دردناک واقعۂ حرہ کے روز ابوبکر بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ شہید ہوئے۔

حضرت عونؓ بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ

آپؓ کا نام عون بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ ہے اور آپؓ عون الاصغر ہیں جبکہ آپؓ کے دوسرے بھائی عون الاکبر واقعۂ کربلا کے دوران حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کے ہمراہ شہید ہوئے تھے۔ عون الاصغر کی والدہ کا نام جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن ربیعہ بن ریاح بن عوف بن ہلال بن ربیعہ بن شمخ بن فزارہ ہے۔ آپؓ کی والدہ کا تعلق بنو فزارہ بن عوف الفزاری سے ہے۔

آپؓ کے نانا مسیب توابین کے سرداروں میں سے ایک ہیں، جنھوں نے ابن زیاد ملعون کے خلاف خروج کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ناحق خون کا قصاص طلب کیا تھا۔ یہ توابین عین الوردہ کے مقام پر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؓ کو امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا اور آپؓ نے امیر المومنینؑ کے ہمراہ جنگوں میں شرکت کی۔

جناب عون واقعۂ حرہ کے موقع پر شہید ہوئے جب کہ آپؓ کو مسرف بن عقبہ کے ساتھیوں نے شہید کیا۔

جنابِ عبیداللہؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کا نام عبیداللہ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن حنظلہ ہے۔

آپ کو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے ساتھیوں نے جنگِ مذار کے موقع پر قتل کیا۔ آپ حضرت مختار کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ لوگوں سے میرے لیے بیعت طلب کریں اور حکومت کے اُمور میرے حوالے کرو لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا تو عبیداللہ جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کو چھوڑ کر مصعب ابن زبیر کے پاس چلے گئے۔ آپ لڑائی کے دوران اس کیفیت میں مارے گئے کہ آپ کی پہچان نہ ہو سکی کہ آپ عبیداللہ بن علیؑ ہیں۔ (المعارف: ص ۱۷۶، مروج الذہب: ج ۲، ص ۸۲)

جنابِ عبداللہؒ بن محمدؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور آپ کی کنیت ابوہاشم ہے۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد ہیں اور ان کا نام نائلہ ہے۔ آپ فصیح و بلیغ زبان، خوش بیان اور مناظرانہ و عالمانہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ اپنے والد محمد بن علیؑ کے وصی و جانشین تھے اور خراسان کے شیعہ آپ کے متعلق یہ نظریہ رکھتے تھے کہ آپ کے والد نے آپ کو اپنا جانشین قرار دیا تھا لہٰذا آپ ہی امام ہیں۔ آپ نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو اپنا وصی اور جانشین نامزد کیا جب کہ محمد نے ابراہیم الامام کو اپنا وصی نامزد کیا۔ یوں اس سبب سے یہ جانشینی اور وصایت بنوعباس میں منتقل ہوئی۔

آپ کو (آلِ مروان سے) سلیمان بن عبدالملک نے زہر دیا اور آپ شام کی سرزمین میں حمیمہ کے مقام پر اس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔

غسان بن عبدالحمید سے مروی ہے کہ ابوہاشم (عبداللہ بن محمد) اپنی بعض ضروریات اور حاجات کو پورا کروانے کے ارادہ سے سلیمان بن عبدالملک کے پاس شام آئے۔ پھر جب آپ واپس مدینہ جانے کے لیے آمادۂ سفر ہوئے اور اپنا سامان روانہ کر دیا تو سلیمان آپ کو

رخصت کرنے اور الوداع کہنے کے لیے آیا اور اس نے آپ کو کچھ دیر کے لیے اپنے پاس ٹھہرایا اور دونوں نے اکٹھے دوپہر کا کھانا تناول کیا۔

اس دن سخت گرمی تھی اور آپ سخت گرم موسم میں زوال کے وقت وہاں سے چلے تاکہ اپنے سامان تک پہنچ سکیں۔ آپ کو راستے میں سخت پیاس محسوس ہوئی تو سلیمان نے شربت میں زہر ملا کر آپ کو یہ شربت پیش کیا جسے آپ نے نوش کر لیا اور پھر زہر کے اثر سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے اور یوں موت سے ہمکنار ہوئے۔

آپ کی وفات کے بعد سلیمان نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن حارث بن نوفل کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ وہ ان دونوں کو ابوہاشم (عبداللہ بن محمد) کی حالت سے آگاہ کرے۔ جب ان کو قاصد سے خبر ملی تو وہ فوراً ان کی طرف نکلے مگر جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ آپ کو شام کی سرزمین میں حمیمہ کے مقام پر دفن کیا گیا اور آپ نے محمد بن علی بن عباس کو اپنا وصی قرار دیا تھا۔

حضرت زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؒ کا نام زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور آپؒ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپؒ کی والدہ اُم ولد ہیں جنھیں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے حضرت امام زین العابدین علیؑ ابن الحسینؑ کی خدمت میں تحفتاً بھیجا اور آپ کے شکم سے امام علیؑ ابن الحسینؑ کے تین بیٹے زید، عمر، علی اور ایک بیٹی خدیجہ پیدا ہوئی۔

زیاد بن منذر بیان کرتا ہے: جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے تیس ہزار درہم میں ایک کنیز خریدی اور اس کا بغور مشاہدہ کرنے کے بعد کہا کہ میری نظر میں اس کنیز کا علیؑ ابن الحسینؑ سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے۔ پھر جناب مختار نے یہ کنیز امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجی اور یہی جناب زیدؒ بن علیؑ کی والدہ قرار پائیں۔

خصیب الوابشی بیان کرتا ہے کہ میں نے جب بھی زیدؒ بن علیؑ کے چہرے کی زیارت کی تو اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہوئی دیکھیں۔

ابوقرہ بیان کرتا ہے: میں ایک دفعہ رات کے وقت جناب زیدؒ بن علیؑ کے ساتھ "جبان" کی طرف نکلا جب کہ ان کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ تھا۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: اے ابوقرہ! کیا تم بھوکے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر انھوں نے مجھے تناول کرنے کے لیے ایک امرود دیا جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس پھل کی خوشبو زیادہ طیب ہے یا اس کا ذائقہ۔

پھر انھوں نے مجھ سے کہا: اے ابوقرہ! کیا تم جانتے ہو کہ اس وقت ہم کہاں ہیں؟ اس وقت ہم جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ہیں۔ یعنی ہم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس ہیں۔

پھر انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے ابوقرہ! اس ذات کی قسم! جو زیدؒ بن علیؑ کی شہ رگ

کے بیچ کا بھی علم رکھتی ہے، جب سے زیدؒ بن علیؑ کو دائیں اور بائیں کی معرفت ہوئی ہے، اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال نہیں کیا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی مخلوق کی خدمت کرنے میں زندگی بسر کی ہے۔

عاصم بن عبیداللہ عمری سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میرے سامنے جنابِ زیدؒ بن علیؑ کا تذکرہ ہوا تو میں (عاصم) نے ان کے متعلق یہ بتایا کہ میں عمر کے اعتبار سے ان سے بڑا ہوں۔ میں نے اس وقت انھیں مدینہ میں دیکھا۔ جب وہ ایک نوجوان تھے اور ان کی یہ کیفیت تھی کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا جاتا تو (اس ذات کی بزرگی کے آگے خضوع وخشوع کی بنا پر) ان پر غشی طاری ہوجاتی یہاں تک کہ لوگ ان کی حالت کو دیکھ کر کہتے تھے: اب یہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

ہارون بن موسیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے محمد بن ایوب الرافقی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مرجیہ اور عابد وزاہد لوگوں میں سے کوئی بھی زیدؒ بن علیؑ کی برابری نہیں کرسکتا۔

عبداللہ بن جریر روایت بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دفعہ یہ دیکھا کہ جعفر بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے جنابِ زیدؒ بن علیؑ کے سوار ہونے کے لیے ان کی سواری کی رکاب پکڑ رکھی ہے اور ان کے بیٹھنے کے لیے سواری کی زین پر کپڑا برابر کر رہے ہیں۔

ابومعمر سعید بن خیثم بیان کرتا ہے: ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کے صدقات کے متعلق زیدؒ بن علیؑ اور عبداللہ بن حسنؒ کے درمیان مناظرہ ہوا تو وہ دونوں ایک قاضی کے پاس اپنا فیصلہ لے کر گئے۔ جب وہ دونوں قاضی کے پاس سے اُٹھ کر واپس جانے لگے تو عبداللہ بن حسنؒ تیزی سے زیدؒ بن علیؑ کی سواری کے پاس گئے اور (احتراماً) ان کی سواری کی رکاب پکڑ لی (تاکہ وہ سوار ہوسکیں)۔

محمد بن الفرات کہتا ہے میں نے یہ دیکھا کہ زیدؒ بن علیؑ کے چہرۂ مبارک پر سجدوں کے واضح نشانات موجود تھے۔

بابکی جس کا اصل نام عبداللہ بن مسلم بن بابک ہے۔ وہ بیان کرتا ہے: ہم نے حضرت زیدؒ بن علیؑ کے ہمراہ مکہ کی طرف خروج کیا اور جب آدھی رات کے وقت آسمان پر ستاروں کا

جگمگانے لگا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے بابکی! کیا تم ستاروں کے اس جگمگنے کو دیکھ رہے ہو، کیا تمھارے خیال کے مطابق کوئی ان ستاروں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: نہیں! ان ستاروں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ سن کر زیدؑ بن علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اپنے ہاتھوں سے ان ستاروں کو یوں پکڑ لوں کہ پھر جہاں میرا جی چاہے ان کو گرا دوں اور ٹکڑوں میں بانٹ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے درمیان صلح و سلامتی قرار دے۔

ابو الجارود بیان کرتا ہے: ایک دفعہ مَیں مدینہ منورہ گیا اور وہاں پر مَیں نے جب بھی جناب زیدؑ بن علیؑ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ قرآن کریم کے ساتھی ہیں (یعنی ہمہ وقت قرآن مجید کی تلاوت اور تدبر میں مشغول رہتے ہیں)۔

حسن بن یحییٰ (حضرت زید شہید کا پوتا) سے پوچھا گیا کہ جب جناب زیدؑ بن علیؑ کی شہادت ہوئی تو اس وقت ان کی عمر مبارک کیا تھی؟ انھوں نے جواب دیا: بیالیس سال۔ (طبقات ابن سعد: ج ۵، ص ۲۴۰)

جابر نے ابو جعفرؑ (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) سے روایت نقل کی ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یخرج رجل من صلبك یقال له زید یتخطی هو وأصحابه یوم القیامة رقاب الناس غُرًّا مُحَجَّلِینَ یدخلون الجنة بغیر حساب

"آپؑ کے صلب سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا، وہ اور اس کے ساتھی قیامت کے دن روشن پیشانی والے لوگوں کے ہمراہ تیزی سے جنت کی طرف بڑھتے جائیں گے اور یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے"۔

عبدالملک بن ابی سلیمان سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

یقتل رجل من أهل بیتی فیصلب لا تری الجنة عین رأت عورته

"میرے خاندان و اہلِ بیتؑ میں سے ایک شخص کو شہید کرنے کے بعد

سولی پر لٹکایا جائے گا۔ جس آنکھ نے بھی اس شہید کی شرم گاہ کو دیکھا وہ
آنکھ کبھی جنت نہیں دیکھ سکے گی''۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا: کوفہ کے پیچھے سے ایک شخص خروج کرے گا، جس کا نام زید ہوگا۔ وہ اس قدر عظمت اور سربلندی کا مالک ہوگا کہ اوّلین میں سے کوئی اس فخر تک نہیں پہنچ پائے گا اور آخرین میں سے بھی کوئی اس عظمت تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا، وہاں تک صرف وہی رسائی حاصل کر سکے گا جو اس جیسا عمل کر کے دکھائے گا۔ قیامت کے روز زید اور ان کے اصحاب اس حالت میں قبروں سے باہر نکلیں گے کہ ان کے ہمراہ صحیفے یا صحیفوں سے مشابہ کتب ہوں گی۔ یہاں تک کہ یہ لوگ تمام مخلوق سے آگے آگے ہوں گے۔ جب ملائکہ ان لوگوں کا سامنا کریں گے تو وہ پکار اُٹھیں گے کہ یہی لوگ اپنے گزشتگان کے عہد و پیمان کو پورا کرنے والے اور حق کی طرف بلانے والے ہیں اور رسولِ خدا ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمائیں گے:

یا بنی قد عملتم ما أمرتم به فادخلوا الجنة بغیر حساب

''اے میرے بیٹے! آپ لوگوں نے ویسے ہی عمل کر کے دکھایا جیسے میں
نے حکم دیا تھا، لہٰذا آپ سب لوگ بغیر حساب کے جنت میں چلے جائیں''۔

عبداللہ بن محمد ابن الحنفیہ سے منقول ہے کہ ایک دن جناب زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ چلتے ہوئے محمد ابن الحنفیہ کے پاس سے گزرے تو محمد ابن الحنفیہ کو آپؒ پر ترس آیا اور انھوں نے آپؒ کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا: اے میرے بھتیجے! میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم وہ زید ہو، جسے عراق میں سولی پر لٹکایا جائے گا اور کوئی تمھاری شرم گاہ کو نہیں دیکھے گا۔ بے شک! جس نے بھی اس وقت تمھاری شرم گاہ کو دیکھا، اُسے جہنم کی سب سے نچلی وادی میں عذاب دیا جائے گا۔

زبیر کی اولاد کا غلام خالد بیان کرتا ہے: ایک دفعہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند حضرت علیؑ (زین العابدینؑ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنے ایک بیٹے کو بلایا جس کا نام زید تھا تو وہ اندھے منہ گر پڑے۔ حضرت زین العابدین علیہ السلام نے ان کے چہرے

سے خون صاف کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمھارے متعلق اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم وہ زید ہو، جسے کوڑا کرکٹ کی جگہ پر سولی دی جائے گی۔ جس نے بھی تمھاری شرم گاہ کی طرف جان بوجھ کر دیکھا تو خدا اُسے اوندھے منہ جہنم میں پھینکے گا''۔

یونس ابن جناب روایت کرتے ہوئے کہتا ہے: ایک دن میں حضرت ابوجعفرؑ (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) کے ہمراہ کتاب فروش کے پاس گیا تو ابوجعفرؑ نے جنابِ زید کو بلایا، انھیں گلے سے لگایا اور اپنا بطن ان کے بطن سے لگا کر فرمایا:

''میں آپؑ کے متعلق خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپؑ کو کوڑا کرکٹ کے ڈھیر کے مقام پر سولی پر لٹکایا جائے''۔

محمد بن فرات سے منقول ہے کہ میں نے سخت گرمی کے ایک دن زیدؒ بن علیؑ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے سر پر پیلے رنگ کی بدلی سایہ فگن تھی، جو انھیں سورج کی تپش سے بچانے کے لیے سایہ کر رہی تھی اور جس طرف جناب زید جاتے، اسی طرف یہ بادل کا ٹکڑا گھوم جاتا۔

ابوخالد سے منقول ہے کہ جنابِ زیدؒ بن علیؑ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا: اصبر تؤجر، وتوق تنج ''صبر کرو تمھیں اس کا اجر ملے گا اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو تو نجات پا جاؤ گے''۔

زکریا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں حج کے ارادے سے سفر پر نکلا۔ جب میں مدینہ کے قریب سے گزرا تو سوچا کہ جنابِ زیدؒ بن علیؑ کی مدینہ میں زیارت کرتا جاؤں لہٰذا میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں سلام کیا تو میں نے سنا کہ آپؑ درج ذیل اشعار بطورِ تمثیل پڑھ رہے ہیں۔ (امالی القالی: ج ۲، ص ۱۲۲ پر مذکور ہے کہ یہ اشعار عمرو بن براقہ ہمدانی کے ہیں)

ومن يطلب المال المُمَنَّعَ بالقنا ... يعش ماجداً أو تخْتَرِمه المَخَارِمُ

متى تَجْمَعِ القلبَ الزكيّ وصارِمًا ... وَأنفًا حَمِيًّا تَجْتَنِبْكَ المظالم

وكنتُ إذا قومٌ غزَوني غزوتُهم ... فهل أنا في ذا يالَ هَمْدان ظالم

''جو شخص نیزے کے ذریعے ناجائز مال تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ شرافت کی زندگی گزارتا ہے یا موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ جب تیز فہم دل و دماغ، تیز کاٹنے والی تلوار اور باعزت و باضمیر شخص یکجا ہو جائیں تو یہ تمھیں ظلم و بربریت سے بچائے رکھتے ہیں۔ اگر مجھ سے کسی قوم نے جنگ کی تو میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور کیا یہ باعثِ تعجب نہیں، اگر میرا شمار بھی ہمدان کے ظلم کرنے والے افراد میں ہو''۔

زکریا کہتا ہے: جب میں آپ سے روانہ ہوا تو مجھے یہ گمان لاحق ہوا کہ ان کے دل میں کوئی بات موجود ہے اور وہ بات ایسے ہی نکلی جیسا کہ میں نے سوچا تھا۔

جنابِ زیدؓ بن علیؑ کی شہادت اور اس کا سبب

مختلف راویوں سے روایت منقول ہے کہ جناب زیدؓ بن علیؑ کے بارے میں پہلا امر یہ درپیش ہوا: خالد بن عبداللہ القسری نے یہ دعویٰ دائر کیا کہ زیدؓ بن علیؑ، محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ، داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس، سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف اور ایوب بن سلمہ بن عبداللہ بن عباس بن ولید بن مغیرہ مخزومی نے کچھ مال وصول کیا ہے۔

ہشام (بن عبدالملک، اُموی خلیفہ) کی طرف سے عراق پر متعین گورنر یوسف بن عمر بن محمد بن حکم نے ان درج بالا شخصیات کے خلاف ایک خط ہشام کی طرف تحریر کیا، جس میں لکھا کہ زیدؓ بن علیؑ اور محمد بن عمر، ان دنوں رصافہ (بغداد کا ایک محلہ) میں مقیم ہیں اور جناب زید کا حسن بن حسنؑ سے رسولؐ خدا کے صدقات کے متعلق نزاع چل رہا ہے۔

جب یوسف (عراق کے گورنر) کا خط ہشام کو ملا تو اس نے ان شخصیات کے پاس قاصد کے ذریعے خط روانہ کیا اور اس میں ان باتوں کا ذکر کیا جو یوسف نے ہشام کو لکھ کر بھیجی تھیں مگر ان شخصیات نے ان باتوں کا انکار کر دیا تو ہشام نے کہا کہ میں تم لوگوں کو یوسف کے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمھارے اُمور کے متعلق کوئی متفقہ رائے قائم کرے۔

جناب زید نے ہشام سے کہا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہم پر رحم کرو اور ہمیں یوسف کے پاس مت بھیجو۔ ہشام نے کہا: تم یوسف سے کیوں ڈر رہے ہو۔ جناب زید نے کہا: مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ ہم پر ظلم و تعدی کرے گا۔

یہ سن کر ہشام نے کاتب کو بلایا اور یوسف بن عمر کے نام خط تحریر کروایا، جس میں لکھا:

امابعد! جب تمھارے پاس زید اور فلاں فلاں اشخاص آجائیں تو ان کے درمیان باہمی اتفاق کا خیال رکھنا۔ ان کے خلاف جو دعویٰ دائر کیا گیا ہے، اگر یہ ان باتوں کا اقرار کرلیں تو تم انھیں میرے پاس بھیج دینا (اور میں خود ان کے بارے میں فیصلہ کروں گا) اور اگر یہ ان باتوں

سے انکار کریں تو ان سے دلیل و حجت طلب کرنا اور اگر وہ دلیل و حجت قائم نہ کرسکیں تو ان سے نمازِ عصر کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی قسم طلب کرنا جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس ذات نے انھیں امانت سونپ رکھی ہے کہ انھوں نے کوئی چیز وصول کی ہو۔ اس کے بعد تم انھیں چھوڑ دینا۔

ان شخصیات نے ہشام سے کہا: ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ وہ تمھارے خط سے تجاوز کرے گا اور ہمارے اس معاملے کو طول دے گا۔ ہشام نے کہا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا! میں تمھارے ہمراہ ایک محافظ شخص کو روانہ کروں گا جو اس خط کو لے کر وہاں جائے گا اور اس وقت تک وہاں رہے گا جب تک اس معاملے کا فیصلہ نہیں ہوجاتا اور گورنر اس کام میں جلدی کرے گا۔

پھر ان لوگوں نے اِسے جزائے خیر کی دعا دیتے ہوئے کہا کہ تُو نے عدل و انصاف سے فیصلہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہشام نے ان لوگوں کو یوسف کے پاس روانہ کیا۔

ان دنوں یوسف "حیرہ" کے مقام پر مقیم تھا، لیکن یہ لوگ ایوب بن سلمہ کو اپنے ہمراہ نہ لے گئے کیونکہ اس کا ہشام سے ماموں کا رشتہ تھا۔ جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو اسے سلام کیا۔ یوسف نے جناب زید کو اپنے قریب بٹھایا اور سوال و جواب میں ان سے نرم رویہ اختیار کیا۔ پھر اس نے ان لوگوں سے مال کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے انکار کردیا۔

یہ سن کر یوسف نے خالد بن عبداللہ القسری کو اپنے سامنے بلایا اور کہا: تم نے زیدؓ بن علیؑ اور محمد بن عمر کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ ان دونوں نے صدقات کے مال کو وصول کیا ہے۔

اس شخص (خالد) نے کہا: مجھے اس بارے میں کچھ آگاہی نہیں کہ ان دونوں نے کم یا زیادہ کوئی مال وصول کیا ہو۔

یہ سن کر یوسف نے (چونک کر) اس سے کہا: کیا تم میرے اور امیرالمومنین کے ساتھ تمسخر اور مذاق کررہے ہو؟ پس! اس شخص کو ایسا عذاب اور سزا دو کہ اسے یہ گمان ہو گویا اسے قتل کردیا گیا ہے۔

پھر یوسف نمازِ عصر کے بعد جناب زید اور ان کے ساتھی کو لے کر مسجد کی طرف نکلا اور ان سے قسم طلب کی تو انھوں نے خدا کی قسم کھائی۔ اس کے بعد یوسف نے ہشام کو خط لکھ کر

تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ہشام نے اسے جواب میں تحریر کیا کہ ان کو آزاد کر دیں تو اس نے انھیں رہا کر دیا۔

یوسف کے پاس سے نکلنے کے بعد جناب زید نے کئی دنوں تک کوفہ میں ہی قیام کیا جب کہ یوسف انھیں مسلسل اس بات پر ابھارتا رہا کہ آپ کوفہ سے چلے جائیں لیکن آپ نے کوفہ میں رہنے کا یہ سبب بیان کیا کہ مجھے یہاں کچھ کام ہیں اور میں نے کچھ چیزیں بیچنی ہیں۔ جب یوسف کا اصرار بڑھا تو آپ وہاں سے نکل پڑے اور قادسیہ آگئے۔

اس کے بعد شیعہ جناب زید سے ملاقات کے لیے آتے رہے اور انھوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جبکہ آپؑ کے ساتھ کوفہ، بصرہ اور خراسان کے لوگوں میں سے ایک لاکھ تلواریں ہیں جو آپؑ کے ہمراہ بنوامیہ پر وار کریں گے جب کہ ہمارے مقابلے میں شامیوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن آپؑ نے اس وقت خروج سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ مسلسل آپؑ کو خروج پر آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ جب انھوں نے آپ کو مضبوط عہد و پیمان دیے تو آپ اس پر رضامند ہو گئے۔

چنانچہ ان لوگوں کے وعدوں کے بعد خروج پر آمادہ دیکھ کر محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے آپؑ سے کہا: ابوالحسین! میں آپؑ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ اپنے خاندان والوں کے پاس (مدینہ منورہ) چلے جائیں اور یہ لوگ جن باتوں کی طرف دعوت دے رہے ہیں، آپؑ ان کی کسی بات کو نہ مانیں کیونکہ یہ لوگ آپؑ سے وفا نہیں کریں گے۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں، جنھوں نے آپؑ کے دادا جان امام حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ بھی اسی طرح کے عہد و پیمان کیے تھے؟

آپؑ نے جواب دیا: جی ہاں! یہ وہی لوگ ہیں لیکن آپؑ نے اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا ہے۔

آپؑ کی خدمت میں شیعہ اور غیر شیعہ حضرات آتے رہے اور آپؑ کی بیعت کرتے رہے یہاں تک کہ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے اور جرجان کے لوگوں کے علاوہ صرف کوفہ کے پندرہ ہزار لوگوں نے آپؑ کی (جنگ کے لیے) بیعت کی۔

آپ کئی مہینوں تک کوفہ میں قیام پذیر رہے جب کہ آپؑ نے اپنے مبلغین مختلف علاقوں اور شہروں کی طرف روانہ کیے تا کہ وہ لوگوں کو ان کی بیعت کی دعوت دیں۔ جب جناب زید کے خروج کرنے کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے اپنے ساتھیوں کی اپنے ساتھ وفا اور استعداد دیکھنے کے لیے انھیں تیاری کا حکم دیا تو یہ خبر عام ہوگئی۔ اس کے بعد سلیمان بن سراقہ بارقی نے یوسف بن عمر (عراق کے گورنر) کو جناب زید کے خروج کی خبر سے آگاہ کیا تو اس نے رات کو اپنے سپاہی جناب زید کو پکڑنے کے لیے روانہ کیے لیکن جن دو اشخاص کے متعلق یہ خبر تھی کہ حضرت زید ان کے پاس مقیم ہیں، جب سپاہی ان کے پاس گئے تو وہاں جناب زید کو موجود نہ پایا اور سپاہی ان دونوں کو گرفتار کر کے یوسف کے پاس لے آئے۔ جب ان دونوں نے زبان کھولی تو جناب زید اور ان کے ساتھیوں کی تمام منصوبہ بندی اور خروج سے یوسف کو آگاہ کر دیا۔ پھر یوسف نے ان دونوں کی گردنیں اڑا دینے کا حکم جاری کیا۔

جب جناب زیدؓ تک یہ خبر پہنچی تو آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں آپؑ پر راستے بند نہ کر دیے جائیں لہٰذا آپ نے اپنے اور دیگر علاقوں کے لوگوں کے درمیان خروج کے لیے طے پانے والے وقت سے پہلے خروج کرنے میں جلدی کر دی اور یوں آپؑ کا خروج کمزور پڑ گیا۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ خروج کے لیے بدھ کی رات یکم صفر المظفر ۱۲۲ ہجری کی تاریخ اور دن کا وعدہ کیا تھا لیکن آپؑ نے اس تاریخ سے پہلے ہی خروج کر دیا۔

جب یوسف بن عمر کو آپؑ کے خروج کا پتا چلا[1] تو اس نے حکم بن صلت کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ کوفہ کے لوگوں کو کوفہ کی جامع مسجد اعظم میں اکٹھا کرے۔ پھر اس نے اہل معرفت، پولیس اور جنگ کرنے والے فوجی دستوں کے لیے بھی یہی حکم نامہ جاری کیا تو ان تمام گروہوں کو جامع مسجد میں حاضر کر دیا گیا۔ کوفہ کی گلی کوچوں میں منادی نے یہ صدا لگائی کہ عرب و عجم کا جو بھی شخص ہمیں جامع مسجد کوفہ کے صحن میں نہیں ملے گا، اس سے حکومت بری الذمہ ہے۔ لہٰذا تمام لوگ جامع مسجد میں حاضر ہوں۔ پھر حضرت زیدؓ کے خروج کرنے سے پہلے منگل کے دن تمام لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔

---

(1) تاریخ طبری: ج ۸، ص ۲۷۲، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۹۶

یوسف کے سپاہیوں نے معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ انصاری کے گھر میں جناب زیدؒ کو تلاش کیا لیکن وہ رات کے وقت خروج کر چکے تھے۔ یہ بدھ کی رات اور ۲۲ ذی الحجہ تھی اور سخت سرد رات تھی۔

آپؑ نے معاویہ بن اسحاق کے گھر سے خروج کیا اور آپؑ کے ساتھیوں نے آگ روشن کی اور رسولؐ خدا کا نعرہ بلند کیا: "یا منصور اُمت" ـــــ انھوں نے ساری رات اسی کیفیت میں گزاری۔ صبح کے وقت جنابِ زید نے قاسم بن عمر تبعی اور ان کے ساتھ ایک شخص کو بھیجا کہ وہ کوفہ کے گلی کوچوں میں اس نعرے کو بلند کریں۔

سعید بن خیثم کی روایت کے مطابق آپؑ نے قاسم بن کثیر بن یحییٰ بن صالح بن یحییٰ بن عزیز بن عمرو بن مالک بن خزیمہ تبعی اور ان کے ساتھ ایک شخص جس کا نام صدام تھا، انھیں اس مقصد کی خاطر روانہ کیا جبکہ سعید کہتا ہے کہ جنابِ زید نے مجھے اور ایک بلند آواز والے شخص کو بھی اس مقصد کی خاطر بھیجا تھا۔

ابوالجارود زیاد بن منذر ہمدانی نے دائیں طرف سے پرچم بلند کرتے ہوئے جنابِ زیدؒ کی تحریک کا مخصوص نعرہ بلند کیا۔ جب یہ لوگ عبدالقیس کے بیابانوں میں تھے تو ان کا جعفر بن عباس کندی سے آمنا سامنا ہو گیا۔ جعفر بن عباس نے آپؑ اور آپؑ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا جس سے جنابِ قاسم کا ہمراہی شخص شہید ہو گیا جب کہ جنابِ قاسم کو زخمی حالت میں گرفتار کر لیا گیا اور وہ آپ کو گرفتار کرنے کے بعد حکم بن صلت کے پاس لے آئے تو اس نے آپ سے کلام کیا لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے حکم دیا کہ قصر کے دروازے کے سامنے اس کا سر تن سے جدا کر دو۔ جنابِ قاسم حضرت زیدؒ کی تحریک میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔

سعید بن خیثم سے منقول ہے کہ جنابِ قاسم کی شہادت پر آپ کی بیٹی نے یہ مرثیہ کہا:

عینُ جُودی لقاسم بن کثیر	بدرورٍ من الدموع غزیر
أدرکته سیوف قومٍ لئام	من أولی الشهك والردی والشرور
سوف أبکیك ما تغنّی حمام	فوق غصن من الغصون نضیر

"اے آنکھ! ابو قاسم ابن کثیر کی شہادت پر بہت زیادہ آنسو بہا، ان کو ایسی قوم کی تلواروں نے قتل کیا ہے جو شرک، برائی اور کینہ وشرارت میں انتہائی بدتر لوگ ہیں۔ میں آپ پر یوں گریہ کروں گی کہ جیسے نرم وملائم شاخ پر بیٹھ کر کبوتر نغمہ پڑھتا اور گنگناتا ہے"۔

ابومخنف بیان کرتا ہے: یوسف بن عمر جو ان دنوں حیرہ کے مقام پر تھا، اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا: تم میں سے کون ان لوگوں کے قریب کوفہ جا کر ہمارے پاس ان کی خبریں لے کر آئے گا؟

عبداللہ بن عباس منتوف ہمدانی نے کہا:[1] میں ان کے پاس جا کر تمھارے لیے ان کی خبریں لاتا ہوں۔ پھر وہ پچاس گھڑسواروں کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور بنوسالم کی غیر آباد زمینوں تک پہنچا تو ان کے حالات اور خبریں دریافت کرنے کے بعد یوسف کے پاس واپس لوٹ آیا اور اسے ان کے حالات سے آگاہ کیا۔ اگلے روز یوسف وہاں سے روانہ ہو کر حیرہ کے قریب ایک ٹیلہ کی طرف نکلا اور اس ٹیلے پر پڑاؤ ڈالا جب کہ اس وقت اس کے ہمراہ قریش کے افراد اور کچھ سردار تھے۔ اس وقت اس کا پولیس انچیف عباس بن سعید المونی تھا۔

یوسف نے ریان بن سلمہ البلوی کو دو ہزار سواروں اور تین سو قیقانی پیادہ افراد کے ہمراہ ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس دن جناب زیدؑ بن علیؑ سے وفا کرنے والے افراد میں سے کُل دو سو اٹھارہ افراد آپؑ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کی یہ قلیل تعداد دیکھ کر جناب زیدؑ نے کہا: سبحان اللہ! سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ لوگوں کو مسجد میں محصور کر لیا گیا ہے۔

یہ سن کر آپ نے کہا: نہیں! خدا کی قسم، جس نے ہماری بیعت کی ہے اس کے لیے یہ عذر ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔

جنابِ نصر بن خزیمہ حضرت زیدؑ کی طرف سے آگے بڑھ رہے تھے کہ ان کا مسجد بنی عدی کی طرف جانے والے راستے پر زبیر بن ابوحکیمہ کے گھر کے سامنے عمر بن عبدالرحمن سے آمنا

---

[1] تاریخ طبری: ج ۸، ص ۲۷۳ پر مذکور ہے کہ جعفر بن عباس کندی نے کہا: میں جاتا ہوں۔

سامنا ہو گیا جبکہ عمر بن عبدالرحمٰن، حکم بن صلت کے سپاہیوں کا انچارج تھا اور یہ جھینہ کے گھڑسواروں کے ہمراہ تھا، اسے دیکھ کر جنابِ نصر بن خزیمہ نے نعرہ بلند کیا: "یا منصور اُمت"۔ لیکن عمر بن عبدالرحمٰن نے آگے سے کوئی جواب نہ دیا تو جنابِ نصر نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے عمر بن عبدالرحمٰن کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھی شکست خوردہ ہو کر فرار اختیار کر گئے۔

جنابِ زیدؓ پیش قدمی کرتے ہوئے "صیادین" کی غیر آباد زمینوں تک پہنچ گئے جبکہ وہاں ان کا سامنا پانچ سو شامی افراد سے ہوا تو جنابِ زیدؓ اور ان کے ساتھی ان پر حملہ آور ہوئے اور انھیں شکست سے دوچار کیا۔ پھر آپؓ آگے بڑھ کر مقامِ کناسہ تک پہنچے تو شامیوں کی ایک اور جماعت آپؓ پر حملہ آور ہوئی لیکن آپ نے ان کو بھی شکست دی۔ آپؓ لوگوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ قبرستان کے سامنے سے نکلے۔ اس وقت یوسف بن عمر ٹیلے پر موجود تھا اور وہ جنابِ زیدؓ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں۔ اگر اس دن جنابِ زیدؓ یوسف بن عمر کو قتل کرنا چاہتے تو آپ اسے موت کے گھاٹ اُتار سکتے تھے۔ (تاریخ طبری: ج ۸، ص ۲۷۴)

پھر جنابِ زیدؓ مصلیٰ خالد بن عبداللہ کی دائیں طرف چلتے ہوئے کوفہ شہر میں داخل ہو گئے۔ آپؓ کے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ کیوں نہ ہم قبیلہ کندہ کی غیر آباد زمینوں کی طرف نکل جائیں؟ ابھی کسی شخص نے مزید کوئی گفتگو نہ کی تھی کہ اچانک شامی فوج کے سپاہی ان کے سامنے سے نمودار ہوئے۔ یہ انھیں دیکھ کر تنگ گلیوں میں گھس گئے اور ان گلیوں سے گزرنے لگے جبکہ ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص پیچھے رہ گیا جو مسجد میں داخل ہو گیا۔ اس نے وہاں پر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر شامیوں کے مقابلے پر نکل پڑا۔ اس نے اپنی تلوار سے ان پر وار کیے تو انھوں نے بھی جواباً تلوار سے اس پر ضربیں لگائیں۔

اتنے میں ایک گھڑسوار جو لوہے سے لدا ہوا تھا، اس نے کہا: اس شخص کے چہرے سے خود ہٹا کر اس کے سر کو ستون سے مارو، تو انھوں نے ایسا ہی کیا اور جنابِ زیدؓ کا یہ ساتھی شہید ہو گیا۔ اسے یوں شہید ہوتا ہوا دیکھ کر جنابِ زید کے ساتھی شامیوں کے اس گروہ پر حملہ آور

ہو کر اسے ان سے چھڑایا جبکہ شامیوں نے ان میں سے ایک کا راستہ روک لیا اور اسے پکڑ کر عبداللہ بن عوف بن احمر کے پاس لے جا کر قید کر دیا۔ پھر اسے یوسف بن عمر کے پاس لے گئے تو اس نے اسے قتل کروا دیا۔

جنابِ زیدؒ بن علیؑ نے پیش قدمی کرتے ہوئے کہا: اے نصر بن خزیمہ! کیا تم کوفیوں کی اس بات سے خوف زدہ ہو کہ یہ ہمارے ساتھ ویسے نہ کریں جیسے اُنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا؟

یہ سن کر جنابِ نصر بن خزیمہ نے کہا: میری جان آپؑ پر قربان ہو، خدا کی قسم! مجھے صرف اپنے بارے میں معلوم ہے کہ میں اپنی تلوار سے اس وقت تک (آپؑ کے دشمن کو) ضربیں لگاتا رہوں گا، جب تک موت سے ہمکنار نہ ہو جاؤں۔

پھر جنابِ زیدؒ بن علیؑ اپنے بچے کچھے ساتھیوں کو لے کر مسجد کوفہ کی جانب بڑھے تو ان کے مقابلے پر عبیداللہ بن عباس کندی شامی فوج کے ہمراہ نکلا اور ان کا باب عمر بن سعد پر آمنا سامنا ہوا مگر عبیداللہ بن عباس کندی اور اس کے ساتھی پسپا ہوئے۔ یہ لوگ عمر بن حریث کے گھر کی طرف فرار ہوئے تو جنابِ زیدؒ نے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ آپؑ باب الفیل تک پہنچ گئے۔ جنابِ زیدؒ کے ساتھیوں نے مسجد کے دروازے کے اُوپر سے اپنے پرچم مسجد میں داخل کیے اور کہا: اے مسجد والو! باہر نکلو اور جنابِ نصر بن خزیمہ نے مسجد میں موجود لوگوں کو بلند آواز میں کہا: اے کوفیو! ذلت سے نکل کر عزت کی طرف آجاؤ اور اس طرف آجاؤ جہاں تمھارے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

شامیوں نے مسجد کی چھت سے آپؑ پر پتھر برسائے اور اس دن کوفہ کے گرد و نواح میں سخت لڑائی ہوئی جبکہ دوسری روایت کے مطابق اس دن بنوسالم کی غیر آباد زمینوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔

یوسف بن عمر نے ریان بن سلمہ کو دار الرزق کی طرف روانہ کیا تو اس نے جنابِ زیدؒ سے سخت جنگ کی اور شام کے بہت سے لوگ اس معرکہ میں زخمی ہوئے جبکہ حضرت زیدؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے کوفہ کی مسجد اعظم تک پہنچ گئے۔ بدھ کے روز

شامی واپس لوٹ گئے اور وہ انتہائی بدگمان ہوئے۔

جمعرات کی صبح کو یوسف بن عمر نے ریان بن سلمہ کو بلایا اور اس سے بے قراری و بے چینی میں سرزنش کرتے ہوئے کہا: اے گھڑسواروں کے سردار! تجھ پر حیف اور افسوس ہے۔ پھر اس نے عباس بن سعد مزنی کو بلایا جو اس کی پولیس کا چیف تھا، اسے شامیوں کی طرف روانہ کیا اور یہ شامیوں کو لے کر جناب زیدؑ کی طرف نکلا جو اس وقت دارالرزق میں تھے جبکہ ان لوگوں کو دیکھ کر حضرت زیدؑ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے مقابلے پر نکلے۔ حضرت زیدؑ کے ہراول دستے کے سردار جناب نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق تھے۔

جب عباس بن سعد نے ان لوگوں کو دیکھا تو بلند آواز میں پکار اٹھا: اے شامیو! اپنی سواریوں سے اتر کر زمین پر آجاؤ۔ پھر کافی لوگ سواریوں سے اتر آئے اور اس معرکہ میں طرفین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ شامیوں میں بنوعبس کا ایک شخص جس کا نام نائل بن فروہ تھا، اس نے یوسف سے کہا: خدا کی قسم! اگر آج میری نظر نصر بن خزیمہ پر پڑی تو میں اسے ضرور قتل کردوں گا یا وہ مجھے قتل کردے گا۔

یہ سن کر یوسف نے کہا: یہ لو تلوار۔ اس نے تلوار لے لی اور پھر وہ جہاں سے بھی گزرا ہر چیز کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب عباس بن سعد اور جناب زیدؑ کے ساتھیوں کا آمنا سامنا ہوا اور نائل (ملعون) کی جناب نصر بن خزیمہ پر نگاہ پڑی تو اس نے ان پر وار کیا اور نصر بن خزیمہ کی ران کٹ گئی۔ پھر جناب نصر نے اسے تلوار کی ایک ایسی ضرب لگائی کہ یہ وہیں پر فی النار ہوگیا۔ پھر جناب نصر بن خزیمہ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

اس کے بعد جناب زیدؑ نے عباس بن سعد اور اس کے شامی ساتھیوں کو پسپا کیا اور وہ انتہائی بری حالت میں پسپا ہوئے۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو یوسف نے پھر اپنا لشکر تیار کرکے انھیں جناب زیدؑ کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر ان کی طرف بڑھا یہاں تک کہ جب ان کا جناب زیدؑ سے آمنا سامنا ہوا تو انھوں نے ان پر حملہ کرکے انھیں پیچھے دھکیل دیا۔ پھر ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے آئے اور انھیں مقام سبخہ کی طرف نکال دیا اور پھر ان پر مزید حملہ کرکے انھیں مقام بنوسلیم سے نکالتے ہوئے مسناہ تک پسپا کیا۔ پھر بارق اور رواس

کے درمیان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور آپس میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جبکہ جناب زیدؑ کے لشکر کے علَم بردار قبیلہ بنوسعد بن بکر کے عبدالصمد تھے۔

سعید بن خیثم بیان کرتے ہیں: ہم حضرت زیدؑ کے ہمراہ کُل پانچ سو افراد تھے اور شامی بارہ ہزار کی تعداد میں تھے۔ جبکہ حضرت زیدؑ کی بارہ ہزار سے زائد افراد نے بیعت کی تھی لیکن انھوں نے دھوکہ دیا۔ شامیوں کے لشکر سے ایک شخص جو انتہائی دیدہ زیب گھوڑے پر سوار تھا، وہ مسلسل رسولؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کو گالیاں دے رہا تھا۔ یہ سن کر حضرت زیدؑ گریہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور آپؑ فرما رہے تھے:

أما أحد يغضب لفاطمة بنت رسول الله؟

أما أحد يغضب لرسول الله أما احد يغضب الله؟

''کیا تم میں سے کسی شخص کو رسولؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کی اس توہین پر غصہ نہیں آرہا ہے؟ کیا کسی کو بھی رسولؐ خدا کی خاطر غصہ نہیں آرہا ہے؟ کیا کسی کو بھی اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کی خاطر غصہ نہیں آرہا ہے؟''

اس کے بعد وہ شامی گالیاں بکتا ہوا گھوڑے سے خچر پر سوار ہوگیا۔

سعید بن خیثم کہتے ہیں: حاضرین میں دو طرح کے لوگ تھے: ایک وہ گروہ جو صرف جنگ کا نظارہ کر رہا تھا اور دوسرا وہ گروہ جو میدانِ جنگ میں دوبدو جنگ کر رہا تھا۔ میں اس شامی کو توہین کرتے ہوئے دیکھ کر ایک غلام کے پاس گیا اور اس سے ایک چھوٹی سی تلوار لی جو اس کے پاس موجود تھی۔ پھر میں نے خود کو لڑائی دیکھنے والوں کے پیچھے چھپا لیا یہاں تک کہ میں چھپتا چھپتا اس شامی کے پیچھے پہنچ گیا اور میں نے اس کی گردن پر اس چھوٹی سی تلوار سے یوں ضرب لگائی کہ اس کا سر کٹ کر اس کے خچر کے سامنے جا گرا۔ پھر میں نے اس کی لاش کو زین سے نیچے پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر اس شامی کے ساتھیوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ مجھے کچل کر رکھ دیتے لیکن حضرت زیدؑ کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کہہ کر ان شامیوں پر حملہ کرتے ہوئے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔ پھر میں سوار ہو کر جناب زیدؑ کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے میری پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا:

أدركت واللہ ثأرنا، أدركت واللہ شرف الدنیا والآخرۃ وذخرھا

''خدا کی قسم! تم نے ہمارے خون کا انتقام لیا ہے اور خدا کی قسم! تم نے دنیا و آخرت کا شرف اور اس کے خزانوں کو پالیا ہے''۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: تم یہ خچر لے جاؤ، میں نے تمھیں تحفے میں دیا۔

سعید بن خیثم بیان کرتا ہے: جناب زیدؓ بن علیؑ کے گھڑسواروں کے سامنے شامیوں کے گھڑسوار استقامت اور ثابت قدمی نہیں دکھا رہے تھے تو عباس بن سعد نے یوسف بن عمر کے پاس قاصد روانہ کیا کہ اسے زیدیہ کی طرف سے اُٹھائے جانے والے نقصان اور ہماری فوج کی پسپائی کی رُوداد سنائے اور اسے کہے کہ میری طرف تیرانداز روانہ کرے۔(تاریخ کامل ابن اثیر: جلد ۵، ص ۹۷)

یہ سن کر یوسف بن عمر نے سلیمان بن کیسان کو قیقانیہ کے ہمراہ عباس بن سعد کی طرف روانہ کیا۔ قیقانیہ بدحمی تھے اور یہ لوگ بہترین تیرانداز تھے۔ ان لوگوں نے جناب زیدؓ کے ساتھیوں پر تیر برسائے۔ جناب معاویہ بن اسحاق انصاری نے اس دن انتہائی دیدہ دلیری سے جنگ کی اور جناب زیدؓ کے سامنے منصبِ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت زیدؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ جب رات کا ایک پہر گزرا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی تو جناب زیدؓ کو ان کی پیشانی کے بائیں طرف تیر لگا جو ان کے دماغ تک پیوست ہو گیا تو آپؑ اور آپؑ کے اصحاب واپس پلٹے۔ شامیوں نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ رات کی وجہ سے واپس پلٹ گئے ہیں۔

ابومخنف سے مذکور ہے کہ مجھے سلمہ بن ثابت نے خبر دی جو جناب زیدؓ کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں: میں اور معاویہ بن اسحاق سب سے آخر میں آپؑ سے واپس ہوئے تھے۔

سلمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی حضرت زیدؓ کے پیچھے پیچھے چلے ہوئے گئے تو ہم نے انھیں دیکھا کہ وہ شارع البرید اُرحب وشاکر کے گھروں کے درمیان واقع حران بن ابی کریمہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ پھر میں ان کے پاس اس گھر میں گیا اور عرض کیا:

جعلنی اللہ فداك أبا الحسین

"ابوالحسین! اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ پر قربان فرمائے"۔

جناب زیدؑ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ وہاں سے نکل کر باہر چلے گئے اور ایک طبیب لے کر آئے جو بنو رُواس کا غلام تھا اور اس کا نام سفیان تھا۔ اس نے جناب زیدؑ کی حالت دیکھ کر کہا: اگر میں نے یہ تیر باہر نکالا تو آپؑ کی موت واقع ہو جائے گی۔ جناب زیدؑ نے کہا: میں اس وقت جس اذیت سے دوچار ہوں اس سے موت میرے لیے زیادہ آسان ہے۔

پھر اس طبیب نے لوہے کے دو زنبور لیے اور ان سے تیر کو باہر کھینچا تو جیسے ہی تیر باہر نکلا آپؑ کی موت واقع ہو گئی۔

آپؑ کی شہادت کے بعد لوگ کہنے لگے کہ ہم انھیں کہاں دفن کریں اور انھیں کس جگہ زمین میں چھپائیں؟

بعض لوگوں نے کہا کہ ہم انھیں دو کپڑوں میں لپیٹ کر پانی میں بہا دیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم ان کا سر تن سے جدا کر کے انھیں مقتولین کے درمیان ڈال دیتے ہیں۔

یحییٰ بن زیدؑ نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ایسے مت کرنا، جس سے درندے میرے بابا جان کے گوشت کو کھا جائیں۔

بعض لوگوں نے کہا: ہم انھیں عباسیہ لے جا کر دفنا دیتے ہیں تو انھوں نے یہ رائے قبول کر لی۔

راوی کہتا ہے: پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور ان کے لیے دو گڑھے کھودے۔ اس وقت ان گڑھوں میں بہت زیادہ پانی تھا یہاں تک کہ جب ہم نے قبر تیار کر لی تو انھیں اس لحد میں دفنا دیا۔ پھر ہم نے قبر پر پانی بہا دیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ ایک سندھی غلام بھی تھا۔

سعید بن خیثم کی روایت کے مطابق یہ ایک حبشی غلام تھا جو عبدالحمید الرؤاسی کا غلام تھا اور معمر بن خیثم نے جناب زیدؑ کے لیے اسے خریدا تھا۔

یحییٰ بن صالح کہتا ہے: یہ جناب زیدؑ کا سندھی غلام تھا اور یہ اس وقت ان لوگوں کے درمیان موجود تھا۔

ابومخنف نے حمس سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک نبطی غلام تھا اور جناب زیدؑ کی کھیتی کو پانی

لٹکاتا تھا۔ جب سورج ڈوب رہا تھا تو اس نے جناب زیدؒ کے ساتھیوں کو انھیں دفناتے ہوئے دیکھا اور اگلے دن صبح کے وقت حکم بن صلت کے پاس جا کر اسے جناب زیدؒ کی قبر کی نشان دہی کر دی تو یوسف بن عمر نے عباس بن سعد المرونی (1) کو ان کی قبر کی طرف روانہ کیا۔

ابومخنف کہتا ہے: یوسف بن عمر نے حجاج بن قاسم کو اس مقصد کی خاطر روانہ کیا اور ان لوگوں نے جناب زیدؒ کو قبر سے نکال کر ایک اُونٹ پر ڈالا۔

ہشام کہتا ہے: مجھے نصر بن قابوس نے یہ خبر دی ہے کہ خدا کی قسم! جب حضرت زیدؒ کو قبر سے نکال کر ایک اُونٹ پر ڈال کر لے جا رہے تھے تو اس وقت میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ آپؒ کی لاش کو اُونٹ پر رسی سے کس کر باندھ دیا گیا اور اس وقت آپؒ پر پیلی ہروی قمیص تھی۔ آپؒ کو قصر کے دروازے پر اُونٹ سے یوں پھینکا گیا جیسے پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پھر آپؒ کو کوفہ میں کناسہ کے مقام پر سولی پر لٹکانے کا حکم دیا گیا۔ آپؒ کے ہمراہ معاویہ بن اسحاق، زیاد الہندی اور نصر بن خزیمہ عبسی کو بھی سولی پر چڑھایا گیا۔

عبید بن کلثوم سے منقول ہے کہ وہ زہرہ بن سلیم کے ہمراہ جناب زیدؒ کا سر مبارک لے کر حاکم کے پاس جا رہا تھا جب کہ سر مبارک مضیعہ ابن اُم الحکم کے پاس تھا تو اس پر فالج کے مرض کا حملہ ہوا تو وہ واپس پلٹ آیا اور ہشام نے اس کے لیے انعام بھیجا تھا۔

ولید بن محمد الموقری سے منقول ہے کہ میں (بغداد کے) محلہ رُصافہ میں زہری کے پاس موجود تھا کہ ہم نے مسخروں کی آوازیں سنیں تو زہری نے مجھ سے کہا: ولید! دیکھو باہر کیا ہو رہا ہے؟ میں نے اس کے گھر کے روشن دان سے باہر جھانک کر دیکھا اور کہا: یہ زیدؒ بن علیؑ کا سر ہے۔ یہ سن کر زہری سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا: ان لوگوں نے اس گھر کے افراد (اولادِ زہراؑ) کو قتل کرنے میں بہت جلدی کی ہے۔ میں نے کہا: کیا ان لوگوں (اولادِ زہراؑ) کو بھی حکومت ملے گی؟ زہری نے کہا: مجھے علیؑ ابن الحسینؑ نے خبر دی اور انھوں نے اپنے بابا حسینؑ سے سنا اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے (اپنی والدہ) حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے روایت نقل کی ہے کہ رسولِ خدا نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فرمایا:

(1) "الاصول" میں اس کا نام "ابن سعد المری" مذکور ہے۔

المهدی من ولدك

"حضرت مہدیؑ آپؐ کی اولاد میں سے ہوں گے"۔

موسیٰ بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ جناب زیدؒ کو ولید بن یزید کے دورِ حکومت میں سولی پر چڑھایا گیا۔ جب حضرت زید بن علیؑ کے بیٹے جناب یحییٰؒ بن زید نے خروج کیا تو ولید بن یزید نے یوسف بن عمر کو خط تحریر کیا:

"امابعد! جیسے ہی میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم ان لوگوں کے خلاف اہلِ عراق کو بھڑکاؤ اور زیدؒ بن علیؑ کی لاش کو جلا دو اور دردناک عذاب سے دوچار کرو۔ والسلام!"

جب یوسف بن عمر کو ولید کا خط ملا تو اس نے خراش بن حوشب کو اس کام کا حکم دیا اور خراش بن حوشب ملعون نے جنابِ زیدؒ کی لاش کو درخت کے تنے سے اُتار کر آگ میں جلا دیا۔ پھر آپ کے جسدِ اطہار کی راکھ کو ایک کشتی میں رکھ کر دریائے فرات میں بہا دیا گیا۔

سامہ بن موسیٰ الطحان سے منقول ہے کہ میں نے جنابِ زیدؒ بن علیؑ کو (کوفہ میں) کناسہ کے مقام پر سولی پر چڑھے ہوئے دیکھا لیکن کسی نے بھی (آپؒ کو برہنہ حالت میں ہونے کے باوجود) آپؒ کی شرم گاہ کو نہیں دیکھا کیونکہ آپؒ کے پیٹ کے آگے اور پیچھے سے بدن کی جلد کھینچ کر لمبی ہو گئی تھی یہاں تک کہ آپؒ کی شرم گاہ چھپ گئی۔

جریر بن حازم سے منقول ہے کہ میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ نے درخت کے اُس تنے سے ٹیک لگائی ہوئی ہے جس پر جنابِ زیدؒ بن علیؑ کو سولی دی گئی تھی اور آپؐ لوگوں سے فرما رہے ہیں:

أهكذا تفعلون بولدی

"کیا تم لوگ میری اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہو؟"

یحییٰ بن حسن بن جعفر سے منقول ہے کہ جناب زیدؒ بن علیؑ جمعۃ المبارک کے دن ماہ صفر المظفر ۱۲۱ ہجری میں شہید ہوئے۔

اہلِ علم حضرات اور فقہا کا جنابِ زیدؒ بن علیؑ کا خروج میں ساتھ دینا

لیث سے مروی ہے کہ منصور بن معتمر لوگوں کو حضرت زیدؒ بن علیؑ کے ہمراہ خروج کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ فضل بن حسن مصری سے منقول ہے کہ میں نے ابونعیم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب جناب زیدؒ بن علیؑ نے منصور کو اپنے ہمراہ خروج کی دعوت دی تو انھوں نے سُستی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ جنابِ زیدؒ شہید ہو گئے اور اس وقت منصور ان کے پاس نہ تھے۔ پھر منصور نے جنابِ زید کا ساتھ نہ دینے کی بنا پر اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر پورا سال روزے کی حالت میں گزارا اور اس کے بعد عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے ہمراہ خروج کیا۔[1]

عبدہ بن کثیر السراج الجری سے مروی ہے کہ بنوہاشم کا غلام یزید بن ابی زیاد جو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا دوست تھا، وہ رقہ میں آیا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو جنابِ زیدؒ بن علیؑ کی بیعت کرنے کی دعوت دی۔ یہ اُن اشخاص میں سے تھا، جو لوگوں کو حضرت زیدؒ بن علیؑ کی بیعت کی طرف بلا رہے تھے۔ اس کی دعوت پر رقہ کے لوگوں نے جنابِ زیدؒ کی بیعت پر لبیک کہا۔ راوی کہتا ہے: میں بھی آپ کی بیعت پر لبیک کہنے والوں میں شامل تھا۔

عبداللہ بن مروان بن معاویہ کہتا ہے: میں نے دارالامارہ میں محمد بن جعفر بن محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا ابوحنیفہ پر رحم کرے، انھوں نے جنابِ زیدؒ بن علیؑ کی مدد کرنے میں ہماری محبت کا ثبوت دیا اور ابن مبارک کی ہمارے فضائل چھپانے پر سرزنش کی اور اس کے لیے بددعا کی (ابن مبارک ۱۱۸ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۸۱ ہجری میں اس کی وفات ہوئی)۔

---

[1] المعارف، ص ۲۰۹ پر مذکور ہے کہ منصور کی وفات ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔

عبدہ بن کثیر الجری سے مروی ہے کہ زیدؒ بن علیؑ نے ہلال بن جناب کو ایک خط تحریر کیا جبکہ ہلال بن حباب ان دنوں مدائن کے قاضی تھے۔ آپؒ نے خط میں انھیں اپنی بیعت کی دعوت دی اور انھوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپؒ کی بیعت کی۔

سالم بن ابی حدید سے منقول ہے کہ جناب زیدؒ بن علیؑ نے مجھے زبید الامامی کے پاس اس مقصد کی خاطر بھیجا کہ میں انھیں جناب زیدؒ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دوں۔

فضل بن زبیر سے مروی ہے کہ ابوحنیفہ نے مجھ سے پوچھا: کون سے فقہاء جناب زیدؒ کی تحریک میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں؟ میں نے انھیں جواب دیا: سلیمہ بن کہیل، یزید بن ابی زیاد، ہارون بن سعد، ہاشم بن برید، ابوہاشم رمانی اور حجاج بن دینار سمیت دیگر کئی فقہا ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

یہ سن کر ابوحنیفہ نے مجھ سے کہا: آپ جناب زیدؒ سے جا کر کہیں کہ آپؒ کا اپنے دشمن کے خلاف جہاد کرنے اور طاقت حاصل کرنے کی خاطر میرے پاس کچھ رقم ہے۔ آپؒ اس رقم کے ذریعے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے سواریوں اور اسلحے کا بندوبست کر کے خود کو مضبوط کریں۔ آپ نے یہ رقم میرے ذریعے جناب زیدؒ کی خدمت میں ارسال کی، جسے انھوں نے قبول کیا۔

ابوعوانہ سے مروی ہے کہ سفیان نے اس وجہ سے مجھ سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ وہ جناب زیدؒ کے پیروکار تھے۔

عمرو بن عبدالغفار نے عبدہ بن کثیر سے روایت نقل کی ہے کہ جناب زیدؒ نے عبدہ بن کثیر الجری اور حسن بن سعد الفقیہ کو خراسان کی طرف اپنا قاصد اور پیغام بر بنا کر بھیجا تھا۔

شریک بیان کرتے ہیں: میں اور سفیان بن سعید ثوری کا بھائی عمرو بن سعید، اعمش کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہمارے پاس عثمان بن عمیر ابوالیقظان الفقیہ تشریف لائے اور اعمش کے قریب بیٹھ گئے۔ اعمش سے کہا: ہم تنہائی میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں؟ اعمش نے جواب دیا: آپ پریشان نہ ہوں یہ شریک ہے اور یہ عمرو بن سعید ہے۔ تم اپنی ضروری بات ان کے سامنے ہی بیان کرو۔

عثمان بن عمیر نے کہا: مجھے زیدؓ بن علیؑ نے آپ کے پاس اس مقصد کی خاطر بھیجا ہے کہ مَیں آپ کو ان کی مدد اوران کے ساتھ جہاد میں شرکت کی دعوت دوں جب کہ آپ جناب زیدؓ کو بخوبی جانتے ہیں۔

یہ سن کر اعمش نے کہا: ہاں! میں ان کے فضل وکمال سے بخوبی آگاہ ہوں، آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور ان سے کہنا کہ اعمش آپؑ سے یہ کہہ رہا ہے کہ مَیں آپؑ پر اپنی جان فدا کردوں، مجھے آپؑ کے حوالے سے لوگوں پر بھروسہ نہیں ہے۔ اگر مجھے آپؑ کے لیے تین سو ایسے افراد مل گئے جن پر مَیں بھروسہ کرسکوں تو ہم انھیں آپؑ کے پہلو میں لاکر کھڑا کریں گے۔

محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ اور منصور بن معتمر نے جناب زیدؓ بن علیؑ کی بیعت کی تھی۔ یوسف بن عمر (عراق کے گورنر) نے لوگوں کو مسجد میں بلوا کر مسجد کے دروازے بند کر دیے (تاکہ وہ جناب زیدؓ کی مدد نہ کرسکیں) اور یوں وہ جناب زیدؓ اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ بن گیا۔

عنبسہ بن سعید اسدی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ابوحصین نے قیس بن ربیع کو بلایا اور کہا: اے قیس! تو قیس نے جواب دیا: لبیک "میں حاضر ہوں"۔ ابوحصین نے اس سے کہا: لا لبیک ولا سعدیک "تم ہماری خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے؟" کیونکہ تم نے رسولؐ خدا کی اولاد میں سے ایک شخص (جناب زیدؓ بن علیؑ) کی بیعت کرنے کے بعد ہمیں تنہا چھوڑ دیا ہے اور ہماری کوئی مدد نہ کی۔ یہ ابوحصین نے قیس بن ربیع سے اس لیے کہا تھا کیونکہ اسے خبر ملی تھی کہ قیس نے جناب زیدؓ بن علیؑ کی بیعت کرلی ہے۔

حضرت یحییٰؒ بن زیدؓ

آپ کا نام یحییٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ریطہ بنت ابی ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ ہے۔ شاعر ابوثمیلہ الابار نے آپ کی والدہ جنابِ ریطہ کے بارے میں ان اشعار میں یوں تذکرہ کیا ہے:

فلعلّ راحم اُم موسٰی والذی نجاہ من لجج خضم مُزبد
سَیَسُرُّ رَیطَۃَ بعد حزن فؤادھا یحییٰ ویحییٰ فی الکتائب یرتدی

"شاید وہ ذات اُمِ موسیٰ پر مہربان ہو جس نے یحییٰ کو جھاگ والے متلاطم سمندر سے نجات دی۔ عن قریب ریطہ کے دل کو غم کے بعد یحییٰ سے خوشی ملے گی جب کہ جناب یحییٰ لشکر کے گروہوں کے درمیان تلوار لٹکا کر چلتے ہیں"۔

ریطہ بنتِ ابی ہاشم کی والدہ ریطہ بنت حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی والدہ عبدالمطلب بن ابی وداعۃ السھمی کی بیٹی ہیں۔(طبقات ابن سعد: ج ۵،ص ۲۳۹، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵،ص ۱۰۸)

جنابِ یحییٰؑ بن زیدؑ کی شہادت کا سبب

جب حضرت زیدؑ بن علیؑ شہید ہوگئے اور آپ کے بیٹے جنابِ یحییٰ بن زید نے آپ کو دفن کردیا تو تدفین کے بعد یحییٰ بن زید واپس چلے گئے اور جبانۃ السبیع میں قیام کیا۔ اس وقت لوگ آپ سے جدا ہو چکے تھے اور صرف دس افراد آپ کے ہمراہ باقی رہ گئے۔

سلمہ بن ثابت کہتے ہیں: اس وقت میں نے جنابِ یحییٰ بن زید سے پوچھا: اب آپ کا کہاں کا ارادہ ہے؟

انھوں نے کہا: میں نہرین کی جانب جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس وقت آپ کے ہمراہ ابو الصبار العبدی تھے۔

سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا: اگر آپ نہرین کا قصد رکھتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں ہی جنگ کریں تا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ جامِ شہادت نوش کریں۔

جنابِ یحییٰ بن زید نے کہا: میں کربلا کی نہروں کی طرف جانا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: پھر آپ صبح ہونے سے پہلے یہاں سے بحفاظت نکل جائیں اور ہم بھی ان کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب ہم کوفہ سے نکل چکے تو اذانِ فجر سنی اور ہم جلدی

سے وہاں سے آگے نکل گئے۔ جب بھی ہمارا کسی گروہ سے سامنا ہوتا تو میں ان سے کھانا مانگتا اور وہ مجھے کھانے کے لیے روٹیاں پیش کرتے تو میں یہ روٹیاں جناب یحییٰ اور آپ کے ساتھیوں کو کھلا دیتا، یہاں تک کہ ہم لوگ نینوا پہنچ گئے۔ نینوا پہنچ کر میں نے 'سابق' کو آواز دے کر بلایا تو وہ اپنے گھر سے باہر نکلا اور جناب یحییٰ بن زید کو اپنے گھر لے گیا۔ پھر 'سابق' وہاں سے 'فیوم' کی طرف چلا گیا اور وہاں قیام پذیر رہا جب کہ جناب یحییٰ بن زید ان کے گھر پر ہی مقیم رہے۔

سلمہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا اور انھیں تنہا چھوڑ دیا جب کہ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ پھر یحییٰؑ بن زیدؒ مدائن کی طرف چلے گئے، جو خراسان کے راستے پر واقع تھا۔ جب یوسف بن عمر (عراق کے گورنر) کو یہ خبر ملی کہ یحییٰ بن زیدؒ وہاں موجود ہیں تو اس نے حریث بن ابی الجہم الکلبی کو آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ جب یہ مدائن پہنچا تو آپ وہاں سے نکل چکے تھے۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہو کر رے میں پہنچے۔ آپ نے مدائن میں وہاں کے نمبردار کے گھر قیام کیا یہاں تک کہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ پھر آپ رے سے نکل کر سرخس میں آئے اور وہاں زید بن عمرو اتمی کے پاس قیام کیا۔ آپ نے وہاں پر بنو اسید بن عمرو کے ایک شخص حکم بن یزید کو بلایا اور اس کے پاس چھ ماہ قیام کیا۔ اس زمانے میں اس علاقے میں عمر بن ہبیرہ کی طرف سے ایک شخص "ابن حنظلہ" جنگ میں مشغول تھا، وہاں کے کچھ لوگ جناب یحییٰ بن زیدؒ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے آپ سے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ بنوامیہ کے خلاف جنگ کے لیے خروج کریں۔

جب آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ خروج کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں تو یزید بن عمرو نے جناب یحییٰ کو ان کے ہمراہ جنگ کرنے سے منع کیا اور کہا: آپ ان لوگوں کے ہمراہ کیسے جنگ کر سکتے ہیں اور ان لوگوں کے ذریعے اپنے دشمن پر کیسے غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جو حضرت علیؑ اور ان کے خاندان سے برائت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ (یزید بن عمر کی باتیں سن کر) آپ ان لوگوں سے مطمئن نہ ہوئے لیکن آپ نے ان سے اچھے انداز میں گفتگو کی۔

پھر جناب یحییٰ بن زید وہاں سے روانہ ہو کر بلخ کے مقام پر آئے اور وہاں حریش بن عبدالرحمٰن شیبانی[1] کے پاس قیام کیا اور آپ ہشام بن عبدالملک کی ہلاکت تک وہیں قیام پذیر رہے جب کہ ہشام بن عبدالملک کے بعد ولید بن یزید اس کا جانشین بنا جب یوسف بن عمر (عراق کے گورنر) کو جب یہ معلوم ہوا کہ یحییٰؑ بن زیدؑ حریش کے گھر میں مقیم ہیں تو اس نے خراسان کے گورنر نصر بن سیار کو خط میں تحریر کیا کہ "حریش کے پاس اپنے سپاہی بھیجو تا کہ وہ یحییٰ کو حتی سے گرفتار کر کے لے آئیں"۔

پھر نصر بن سیار (خراسان کے گورنر) نے بلخ کے گورنر عقیل بن معقل لیثی کے پاس قاصد کو پیغام دے کر بھیجا کہ حریش کو گرفتار کر کے اپنے پاس لے آؤ اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک تم اس کی روح کو جسم سے نہ نکال لو، جب تک وہ یحییٰؑ بن زیدؑ کو تمھارے پاس لے کر نہ آ جائے۔

پھر عقیل بن معقل نے حریش کو اپنے پاس بلایا اور اسے ساٹھ کوڑے لگوائے اور کہا: خدا کی قسم! میں تمھاری جان نکال دوں گا یا یحییٰؑ بن زیدؑ کو میرے پاس حاضر کرو۔

یہ سن کر حریش نے کہا: خدا کی قسم! اگر وہ میرے پیروں تلے ہوتے تو بھی میں ہرگز ان سے اپنا پاؤں نہ اُٹھاتا، پس تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔

اتنے میں حریش کا بیٹا قریش فوراً کود کر سامنے آ گیا اور اس نے عقیل بن معقل (بلخ کے گورنر) سے کہا: تم میرے باپ کو قتل نہ کرو، میں یحییٰ بن زید کو تمھارے پاس لاتا ہوں۔ پھر اس نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو قریش کے ہمراہ جناب یحییٰ کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا اور حریش کے بیٹے نے ان کی اس جگہ کی طرف رہنمائی کی جہاں پر جناب یحییٰ موجود تھے۔ اس وقت آپؑ گھر کے ایک اندرونی کمرے میں موجود تھے۔

عقیل بن معقل کے سپاہیوں نے جناب یحییٰ بن زیدؑ اور ان کے ہمراہ یزید بن عمرو اور کوفہ سے عبدالقیس کے غلام فضل کو گرفتار کر لیا۔ پھر عقیل بن معقل نے انھیں نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا تو نصر بن سیار نے انھیں لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا اور ان کے متعلق

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۱۰۷ پر ان کا نام حریش بن عمر بن داؤد مذکور ہے۔

تمام حالات یوسف بن عمر کی طرف لکھ بھیجے۔

ریاشی سے مروی ہے کہ بنولیث کے ایک شاعر نے اپنے اشعار میں اس صورتِ حال کا تذکرہ کیا ہے جو یحییٰ بن زید کے ساتھ ہوا:

أليس بعين الله ما نصنعونه	عشيّة يحيٰى مُوثقٌ فى السلاسل
ألم تر ليثًا ما الذى حتمت به	لها الويل فى سلطانها المُتزايل
لقد كشفت للناس ليث عن استها	أخيرًا وصارت ضحكة فى القبائل
كلاب عوت لا قدس الله أمرها	فجاءت بصيدٍ لايحل لآكل

"ہم یحییٰ کے ساتھ جو ظلم وستم روا رکھے ہوئے ہیں، وہ خدا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ جناب یحییٰ کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا (مقتل بن معقل لیثی) بنولیث کے اس شخص نے ان کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، اس کے اس فیصلے پر اور اس کی فانی سلطنت پر لعنت اور افسوس ہے۔ بالآخر تم نے بنولیث کی اصلیت کو لوگوں پر ظاہر کر دیا اور تمھاری یہ حرکت مختلف قبیلوں میں مذاق اور تمسخر بن کر رہ گئی ہے۔ کتے بھونکتے ہیں اور خدا اس امر کو مقدس قرار نہیں دے سکتا اور یہ ایسا شکار کر کے لائے ہیں جس کا کھانا، کھانے والے کے لیے جائز اور حلال نہیں ہے"۔

یحییٰ بن حسن سے منقول ہے کہ یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ کے اشعار ہیں۔

علی بن محمد نوفلی نے اپنی والدہ سے اور انھوں نے اپنے چچا عیسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب جناب یحییٰؒ بن زیدؒ کو قید سے رہا کیا گیا اور آپ کی زنجیریں کھول دی گئیں تو آپ کے صاحبِ ثروت اور خوش حال شیعوں کی ایک جماعت اُس لوہار کے پاس گئی جس نے آپ کے پاؤں کی بیڑیاں اُتاری تھیں اور انھوں نے اس سے کہا کہ وہ یہ زنجیریں انھیں بیچ دے اور وہ باہمی مقابلہ کی وجہ سے ان زنجیروں کی قیمت بڑھانے لگے یہاں تک کہ ان کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ لوہار کو یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس کے متعلق یہ خبر پھیل

نہ جائے اور اس سے یہ مال چھین نہ لیا جائے لہٰذا اس نے ان شیعوں سے کہا کہ تم لوگ اس قیمت کو آپس میں (اتفاق سے) جمع کرو تو وہ اس پر راضی ہو گئے اور انھوں نے مال جمع کر کے اسے دے دیا۔ لوہار نے ان زنجیروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان میں بانٹ دیے اور انھوں نے لوہے کی زنجیروں کے ان ٹکڑوں کو انگوٹھیوں کے نگینوں کے طور پر استعمال کیا اور اسے اپنے لیے متبرک قرار دے کر اس سے برکتیں حاصل کرنے لگے۔

اب ہم دوبارہ جناب یحییٰ بن زید کی شہادت کے اسباب کے متعلق گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں۔

یوسف بن عمر نے ولید (اموی خلیفہ) کو خط لکھ کر یحییٰ بن زیدؒ کی گرفتاری سے آگاہ کیا تو اس نے خط کے جواب میں یہ تحریراً حکم دیا کہ یحییٰ بن زیدؒ کو امان دی جائے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے۔ پھر یوسف بن عمر نے نصر بن سیار (خراسان کے گورنر) کو انھیں رہا کرنے کے بارے میں تحریر کیا تو نصر بن سیار نے جناب یحییٰ بن زیدؒ کو بلایا اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا اور فتنہ و فساد سے ڈرایا۔

یہ سن کر جناب یحییٰ بن زیدؒ نے نصر بن سیار سے کہا: کیا اُمت محمدیہ میں اس سے بڑا بھی کوئی فتنہ رونما ہوگا جو فتنہ تم لوگوں نے خون بہا کر برپا کر رکھا ہے اور جس امر (حکومت و خلافت) کے تم اہل اور حق دار نہ تھے، اس پر قابض ہو گئے؟

نصر بن سیار نے آپ کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اس نے حکم دیا کہ انھیں دو ہزار درہم اور جوتوں کا ایک جوڑا عنایت کیا جائے تو آپ کو جوتے اور درہم پیش کیے گئے تاکہ آپ ولید کے پاس جا سکیں۔

جناب یحییٰ بن زیدؒ وہاں سے نکل کر "سرخس" آئے جب کہ وہاں کا گورنر عبداللہ بن قیس بن عباد البکری تھا۔ نصر بن سیار نے اسے یہ تحریر کیا کہ جیسے ہی یحییٰ بن زیدؒ سرخس میں پہنچیں تو اُسے وہاں سے نکال دینا، اور اس نے طوس کے گورنر حسن بن زید تمیمی کو بھی تحریر کیا کہ اگر تمھارے علاقے سے یحییٰ بن زیدؒ گزرے تو اسے ایک لمحے کے لیے بھی وہاں پر ٹھہرنے نہ دینا یہاں تک کہ انھیں اَبرشہر (نیشاپور) میں عامر بن زرارہ کے حوالے کر دینا۔ (تاریخ

طبری: ج ۸، ص ۳۰۰)

سرحان بن نوح العنبری کو ان کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جب یحییٰ بن زیدؒ نے سرحان بن نوح کے سامنے نصر بن سیار کا تذکرہ کیا تو اس نے نصر کی عیب جوئی کی گویا اس نے یہ عیب جوئی اس لیے کی کہ اس نے جناب یحییٰ بن زیدؒ کو بہت کم مال عطا کیا ہے اور جب آپ نے یوسف بن عمر کا تذکرہ کیا تو اس نے اس سے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا۔ پھر آپ نے کہا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں مجھے دھوکے سے قتل نہ کر دیا جائے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اس شخص نے کہا: آپ کا جو جی چاہتا ہے وہ بیان کریں کیوں کہ میری طرف سے آپ پر کوئی جاسوس اور سراغ رساں متعین نہیں ہے۔ پھر آپ نے کہا: حیرت ہے کہ مجھے سفر میں اتنا زمانہ گزر گیا، خدا کی قسم! اگر میں چاہتا کہ اس (حسین بن زید تمیمی، طوس کے گورنر) کے پاس چلا جاؤں تو جا سکتا تھا اور اس سے اس بات پر مشاورت کرتا جس پر وہ موافقت کرتا تو میں ایسا کر لیتا۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: آپ کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ صرف مال چھپانے کے لیے اس راستے پر رسم ہے۔

اس کے بعد جناب یحییٰ بن زیدؒ ابرشہر میں عمرو بن زرارہ کے پاس آئے تو اس نے آپ کو ایک ہزار درہم اخراجات کے لیے دیے۔ پھر اس نے آپ کو بیہق کی طرف بھیج دیا۔ جب آپ بیہق میں پہنچے جو خراسان کی آخری سرحد تھی، اس وقت آپ کے ہمراہ ستر مرد تھے۔

عمرو بن زرارہ نے کچھ سواریاں خریدیں اور ان پر اپنے ساتھیوں کو سوار کیا۔ پھر عمرو نے نصر بن سیار کو اس بارے میں آگاہ کیا تو نصر نے سرخس کے گورنر عبداللہ بن قیس بن عباد البکری اور طوس کے گورنر حسن بن زید کو خط میں یہ لکھا کہ تم دونوں ابرشہر کے گورنر عمرو بن زرارہ کے پاس جاؤ کیوں کہ وہ ان لوگوں پر لشکر کا امیر ہے۔

پھر یہ لوگ عمرو بن زرارہ کے پاس آئے جو ابرشہر میں قیام پذیر تھا اور اس کے لشکر میں دس ہزار افراد اکٹھے ہو چکے تھے جبکہ جناب یحییٰ بن زیدؒ صرف ستر افراد کے ہمراہ جنگ کے لیے نکلے اور آپ نے ان کو شکست سے دوچار کیا جب کہ عمرو بن زرارہ قتل ہو گیا۔ آپ نے

اپنے ساتھیوں کے لیے عمرو بن زرارہ کے لشکر کا سامان مباح قرار دیا تو انھوں نے کافی جانور بطور مالِ غنیمت لے لیے۔

پھر آپ وہاں سے ہرات آئے۔ اس وقت ہرات کا گورنر مغلّس بن زیاد تھا۔ اس نے آپ کو کچھ نہ کہا اور آپ بھی پرامن وہاں سے نکل کر جوزجان کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔ نصر بن سیار نے سلم بن احور ① کو آٹھ ہزار گھڑسواروں کے ہمراہ جناب یحییٰ بن زیدؒ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ ان میں شامی اور دیگر علاقوں کے لوگ شامل تھے۔ جب کہ جوزجان کے ایک گاؤں ''ارغونی'' میں دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے۔ ان دنوں حماد بن عمرو سعیدی جو زجان کا گورنر تھا اس معرکے میں جناب یحییٰ بن زیدؒ کے ساتھ ابوالعجارم الحنفی اور خشخاش ازدی بھی شامل ہوئے۔ اس معرکے کے بعد نصر بن سیار نے خشخاش کو پکڑ کر ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں کاٹ دیں اور پھر قتل کر دیا۔

سلم (ملعون) نے اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا اور سورہ بن محمد الکندی کو میمنہ کا اور حماد بن عمرو سعیدی کو میسرہ کا سردار متعین کیا۔ جناب یحییٰ بن زیدؒ نے اپنے ساتھیوں کو اسی طرح جنگ کے لیے صف آراستہ کیا جیسے عمرو بن زرارہ کے ساتھ جنگ کے وقت کیا تھا۔

فریقین میں تین دن اور رات تک سخت جنگ ہوئی حتیٰ کہ جناب یحییٰ بن زیدؒ کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور جناب یحییٰ کی پیشانی پر ایک تیر لگا۔ آپ کو یہ تیر عنزہ کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مارا تھا جس کا نام عیسیٰ تھا۔ سورہ بن محمد نے آپ کو مقتول پایا تو اس نے آپ کا سرتن سے جدا کر دیا۔

عنزہ کے غلام عیسیٰ نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کی قمیص اور دیگر سامان لوٹ لیا۔ اس معرکے کے بعد عیسیٰ اور سورہ بن محمد کندی زندہ رہے یہاں تک کہ ابومسلم خراسانی نے ان دونوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر انھیں قتل کر دیا اور پھر دونوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ جناب یحییٰ بن زیدؒ کو شہادت کے بعد جوزجان شہر کے دروازے پر سولی پر چڑھا دیا گیا۔

جعفر الاحمر سے منقول ہے کہ میں نے جناب یحییٰ بن زیدؒ کو جوزجان کے دروازے پر

---

① تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں اس کا نام ''مسلم بن احوز'' مذکور ہے۔

سولی پر چڑھے ہوئے دیکھا۔

عمر بن عبدالغفار نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب یحییٰ بن زیدؒ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا سر مبارک نصر بن سیار (خراسان کے گورنر) کو بھیج دیا گیا اور اس نے آپ کا سر مبارک ولید بن یزید (اُموی خلیفہ) کے پاس (شام) بھیج دیا۔

جناب یحییٰ بن زیدؒ کو ایک عرصہ تک سولی پر چڑھائے رکھا یہاں تک کہ بنوعباس آئے اور انھوں نے آپ کو سولی سے اُتار کر غسل و کفن اور حنوط کے بعد دفنایا۔ یہ کام خالد بن ابراہیم ابوداؤد الکبری، حازم بن خزیمہ اور عیسیٰ بن ماھان نے کیا۔

جب ابومسلم خراسانی نے جناب یحییٰ بن زیدؒ کے قاتلوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ رجسٹر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے قاتلوں سے انتقام لیں۔ پھر انھوں نے اپنے سامنے وہ رجسٹر رکھا، جس میں جناب یحییٰ بن زیدؒ کے تمام قاتلوں کے نام درج تھے اور جب بھی کسی ایسے شخص کا نام آتا جس نے جناب یحییٰ بن زیدؒ کے قتل میں مدد کی ہوتی تو ابومسلم اسے قتل کروا دیتے یہاں تک کہ آپ کے لیے جس قدر ممکن ہو سکا اور جو بھی ان کے قتل میں معاون کے طور پر ملا اسے قتل کروا دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

عبداللہؑ بن محمدؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ جعفرؒ بن محمدؒ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) کے بھائی ہیں۔ آپ دونوں کی والدہ اُمِ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں۔ (المعارف: ص ۷۶)

جناب اُمِ فروہ کی والدہ اسما بنت عبدالرحمن بن ابی بکر ہیں۔

ابوالمقدام سے مروی ہے کہ عبداللہ بن محمدؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علی ابی طالبؑ بنواُمیہ کے ایک شخص کے پاس گئے تو اس نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر آپ نے اس سے کہا: تم مجھے قتل نہ کرو، میں خدا کی بارگاہ میں تمھارا نگہبان اور مددگار ہوں۔

یہ سن کر اس اُموی نے کہا: تم وہاں پر ہرگز میرے نگہبان اور مددگار نہیں ہو سکتے۔ اس نے آپ کو کچھ دیر کے لیے تو چھوڑ دیا مگر پھر شربت میں زہر ملا کر آپ کو زہر کا جام پلا دیا اور آپ شہید ہو گئے۔

عبداللہؑ بن مسورؒ بن عونؑ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ

عوانہ سے مروی ہے کہ جناب عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ کو سب لوگوں سے زیادہ سخت سزا اور عقوبت سے دوچار کیا گیا۔ آپ کے ہمراہ جناب عبداللہ بن مسور بن عون بن جعفر بن ابی طالبؑ بھی تھے۔ (الاغانی: ج ۱۱، ص ۷۵)

راوی کہتا ہے: مجھے یہ خبر ملی کہ آپ کہہ رہے تھے: میں عون بن جعفرؒ کا بیٹا ہوں اور آپ کو اس قدر تازیانے لگائے گئے کہ آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔

مدائنی نے اپنی اسناد رجال سے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے عبداللہ ابن مسور کی بیوی کو بلایا اور ان سے کوئی گفتگو کی تو عبداللہ بن مسور کی بیوی نے اس کی باتوں کا جواب دیا۔ جب معاویہ نے اسے یوں تکرار کرتے دیکھا تو وہ واپس پلٹ گئیں۔ پھر اس نے ابن مسور کی زوجہ

کے قتل کا حکم دیا اور انھیں شہید کر دیا گیا۔

عبداللہ بن معاویہؒ

آپ کا نام عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفرؓ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور آپ کی کنیت ابومعاویہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اسماء اُم عون بنت عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے۔

عبداللہ بن معاویہ سخی، بہادر اور شاعر تھا لیکن اس کی سیرت بُری تھی اور یہ بدعقیدہ شخص تھا۔ یہ لڑائی کا دلدادہ اور اپنی باطنی بدی کو ظاہر کرتا تھا اور اسے زندیق سے متہم کیا جاتا ہے۔ مؤلف کہتے ہیں: اگر اس کی مذکورہ بالا بُری صفات کے بارے میں کوئی روایت نہ ہوتی تو ہم ان کو ذکر نہ کرتے لیکن یہاں ہم ضرور اس حوالے سے بعض روایات نقل کریں گے۔ [1]

محمد النوفلی نے اپنے چچا عیسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ عمارہ بن حمزہ زندیق تھا اور عبداللہ بن معاویہ نے اسے اپنا کاتب مقرر کر رکھا تھا جبکہ اس کا ایک رفیق اور ساتھی جس کا نام مطیع بن ایاس تھا، وہ بھی زندیق سے متہم تھا۔ اسی طرح اس کا دوسرا ساتھی جو بقلی کے نام سے معروف تھا، اسے بقلی اس لیے کہتے تھے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ انسان بقلہ (سبزی و ترکاری) کے مانند ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اُٹھایا جائے گا۔

جب منصور خلیفہ بنا تو اس نے اسے (بقلی کو) قتل کروا دیا۔ یہ تین اشخاص عبداللہ بن معاویہ کے خاص ساتھی تھے۔ میدانِ جنگ میں اس کی فوج کے ہراوّل دستے کا سردار قیس بن دہری تھا، جو اللہ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور یہی اس کے سپاہیوں کا چیف تھا۔ جب رات چھا جاتی تو اسے جو بھی نظر آتا اسے قتل کروا دیتا۔

سلیمان بن ابی شیخ سے منقول ہے کہ جب عبداللہ ابن معاویہ کسی شخص پر غضب ناک

---

[1] اس حوالے سے زیادہ تر روایات محمد النوفلی سے مذکور ہیں جو سُنّی المذہب تھا جسے اکابر علماء تشیع جیسے علامہ حلیؒ، شہید اوّلؒ، محقق اردبیلیؒ، سید محسن الحکیمؒ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی روایات پر توقف کیا ہے لہٰذا اس حوالے سے مؤلف نے ضعیف روایات کا سہارا لیا ہے۔ (مترجم)

ہوتا تو اسے کوڑے مارنے کا حکم دیتا، پھر خوش گپیوں میں مشغول ہو جاتا اور اس شخص سے غافل ہو جاتا یہاں تک کہ وہ شخص کوڑے کھا کھا کر ہی مر جاتا۔ اس نے ایک شخص کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تو اس نے اسے مدد کے لیے پکارا لیکن یہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اس شخص نے کہا: اے زندیق! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تو یہ پھر بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اور اسے اس قدر کوڑے مارے گئے کہ وہ مر گیا۔

محمد النوفلی نے اپنے چچا عیسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ ابن معاویہ انتہائی سنگدل انسان تھا۔ ایک دفعہ میں اصفہان میں اس کے پاس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک غلام پر غضب ناک ہوا اور اسے چھت سے نیچے پھینک دینے کا حکم دیا تو اسے نیچے گرا دیا گیا لیکن اس نے نیچے گرتے وقت کمرے پر موجود لوہے کے ستون کو پکڑ لیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس نے جس ہاتھ سے یہ ستون پکڑا ہے، اس کا وہ ہاتھ کاٹ دو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس غلام کو بلندی سے نیچے گرا دیا گیا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

ان تمام حالات کے باوجود یہ بنو ہاشم کے ظریف اور شعرا میں سے تھا۔

عبداللہ بن معاویہ کا خروج اور قتل

محمد نوفلی اپنے باپ اور بزرگان سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت علیؑ ابن الحسین علیہ السلام نے بیان کیا ہے اور محمد بن علی بن حمزہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ جب یزید بن ولید جو یزید ناقص کے نام سے معروف تھا، کی بیعت کی گئی تو عبداللہ بن معاویہ نے کوفہ میں اپنی تحریک شروع کر دی۔ اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور بیعت لینے کے لیے یہ نعرہ بلند کیا: الرضا من آلِ محمدؐ۔

یہ اُونی لباس پہنتا اور بظاہر بھلائی کے آثار دکھاتا۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے جمع ہو کر اس کی بیعت کر لی لیکن تمام کوفہ کے لوگ اس کی بیعت پر متفق نہیں ہوئے اور انھوں نے اس سے کہا: اب ہمارا کوئی باقی نہیں رہا، ہمارے زیادہ تر افراد اہلِ بیتؑ کے گھرانے کے افراد کے ہمراہ مارے جا چکے ہیں، نیز لوگوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ فارس اور مشرقی

علاقوں کی طرف چلا جائے۔ اس نے ان کی اس رائے کو قبول کرلیا اور گردونواح سے کافی لوگ اکٹھے کر لیے جبکہ عبداللہ بن عباس تمیمی نے بھی اس کے ہمراہ خروج کیا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۱۳۱)

محمد ابن حکم نے عوانہ سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن معاویہ نے مشرق کی طرف کوچ کرنے سے پہلے کوفہ میں خروج کیا اور وہاں پر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اس زمانے میں یزید الناقص کی طرف سے عبداللہ بن عمر کوفہ کا گورنر تھا، اس نے کوفہ شہر کے باہر سیاہ پتھروں والی زمین کی طرف خروج کیا اور وہاں سخت جنگ کی۔

مدائنی سے منقول ہے کہ عبداللہ ابن عمر (کوفہ کے گورنر) نے عبداللہ ابن معاویہ کے ساتھیوں میں اپنا ایک جاسوس چھوڑ دیا اور اس سے ابن عمر نے یہ وعدہ لیا کہ وہ لڑائی میں شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹ جائے تاکہ اس کو شکست سے دوچار ہوتا ہوا دیکھ کر باقی لوگ بھی جنگ ہار جائیں۔

جب ابن معاویہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر ابن ضمرہ شکست خوردہ ہو جائے تو تمہیں اس کی شکست ہرگز خوفزدہ نہ کرے۔ جب دونوں لشکر لڑائی کے لیے آمنے سامنے ہوئے تو لڑائی کے دوران ابن ضمرہ نے پسپائی اختیار کی۔ اسے پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کے ہمراہ دیگر لوگوں نے بھی پسپائی اختیار کی اور میدان میں ابن معاویہ کے سوا کوئی اور شخص باقی نہ بچا اور وہ اکیلے لڑائی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہا تھا:

تفرقت الظباء علی خراش   فما یدری خراش ما یصید

"خراش آنے سے ہرن منتشر اور تتر بتر ہو گئے حالانکہ جس نے شکار کرنا ہو، وہ خراش کی پرواہ نہیں کرتا ہے"۔

پھر اس نے بھی پسپائی اختیار کرتے ہوئے اپنا چہرہ میدان جنگ سے پھیر لیا اور بحفاظت واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد اس نے پھر لوگوں کو اپنی طرف بلانا شروع کر دیا اور گردونواح سے لوگ اس کی بیعت پر لبیک کہتے ہوئے اس کے پاس جمع ہو گئے حتیٰ کہ اس نے اچھی خاصی تعداد جمع کر لی تو کوفہ، بصرہ، ہمدان، قم، رے، قومس، اصفہان اور فارس کے علاقوں

پر غلبہ حاصل کرلیا جب کہ اس نے خود اصبہان میں قیام کیا۔

فارس کے علاقہ میں بنویشکر کے غلام محارب بن موسیٰ نے عبداللہ بن معاویہ کے لیے بیعت لی۔ جب یہ جوتے اور چادر کے ساتھ گورنر ہاوس میں داخل ہوا تو لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوئے۔ اس نے ان سے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا: ہم کس بات پر تمھاری بیعت کریں؟ اِن کے جواب میں محارب بن موسیٰ نے کہا: جس بات پر تمھارا جی چاہے بیعت کرو تو پھر انھوں نے اس کی بیعت کی۔

ابوہریرہ کے غلام محمد بن جعفر بن ولید اور محرز بن جعفر سے منقول ہے کہ عبداللہ بن معاویہ نے مختلف علاقوں کے لوگوں کو خط لکھ کر انھیں اپنی بیعت کرنے کی دعوت دی جبکہ اس نے آلِ محمدؐ کی رضا اور خوشنودی کے لیے لوگوں کو دعوت نہیں دی تھی۔ اس نے اپنے ایک بھائی حسن کو اصطخر، دوسرے بھائی یزید کو شیراز، تیسرے بھائی علی کو کرمان اور چوتھے بھائی صالح کو قُم اور اس کے مضافات کا گورنر نامزد کیا۔ نیز یہ کہ اس نے مکمل طور پر بنوہاشم کو نوازا۔ اس نے جن لوگوں کو نوازا ان میں سفاح، منصور اور عیسیٰ بن علی بھی شامل ہیں۔

ابن ابی خیثمہ نے مصعب سے روایت نقل کی ہے کہ قریش میں سے بنواُمیہ اور دیگر ذیلی قبائل کے نمایاں افراد عبداللہ بن معاویہ کی طرف مائل ہوئے۔ بنواُمیہ میں سے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اور عمر بن سہیل بن عبدالعزیز بن مروان اس کی طرف مائل ہوئے۔ اس نے ان میں سے بعض کو عہدوں سے نوازا اور بعض کو انعامات و اکرامات سے نوازا۔ مروان بن محمد جو مروان الحمار کے نام سے معروف ہے اس کے مسند خلافت پر فائز ہونے تک یہ ان علاقوں میں ہی مقیم رہا جن پر اس نے غلبہ حاصل کیا تھا۔

مروان الحمار نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ عامر بن ضبارہ کو عبداللہ بن معاویہ کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ لشکر اصبہان کے قریب پہنچا تو عبداللہ ابن معاویہ اور اس کے ساتھی اس لشکر سے جنگ کے لیے ان کی طرف نکلے لیکن انھوں نے جنگ نہ کی اور نہ ہی ان کے کسی فعل پر ردِعمل دکھایا۔ پھر یہ اور اس کے بھائی حیران اور خوفزدہ ہوکر خراسان کی طرف نکل پڑے جبکہ اِن دنوں خراسان میں ابومسلم نے خروج کررکھا تھا اور ابومسلم نے وہاں سے نصر بن

سیار کو نکال باہر کیا تھا۔

جب یہ خراسان کے راستے میں تھا تو اس نے تناہ کے ایک شخص کے پاس قیام کیا جو انتہائی با مروت اور احسان کرنے والا تھا۔ اس نے اس کے پاس آ کر مدد کی درخواست کی تو اس نے پوچھا: کیا تم رسولؐ خدا کی اولاد میں سے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا تم ابراہیم الامام ہو، جس کے لیے خراسان میں بیعت لی جارہی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، یہ سن کر اس شخص نے کہا: پھر مجھے تمھاری مدد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر یہ اس لالچ میں ابو مسلم کی طرف نکل پڑا کہ وہ میری مدد کرے گا لیکن ابو مسلم نے اسے پکڑ کر اپنے پاس قید کر دیا۔

ابو مسلم (خراسانی) کا اسے قید کرنے کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ پھر اس کے ساتھ کیا ہوا۔ بعض سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ یہ ابو مسلم کی قید میں ہی رہا حتیٰ کہ اس نے اپنا مشہور خط ابو مسلم کے نام لکھا جو یوں شروع ہوتا تھا:

''اس اسیر اور قیدی کی طرف سے جو بے جرم و بے خطا تمھاری قید میں ہے؟''

مؤلف کہتے ہیں: یہ خط طولانی ہے اور یہاں پر اس خط کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب اس نے یہ خط اسے تحریر کیا تو ابو مسلم نے اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ [1]

اور بعض دیگر سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن معاویہ کو زہر دے کر مارا گیا اور ابن ضبارہ کے پاس اس کا سر بھیج دیا گیا جو اسے مروان الحمار کے پاس لے گیا جبکہ بعض سیرت نگاروں نے یہ بیان کیا ہے کہ اسے زندہ ابن ضبارہ کے حوالے کیا گیا اور وہ اسے قتل کرنے کے بعد اس کا سر مروان الحمار کے پاس لے گیا۔

---

[1] البیان والتبیین: ج ۲، ص ۶۷-۶۸، جبکہ تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۱۵۱ پر مذکور ہے کہ اس نے حکم دیا کہ ایک بچھونا اس کے چہرے پر رکھ دو (پھر دم گھٹنے سے) وہ مر گیا۔ پھر اس کے منہ سے بچھونا ہٹایا گیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا گیا۔ اس کی قبر ''ہرات'' میں معروف ہے۔ لوگ اس کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں۔

سعید بن عمرو بن جعدہ بن ھبیرہ سے منقول ہے کہ میں مروان کے ہمراہ جنگِ زاب میں موجود تھا اور وہ عبداللہ بن علی (عبداللہ بن عباس) سے جنگ کر رہا تھا۔ مروان نے عبداللہ بن علی کے متعلق دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ایک تندرست نوجوان ہے۔ جب تمہارے پاس عبداللہ بن معاویہ کا سر آیا تھا، اس دن یہ اُسے گالیاں دے رہا تھا۔ یہ سن کر مروان نے کہا: خدا کی قسم! میں نے اس سے کئی دفعہ جنگ کا ارادہ کیا تھا لیکن ہمیشہ میرے اور اس کے درمیان کوئی حائل ہو جاتا تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے احکامات قضا و قدر کے تابع ہوتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا کہ اس کی جگہ علیؑ بن ابی طالبؑ مجھ سے جنگ کرتے؟

میں نے اس سے کہا: کیا تم اس جیسے شخص کے متعلق کہہ رہے ہو کہ اس کی جگہ پر علیؑ ہوتے؟ اُس نے کہا: مجھے اس کی جگہ سے غرض نہیں بلکہ میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علیؑ اور اولادِ علیؑ اس سے زیادہ حکومت کے سزاوار ہیں۔

جب ابوجعفر منصور کو یہ خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے عیسیٰ بن موسیٰ کو شکست دے دی ہے تو اس نے فرار اختیار کرنا چاہا لیکن جب اسے مروان کی یہ گفتگو بتائی گئی تو اس نے کہا: تمہیں اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

تو میں نے کہا: اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو سفیان بن معاویہ کی بیٹی کو تین طلاقیں ہوں، میں یقیناً تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

عبداللہ بن معاویہ نے ۱۲۷ ہجری میں خروج کیا تھا۔

عبیداللہؒ بن حسینؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

عبیداللہ بن حسین کی والدہ کا نام اُمِ خالد بنت حسن بن مصعب بن زبیر بن عوام ہے۔ اُمِ خالد کی والدہ کا نام امینہ بنت خالد بن زبیر بن عوام ہے اور ان کی والدہ اُمِ ولد تھی۔ عبیداللہ کی کنیت ابوعلی ہے۔

محمد بن علی بن حمزہ سے مذکور ہے کہ ابومسلم نے عبیداللہ بن حسین کو زہر دیا تھا اور اس سے آپ کی وفات ہوئی لیکن یحییٰ بن حسن علوی نے یہ قول ذکر نہیں کیا بلکہ اس نے یہ کہا ہے کہ

عبیداللہ بن حسین اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ یحییٰ بن حسن کو اپنے خاندان کے بارے میں خبروں کی بخوبی آگاہی حاصل تھی۔ اس لیے شاید محمد بن علی بن حمزہ کو یہ وہم لاحق ہوا ہے کہ انھیں ابو مسلم نے زہر دیا تھا تو ان کی وفات ہوئی۔

یہ تمام وہ لوگ ہیں جن کو بنو امیہ کے دورِ حکومت میں شہید کیا گیا اور ہم تک ان کے متعلق روایات پہنچی ہیں جبکہ ان میں ان حضرات کا تذکرہ نہیں کیا گیا جن کے بارے میں اختلاف ہے۔

عباسی دورِ حکومت میں شہید ہونے والی
حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد

ابوالعباس السفاح کا دورِ حکومت

ابوالفرج علی بن حسین الاصفہانیؒ (مؤلف) بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے کسی ایسے شخص کا علم نہیں ہوا جسے ابوالعباس السفاح نے قتل کیا ہو یا یہ کہ اس نے اپنے کسی ہم نشین کے ساتھ برائی کی ہو، لیکن محمد اور ابراہیم نے اسے خوفزدہ کیا تھا اور وہ دونوں اس سے مخفی رہے۔ ابوالعباس اور محمد و ابراہیم کے والد کے درمیان ان کے حوالے سے کئی دفعہ آمنے سامنے گفتگو ہوئی۔

جیسا کہ محمد بن یحییٰ سے منقول ہے کہ جب ابوالعباس مسندِ خلافت پر براجمان ہوا تو عبداللہ بن حسن بن حسن اور اس کا بھائی حسن ابن حسن ابوالعباس کے پاس آئے تو اس نے ان دونوں سے صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا اور عبداللہ کو خاص عزت بخشتے ہوئے اسے فضیلت و عنایات سے نوازا یہاں تک کہ اس کے سامنے لباس رکھتے ہوئے بہترین لباس عبداللہ کو عطا کیا۔ ابوالعباس نے اس سے کہا: امیر (ابوالعباس) نے تمہارے علاوہ کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا، لیکن میں نے تمہارے ساتھ اس لیے اس عزت افزائی کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ میں تمہیں اپنا چچا اور والد شمار کرتا ہوں۔ پھر اس نے عبداللہ سے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے ایک بات کا تذکرہ کروں۔

یہ سن کر عبداللہ نے کہا: اے امیر (ابوالعباس) آپ میرے سامنے کس بات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں؟

ابوالعباس نے عبداللہ کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کا تذکرہ کیا اور کہا: کس بات نے

ان دونوں کو اس کام سے باز رکھا ہوا ہے کہ وہ امیرالمومنین (ابوالعباس) کے پاس اپنے خاندان والوں کے ہمراہ حاضر نہ ہوں؟

یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ دونوں کسی ایسے سبب کی بنا پر آپ سے دُور رہیں جسے امیر (ابوالعباس) ناپسند کرتے ہوں۔ اس پر ابوالعباس خاموش ہو گیا۔ پھر عبداللہ نے دوسری رات بھی ابوالعباس کے پاس گزاری جب کہ انھوں نے وہ ساری رات جاگ کر باتوں میں بسر کی۔ ابوالعباس نے پھر اس کے سامنے محمد اور ابراہیم کا معاملہ کئی دفعہ اُٹھایا اور بالآخر اس نے عبداللہ بن حسن سے کہا: ان دونوں کا غائب ہونا تمھاری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ آگاہ رہو خدا کی قسم! محمدؐ کو ضرور سلع کے مقام پر اور ابراہیم کو نہر عیاب کے مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن اس کے پاس اسے انتہائی رنجیدہ کیفیت میں خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔ اس پر اس کے بھائی حسن بن حسن نے اس سے کہا: میں تمھیں اس قدر رنجیدہ اور پریشان کیوں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے اُسے وہ تمام گفتگو سنائی جو ابوالعباس نے اس کے ساتھ کی تھی۔ اس پر حسن بن حسن نے اس سے کہا: کیا جو بات مَیں تم سے کہوں وہ کرو گے؟

عبداللہ بن حسن نے کہا: وہ کیا بات ہے؟

حسن بن حسن نے اس سے کہا: اب جب ابوالعباس تم سے ان دونوں کے متعلق پوچھے تو تم اس سے کہو کہ ان کے چچا کو ان کے متعلق زیادہ بہتر معلوم ہے۔

عبداللہ بن حسن نے کہا: کیا تم میری خاطر یہ بار اُٹھا لو گے؟

حسن نے جواب دیا: جی ہاں۔

اگلے دن جب عبداللہ بن حسن، ابوالعباس کے پاس گئے تو اس نے پہلے کی طرح اس کی عزت و تکریم کے بعد اِن کے دونوں بیٹوں کا تذکرہ چھیڑ دیا تو عبداللہ بن حسن نے کہا: اے امیر (ابوالعباس)! ان کا چچا ان دونوں کے متعلق زیادہ بہتر جانتا ہے۔ لہٰذا آپ ان کے بارے میں ان کے چچا سے دریافت کریں۔

یہ سن کر ابوالعباس خاموش ہو گئے۔ پھر وہ دونوں جدا ہو گئے تو ابوالعباس نے حسن بن

حسن کے پاس اپنا قاصد بھیج کر اسے بلوایا اور اس کے سامنے یہ سارا قصہ بیان کیا تو حسن بن حسن نے کہا: اے امیر (ابوالعباس)! میں تمہارے ساتھ خلافت کی ہیبت اور دبدبے میں گفتگو کروں یا ایسے گفتگو کروں جیسے ایک چچا اپنے بھتیجے سے گفتگو کرتا ہے؟

ابوالعباس السفاح نے کہا: نہیں! آپ مجھ سے ایسے گفتگو کریں جیسے ایک چچا اپنے بھتیجے سے گفتگو کرتا ہے کیونکہ آپ اور آپ کے بھائی (عبداللہ بن حسن) میرے نزدیک چچا کی طرح قدرومنزلت رکھتے ہیں۔

حسن بن حسن نے ابوالعباس سے کہا: بے شک! میں جانتا ہوں کہ آپ اس وجہ سے ان دونوں کے متعلق مضطرب اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہیں کہ جو آپ کے پاس ان دونوں کے حوالے سے خبریں پہنچ رہی ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے سابق علم (علمِ ذاتی) کی روشنی میں یہ لکھ دیا ہے کہ محمد اور ابراہیم کو امرِ خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے گی تو کیا زمین و آسمان کی تمام مخلوقات مل کر بھی اس امر کو مٹا سکتی ہیں یا اس کو روک سکتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد اور ابراہیم کے لیے لکھ دیا ہے؟ اور اگر اللہ تعالیٰ نے محمد کے لیے اس امرِ خلافت کو تحریر اور مقدر نہیں کر رکھا تو کیا وہ اس خلافت وحکومت تک پہنچ سکتے ہیں؟

یہ سن کر ابوالعباس نے کہا: خدا کی قسم! یقیناً پھر وہ نہیں پہنچ سکتے، کائنات میں صرف وہی ہوسکتا ہے جس کو خدا لکھ کر مقدر کر چکا ہے۔ حسن بن حسن نے کہا: اے امیر (ابوالعباس)! پھر آپ اس بزرگ کے سامنے بار بار اس بات کا تذکرہ کر کے اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟

ابوالعباس نے کہا: اگر آئندہ مجھے اس حوالے سے کسی چیز نے مضطرب نہ کیا تو میں کبھی اپنی محفل میں ان دونوں کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ پھر ابوالعباس نے محمد اور ابراہیم کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیا اور اس کے بعد عبداللہ بن حسن واپس مدینہ لوٹ گئے۔

اسماعیل بن ابی عمرو سے مروی ہے کہ جب ابوالعباس نے ''انبار'' میں ایک عمارت تعمیر کی جو ''رصافہ ابی العباس'' کے نام سے معروف ہے۔ اس نے اس عمارت کو تعمیر کرنے کے

بعد عبداللہ بن حسن سے کہا: تم میرے ساتھ اس عمارت کے اندر چلو اور اس کا نظارہ کرو۔

عبداللہ بن حسن ابوالعباس کے ساتھ عمارت میں گئے اور اسے دیکھ کر کہا: کیا تم نے لوگوں کی گزری ہوئی ایسی جماعت کو نہیں دیکھا؟ اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔

ابوالعباس نے کہا: تم اپنی بات کو پورا کرو۔

عبداللہ نے کہا: اے امیر (ابوالعباس) میری اس بات سے صرف خیر مقصود ہے۔ پھر کہا کہ اُمرِ عظیم یا تو پورا نہیں ہوا یا پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

أَلَم تر حَوشبًا أمس يبَنِّي بُيُوتًا نفعها لبني نفيله

يؤمّل أن يعمر ألف عام وأمر الله يطرق كل ليلة

"کیا تم نے لوگوں کی گزری ہوئی ایسی جماعت نہیں دیکھی جو اپنے لیے عمارتوں کو تعمیر کرتے اور اس کا نفع بنونفیلہ اُٹھاتے۔ وہ یہ اُمید کرتے تھے کہ اسے ایک ہزار سال کے اندر تعمیر کریں گے حالانکہ خدا کا امر (موت) ہر رات ان کے دروازے پر دستک دیتا ہے"۔ [1]

عمر بن شبہ نے اپنی روایت میں موسیٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ ابوالعباس نے عبداللہ بن حسن کی باتوں کو صبر سے برداشت کیا اور اس بات کی بنا پر عمارت کو ضائع نہ کروایا۔

مصعب سے منقول ہے کہ ابوالعباس نے عبداللہ بن حسن سے پوچھا: تمھاری اس بات کا کیا مقصد ہے؟ عبداللہ بن حسن نے کہا: جو کچھ تم نے تعمیر کیا ہے اس میں تھوڑا سا زُہد اختیار کرو۔

ابن الضحاک سے مروی ہے کہ ابوالعباس نے عبداللہ بن حسن کی طرف اِن کے دو بیٹوں کے غائب ہونے پر خط میں یہ شعر تحریر کیا ہے:

أُريد حياته و يريد قتلي

عذيرك من خليلك من مُراد

---

[1] الاغانی: ج ۱۸، ص ۲۰۶، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۳، زہر الآداب، ج ۱، ص ۱۲۲، المعارف: ص ۹۳۔

"میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تمھارے
مرادی ساتھی کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے"۔

عمر بن شبہ نے اپنی سند رجال سے نقل کیا ہے کہ ابوالعباس نے محمد کو خط میں یہ شعر تحریر کیا تھا اور اس نے بھی اسے جواب میں اشعار تحریر کیے۔

زبیر نے محمد بن ضحاک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ اشعار عبداللہ بن حسن بن حسن کے ہیں۔ عمر بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ابوحسن کے ہمراہ یہ اشعار عبدالرحمٰن ابن مسعود کو ارسال کیے تو اس نے درج ذیل اشعار کے ذریعے جواب بھیجا:

وكيف يريد ذاك وأنت منه بمنزلة النياط من الفواد
وكيف يريد ذاك وأنت منه وزندك حين يقدح من زناد
وكيف يريد ذاك وأنت منه وأنت لِهَاشِمٍ رأس وهاد

"وہ تمھارے متعلق ایسا کیسے چاہ سکتا ہے جبکہ تمھاری اس سے وہی نسبت ہے جو دل سے متصل موٹی رگ کو دل سے ہوتی ہے۔ وہ تمھارے متعلق ایسا کیسے چاہ سکتا ہے جبکہ تمھاری اس سے چقماق والی نسبت ہے کہ جب اس سے آگ نکالنے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ وہ تمھارے متعلق ایسے کیسے چاہ سکتا ہے جبکہ تم اس سے نسبت رکھتے ہو اور تم بنوہاشم کے سردار اور پیشوا ہو"۔

عبداللہ بن حسن سے مروی ہے کہ ہم ایک رات ابوالعباس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اور رات اس سے باتیں کرتے ہوئے جاگ کر گزار رہے تھے۔ جب اسے جمائیاں آنا شروع ہو گئیں تو ہم سب لوگ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے مجھے پکڑ کر روک لیا۔ جب کہ اس کے پاس میرے سوا کوئی باقی نہ رہا تو ابوالعباس نے اپنے بستر کے نیچے ہاتھ ڈالا اور خطوط کا ایک بنڈل نکالا۔ پھر مجھ سے کہا:

اے ابومحمد! یہ خطوط پڑھو۔ تو میں نے جب ایک خط کو پڑھا تو دیکھا کہ محمد نے ہشام بن عمرو بن بسطام تغلبی کے نام خط تحریر کیا ہے اور اس میں اُسے اپنی بیعت کی دعوت دی ہے۔

جب میں نے یہ خط پڑھا تو کہا: اے امیر (ابوالعباس)! میں تم کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم ان دونوں کے متعلق کوئی ایسا عمل نہ دیکھو گے، جسے تم دنیا میں ان کی نسبت ناپسند کرتے ہو۔

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں: بنوعباس کے دورِ خلافت میں عبداللہ بن حسن اور ان کی اولاد اور اس سے پہلے بنواُمیہ کے زمانے میں ان دونوں (محمدؒ اور ابراہیمؒ) کے غائب ہونے اور خلفاء کا انھیں تلاش کرنے کے متعلق کافی روایات موجود ہیں لیکن میں نے ان تمام روایات کو طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا اور اس حوالے سے چند روایات پر ہی اکتفا کیا ہے۔

ابوجعفر منصور کے دورِ خلافت میں اولادِ ابوطالبؑ سے شہید ہونے والے افراد

ابوجعفر منصور نے محمدؒ اور ابراہیمؒ کو بہت تلاش کیا لیکن ان دونوں تک رسائی نہ ہو سکی تو اس نے عبداللہ بن حسن اور اس کے بھائیوں اور مدینہ میں ان کے خاندان کے افراد میں سے ایک جماعت کو کوفہ بلا کر وہاں پر قید کر دیا۔ جب محمد نے خروج کیا تو ابوجعفر منصور نے ان میں سے کچھ افراد کو قید خانے میں قتل کر دیا۔

مولف کہتے ہیں: ان میں سے ہر ایک فرد کے احوال تک جداگانہ طور پر مجھے رسائی حاصل نہیں ہو سکی۔ ان میں سے جن افراد کے واقعات و حکایات تک یقیناً رسائی ہوئی، میں نے ان کے نام، انساب، کچھ فضائل اور پھر ان کے احوال کے متعلق روایات کا ذکر کیا ہے، جو یہ ہیں:

عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کی والدہ گرامی فاطمہ بنت حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ جنابِ فاطمہؑ کی والدہ اُمِ اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ ہیں۔

جنابِ اُمِ اسحاق کی والدہ کا نام جرباء بنت قسامہ بن رومان ہے اور ان کا تعلق قبیلہ طی سے ہے۔

آپ کا نام جرباء آپ کے حُسن و جمال کی بنا پر رکھا گیا۔ جب بھی کوئی عورت آپ کے پہلو میں کھڑی ہوتی اگرچہ وہ خوب صورت ہی کیوں نہ ہوتی لیکن آپ کے حُسن و جمال کے سامنے وہ بدصورت نظر آتی۔ آپ کی حفاظت وحمایت کے لیے خواتین آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ اس لیے آپ کو "جرباء ناقہ" سے تشبیہ دی گئی کہ جس کی اُونٹ اس وجہ سے حفاظت

کرتے تھے کہ کوئی اس پر تعدی و تجاوز نہ کرے۔

عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ حسن (مثنیٰ) ابن حسنؑ نے اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اپنی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کی شادی اس سے کردیں تو امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے بیٹا جان! ان دونوں میں سے جو تمھیں زیادہ عزیز ہے، اس کا اپنے لیے انتخاب کرلو۔ یہ سن کر حسن (مثنیٰ) شرما گئے اور انھوں نے کوئی جواب نہ دیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کا تمھارے لیے انتخاب کیا ہے کیونکہ میری یہ بیٹی میری والدہ رسولؐ خدا کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں: عبداللہ بن حسن بن حسن بنوہاشم کے بزرگان اور اشراف میں سے تھے۔ آپ بنوہاشم کے صاحبان فضل، اہل علم اور اہل کرم اشخاص میں سے ایک تھے۔

علی بن احمد الباہلی سے منقول ہے کہ میں نے مصعب زبیری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمام اچھائیاں عبداللہ ابن حسن پر ختم ہوجاتی ہیں۔ جب کسی سے پوچھا جاتا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا کہ عبداللہ ابن حسن، اور جب کسی سے پوچھا جاتا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا: عبداللہ ابن حسن، اور جب کسی سے پوچھا جاتا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بات کا پکا کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا: عبداللہ ابن حسن۔

تلید سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کو دیکھا تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنا:

أنا أقرب الناس من رسول الله، ولدني رسول الله مرّتين (1)

''میں تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسولؐ خدا کے قریب ہوں، مجھے رسولؐ خدا نے دو دفعہ جنم دیا''۔

عبداللہ بن موسیٰ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے ولادت یکجا ہوئی وہ عبداللہ ابن حسن ابن حسنؑ ہیں۔

---

(1) الاغانی میں ہے کہ ''مجھے رسولؐ خدا کی بیٹی نے دو دفعہ جنم دیا ہے''۔

بند قہ بن محمد بن حجارۃ الدھان سے مروی ہے کہ میں نے جب عبداللہ بن حسن کو دیکھا تو کہا: خدا کی قسم! یہ ہستی تمام لوگوں کی سید و سردار ہے اور آپ سر سے پاؤں تک سراپا نور تھے۔

عیسٰی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے منقول ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسنؑ مسجد نبویؐ میں فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔

قاسم بن عبدالرزاق سے مروی ہے کہ منصور بن زبان الفزاری، حسن (مثنیٰ) ابن حسنؑ کے پاس آئے جب کہ منصور ان کے نانا تھے۔ انھوں نے حسن (مثنیٰ) سے کہا: کیا تم نے میرے بعد شادی کی ہے؟

آپ نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے اپنے چچا امام حسینؑ ابن علیؑ کی صاحبزادی سے شادی کی ہے۔

منصور نے کہا: یہ تم نے بہت برا کیا ہے، کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ جب قریبی رشتہ داروں کے درمیان شادی ہوتی ہے تو عورت کمزور بچے پیدا کرتی ہے۔ تمھیں چاہیے تھا کہ (قریبی رشتہ داری سے باہر) عربوں میں شادی کرتے۔

اس پر حسن (مثنیٰ) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس زوجہ سے ایک بیٹا عطا کیا ہے۔ اس نے کہا: وہ بیٹا مجھے دکھاؤ۔ پھر آپ عبداللہ ابن حسن کو لے کر ان کے پاس آئے تو وہ عبداللہ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! تم نے ایسے شیر کو جنم دیا ہے جو دوسروں پر حملہ آور ہونے والا ہے اور اس پر کوئی حملہ آور نہیں ہو سکے گا۔ حسن (مثنیٰ) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور بیٹے سے بھی نوازا ہے تو انھوں نے کہا: وہ بیٹا بھی مجھے دکھاؤ۔ آپ حسن ابن حسن (مثنیٰ) کو لے کر آئے۔ انھوں نے کہا: خدا کی قسم! تم نے یہ لڑکا پہلے سے بھی بہتر پیدا کیا ہے۔

حسن (مثنیٰ) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس زوجہ سے تیسرا بیٹا بھی عطا کیا ہے۔ انھوں نے کہا: مجھے وہ بیٹا بھی دکھاؤ تو آپ ان کے پاس ابراہیم بن حسن بن حسنؑ کو لے کر آئے تو انھوں نے ابراہیم کو دیکھ کر کہا: اب اس بیٹے کے بعد مزید اس زوجہ سے اولاد طلب نہ کرنا۔

ہارون بن موسیٰ الفروی سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن ایوب الرافعی کو یہ کہتے ہوئے

سنا تھا کہ صاحبانِ شرف اور عزت و وقار میں کوئی شخص بھی عبداللہ بن حسن بن حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سعید بن ابان القرشی سے منقول ہے کہ ایک دن میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس موجود تھا کہ اس کے پاس عبداللہ بن حسن بن حسن تشریف لائے۔ اس وقت آپ شباب کے عالم میں تھے اور انھوں نے پائجامہ اور چادر پہن رکھی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے پرتپاک انداز میں ان کا استقبال کیا، انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان سے ہنسی مزاح کرتے رہے۔ پھر اپنے بطن کو ان کے بطن سے ملایا۔ اس دن ان کے گھر میں اُموی افراد کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے دریافت کیا: آپ کو کس بات نے اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ آپ اس جوان کے بطن سے اپنے بطن کو مس کر رہے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا: میں اس فعل کے ذریعے صرف رسولؐ خدا کی شفاعت کا متمنی ہوں۔

سعید بن عقبہ الجہنی سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا کہ وہ شخص تمھیں بلا رہا ہے جب میں وہاں سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ وہ اموی شاعر ابوعدی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ابومحمد کو میرے آنے کی خبر دو تو عبداللہ بن حسن بن حسن اور ان کے دونوں بیٹے محتاط ہو کر باہر نکلے اور عبداللہ نے اسے چار سو دینار، ان کے دو بیٹوں نے چار سو دینار اور ہند نے دو سو دینار دیے۔ اس کے بعد یہ ایک ہزار دینار لے کر وہاں سے چلا گیا۔

عبداللہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حسن مسجد میں چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔ آپ کے بعد کافی عرصے تک وہ چٹائی وہیں پڑی رہی اور اسے وہاں سے نہ اُٹھایا گیا۔

مصعب بن عبداللہ سے مروی ہے کہ (امام) مالک سے نماز میں ہاتھوں کو چھوڑنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں اس معاملے میں اس شخص کی اقتدا کرتا ہوں جو ایسا کرنا پسند کرتا ہے اور عبداللہ بن حسن ایسا ہی کرتے ہیں (یعنی وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں)۔

عبداللہ بن حسن بن حسن کو ہاشمیہ کے مقام پر (ابوجعفر منصور) کے قیدخانے میں شہید

کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۵ برس اور ۱۴۵ ہجری تھی۔

حسنؑ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ آپ خدا کی بندگی کرنے والے، عالم و فاضل اور پرہیز گار شخص تھے۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں مذہب زیدیہ کی طرف گئے۔

جب عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کو قید کر لیا گیا تو آپ کے بھائی حسن بن حسن بن حسنؑ نے قسم کھائی کہ جب تک عبداللہ قید میں ہیں وہ نہ تو سر میں تیل لگائیں گے، نہ آنکھ میں سرمہ ڈالیں گے، نہ نرم و ملائم لباس پہنیں گے اور نہ ہی لذیذ کھانا کھائیں گے۔

عبداللہ بن عمران سے منقول ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کی شہادت کے بعد آپ کے غم سے تسلیت پانے کی خاطر حسن بن حسن بن حسنؑ نے اپنی داڑھی کو خضاب کرنا چھوڑ دیا اور جب ابوجعفر (منصور) ان سے اس کے متعلق دریافت کرتے تو جواب دیتے کہ یہ میں نے کوئی کفر نہیں کیا۔

حسن بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ نے منزل ذی الاثل کے مقام پر قیام کیا تو مدینہ کا حصار کر لیا گیا، اس وقت عبداللہ بن حسن بن حسنؑ قید خانہ میں تھے اور وہ وہاں سے آزاد نہیں ہوئے تھے جب کہ ان دنوں حسن بن حسن سخت کھردرا لباس پہنتے تو ابوجعفر (منصور) اسے الحاد سے تعبیر کرتا۔ جب عبداللہ بن حسن نے اپنے بھائی حسن بن حسن کے پیغام رسانوں کو انتہائی سست پایا تو ان کی طرف یہ پیغام بھیجا: "بے شک! تم اور تمھاری اولاد اپنے گھروں میں پر امن اور پر سکون ہو جبکہ میں اور میری اولاد میں سے کچھ قید میں اور کچھ فرار کیے ہوئے ہیں۔ یقیناً تم میری مدد سے اُکتا گئے ہو اور مجھے اپنے پیغام رسانوں کے ذریعے تسلی دیتے ہو"۔

جب عبداللہ بن حسن کا یہ خط حسن بن حسن کو ملا تو آپ پڑھ کر رو پڑے اور کہا: میری جان ابومحمد پر فدا ہو، وہ ابھی تک لوگوں کو اپنے پیشواؤں کے ہمراہ جمع ہونے کی تلقین کر رہے ہیں۔

حسن بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ نے ذیقعدہ ۱۴۵ ہجری میں ہاشمیہ کے مقام پر ابوجعفر منصور کے قید خانے میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ برس تھی۔

ابراہیمؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؒ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ ہیں۔

یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجم سے منقول ہے کہ میں نے عمر بن شبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اولادِ علیؑ میں سے جس ابراہیم نے بھی پیش قدمی کی اس کی کنیت ابوالحسن تھی۔

یحییٰ بن حسن سے منقول ہے کہ ابراہیمؒ لوگوں میں سب سے زیادہ رسولؐ خدا سے مشابہت رکھتے تھے۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حسن بن حسن، ابراہیم بن حسن کے پاس سے گزرے تو ابراہیم اپنے اُونٹ کو چارہ کھلا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حسن نے ابراہیم سے کہا: عبداللہ بن حسن قید خانے میں قید ہیں اور آپ کو اپنے اُونٹ کو چارہ کھلانے کی پڑی ہوئی ہے؟ یہ سن کر آپ نے کہا: اے لڑکے! میں ان اُونٹوں کو کھول دیتا ہوں۔ پھر آپ نے اُونٹوں کی رسیوں کو کھول دیا اور انھیں پیچھے سے ہانکا تو وہ سب اُونٹ وہاں سے چلے گئے اور کوئی ایک اُونٹ بھی باقی نہ رہا۔

ابراہیم بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ ربیع الاول کے مہینے میں ۱۴۵ ہجری میں ہاشمیہ کے مقام پر قید خانے میں فوت ہوئے۔ آپ جناب حسن (مثنیٰ) کی اولاد میں سب سے پہلے قید خانہ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور اس وقت آپ کی عمر ۶۷ برس تھی۔

ابوالفرج اصفہانی (مولف) بیان کرتے ہیں: جناب حسن مثنیٰ کے صلب سے یہ تین بیٹے قید خانے میں مارے گئے۔

محمد بن علی بن حمزہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان تینوں کے ہمراہ ابوبکر بن حسن بن حسن بھی قتل ہوئے تھے لیکن مولف کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حمزہ کے علاوہ کسی سے یہ نہیں سنا اور علم الانساب کے ماہرین میں سے بھی کسی عالم کی طرف سے ہم تک یہ خبر اور روایت نہیں

پہنچی کہ جناب حسن (مثنیٰ) ابن حسنؑ کے کسی بیٹے کی کنیت ابوبکر ہو۔

مدینہ میں ان تین کے علاوہ ایک اور جماعت کو بھی ان کے ہمراہ قید کیا گیا تھا لیکن ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا اور محمد و ابراہیم کی شہادت کے بعد ابوجعفر منصور (دوانیقی) نے ان لوگوں کو رہا کر دیا۔ (بنوہاشم کے) ان افراد میں جعفر بن حسن بن حسنؑ، ان کا بیٹا حسن بن جعفر، موسیٰ بن عبداللہ بن حسن، داؤد بن حسن اور ان کے دو بیٹے سلیمان اور عبداللہ ابن داؤد اور ابراہیم ابن حسن (مثنیٰ) کے دو بیٹے اسحاق اور اسماعیل شامل تھے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۲، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۱۰ اور ۲۱۲، مروج الذہب: ج ۲، ص ۱۷۱)

محمد بن علی بن حمزہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ اسحاق اور اسماعیل کو بھی قید خانے میں قتل کر دیا گیا تھا لیکن مولف کے بقول جو ہم نے یہاں پر ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کو بھی رہا کر دیا گیا تھا، یہی قول درست ہے۔

ہم دوبارہ ان افراد کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہاشمیہ کے مقام پر قید خانے میں انتقال کر گئے یا انھیں شہید کر دیا گیا۔

علیؑ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کو عَلِیُّ الخیر (لوگوں سے بھلائیاں کرنے والا)، عَلِیُّ الاَغَرّ (خوب صورت، اچھی صفات کا مالک) اور عَلِیُّ العَابِد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو اور آپ کی زوجہ زینب بنت عبداللہ بن حسن کو "نیک و صالح جوڑے" کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۶)

علی بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ کی والدہ کا نام اُمِ عبداللہ بنت عامر بن عبداللہ بن بشر بن عامر بن ملاعب الاسنہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہے۔

ابوحذافہ سہمی سے مروی ہے کہ مجھے آلِ طلحہ کے غلام نے بتایا کہ میں نے علی ابن الحسن کو دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ کے راستے میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک سانپ ان کے پائجامہ کے نیچے سے ان کے لباس میں داخل ہوا اور قمیص کی طرف سے نکل گیا۔ یہ منظر دیکھ کر

لوگ چلانے لگے کہ آپ کے لباس میں سانپ گھس گیا ہے لیکن آپ اپنی نماز میں مشغول رہے اور پھر یہ سانپ رینگتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن آپ نے حرکت تک نہ کی اور نہ ہی اس منظر کا کوئی اثر آپ کے چہرے پر ظاہر ہوا۔

عبدالملک بن شیبان سے مروی ہے کہ مجھے مذہبہ نے بتایا کہ جب عبداللہ ابن حسن (مثنیٰ) اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کو گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت آپ کی صاحبزادی زینب بنت عبداللہ بین کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: ہائے یہ رنج وغم! ان کو بے پالان برہنہ اُونٹوں پر لوہے کی زنجیروں اور چرخوں میں جکڑ کر لے جایا جا رہا ہے۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ ایک دن ریاح فجر کی نماز پڑھ کر میرے اور قدامہ بن موسیٰ کے پاس آیا اور ہم سے ایک گھنٹے تک باتیں کرتا رہا، ہم نے وہ دن اس کے پاس ہی گزارا۔ جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور ہمارے چہرے نظر آنے لگے تو ایک مرد گول چادر لیے ہوئے ہمارے پاس آیا تو ریاح نے اسے کہا: خوش آمدید، مرحبا! تم کس غرض سے یہاں آئے ہو؟ اس نے کہا: میں اس لیے تمھارے پاس آیا ہوں کہ تم مجھے بھی میری قوم کے ساتھ قید خانے میں ڈال دو جبکہ وہ علی ابن الحسن تھے۔

یہ سن کر ریاح نے اس مرد سے کہا: آگاہ رہو! خدا کی قسم! امیر (ریاح) تمھیں ضرور اس قید خانے میں بند کرے گا۔ پھر اسے بھی اپنی قوم کے دیگر افراد کے ہمراہ قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

موسیٰ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہمیں زمین کے نیچے بنائے گئے ایسے قید خانے میں قید کیا گیا تھا جہاں ہمیں نمازوں کے اوقات کا بھی پتا نہیں چلتا تھا۔ جب علی بن حسن بن حسنؑ نماز کے اجزاء میں قرأت کرتے تو ہمیں نمازوں کے اوقات کا پتا چلتا تھا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ علی بن الحسن کی ابوجعفر منصور کے قید خانے میں سجدے کی حالت میں وفات ہوئی۔ عبداللہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا: میرے بھتیجے کو جگاؤ۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ سجدے کی حالت میں سو گیا ہے۔ جب انھیں ہلایا گیا تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ یہ دیکھ کر عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ سے راضی اور خوش ہو، میں

آپ کے بارے میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس جگہ پر (قید خانے میں) ڈر لگتا تھا۔

جویریہ بن اسماء سے منقول ہے کہ جب بنوالحسن (حسن مثنیٰ کی اولاد) کو قید کر کے ابوجعفر منصور کے پاس لے جایا گیا اور ان کو قید کرنے کے لیے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لائی گئیں تو اس وقت علی بن حسن کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے جب کہ ان بیڑیوں میں بھاری اور وزنی زنجیریں تھیں۔ جب بھی کسی شخص کے قریب یہ بیڑیاں کی جاتیں تو وہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا اور معافی مانگنے لگتا۔ جب علی بن حسن نے نماز ختم کر لی تو آپ نے کہا: تم لوگ اس قدر واویلا اور بے صبری کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو، ہم جس منزل کے راہی ہیں اس کے لیے یہی (بیڑیاں اور ہتھکڑیاں) زادِ راہ ہیں۔ پھر آپ نے اپنے پاؤں کو آگے بڑھایا اور انھیں بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۴)

سلیمان بن داؤد بن حسن اور حسن بن جعفر سے منقول ہے کہ جب ہم قید خانے میں تھے تو ہمارے ساتھ علی بن حسن بھی قید تھے اور ہماری بیڑیوں کے حلقے کشادہ تھے۔ جب ہم نماز پڑھنے یا سونے کا ارادہ کرتے تو ان بیڑیوں کو اُتار دیتے اور جب ہمیں یہ خدشہ ہوتا کہ محافظ قید خانے کے اندر آرہے ہیں تو ہم دوبارہ ان بیڑیوں کو پہن لیتے تھے لیکن علی ابن حسن ایسا نہیں کرتے تھے۔ ان کے چچا نے ان سے کہا: بیٹا جان! آپ ان بیڑیوں کو کیوں نہیں اُتارتے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! میں ان بیڑیوں کو کبھی نہیں اُتاروں گا حتیٰ کہ میں اور ابوجعفر منصور خدا کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہوں (یعنی میں ابوجعفر منصور دوانیقی کے اس ظلم و جفا کی خدا کی عدالت میں شکایت کروں) اور آپ اپنے چچا سے سوال کرتے تھے کہ ابوجعفر منصور اس نے مجھے یہ بیڑیاں کیوں پہنائی ہیں۔

یحییٰ بن عبداللہ نے اُن آٹھ افراد سے یہ روایت نقل کی ہے جو ابوجعفر منصور کے ہاشمیہ کے قید خانے سے زندہ رہا ہوئے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ جب ہم قید خانے میں داخل ہوئے تو علی بن حسن نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا من سخط منك عَلَيْنَا فاشدد حتّٰى ترضٰى

"بارِ الٰہا! اگر یہ سب سختیاں اس وجہ سے ہم پر نازل ہو رہی ہیں کہ تو ہم

سے ناراض ہے تو پھر اس میں اس قدر سختی فرما کہ تو ہم سے خوش اور راضی ہوجائے"۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے کہا: خدا آپ پر رحم فرمائے، آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

پھر عبداللہ بن حسن نے جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا سے اور انھوں نے اپنے بابا امام حسین علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنی والدہ گرامی حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ (فاطمہ زہراؑ) سے فرمایا:

یدفن من ولدی سبعة بشاطیٔ الفرات لم یسبقهم الاوّلون ولا یدرکهم الآخرون

"میری اولاد میں سے سات افراد کو فرات کے کنارے دفن کیا جائے گا۔ اوّلین میں سے کوئی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور آخرین میں سے کوئی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ہے"۔

عبداللہ بن حسن کہتے ہیں کہ میں نے کہا: لیکن ہم تو آٹھ افراد ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اسی طرح یہ حدیث سنی ہے۔

پھر عبداللہ بن حسن وہ بیان کرتے ہیں: جب قید خانے کا دروازہ کھولا گیا تو انھوں نے دیکھا کہ وہ سب (سات افراد) دنیا سے کوچ کر چکے ہیں، جب میرے پاس آئے تو مجھ میں ابھی جان باقی تھی تو انھوں نے مجھے پانی پلایا اور قید خانے سے باہر نکالا۔ اس کے بعد میں مزید زندہ رہا۔

حسین بن نصر سے مروی ہے کہ جب ابوجعفر منصور (دوانیقی) نے ان لوگوں کو قید خانے میں ۶۰ راتوں تک اس حالت میں قید رکھا کہ انھیں نہ رات کا پتا چلتا اور نہ ہی دن کا پتا چلتا اور انھیں نماز کے اوقات بھی معلوم نہ ہوتے تھے مگر جب علی بن حسن تسبیح کرتے تو انھیں نمازوں کے اوقات کا پتا چلتا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۹)

راوی کہتا ہے کہ عبداللہ اس قید خانے میں بے قرار اور بے چین ہوکر علی بن حسن سے کہتے ہیں: اے علی! ہم جس مصیبت اور پریشانی میں گرفتار ہیں، کیا آپ کو اس کا احساس نہیں

ہوتا؟ کیا آپ خدا سے یہ دعا نہیں مانگتے کہ وہ اللہ عزوجل ہمیں اس تنگی و تاریکی اور مصیبت سے نجات دے؟

یہ سن کر علی بن حسن کافی دیر تک خاموش رہے اور پھر کہا: اے چچا جان! جنت میں ہمارے لیے جو درجات موجود ہیں، ہم ان تک صرف اس مصیبت یا اس سے بڑی مصیبت کا امتحان دے کر ہی پہنچ سکتے ہیں اور ابوجعفر منصور کا جہنم میں جو مقام ہے، وہ ہم کو یہ مصیبت و پریشانی یا اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا کر کے ہی پہنچ سکتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس مصیبت پر صبر کریں اور قریب ہے کہ اگر ہم اسی مصیبت میں دنیا سے رخصت ہو جائیں تو اس رنج و غم سے یوں چھٹکارا پالیں گے گویا یہ رنج و غم کبھی نہیں تھا۔ اگر آپ چاہیں تو ہم اپنے رب سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اس رنج و غم سے نجات دے اور یوں ابوجعفر منصور پر جہنم کے عذاب میں کچھ کمی کر دے، یہ ہم پر منحصر ہے۔

یہ سن کر عبداللہ نے کہا: نہیں، بلکہ میں صبر کروں گا۔

اس کے بعد یہ لوگ صرف تین دن مزید زندہ رہے اور پھر خدا نے انھیں اپنے پاس بلا لیا اور یہ شہادت کی موت سے ہمکنار ہوئے۔ علی ابن حسن نے ۴۵ برس کی عمر مبارک میں ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔

عبداللہؑ ابن حسنؑ ابن حسنؑ (مثنیٰ) ابنِ حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ

آپ کی کنیت ابوجعفر ہے اور آپ کی والدہ اُم عبداللہ بنت عامر ہیں۔ اُمِ عبداللہ ہی آپ کے بھائی علی بن حسن کی بھی والدہ ہیں۔

حارث بن اسحاق سے مروی ہے کہ ریاح، بنو حسن اور محمد بن عبداللہ بن عمرو کے ساتھ ربذہ کی طرف نکلا۔ جب یہ لوگ مدینہ سے تین میل کی مسافت پر قصر نفیس پہنچے تو لوہے کی ہتھکڑیاں اور طوق منگوائے گئے اور ان میں سے ہر شخص کے پیروں اور گلوں میں بیڑیاں اور طوق پہنا دیئے گئے۔ پھر عبداللہ بن حسن بن حسن کی زنجیروں کے حلقوں کو تنگ کر دیا گیا جس سے یہ زنجیریں ان کے گوشت کو کاٹتیں اور آپ کراہتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کے بھائی علی بن حسن

نے یہ قسم اُٹھائی کہ اگر یہ حلقے کشادہ ہو سکے تو وہ ضرور ان حلقوں کو تبدیل کریں گے۔ پھر انھوں نے ان زنجیروں کے حلقوں کو تبدیل کر دیا، جب کہ ریاح ان لوگوں کے ہمراہ ربذہ تک گیا۔

عبداللہ ابن حسن نے ۴۶ برس کی عمر مبارک میں عیدالاضحیٰ کے دن ۱۴۵ ہجری میں وفات پائی۔

عباس بن حسن بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام عائشہ بنت طلحہ الجود بن عمر بن عبیداللہ بن معمر التیمی ہے۔ عباس بن حسن بنو ہاشم کے کریم و سخی افراد میں سے ایک تھے۔

عبداللہ بن عمران بن ابی فروہ سے منقول ہے کہ جب عباس بن حسن کو گرفتار کیا گیا تو اس وقت وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کی والدہ عائشہ بنتِ طلحہ نے کہا: اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو تا کہ میں ایک دفعہ اس کی خوشبو سونگھ لوں اور اسے اپنے گلے سے لگا لوں۔

یہ سن کر ان سپاہیوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے اور اب تمھارا دنیا میں زندہ رہنا مناسب نہیں ہے۔

عباس بن حسن نے ۳۵ برس کی عمر میں ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۵ ہجری میں قید خانہ میں وفات پائی۔

اسماعیل بن ابراہیم بن حسنؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

اسماعیل بن ابراہیم کو طباطبا بھی کہا جاتا ہے اور یہ قول بھی مذکور ہے کہ آپ کا بیٹا ابراہیم طباطبا تھا۔ آپ کی والدہ کا نام ربیحہ بنت محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اُمیہ ہے جبکہ ابو اُمیہ کو زاد الرکب بھی کہا جاتا ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے والد تھے۔

عبداللہ بن موسیٰ سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی الموالی زیرِ زمین قید خانے میں بنو حسن کے ہمراہ قید تھے اور میں نے اس سے پوچھا: اس زیرِ زمین قید خانے میں ان لوگوں

کے صبر کی کیا کیفیت تھی؟

اس نے جواب دیا: یہ لوگ انتہائی صابر اور مصائب کو تحمل سے برداشت کرنے والے تھے جبکہ ان میں ایک شخص پگھلائے ہوئے سونے کے مانند تھا۔ اس کے خلاف جس قدر آگ بھڑکائی جاتی تھی، اس کا اخلاص اور خالص پن (سونے کے مانند) اسی قدر بڑھ جاتا تھا اور یہ اسماعیل بن ابراہیم تھے۔ ان کو جس قدر سخت مصائب اور مشکلات سے دوچار کیا جاتا ان کا صبر اتنا ہی بڑھ جاتا تھا۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ بن حسنؒ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ اُم ولد تھیں اور ان کا نام عالیہ تھا۔ آپ کو آپ کے حُسن و جمال کی وجہ سے دیباج اصغر (زرد ریشم) کہا جاتا تھا۔

محمد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ ابوجعفر (منصور دوانیقی) کے سپاہی انھیں (بنوہاشم کے افراد کے ہمراہ) گرفتار کر کے ابوجعفر کے پاس لے آئے تو ابوجعفر منصور نے محمد بن ابراہیم بن حسن کو دیکھ کر کہا: کیا تم دیباج اصغر (زرد ریشم) ہو؟

محمد بن ابراہیم نے کہا: ہاں! میں ہی وہ ہوں۔

ابوجعفر منصور نے کہا: آگاہ رہو خدا کی قسم! میں تم کو ضرور اس طرح قتل کروں گا کہ اس سے قبل تمھارے خاندان کے کسی فرد کو یوں قتل نہ کیا ہوگا۔

پھر اس نے ایک تعمیر شدہ ستون کو گرانے کا حکم دیا تو اسے جدا جدا کر دیا گیا۔ پھر اس نے محمد بن ابراہیم کو اس ستون کے اندر داخل کر کے ان کے اُوپر ستون تعمیر کروا دیا یوں آپ کو زندہ ستون میں چُن دیا گیا۔

زبیر بن بلال سے منقول ہے کہ لوگ محمد بن ابراہیم کے پاس آتے اور ان کے حُسن و جمال کا دیدار کرتے۔

علی بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ اُم سلمہ بنت حسن بن حسنؑ بن علیؑ ہیں اور محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ

کی والدہ رملہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہے۔

علی بن محمد کے والد محمد بن عبداللہ نے علی اور ان کے ساتھ اپنے بھائی موسیٰ بن عبداللہ اور صاحب الحمام مطر کو مصر روانہ کیا۔ [1] مدائنی کے بقول مطر کو صاحب الحمام اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ بصرہ میں گورنر کے حمام کے انچارج متعین تھے۔

یزید بن خالد القسری نے علی بن محمد اور موسیٰ بن عبداللہ کو اپنے پاس بلایا تو اس نے علی کو پکڑ لیا اور موسیٰ اس سے بچ گئے اور وہ انھیں گرفتار نہ کرسکا (ہم موسیٰ بن عبداللہ کا تذکرہ عنقریب ان کے مقام پر کریں گے)۔

ابوجعفر (منصور) کے پاس علی کو پکڑ کر لائے تو اس نے انھیں ان کے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ قید کردیا اور یہ بھی ان کے ہمراہ قیدخانے میں چل بسے۔

دوسرے قول کے مطابق آپ قیدخانے میں ہی رہے اور مہدی (عباسی) کے دورِ حکومت میں انتقال فرمایا۔ لیکن مولف کہتے ہیں صحیح قول یہی ہے کہ آپ ابوجعفر منصور کے دورِ حکومت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

---

[1] تاریخ طبری، ج ۹، ص ۱۹۲ اور ص ۱۹۸۔

محمدؒ بن عبداللہؒ کی وجہ سے عبداللہؒ بن حسنؒ بن حسنؑ کے خاندان والوں کی قید اور ان کی شہادت کا تذکرہ

عبدالملک بن شیبان سے منقول ہے کہ عوام، محمد بن عبداللہ پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے اور وہ انھیں مہدی کا لقب دیتے تھے یہاں تک کہ انھیں محمد بن عبداللہ المہدی (نفسِ زکیہ) کہا جاتا تھا۔ آپ یمنی اور قبطی لباس زیب تن کرتے تھے۔

سہل بن بشر سے مروی ہے کہ میں نے سفیان کو یہ کہتے ہوئے سنا: کاش! یہ مہدی خروج فرماتے جب کہ مہدی سے اس کی مراد محمد بن عبداللہ بن حسنؒ تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے مروی ہے کہ بنو ہاشم کے کچھ افراد ابواء کے مقام پر جمع ہوئے۔ ان میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، ابوجعفر منصور، صالح بن علی، عبداللہ بن حسن بن حسن اور ان کے دو بیٹے محمد، ابراہیم اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان شامل تھے۔

صالح بن علی نے خطاب کرتے ہوئے ان سے کہا: تم سب لوگ جانتے ہو کہ تم وہ (خاص) لوگ ہو جن پر اس وقت سب لوگوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو یہاں جمع ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے لہٰذا تم اپنے میں سے ایک شخص کی بیعت کرو اور اس سے یہ عہد و پیمان باندھو کہ ہم اس وقت تک اس کے لیے اپنی جان کے ساتھ حاضر ہیں، جب تک خدا فتح عطا نہ کرے اور وہ بہترین فتح دینے والا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن حسن نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تم سب جانتے ہو کہ میرا یہ بیٹا (محمد بن عبداللہ) مہدی ہے۔ پس تم سب آگے بڑھو اور ہم اس کی بیعت کرتے ہیں۔

پھر ابوجعفر منصور نے کہا: تم لوگ کس بات کے ذریعے خود کو دھوکا و فریب دے رہے ہو، خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہاں جمع ہونے والے افراد میں سے محمد بن عبداللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے، جس کی بیعت کے لیے جلدی ہاں کہا جاسکے۔

یہ سن کر سب نے ابوجعفر منصور سے کہا: ہاں! تم نے سچ کہا ہے، بے شک! ہم بھی جانتے ہیں۔ پھر سب لوگوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی اور سب نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

عیسیٰ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن کا قاصد میرے والد کے پاس یہ پیغام لے کر آیا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں کیونکہ ہم کسی مقصد اور خاص اَمر کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں، اسی طرح انھوں نے جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادقؑ) کے پاس بھی یہ پیغام بھیجا۔

عیسیٰ کے علاوہ دیگر راویوں کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن نے باقی تمام افراد سے کہا کہ ہم جعفرؑ بن محمدؑ کو نہیں بلانا چاہتے اس لیے کہ ہمارا امر اور مقصد خراب نہ ہو۔

عیسیٰ نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے مجھے یہ کہہ کر ان لوگوں کے پاس بھیجا کہ جا کر دیکھو کہ یہ لوگ کس مقصد کی خاطر یہاں پر جمع ہوئے جبکہ جعفرؑ بن محمدؑ نے محمد بن عبداللہ الارقط بن علی بن حسینؑ کو بھیجا۔ جب ہم ان لوگوں کے پاس آئے تو اس وقت محمد بن عبداللہ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: میرے والد نے مجھے آپ لوگوں کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپ سے یہ پوچھ سکوں کہ آپ لوگ کس مقصد کی خاطر یہاں پر جمع ہوئے ہیں؟ عبداللہ نے کہا: ہم مہدی یعنی محمد بن عبداللہ کی بیعت کرنے کے لیے یہاں پر جمع ہوئے ہیں۔

وہ لوگ کہتے ہیں: جب جعفرؑ بن محمدؑ ان کے پاس آئے تو عبداللہ بن حسن نے ان کے لیے جگہ خالی کرتے ہوئے انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان کو بھی یہی جواب دیا کہ ہم مہدی (محمد بن عبداللہ) کی بیعت کرنے کے لیے یہاں پر جمع ہوئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) نے فرمایا: تم لوگ اس کی بیعت نہ کرو اور تمھارا امر اور مقصد پورا نہیں ہوگا۔ اگر آپ (عبداللہ) یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ بیٹا ہی وہ مہدی ہے (جس کا رسولؐ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دے گا) تو ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی اس دَور میں اُس مہدی نے ظاہر ہونا ہے اور اگر آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے غضب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر خروج کروا رہے ہیں تو پھر خدا کی قسم!

میں آپ کو اس امر سے نہیں روکتا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں اور ہم آپ کے بیٹے سے عہد و پیمان کا اقرار کرتے ہیں۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے غضب ناک ہو کر کہا: آپ کو جس بات کی حقیقت کا علم ہے آپؑ اس کے برعکس بات کر رہے ہیں لیکن آپؑ نے میرے بیٹے سے حسد کرتے ہوئے یہ بات کی ہے۔

حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے اس سے حسد کی بنا پر یہ بات نہیں کی۔ لیکن یہ شخص، اس کے بھائی اور بیٹے تم لوگوں کے درمیان حائل ہیں۔ پھر آپؑ نے ابوالعباس کی کمر اور عبداللہ بن حسن کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! اس بیعت کا اختیار نہ تمھارے پاس ہے اور نہ ہی تمھارے دونوں بیٹوں کے پاس ہے بلکہ یہ امر بیعت ہم لوگوں کے اختیار میں ہے، اور بے شک! تمھارے یہ دونوں بیٹے قتل کر دیے جائیں گے۔

پھر آپ عبدالعزیز بن عمران زہری کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوئے فرمایا: کیا تم اس زرد عبا والے یعنی ابوجعفر (منصور) کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم دیکھیں گے کہ یہ (ابوجعفر منصور) اسے قتل کر دے گا۔

یہ سن کر عبدالعزیز نے آپؑ سے پوچھا: کیا یہ (ابوجعفر منصور) محمد کو قتل کرے گا؟

آپؑ نے جواب دیا: جی ہاں۔

راوی کہتا ہے: یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں کہا: ربِ کعبہ کی قسم! اس نے محمد سے حسد کی بنا پر یہ کہا ہے اور پھر راوی مزید کہتا ہے: خدا کی قسم! میں دنیا سے اس وقت تک رخصت نہ ہوا جب تک ان دونوں کو قتل ہوتے ہوئے نہ دیکھ لیا (جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا)۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات کی تو ان لوگوں نے برا منایا اور وہ سب لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے اور اس کے بعد اکٹھے نہ ہوئے۔ عبداللہ بن حسن، ابوجعفر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیچھے چلتے ہوئے روانہ ہوئے اور کہا: ابوعبداللہؑ (امامؑ کی کنیت) کیا آپؑ یہ بات کہہ رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! میں یہ بات کہہ رہا ہوں خدا کی قسم! مجھے اس کا بخوبی علم ہے۔

عنبسہ بن نجاد العابد سے منقول ہے کہ حضرت جعفرؑ بن محمدؑ جب بھی محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے اور فرماتے: مجھے میری جان کی قسم! لوگ اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہی وہ مہدی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسے تو قتل کر دیا جائے گا اور حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ اس اُمت کے خلفاء میں سے ہے۔ (الارشاد: ص ۲۵۵)

اسماعیل الہاشمی سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں اور ابوجعفر (منصور) مسجد نبویؐ میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ ابوجعفر منصور اچانک اُٹھ کر ایک شخص کی جانب بڑھا جو خچر پر سوار تھا، اور اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور اس کے خچر پر ہاتھ رکھ کر اس سے محوِ گفتگو رہا۔ پھر وہ واپس پلٹ آیا۔ میں نے اس مرد کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا: کیا تم اس شخص سے لاعلم ہو؟ یہ محمد بن عبداللہ ہے (اور لوگوں کے بقول) یہ ہم اہلِ بیتؑ کے گھرانے کا مہدی ہے۔

عمر بن شبہ نے اپنے کئی رفقاء کے حوالے سے خبر نقل کی ہے کہ ایک دفعہ محمد بن عبداللہ نے عمرو بن عبید کو بلوایا تو عمرو نے بیماری کا بہانہ کر دیا۔ عمرو بن عبید معتزلہ میں بہترین فرمانبرداری کے حوالے سے معروف تھے۔ جہاں وہ جاتے تھے تو اِن کے ۳۰ ہزار افراد پیروی کرتے اور ابوجعفر (منصور) ان کی اس بات پر بہت تعریف کرتا تھا۔

عبداللہ بن ابی عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر منصور کو خلیفہ نامزد کیا گیا تو وہ ہمہ وقت محمد بن عبداللہ کی تلاش میں لگا رہا۔ وہ لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کرتا اور ان کے ہدف و مقصد کے بارے میں پوچھتا۔ اس نے بنوہاشم کے ایک ایک مرد کو بلا کر ان سے تنہائی میں محمد بن عبداللہ کے بارے میں پوچھا اور وہ سب یہی جواب دیتے کہ آپ اسے بخوبی پہچانتے ہیں کہ وہ اس سے پہلے اَمرِ خلافت کے لیے کوشاں ہے اور اُسے آپ سے اپنی جان کا خوف لاحق ہے۔ وہ آپ سے اختلاف نہیں چاہتا اور نہ ہی وہ

آپ کی نافرمانی کو پسند کرتا ہے۔

لیکن! حسن بن زید نے محمد کے متعلق ابوجعفر منصور کو بتایا کہ خدا کی قسم! وہ چین اور سکون میں نہیں ہے اور اس کی سوچ تم پر مرکوز ہے۔ خدا کی قسم! وہ تم سے غافل نہیں ہے لہذا تم اپنی تدبیر سوچو۔

یہ سن کر ابن عبیدہ نے کہا: حسن بن زید نے اس شخص کو مزید بیدار کر دیا جو پہلے ہی نہیں سوتا۔

محمد بن عبداللہ العثمانی سے منقول ہے کہ حج کے ایام کے دوران ابوجعفر (منصور) نے عبداللہ بن حسن سے ان کے دو بیٹوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے ابوجعفر (منصور) کو جواب دیا: ان دونوں کے متعلق بنوہاشم کے لوگوں سے بات کرو۔

یہ سن کر ابوجعفر (منصور) نے کہا: میں تم سے خوش اور راضی نہیں ہوں اور میں صرف اس صورت میں تم سے راضی ہوں گا، جب تم اپنے دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ گے۔

محمد بن اسماعیل بیان کرتا ہے: مجھے میری ماں نے میرے نانا کے حوالے سے خبر دی ہے کہ میرے نانا نے سلیمان سے کہا: اے میرے بھائی! میرے داماد اور رشتہ داری کا خیال کرو۔

سلیمان نے کہا: تمھیں اس حوالے سے کیا نظر آتا ہے اور تمھاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟

انھوں نے جواب دیا: خدا کی قسم! گویا میں عبداللہ بن علی کو دیکھ رہا ہوں کہ ابوجعفر منصور نے ہمارے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر رکھا ہے اور وہ ہمیں یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اگر وہ درگزر کرنے والا ہوا تو اپنے چچا سے درگزر کرے گا۔ سلیمان نے ان کی اس رائے کو قبول کیا جبکہ عبداللہ کی اولاد سلیمان کے اس فعل کو ان کے ساتھ صلہ رحمی شمار کرتے تھے۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص۱۸۱)

عقبہ بن مسلم سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ابوجعفر (منصور دوانیقی) نے مجھے بلوایا اور مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے جواب دیا: میرا نام عقبہ بن مسلم بن نافع ہے اور میرا تعلق

بنوعناوہ کے قبیلہ ازد سے ہے۔

اس نے کہا: میں تمھیں باہمت مرد خیال کرتا ہوں اور میرے دل میں تمھارا خاص مقام ہے اس لیے میں تمھیں ایک خاص کام سونپنا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر عقبہ نے کہا: میں اُمید کرتا ہوں کہ میں آپ کے گمان پر پورا اُتروں گا۔

اس نے کہا: تم اپنی شخصیت اور پہچان کو مخفی رکھنا اور فلاں دن میرے پاس آجانا۔

عقبہ کہتا ہے: میں مقررہ دن پر اس کے پاس گیا تو ابوجعفر منصور نے مجھ سے کہا: میرے چچازاد بھائیوں نے ہماری بادشاہت وحکومت کو اپنی چال کے طور پر قبول نہیں کیا اور خراسان کے فلاں گاؤں میں ان کے چاہنے اور ماننے والے رہتے ہیں، جن کے ساتھ ان کی خط وکتابت ہوتی رہتی ہے اور وہ انھیں صدقات وخیرات اور تحائف بھیجتے رہتے ہیں۔ پس! تم کچھ لباس اور تحائف لو اور بھیس بدل کر ایک خط کے ہمراہ ان کے پاس جاؤ، ایسا خط جو تم نے خود ان گاؤں والوں کی طرف سے تحریر کیا ہو۔ اگر وہ ان گاؤں والوں کی رائے سے اختلاف کریں تو یہ بہت اچھا ہے اور خدا کی قسم! یہی ان کے لیے زیادہ مناسب ہے اور اگر وہ بھی ان کے نظریے کے مالک ہوں تو تم ان سے چوکنا ہو کر رہنا اور پھر وہاں سے کوچ کر کے انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ عبداللہ بن حسن سے ملاقات کرنا۔ اگر وہ تمھارے ساتھ سختی سے پیش آئے جیسا کہ اس کی عادت ہے تو تم اس پر صبر کرنا اور مسلسل ملاقات کے لیے ان کے پاس آتے جاتے رہنا تاکہ وہ تم سے مانوس ہو جائے۔ اگر اس سے قبل ہی وہ تم سے غفلت برتے تو تم جلدی سے میرے پاس آجانا۔

عقبہ نے ایسے ہی کیا جیسے اسے ابوجعفر منصور نے کہا تھا یہاں تک کہ جب عبداللہ ابن حسن اس سے مانوس ہو گئے تو اس نے ان سے اس خط کا جواب طلب کیا جو خراسان کے ایک گاؤں میں ان کے چاہنے والوں کی طرف سے (من گھڑت) تحریر کیا گیا تھا۔

عبداللہ بن حسن نے کہا: میں کسی کو خط تحریر نہیں کرتا، لیکن تم بھی تو میری طرف سے ان کے لیے ایک خط ہو، لہٰذا تم ان لوگوں کو میرا سلام کہنا اور انھیں بتانا کہ میرے بیٹے نے فلاں وقت میں خروج کرنا ہے۔ پھر عقبہ وہاں سے نکل پڑا اور ابوجعفر (منصور) کے پاس آکر

اسے تمام احوال سنایا۔(الاغانی: ج ۱۸، ص ۲۰۷، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۱، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۰۷)

حارث بن اسحاق سے مروی ہے کہ جب ابوجعفر (منصور) حج کے لیے مکہ آیا تو اس نے عبداللہ بن حسن سے ان کے دو بیٹوں کے متعلق دریافت کیا؟

عبداللہ نے کہا: مجھے ان دونوں کے متعلق کوئی علم نہیں ہے تو دونوں میں سخت کلامی ہوگئی۔

پھر ابوجعفر (منصور) نے عبداللہ کو چوما تو عبداللہ نے اس سے کہا: اے ابوجعفر! تم مجھے میری کس ماں کی بنا پر بوسہ دے رہے ہو؟ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ یا فاطمہ بنت الحسینؑ، یا خدیجہؑ بنت خویلد یا اُمِ اسحاق بنت طلحہ کی وجہ سے؟

ابوجعفر منصور نے جواب دیا: ان میں سے کسی کی وجہ سے تمھیں بوسہ نہیں دیا بلکہ میں نے جرباء بنت قسامہ بن رومان کی وجہ سے تمھیں چوما ہے۔

اتنے میں مسیب بن ابراہیم درمیان میں کود پڑا اور کہا: اے امیر! آپ اسے چھوڑ دیں اور میرے حوالے کیجیے تاکہ میں اس کی گردن اُڑا دوں۔

پھر زیاد بن عبداللہ نے اُٹھ کر ان پر ایک چادر ڈال دی اور کہا: اے امیر! آپ اسے میرے سپرد کردیں تاکہ میں ان سے اس کے دونوں بیٹے آپ کے لیے نکال سکوں۔

ابوجعفر (منصور) نے ان دونوں سے انھیں چھٹکارا دلایا۔(الاغانی: ج ۱۸، ص ۲۰۷، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۳، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۰۸)

صالح صاحب المصلی سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر (منصور) مکہ کی طرف عازمِ سفر ہوا اور وہ وادی اوطاس میں کھانا کھا رہا تھا تو میں اس کے سر پر کھڑا تھا جب کہ دسترخوان پر اس کے ہمراہ عبداللہ بن حسن، ابوالکرام اور بنو عباس کے کچھ افراد موجود تھے۔ اسی اثناء میں ابوجعفر نے عبداللہ بن حسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ابومحمد! میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد اور ابراہیم مجھ سے نالاں ہیں، بے شک! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ دونوں مجھ سے مانوس ہوں اور میرے پاس آئیں تاکہ میں ان دونوں سے صلہ رحمی کروں اور ان کی شادی کروں اور ان کو دل و جان سے

اپنے ساتھ ملالوں۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن کافی دیر تک سر جھکا کر سوچتے رہے اور پھر انھوں نے سر اٹھا کر کہا: اے امیر (ابوجعفر منصور)! آپ صحیح کہہ رہے ہیں لیکن مجھے ان دونوں کے متعلق کچھ علم نہیں ہے کہ وہ کس شہر میں ہیں، یقیناً وہ دونوں میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔

یہ سن کر ابوجعفر (منصور) نے کہا: تم ایسا نہ کرو بلکہ ان دونوں کو اور جو ان دونوں کو خط پہنچاتا ہے اس کے نام ایک خط تحریر کرو۔

اس دن ابوجعفر (منصور) عبداللہ بن حسن کی طرف متوجہ تھا۔ اس لیے اپنے خادموں کو کھانا لانے سے روک دیا جب کہ عبداللہ قسم اُٹھا رہے تھے کہ مجھے ان دونوں کے ٹھکانے کا کچھ علم نہیں ہے اور ابوجعفر (منصور) بار بار اس جملے کو دُہرا رہا تھا: اے ابومحمد! تم ایسا نہ کرو، اے ابومحمد! تم ایسا نہ کرو۔

راوی کہتا ہے: محمد بن ابی جعفر کے فرار ہونے کا سبب یہ تھا کہ ابوجعفر (منصور) نے معتزلہ کے لوگوں کو اس کی ضمانت دی تھی۔

ابوجعفر (منصور) نے عقبہ بن مسلم سے کہا: تم ہمیں دیکھتے رہنا جب ہم کھانے سے فارغ ہو جائیں تو تم عبداللہ بن حسن کے سامنے آ کر کھڑے ہو جانا، وہ تم سے نظریں چرانے کی کوشش کرے گا لیکن تم اس کی کمر کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے ٹٹولتے رہنا حتیٰ کہ اس کی آنکھیں تم سے پر ہو جائیں تو پھر تم بس کر دینا، لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے تمھیں نہ دیکھ سکے اور عقبہ نے ایسے ہی کیا۔ جب عبداللہ بن حسن نے اسے دیکھا تو فوراً ابوجعفر (منصور) کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ کر کہا:

أقلني يا امير المومنين أقالك الله

"امیر المومنین! مجھ سے درگزر کرو اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے گا"۔

ابوجعفر (منصور) نے کہا: اگر میں تمھیں معاف کر دوں تو خدا مجھے معاف نہ کرے۔ اس کے بعد اس نے عبداللہ بن حسن کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ (الاغانی: ج ۱۸، ص ۲۰۸، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۳، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۰۸)

عباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب ابوجعفر ۱۴۰ ہجری میں حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا تو اس کے پاس جناب حسن (مثنیٰ) کے بیٹے عبداللہ اور حسن ملاقات کے لیے آئے۔ میں اور یہ دونوں ابوجعفر کے پاس موجود تھے جبکہ وہ ایک خط پڑھنے میں مشغول تھا۔ جب مہدی (محمد بن عبداللہ) گفتگو کرتا تھا تو اس میں عربی اعراب کی غلطیاں کرتا تھا۔ عبداللہ بن حسن نے کہا: اے امیر! کیا آپ اس شخص کے خلاف حکم صادر کریں گے جس کی زبان میں ٹیڑھا پن ہے اور وہ بھی اُمت کے باقی افراد کی طرح عمل پیرا ہے؟

راوی کہتا ہے: ابوجعفر منصور اس کی بات کو نہ سمجھ پایا تو میں نے عبداللہ بن حسن کو ہاتھ سے ٹٹولا لیکن وہ متوجہ نہ ہوا۔ اب جو وہ ابوجعفر منصور کی طرف مخاطب اور مائل ہوا تو اسے اس کے اس فعل پر غصہ آ گیا اور عبداللہ سے پوچھا: تمھارا بیٹا کہاں ہے؟

عبداللہ نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔

ابوجعفر منصور نے کہا: تم اسی وقت اُسے میرے پاس حاضر کرو۔

عبداللہ نے کہا: اگر وہ میرے قدموں کے تلے ہوتا تو بھی میں ان سے اپنے قدم نہ اُٹھاتا۔ یہ سن کر ابوجعفر منصور نے ربیع سے کہا: اے ربیع! تم اُٹھو اور اسے گرفتار کر کے قید خانے میں لے جاؤ۔

حارث ابن اسحاق سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے بیت اللہ کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف واقع مروان کے گھر میں عبداللہ بن حسن کو قید کر دیا اور بھوسے کے تین تھیلے اس کے نیچے ڈال دیے۔ اس کے بعد ابوجعفر وہاں سے روانہ ہو گیا اور عبداللہ تین سال تک وہیں قید میں رہے۔

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن حسن اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کو قید کر دیا گیا تو محمد بن عبداللہ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا: اے اُمِ یحییٰ! آپ میرے والد کے پاس قید خانے میں جائیں اور ان سے کہیں کہ محمد آپ سے کہہ رہا ہے کہ اگر آلِ محمدؐ کے گھرانے کا ایک فرد شہید ہو جائے تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس گھرانے کے کئی افراد شہید کر دیے جائیں۔

اُمِ یحییٰ کہتی ہیں: جب میں عبداللہ بن حسن کے پاس قید خانے میں گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ جانوروں پر ڈالے جانے والے کپڑے پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ کے پیروں میں بیڑیاں ہیں۔ میں نے یہ منظر دیکھ کر رونا اور چلانا شروع کر دیا تو انھوں نے کہا: اُمِ یحییٰ صبر کرو اور نالہ و فریاد نہ کرو۔ میں نے اس رات کی طرح کبھی کوئی رات نہیں گزاری۔

اُمِ یحییٰ کہتی ہیں: میں نے ان کو محمد کا پیغام دیا تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا: اللہ تعالیٰ محمد کی حفاظت فرمائے، اس سے کہو کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا تم سوچ رہے ہو بلکہ وہ روئے زمین میں اپنے طریقے پر عمل پیرا رہے۔ خدا کی قسم! کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم یہ احتجاج اور دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ ہم میں سے ایسے افراد موجود تھے جو اس امر کے لیے کوشاں رہے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۳)

حسن بن زید سے مروی ہے کہ ہمیں ریاح نے عبداللہ بن حسن بن حسن (مثنیٰ) کے پاس قید خانے میں اس غرض سے بھیجا کہ ہم ان سے ان کے دونوں بیٹوں کے حوالے سے گفتگو کریں۔ جب ہم قید خانے میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ بھوسے کے تھیلے پر بیٹھے ہوئے ہیں، پھر میرے ہمراہ لوگوں نے ان سے گفتگو شروع کر دی۔ جب وہ گفتگو سے فارغ ہوئے تو عبداللہ ابن حسن نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم! میری آزمائش حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش سے بڑی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور انھوں نے خدا کے حکم کی اطاعت کی جب کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمایا تھا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (سورۂ صافات: آیت ۱۰۶)

"یہ یقیناً بڑا (سخت اور) صریح امتحان و آزمائش ہے"۔

بے شک! تم لوگ اس لیے میرے پاس آئے ہو کہ مجھ سے یہ گفتگو کرو کہ میں اپنے دونوں بیٹے اس شخص کے حوالے کر دوں تاکہ وہ ان دونوں کو قتل کر دے۔ یہ اللہ عزوجل کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ میرے بھتیجے! خدا کی قسم! جب میں (گھر میں) اپنے بستر پر ہوتا تھا تو مجھے نیند نہیں آتی تھی اور اب تم مجھے جس حالت میں دیکھ رہے ہو، اس حالت میں مجھے زیادہ

اچھی نیند آتی ہے۔

راوی کہتا ہے: عبداللہ ابن حسن تین سال تک قید میں رہے۔

عبدالرحمن بن عوام کے غلام زبیر بن منذر سے مروی ہے کہ ریاح بن عثمان کے ایک ساتھی کا نام ابوالبختری تھا، اس نے مجھے بتایا کہ جب ریاح گورنر کی حیثیت سے آیا تو اس نے مجھ سے کہا: ابوالبختری! یہ مروان کا گھر ہے، خدا کی قسم! یہ مکان معیوب و مطعون ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ دو تا کہ ہم اس بوڑھے (عبداللہ بن حسن) کے پاس اندر جائیں۔ وہ میرا سہارا لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ عبداللہ بن حسن کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور کہا: اے بوڑھے! خدا کی قسم! امیر (منصور) نے مجھے اس وجہ سے تم پر متعین نہیں کیا کہ میں تمہاری قرابت داری کا خیال رکھتے ہوئے تم سے رحمدلی کا مظاہرہ کروں، خدا کی قسم! تم مجھ سے اس طرح کا مزاح نہیں کر سکتے جیسے تم نے زیاد اور ابن القسری کے ساتھ کیا تھا۔ خدا کی قسم! میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا یا اپنے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کو میرے پاس حاضر کرو۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے ریاح کی طرف سر اٹھا کر کہا: ہاں، خدا کی قسم! تمہاری قیس کی طرح عداوت ہے کہ جس میں گوسفند کی طرح ذبح کیا جاتا ہے۔

ابوالبختری کہتا ہے: پھر ریاح واپس پلٹ آیا۔ خدا کی قسم اس وقت اس نے میرے ہاتھ پکڑ رکھے تھے اور میں اس کے ہاتھ کی ٹھنڈک کو محسوس کر رہا تھا۔ عبداللہ نے اسے جو کچھ کہا اس کی وجہ سے وہ (گھبراہٹ کے عالم میں) ٹانگیں گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے کہا: خدا کی قسم! اسے علم غیب کی خبر نہیں ہے۔

اس نے مجھ سے کہا: تجھ پر افسوس ہے، خدا کی قسم! اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے نہیں سنا۔

اس نے کہا: وہ اس طرح ذبح کیا جائے گا جیسے گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵ ص ۲۰۹، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۸۹)

حارث بن اسحاق سے منقول ہے کہ بنوحسن، ریاح کے پاس قید رہے حتیٰ کہ ابوجعفر (منصور) نے ۱۴۴ ہجری میں حج کیا اور ربذہ میں ریاح سے ملاقات کی اور اسے مدینہ روانہ کیا

نیز اسے یہ حکم دیا کہ بنوحسن کو میرے پاس روانہ کردو تو ریاح نے انھیں ابوجعفر (منصور) کے پاس بھیج دیا۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۱۹۳)

علی بن عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے مروی ہے کہ میں باب المقصورہ کے پاس موجود تھا تو دروازے پر موجود شخص (حکومتی کارندے) نے کہا: بنوالحسن میں سے جو شخص یہاں موجود ہے وہ اندر چلا جائے تو میرے چچا عمر بن محمد نے مجھ سے کہا: دیکھو اب یہ لوگ ہم سے کیا کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ باب المقصورہ سے اندر داخل ہو کر باب مروان سے باہر نکل گئے۔

حسین بن زید سے مروی ہے کہ میں قبور اور منبر کے درمیان کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ بنوالحسن کو مروان کے گھر سے نکال کر ابوالازھر کے ہمراہ ربذہ بھیجا جا رہا ہے۔ حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے مجھے پیغام کے ذریعے بلوایا اور مجھ سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے یہ دیکھا ہے کہ بنوالحسن کو سواریوں میں بٹھا کر یہاں سے باہر نکالا جارہا ہے تو انھوں (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ پھر انھوں نے اپنے غلام کو بلایا اور اپنے رب سے کافی زیادہ دُعا کی اور اپنے غلام سے کہا: جاؤ اور جب وہ لوگ (بنوالحسن) سواریوں پر سوار ہو جائیں تو مجھے بتانا۔ پھر ان کا قاصد ان کے پاس آیا اور عرض کیا: وہ لوگ اب سوار ہو کر جا رہے ہیں۔ حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) اپنی جگہ سے اُٹھے اور ایک پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھنے لگے تو آپؑ نے عبداللہ بن حسن، ابراہیم بن حسن اور ان کے تمام خاندان والوں کو دیکھا۔ ان میں سے ہر ایک سردار اور اشراف میں سے تھا۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان لوگوں کو دیکھا تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپؑ کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر آپؑ نے مجھ (حسین بن زید) سے فرمایا: ابوعبداللہ خدا کی قسم! آج کے بعد خدا کی حرمت کا خیال مت کرنا اور خدا کی قسم! انصار نے بیعت عقبہ کے موقع پر رسولؐ خدا سے جو وعدہ کیا تھا اسے انصار اور ان کی اولاد نے پورا نہیں کیا۔

پھر حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مجھے میرے باباؑ نے اپنے بابا (امام زین العابدینؑ) انھوں نے اپنے بابا (امام حسینؑ) سے اور انھوں نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت

نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

خذ عليهم البيعة بالعقبة

"(اے علیؑ) آپؑ عقبہ کے مقام پر ان (انصار) سے بیعت لیجیے"۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: ان سے کیسے بیعت لی جائے؟

رسولؐ اللہ نے فرمایا: آپؑ ان سے یوں بیعت لیں کہ وہ یہ اقرار کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی بیعت کر رہے ہیں (یعنی خدا اور رسولؐ کے سامنے اپنا سب کچھ ہیچ تصور کریں گے اور انھیں ہر چیز سے اولیٰ و برتر سمجھیں گے)۔

ابن الجعد کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

على أن يطاع الله فلا يعصى

"آپ اس بات پر ان سے بیعت لیجیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور اس کی نافرمانی نہیں کریں گے"۔

اور بعض دیگر راویوں کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

على أن تمنعوا رسول الله وَذُرّيته مما تمنعون منه أنفسكم وذراريكم

"آپ اس بات پر ان سے بیعت لیجیے کہ یہ رسولؐ خدا اور ان کی اولاد کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنی جانوں کی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں"۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! انھوں نے رسولؐ خدا سے کی ہوئی بیعت کو پورا نہیں کیا یہاں تک کہ رسولؐ خدا کی اولاد ان کے سامنے یہاں (مدینہ) سے نکال دی گئی اور کوئی انھیں ظالموں کے ہاتھوں سے بچانے والا نہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے اللہ! انصار پر اپنی گرفت کو سخت کر دے۔

حنان بن منذر سے منقول ہے کہ جب بنوالحسن مدینہ سے نکل رہے تھے تو ابن حسین نے کھڑے ہو کر کہا: کیا کوئی ایک یا دو مرد ایسے نہیں ہیں جو مجھ سے ان لوگوں کے متعلق عہد و پیمان کریں؟

خدا کی قسم! میں ضرور ان لوگوں پر راستہ بند کردوں گا مگر اسے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

محمد بن ہاشم بن برید کے غلام معاویہ سے منقول ہے کہ میں بھی ربذہ میں بنوالحسن کے قیدیوں کے ہمراہ تھا۔ ان کے ساتھ ایک عثمانی (حضرت عثمان کا پڑپوتا) بھی تھا اور یہ شخص گویا چاندی سے بنا ہُوا تھا۔ پھر ان قیدیوں کو بٹھا دیا گیا اور ابھی ان لوگوں کو بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ابوجعفر منصور کے پاس سے ایک شخص نکل کر باہر آیا تو اس نے کہا: محمد بن عبداللہ عثمانی کہاں ہے؟ وہ کھڑے ہو گئے اور ابوجعفر منصور کے پاس اندر چلے گئے اور ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہمیں تازیانوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جب وہ باہر نکلے تو وہ حبشی لگ رہے تھے۔ تازیانوں نے ان کا رنگ متغیر کر دیا تھا اور ان کا خون بہہ رہا تھا اور ان کی ایک آنکھ پر تازیانہ لگنے کے سبب اس سے خون جاری تھا۔

آپ اندر سے باہر نکلے اور اپنے بھائی عبداللہ بن حسن کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ کو اس وقت سخت پیاس لگ رہی تھی اور آپ نے پانی مانگا تو عبداللہ بن حسن نے کہا: رسولؐ خدا کے بیٹے کو کون پانی سے سیراب کرے گا؟

لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور ایک خراسانی پانی لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے یہ پانی محمد بن عبداللہ عثمانی کے حوالے کر دیا اور انھوں نے یہ پانی پی لیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ابوجعفر منصور سواری پر بیٹھ کر باہر نکلا جبکہ اس وقت ربیع بھی اس کے ہمراہ تھا تو عبداللہ بن حسن نے کہا: ابوجعفر! خدا کی قسم! ہم نے تمھارے جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن ابوجعفر نے انھیں دھتکار دیا اور سخت مزاجی دکھاتے ہوئے وہاں سے فوراً گزر گیا۔

ابن عائشہ سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے عبداللہ بن حسن کو غصہ دلانے کے لیے عثمانی کو مارا اور اس کے اُونٹ کو عبداللہ کے اُونٹ کے آگے آگے رکھا تاکہ جب وہ عثمانی کی کمر پر تازیانوں کے نشان دیکھیں تو واویلا کریں۔

موسیٰ بن سعید نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ جب ابوجعفر منصور نے محمد عثمانی کو مارا تو ان کی قمیص ان کی کمر سے چپک کر خشک ہو گئی۔ بنوالحسن نے چاہا

کہ انھیں اس تکلیف سے نجات دلائی جائے اور ان کی قمیص کو کمر سے الگ کر دیا جائے۔ جب عبداللہ بن حسن نے یہ دیکھا تو چیخ مار کر کہا: یہ ایسے نہ اُتارو پھر آپ نے تیل منگوا کر اسے کمر پر لگایا اور جب ان کی قمیص نرم ہوگئی تو اسے کمر سے الگ کر کے اس تکلیف اور غم سے نجات دی۔

سلیمان بن داؤد بن حسن سے منقول ہے کہ مَیں نے عبداللہ بن حسن کو صرف ایک دن انتہائی مضطرب اور بے چین واویلا کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ جب محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کا اُونٹ جلدی سے آگے بڑھا اور آپ اس سے غافل تھے اور چلنے کے لیے ابھی تیار بھی نہیں ہوئے تھے جب کہ آپ کی دونوں ٹانگوں میں زنجیریں اور گلے میں طوق تھا اور آپ اُونٹ سے نیچے زمین پر گر پڑے اور یہ طوق محمل سے اٹک گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ طوق آپ کی گردن میں بھی لٹک رہا ہے اور آپ انتہائی بے قرار اور بے چین تھے۔ جب عبداللہ بن حسن نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو انھوں نے چیخ و پکار اور سخت گریہ شروع کر دیا۔

عیسیٰ بن زید سے مروی ہے کہ مجھے محمد بن عبداللہ کے ایک رفیق نے خبر دی ہے کہ محمد اور ابراہیم رات کی تاریکی میں بدوؤں کے بھیس میں اپنے والد کے پاس آتے اور ان سے خروج کی اجازت طلب کرتے تو عبداللہ بن حسن کہتے: تم دونوں خروج میں جلدی نہ کرو۔ حتیٰ کہ مضبوط ہو جاؤ اور مزید یہ بھی کہتے کہ اگر ابوجعفر منصور تم دونوں کو عزت سے جینے نہیں دیتا تو پھر عزت سے مرنے سے تو نہیں روک سکتا۔

موسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب ہم ربذہ میں تھے تو ابوجعفر منصور نے میرے والد کے پاس پیغام بھیجا کہ تم میں سے جو شخص میرے پاس آئے گا تو جان لو کہ وہ شخص پھر کبھی تمھارے پاس لوٹ کر نہیں جائے گا۔ جب ابوجعفر منصور کا یہ پیغام انھیں ملا تو ان کے بھتیجے اس کام کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے خود کو پیش کرنے لگے تو آپ نے انھیں جزائے خیر کی دُعا دی اور انھوں نے اپنے بھتیجوں سے کہا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمھیں اس ظالم کے حوالے کر دوں اور پھر کہا: اے موسیٰ! تم اس کے پاس جاؤ۔

موسیٰ کہتے ہیں: میں ابوجعفر منصور کے پاس گیا جب کہ میں اس وقت نوخیز لڑکا تھا۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: خدا تجھ پر انعام و اکرام کی نظر کبھی نہ کرے اور پھر کہا: اے غلام! مجھے تازیانہ لا دو۔ اس نے تازیانے سے مجھے مارا تو خدا کی قسم! مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور مجھے اس وقت تک اس ضرب کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا۔ اس نے دوبارہ تازیانہ اُٹھایا اور مجھے قریب اپنے آنے کو کہا تو مَیں اس کے قریب گیا تو اس نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ میرا فیض ہے اور مَیں نے اپنے فیض کی ایک سطر تم پر رقم کردی ہے اور میں اس فیض کو روک نہیں سکتا۔ خدا کی قسم! اس کے پیچھے موت ہے یا تم اس سے فدیہ دے کر چھٹکارا پالو۔

موسیٰ کہتا ہے کہ مَیں نے کہا: اے امیر (منصور)! خدا کی قسم، میرا کوئی گناہ نہیں ہے اور میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

ابوجعفر منصور نے کہا: جاؤ اور میرے پاس اپنے دونوں بھائیوں کو لے آؤ۔

موسیٰ نے کہا: تم مجھے ریاح کے پاس بھیج دو گے اور وہ مجھ پر اپنے جاسوس اور نگران مقرر کردے گا اور پھر میں جس راستے پر جاؤں گا۔ اس کے پیغام رساں میرے تعاقب میں رہیں گے۔ جب میرے دونوں بھائیوں کو ان کا پتا چلے گا تو وہ مجھ سے دُور بھاگیں گے۔

اس کے بعد ابوجعفر منصور نے ریاح کو خط تحریر کیا کہ تمھیں موسیٰ پر ہرگز تسلط حاصل نہیں ہے۔ موسیٰ کہتا ہے کہ اس نے میرے ہمراہ کچھ محافظ بھیجے اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ میری (موسیٰ کی) خبریں اور حالات لکھ کر اسے بھیجتے رہیں۔

موسیٰ سے منقول ہے کہ میرے والد نے ابوجعفر کو یہ پیغام بھیجا کہ مَیں محمد اور ابراہیم کو خط تحریر کرتا ہوں اور تم موسیٰ کو یہاں (قیدخانے) سے بھیجو تا کہ یہ ان دونوں سے ملاقات کرے جب کہ انھوں نے ان دونوں کو خط میں تحریر کیا کہ وہ ابوجعفر کے پاس آجائیں۔ موسیٰ کہتا ہے کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ان دونوں کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ کبھی بھی ابوجعفر کے پاس نہ آنا جبکہ انھوں نے یہ خط اس لیے تحریر کیا تھا تا کہ مجھے اس ظالم کے شکنجے سے نجات دلاسکیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ مجھ پر شفیق اور مہربان تھے اور میں ہند کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ آپ نے محمد اور ابراہیم کو خط میں یہ اشعار تحریر کیے:

يابني أمية إني عنكما غان وما الغنى غير أني مرعش فان

يابني أمية إلّا ترحما كبرئ فإنما أنتما والثكل مثلان

"بنواُمیہ بے شک میں تم دونوں سے لاپروا اور بے نیاز ہوں اور میری لاپرواہی و بے نیازی اس وجہ سے ہے کہ اب میں کمزور ہو چکا ہوں اور میرے اعضا میں کپکپی و لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ بنواُمیہ تم دونوں میرے بڑھاپے پر رحم اور ترس کھاؤ۔ بے شک! تم دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کا بیٹا کھو جاتا ہے اور اس کا غم منایا جائے"۔

جراح بن عمر اور دیگر راویوں سے مذکور ہے کہ جب عبداللہ بن حسن اور ان کے خاندان کے افراد کو قید کر کے لایا گیا اور انھیں نجف (اشرف) کے مقام پر کھڑا کیا گیا تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تمھیں اس قریہ (نجف اشرف) میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آرہا جو ہمیں اس ظالم و سرکش سے بچا سکے؟

تو میرے دو بھتیجے حسن اور علی تلواریں حمائل کیے ہوئے عبداللہ بن حسن سے ملاقات کے لیے آئے اور انھوں نے ان سے کہا: اے فرزندِ رسولؐ خدا! ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے ہمراہ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔

عبداللہ ابن حسن نے کہا: تم دونوں نے اپنا حق ادا کر دیا اور ان لوگوں کے معاملے میں تم دونوں بے نیاز ہو۔ پھر وہ دونوں واپس چلے گئے۔

ابراہیم سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے ان لوگوں (بنوالحسن) کو بغداد کے قریب کوفہ کے مشرقی علاقہ میں ابن ہبیرہ کے قصر میں قید کیا۔

اسحاق بن عیسٰی نے اپنے والد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جب عبداللہ بن حسن قید میں تھے تو انھوں نے مجھے پیغام بھیجا اور میں نے ابوجعفر منصور سے عبداللہ بن حسن سے ملنے کی اجازت مانگی تو اس نے مجھے ملاقات کی اجازت دے دی اور جب میں نے عبداللہ بن حسن سے ملاقات کی تو انھوں نے مجھ سے ٹھنڈا پانی طلب کیا۔ میں نے اپنے گھر سے ایک مشکیزہ میں پانی اور برف منگوائی۔ جب وہ پانی پی رہے تھے تو اس وقت ابوالازھر

وہاں اندر آیا، جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ مشکیزہ سے پانی پی رہے ہیں جب کہ مشکیزہ ان کے منہ کے اُوپر تھا کہ اس نے اپنے پاؤں سے مشکیزے کو ٹھوکر ماری اور آپ کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے۔ میں نے ابوجعفر منصور کو یہ سارا ماجرا سنایا تو اس نے کہا: ابوالعباس اس معاملے کو زیر بحث نہ لاؤ۔

ابوالازھر سے منقول ہے کہ عبداللہ بن حسن نے مجھ سے کہا: مجھے حجام چاہیے؟ میں نے اس کے متعلق ابوجعفر منصور سے اجازت طلب کی تو اس نے کہا: اس کے پاس مجید حجام کو لے آؤ۔ (تاریخ طبری: ج۹ ص ۱۹۸)

فضل بن عبدالرحمن نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جب ہاشمیہ کے مقام پر بنوالحسن قید تھے تو ان کا ایک قیدی قید خانے میں فوت ہو گیا۔ عبداللہ بن حسن زنجیروں میں جکڑے ہوئے قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے باہر نکلے تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکیں۔

مسکین ابن عمرو سے مروی ہے کہ ابوجعفر منصور نے عثانی کی گردن اُڑا دی، پھر اس کے سر کو خراسان بھیج دیا اور اس کے سر کے ہمراہ کچھ لوگ روانہ کیے جو قسم اُٹھا کر یہ کہتے تھے کہ یہ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا بیٹا محمد بن عبداللہ ہے۔

عبدالرحمن بن عمران بن ابی فروہ کہتا ہے کہ میں اور شعبانی ہاشمیہ کے مقام پر ابوالازھر کے پاس آتے جاتے تھے اور ابوجعفر منصور جب بھی ابوالازھر کے نام خط تحریر کرتا تو اس کی ابتدا یوں کرتا:

من عبد اللہ أمیر المومنین الی أبی الازھر ومولاہ

"بندۂ خدا امیر المومنین (ابوجعفر منصور) کی طرف سے ابوالازھر جو اس کا غلام ہے کے نام"۔

اور ابوالازھر خط کی ابتداء یوں کرتا:

إلی أبی جعفر من أبی الازھر عبدہ

"ابوالازھر جو ابوجعفر کا غلام ہے، کی طرف سے ابوجعفر کے نام"۔

ایک دن ہم ابوالازھر کے پاس بیٹھے تھے جبکہ ابوجعفر منصور نے اسے تین دن سے کوئی

خط تحریر نہیں کیا تھا جبکہ ہم ان دنوں اس کے ہمراہ خلوت میں رہے۔ پھر اس کے پاس ابوجعفر کی طرف سے ایک خط آیا اور اس نے خط کو پڑھا، پھر بنوالحسن کے پاس گیا جبکہ وہ قید خانے میں قید تھے۔ اس خط میں یہ لکھا تھا: ابوالازھر! دیکھو میں نے تمہیں ذلیل و رُسوا کرنے والے شخص کے بارے میں جو حکم دیا ہے، اسے جلد از جلد نافذ کرو۔

عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ شیبانی نے اس خط کو پڑھ کر مجھ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اسے (ابوجعفر منصور کو) ذلیل و رُسوا کرنے والا کون ہے؟

میں نے کہا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔

شیبانی نے کہا: خدا کی قسم! وہ عبداللہ بن حسن ہیں۔ دیکھو اب یہ اس کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ابوالازھر ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہا: خدا کی قسم! عبداللہ بن حسن ہلاک ہو گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ اندر آنے کے بعد رنجیدہ کیفیت میں باہر چلا گیا اور مجھ سے پوچھا: مجھے یہ بتاؤ ان میں سے علی بن حسن کون ہے؟

میں نے جواب دیا: کیا میں تمہارے پاس تصدیق کرنے والا ہوں۔

اس نے کہا: تم تصدیق کرنے والے سے زیادہ میرے نزدیک قدر و منزلت رکھتے ہو۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! تمہارا اس پر سایہ فگن ہونے سے یہ امر بہتر ہے۔

اس نے کہا: یقیناً ایسا ہی ہے پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۹)

ابن عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے بنو دارم کے غلام سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میں نے بشیر رحّال سے پوچھا: اس شخص کے خلاف خروج کرنے میں تم نے اتنی جلدی کیوں کی ہے؟

اس نے کہا: عبداللہ بن حسن کو گرفتار کرنے کے بعد ابوالازھر نے میرے پاس پیغام بھیجا اور میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے حکم دیا کہ گھر کے اندر چلے جاؤ۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو یہ دیکھا کہ عبداللہ بن حسن مقتول پڑے ہیں۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب مجھے غشی سے افاقہ ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اب میں اس (ابوجعفر منصور) کے خلاف ان دونوں تلواروں (محمد اور ابراہیم) کا ساتھ دوں گا اور اب اس کے متعلق کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔

محمد بن علی بن حمزہ سے مذکور ہے کہ میں نے سنا ہے کہ اولادِ حسنؑ سے یعقوب، اسحاق، محمد اور ابراہیم کو قید خانے میں مار مار کر قتل کر دیا گیا جبکہ ابراہیم ابن حسن کو زندہ دفن کر دیا گیا اور عبداللہ بن حسن پر گھر گرا کر انھیں شہید کر دیا گیا۔

محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؑ کا ایک بیٹا جس کا نام معلوم نہیں

مصعب نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ کے اس بیٹے کی والدہ کا نام رخیہ ہے جو فاختہ بنت فلیح بن منذر بن زبیر کی کنیز تھی۔ جب محمد بن عبداللہ نے رخیہ کو دیکھا تو اس کے حُسن و جمال نے انھیں متاثر کیا اور آپ نے فاختہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا: یہ کنیز حلال زادی نہیں۔ اس کے جواب میں محمد نے کہا: یہ ضروری نہیں ہے کہ نجاست و خباثت آنے والی نسلوں تک بھی پہنچے۔ یہ سن کر فاختہ نے کہا: خدا کی قسم! یہ خباثت و گندگی آنے والی نسلوں تک ہی جاتی ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں اسے تم کو ہبہ کیے دیتی ہوں۔

پھر فاختہ نے یہ کنیز محمد بن عبداللہ کو ہبہ کر دی اور محمد کے صلب سے اس کنیز نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ یہ لڑکا جبال جہینہ کے مقام پر محمد بن عبداللہ کے ہمراہ تھا اور ایک دن خوف کے مارے یہ بچہ پہاڑ سے گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

عبیداللہ بن محمد سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ بیان کرتا ہے: میں مقامِ رضوی پر اپنی مدخولہ کنیز کے ہمراہ موجود تھا اور اس کے پاس میرا بیٹا بھی تھا جسے یہ دودھ پلاتی تھی۔ جب پہاڑ پر مجھے گرفتار کرنے کے لیے مجھ پر دھاوا بولا گیا تو میں وہاں سے فرار اختیار کرنے کے لیے نکلا اور وہ کنیز بھی وہاں سے بھاگی تو اس سے یہ بچہ گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

عبداللہ بن محمد بن حکم طائی سے مذکور ہے کہ جب محمد بن عبداللہ کا بیٹا گرا تو وہ فوت ہو گیا اور اس کے بعد محمد نے جو مشکلات و مصائب اُٹھائے سو اُٹھائے۔

محمدؒ (نفس زکیہ) بن عبداللہؒ بن حسنؒ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ اور کنیت

ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔

ہند کی والدہ کا نام قریبہ بنت یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد ہے۔ قریبہ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت محمد بن طلیب بن ازھر بن عبدعوف بن عبدالحارث ہے۔ خدیجہ کی والدہ کا نام اُمِ مسلم بنت عبدالرحمن بن ازھر بن عبدعوف ہے۔

اُمِ مسلم کی والدہ کا نام قدہ بنت عرفجہ بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ قدہ کی والدہ کا نام دھیبہ بنت عبدعوف بن عبد بن حارث بن زھرۃ ہے۔ دھیبہ کی والدہ عداء بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ رزا بنت وھب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر ہے، اور رزا کی والدہ کا تعلق بنواحمر بن حارث بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔

محمد بن عبداللہ بن حسن کو صریح قریش (خالص خاندانِ قریش کا فرد) کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے تمام آباء و اجداد اور ماؤں کے سلسلے میں کوئی اُمِ ولد (کنیز) شامل نہیں ہے۔ آپ کے خاندان کے افراد نے آپ کو "مہدی" کا لقب دیا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ کے بارے میں ہی روایات منقول ہیں جبکہ آلِ ابوطالبؑ کے علماء آپ کو نفسِ زکیہ [1] سمجھتے تھے کہ جنھیں (مدینہ منورہ) احجار الزیت کے مقام پر شہید کیا جائے گا۔

آپ اپنے خاندان کے افراد میں سے افضل اور اپنے زمانے کے افراد میں کتابِ خدا کا علم رکھتے تھے اور آپ کے حافظ قرآن ہونے، دین کے اُمور میں سوجھ بوجھ، شجاعت، سخاوت اور اسی طرح دیگر صفاتِ حمیدہ میں سب سے برتر تھے یہاں تک کہ کسی کو اس میں شک کی گنجائش نہ تھی کہ آپ مہدی ہیں اور یہ خبر عوام میں مشہور ہوگئی۔

بنوہاشم میں سے تمام آلِ ابوطالبؑ اور آلِ عباس (حضرت عباس بن عبدالمطلب کی آل) نے آپ کی بیعت کی۔ پھر حضرت جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادقؑ) نے ارشاد فرمایا کہ

---

[1] مروج الذھب: ج ۲، ص ۱۲۹ پر ہے کہ آپ کو آپ کے زہد و تقویٰ کی بناء پر نفسِ زکیہ کہا جاتا ہے۔

محمد بن عبداللہ (جنھیں لوگ امام مہدی سمجھ رہے ہیں) حکومت و بادشاہت تک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے بلکہ بنو عباس میں یہ بادشاہت و حکومت منتقل ہو جائے گی تو آپؑ کے اس قول سے بنو عباس، حکومت کے لیے متحرک ہو گئے، جس کے لیے وہ پہلے حریص نہ تھے اور حکومت کی خواہش نہیں کر رہے تھے۔

جب ولید بن یزید قتل ہو گیا اور بنو مروان میں اختلاف پیدا ہوا تو بنو ہاشم کے افراد اور ان کی طرف بلانے والے دیگر افراد مختلف علاقوں کی طرف نکل گئے۔ انھوں نے سب سے پہلے لوگوں کو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور آپؑ کی اولاد کی فضیلت سے لوگوں کو آگاہ کیا اور پھر اولادِ علیؑ کو قتل، خوف اور مختلف علاقوں میں دربدر کیے جانے والے مصائب برداشت کرنے کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا۔ جب حکومت قائم کرنے کے لیے حالات سازگار ہو گئے تو ان میں سے ہر فریق نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ وہ جس کی طرف لوگوں کو بلا رہا تھا اسی کے بارے میں حکومت و خلافت کی وصیت کی گئی ہے۔ جب بنو عباس نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور انھیں حکومت مل گئی تو سفاح اور منصور (دوانیقی) اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ انھیں محمد اور ابراہیم کو گرفتار کرنے میں کامیابی مل جائے کیونکہ ان کی گردنوں پر محمد کی بیعت تھی لیکن یہ دونوں روپوش ہو گئے اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں چھپتے رہے۔ ابوالعباس سفاح اور منصور کا ان کو طلب کرنا اور ان کے خوف کی بنا پر یہ اپنے ٹھکانے بدلنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں ظاہر ہوئے اور قتل کر دیے گئے۔

ابوالفرج اصفہانی (مؤلف) کہتے ہیں: ان دونوں کے حوالے سے میرے پاس جو روایات پہنچی ہیں، میں انھیں یہاں مختصراً بیان کروں گا اس لیے کہ اگر ہم ان تمام روایات کی تشریح میں چلے گئے تو ان کی کثرت اس کتاب کو طولانی کر دے گی۔ لہٰذا ہم تفصیلات سے اجتناب کریں گے۔

ابوعبیدہ (محمد بن عبداللہ کے نانا) قریش کے سردار اور سخی افراد میں سے تھے۔

سلیمان بن عیاش سعدی سے منقول ہے کہ جب ابوعبیدہ کی وفات ہوئی تو ان کی بیٹی ہند ان کی وفات کے صدمے سے نڈھال ہو گئی۔ اس وقت عبداللہ بن حسن نے محمد بن بشیر

الحارثی سے کہا کہ تم اندر جا کر ابوعبیدہ کی بیٹی ہند کو تعزیت و تسلیت پیش کرو اور ان کے باپ کی وفات پر ان سے ہمدردی کا اظہار کرو۔ پھر عبداللہ بھی محمد بن بشیر کے ہمراہ ہند کے پاس گئے۔ جب محمد بن بشیر الحارثی نے ہند کو دیکھا تو بلند آواز میں چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا:

قومی اضربی عینیک یا ہند لن تری　　أبًا مثله تسمو إليه المفاخر

وکنت إذا أتیت اثنیت والدًا　　یزین کما زان الیدین الأساور

"اے ہند! اٹھو اور اپنی آنکھوں کو پھوڑ ڈالو۔ تمہیں کبھی ایسا باپ نظر نہیں آئے گا کہ جس کے قابلِ فخر اعمال اور افعال حمیدہ خود مائل ہوتے ہیں۔
میں جب بھی آپ کے والد کے پاس آیا، ان کی تعریف و توصیف بیان کی۔
وہ محفل کو اس طرح زینت بخشتے تھے جیسے کنگن ہاتھوں کو زینت بخشتے ہیں"۔

یہ سن کر ہند نے اپنا چہرہ پیٹ لیا اور حزن و رنج کی کیفیت میں واویلا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن حسن نے محمد بن بشیر الحارثی سے کہا: کیا میں تجھے اس مقصد کی خاطر اندر لایا تھا؟ تو اس نے کہا: میں کیسے ابوعبیدہ کی تعزیت پیش کروں جبکہ میں خود اس پر غم زدہ ہوں۔

علی بن صالح سے منقول ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے اپنے بیٹے عبداللہ کی ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ اور ریطہ بنت عبیداللہ [1] بن عبدالمدان سے شادی کی۔ جب عبداللہ فوت ہو گیا اور یہ دونوں آزاد ہو گئیں تو ہند نے عبداللہ بن حسن اور ریطہ نے محمد بن علی سے شادی کر لی اور یوں ریطہ ابوالعباس سفاح کے پاس آ گئی۔

ابن دراجہ نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جب عبداللہ بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا تو ہند نے اس سے جو میراث پائی تھی، اس میراث کے ساتھ واپس اپنے میکے آ گئی۔ عبداللہ بن حسن نے اپنی والدہ جناب فاطمہؑ سے کہا: آپ ہند کا میرے لیے رشتہ طلب کریں۔ انھوں نے جواب دیا: وہ تجھ سے عقد کرنے سے انکار کر دے گی، کیا تم ہند سے شادی کے طلب گار ہو جبکہ اس نے عبداللہ سے بہت کچھ میراث میں پایا ہے اور

---

[1] الاغانی میں اس کا نام عبداللہ مذکور ہے۔

تم تنگدست و محتاج ہو، تمھارے پاس مال نہیں ہے۔

یہ سن کر عبداللہ نے اپنی والدہ کو چھوڑا اور خود ہند کے والد ابوعبیدہ کے پاس چلے گئے اور ان سے اپنے لیے ہند کا رشتہ طلب کیا۔ انھوں نے جواب دیا: میں بخوشی اس بات کو قبول کرتا ہوں اور میں نے اپنی طرف سے ہند کو تمھاری زوجیت میں دیا تا کہ تمھاری قدرومنزلت زائل نہ ہو۔

پھر ابوعبیدہ ہند کے پاس گئے اور ان سے کہا: میری بیٹی! یہ عبداللہ ابن حسن ہیں اور آپ سے عقد کے طلب گار ہیں۔ یہ سن کر ہند نے کہا: تو پھر آپ نے انھیں کیا جواب دیا ہے؟ ابوعبیدہ نے کہا: میں نے اپنی طرف سے تمھیں اس کی زوجیت میں دے دیا ہے۔

یہ سن کر ہند نے کہا: بہت خوب، آپ نے جو کچھ کیا ہے خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ پھر ہند نے عبداللہ کو پیغام بھجوایا کہ جب تک آپ اپنی بیوی سے ملاقات نہ کرلیں، تب تک یہاں سے مت جانا۔ پھر انھوں نے وہ رات حجرۂ عروسی میں گزاری جبکہ ان کی والدہ کو اس کا علم نہ تھا۔ آپ نے سات دن تک ہند کے گھر میں قیام کیا اور ساتویں دن وہاں سے نکل کر اپنی والدہ کے پاس گئے جبکہ اس وقت عبداللہ بن حسن خوشبو سے معطر تھے اور انھوں نے دوسرا لباس پہن رکھا تھا، جس کا ان کی والدہ کو علم نہ تھا۔ ان کی والدہ نے پوچھا: آپ نے یہ لباس کہاں سے لیا ہے؟

عبداللہ نے جواب دیا: اس خاتون سے جس کے بارے میں آپ کا گمان تھا کہ وہ مجھے رد کردے گی۔

مدینے کا ایک مرد حرمی ابطحی بیان کرتا ہے: میں نے آلِ ابوطالبؑ کے ایک جاننے والے سے سنا کہ محمد بن عبداللہ ایک سو ہجری میں پیدا ہوئے اور عمر بن عبدالعزیز نے ان کا خاص اور وافر مقدار میں وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔

آپ کا نام "مہدی" کیوں رکھا گیا؟

مسیح بن غسان سے منقول ہے کہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ اپنے بیٹوں اور خاندان

کے دیگر افراد کی بیویوں کے لیے دایہ کے فرائض خود سرانجام دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کے بیٹوں نے ان سے کہا: ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ ہمیں "دایہ کے بیٹے" کہنا شروع نہ کر دیں۔

انھوں نے کہا: مجھے ایک چیز کی تلاش ہے، اگر میں اس کے حصول میں کامیاب ہو گئی تو دایوں والا کام چھوڑ دوں گی۔

پھر جس رات محمد بن عبداللہ پیدا ہوئے تو آپ نے کہا: مجھے جس کی تلاش تھی، اس کے حصول میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ پس آج کے بعد میں دایہ کے فرائض سرانجام نہیں دوں گی، ان شاء اللہ۔ پھر آپ نے ان کا ذکر (مہدی کے طور پر) کیا۔

سعید بن عقبہ جہنی (جس نے عبداللہ بن حسن کو بچپن میں جب یہ ماں کی آغوش میں تھے، لے کر اس کی پرورش کی تھی) وہ بیان کرتا ہے: جب محمد بن عبداللہ کی ولادت ہوئی تو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک بڑے سے انڈے کی شکل میں سیاہ تل تھا، جس کی وجہ سے آپ کو "مہدی" کہا جاتا تھا اور آپ کو "صریح قریش" (خالصتاً قریش کا فرد) کہا جاتا تھا۔

سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ میں نے عبداللہ بن حسن کو دیکھا کہ وہ محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ کو لے کر عبداللہ ابن طاؤس کے پاس آئے۔ اس وقت یہ دونوں نوخیز لڑکے تھے۔ عبداللہ بن حسن نے عبداللہ ابن طاؤس سے کہا: آپ ان دونوں سے روایات بیان کرتے ہوئے گفتگو کیجیے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کلام سے فائدہ عطا فرمائے گا۔

سعید بن خالد بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ابوحذیفہ واصل بن عطاء نے اپنا قاصد ابوایوب بن اُذبر ہمارے پاس بھیجا کہ واصل بن عطاء آپ کو اپنے بیان اور مقالہ کے لیے بلا رہا ہے تو محمد بن عبداللہ نے آلِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔

عمیر بن فضل خثعمی سے منقول ہے کہ ایک دن میں نے ابوجعفر منصور کو دیکھا جبکہ محمد بن عبداللہ بن حسن اپنے بیٹے کے گھر سے باہر نکلے اور ان کا حبشی غلام ان کا گھوڑا پکڑے ہوئے دروازے پر کھڑا تھا اور ابوجعفر منصور ان کا انتظار کر رہا تھا۔ جب محمد بن عبداللہ باہر تشریف لائے تو ابوجعفر منصور تیزی سے ان کی جانب بڑھا اور ان کے گھوڑے کی رکاب کو تھام کر رکھا

تا کہ وہ سوار ہو جائیں۔ پھر اس نے گھوڑے کی زین پر ان کے لباس کو درست کیا اور محمد وہاں سے روانہ ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: میں ان دنوں ابوجعفر منصور کو جانتا تھا لیکن محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتا تھا لہذا میں نے ابوجعفر منصور سے پوچھا: یہ کون سی ہستی ہے، جس کی آپ نے اس قدر تعظیم کی ہے کہ ان کی سواری کی رکاب پکڑی اور پھر زین پر ان کا لباس درست کیا؟ ابوجعفر منصور نے کہا: کیا تم انھیں نہیں جانتے ہو؟! میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: یہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ ہیں اور ہمارے گھرانے کے مہدی ہیں۔

ابن وأب سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بچپن ہی سے مختلف جگہوں پر مخفی رہے اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے پیغامات بھجواتے رہے اور آپ کو مہدی کہا جاتا۔

اُم کلثوم بنت وھب بیان کرتی ہیں: ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص بادشاہ اور حکمران بنے گا، جس کا نام نبیؐ کے نام (محمدؐ) پر ہوگا اور اس کی والدہ کے نام میں تین حروف ہوں گے۔ اس میں پہلا حرف "ھا" اور آخری حرف "دال" ہوگا۔ لوگ محمد بن عبداللہ بن حسن کے متعلق یہ گمان کرتے تھے کہ یہی وہ شخص ہے جبکہ ان کی والدہ کا نام ہند تھا۔

ابوجعفر منصور کا غلام بیان کرتا ہے: ایک دفعہ ابوجعفر منصور نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا کہ تم (جامع مسجد میں) منبر کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور سنو کہ محمد کیا کہہ رہا ہے؟ تو میں نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا:

اِنکم لا تشکون أنی أنا المھدی، و أنا ھو

"یقیناً تم اس امر میں شک نہیں کرتے کہ میں مہدی ہوں اور بے شک میں ہی وہ مہدی ہوں"۔

ابوجعفر منصور کا غلام کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر منصور کو اس بات کی خبر دی تو اس نے کہا:

کذب عدو اللہ، بل ھو ابنی

"اس دشمن خدا نے جھوٹ بولا بلکہ یہ تو میرا بیٹا ہے"۔

اسماعیل الہاشمی سے منقول ہے کہ میں ابوجعفر منصور کے ہمراہ مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا

کہ اچانک ایک شخص خچر کی جانب بڑھا تو ابوجعفر منصور بھی اُٹھ کر اس کے پاس گیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے اس کے خچر پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اس شخص نے ابوجعفر کے شانوں پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا اور یوں یہ دونوں محوِ گفتگو رہے۔ جب ابوجعفر میرے پاس واپس آیا تو اس نے کہا: میں تمھارے باپ سے تمھارے لیے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ قیام کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ مَیں نے کہا: وہ دروازے کے قریب جا کر ان سے اجازت طلب کریں۔ اس نے کہا: مَیں نے تمھیں قسم دی ہے کہ تم اس کے ہمراہ قیام کرو گے۔

مَیں نے جب ان کی تحریک میں شامل ہو کر قیام کیا اور پھر واپس آیا تو ابوجعفر منصور نے کہا: کیا مَیں نے ہی تمھارے لیے اس کے ہمراہ قیام کرنے کی اجازت طلب نہ کی تھی؟

مَیں نے جواب دیا: نہیں! بلکہ تم نے تو مجھے یہ کہا تھا کہ مَیں اس کے لیے اجازت طلب کروں۔

ابوجعفر منصور نے کہا: بھتیجا! تم اس شخص (کی عزت و عظمت) سے ناواقف ہو، یہ محمد بن عبداللہ ہیں اور ہمارے گھرانے کے مہدی ہیں۔

واقدی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حسن کو حکم دیا گیا کہ وہ دین میں سوجھ بوجھ اور علم حاصل کریں تو وہ محمد اور ان کے بھائی ابراہیم کو ابن طاؤس کے پاس لے گئے اور ان سے کہا: آپ ان دونوں سے علمی گفتگو اور روایات بیان کریں شاید اللہ تعالیٰ اس میں ان کے لیے فائدہ قرار دے۔

واقدی بیان کرتا ہے: محمد نے نافع بن عمرو سے ملاقات کی اور ان سے روایات سنیں پھر ابوزیاد سے ملاقات کر کے ان سے بھی روایات و احادیث سنیں۔ آپ نے نافع بن عمرو، ابوزیاد اور ان کے علاوہ دیگر محدثین سے روایات نقل کی ہیں لیکن آپ سے تھوڑی ہی روایات منقول ہیں جبکہ آپ کی شہادت کے بعد آپ سے یہ روایات نقل کرتے ہوئے آگے بیان کی گئیں۔ آپ سے عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ اور دیگر راویوں نے روایات نقل کی ہیں۔

سلم العامری سے مروی ہے کہ محمد بن عبداللہ ایک ماہ تک جنابِ فاطمہ بنت علیؑ کے

پاس رہے۔ جب محمد بن عبداللہ پیدا ہوئے تو جنابِ فاطمہ بنت علیؑ نے انھیں آکر دیکھا اور اپنی انگلی ان کے منہ میں داخل کی جبکہ ان کی زبان میں گرہ تھی۔

جنابِ فاطمہ بنت علیؑ آپ کی تربیت اور پرورش کرتی رہیں اور آپ اپنی والدہ سے زیادہ ان کے پاس رہتے یہاں تک کہ ایک دن جنابِ فاطمہ بنت علیؑ نے کھانا تیار کیا اور اپنے خاندان کے چیدہ چیدہ افراد کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔

جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو جنابِ فاطمہ بنت علیؑ نے کہا: میرے بھائی حسینؑ نے اپنی مہر کے ساتھ ایک صندوق میرے حوالے کیا تھا۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ اس صندوق میں کیا ہے؟

جب اس لڑکے (محمد بن عبداللہ) کی پیدائش ہوئی تو میں نے یہ سوچا کہ اس امانت کو محمد بن عبداللہ کے حوالے کردوں۔ پھر آپ نے اس صندوق کو منگوا کر اپنی قوم کے افراد کے سامنے محمد بن عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ محمد اُسے اُٹھا کر اپنے گھر لے گئے جبکہ جنابِ فاطمہ بنت علیؑ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس میں کیا ہے۔ جب آپ نے اس صندوق کے متعلق لوگوں کو بتایا تو لوگوں نے اس بارے میں مختلف باتیں کیں۔ (طبقات ابن سعد: ج ۸، ص ۳۴۱)

قاسم بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ ایک دن میری پھوپھی فاطمہ بنت علیؑ نے مجھے بلایا اور کہا: اے بیٹا! میرے بابا علیؑ ابن ابی طالبؑ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سب سے کم سن مہدی کو درک کرے گا جبکہ میں ان کی اولاد میں سب سے چھوٹی ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام اکثر مہدیؑ کا تذکرہ کرتے اور ان کی علامات بیان کرتے اور میں نے تمھارے علاوہ کسی میں یہ علامات نہیں دیکھی ہیں۔ پس اگر تم ہی وہ مہدی ہو تو دونوں راستوں میں سے درمیانہ راستہ اپنانا تاکہ افراط و تفریط کرنے والے افراد بھی تم سے ملحق ہو جائیں۔ پھر تم میرے دل کو بنواُمیہ (سے انتقام) کے ذریعے ٹھنڈک پہنچاؤ۔

قاسم بن مطلب العجلی بیان کرتے ہیں: کلبی نے پچاس سال پہلے مجھ سے یہ روایت بیان کی اور اسے ابوصالح نے اس سے بیس سال پہلے یہ روایت سنائی اور ابوصالح نے بتایا کہ مجھ سے ابوہریرہ نے یہ روایت بیان کی تھی کہ مہدیؑ کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور ان کی زبان

میں لکنت ہوگی۔

ابراہیم بن علی رافعی نے ابورافع کے بیٹے سے روایت نقل کی ہے کہ محمد کلام کرتے ہوئے ہکلاتے تھے جب کہ میں نے انہیں منبر پر خطاب کرتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سینے میں ہی کلام کھٹکنے لگا اور وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے تو ان کے سینے سے مزید الفاظ نکلتے۔ (تاریخ طبری: ج۹،ص ۲۰۸)

عبداللہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ جب محمد بن عبداللہ پیدا ہوئے تو ایک بڑے انڈے کی شکل میں ان کے دونوں شانوں کے درمیان سیاہ تل تھا۔ آپ کو صریح قریش کہا جاتا اور آپ مہدی تھے۔ آپ کو صریح قریش اس لیے کہا جاتا کیونکہ آپ کے سلسلۂ نسب میں شامل تمام ماؤں اور آباء و اجداد کا تعلق خاندانِ قریش سے تھا۔ آپ کے متعلق ہی شاعر سلمہ بن اسلم الجہنی نے یہ اشعار بیان کیے:

اِنَّ الذی یروی الرُّواۃُ لبیّن　　اِذا ما ابن عبداللہ فیھم تجردا

لہ خاتم لم یعطہ اللہ غیرہ　　وفیہ علامات من البر والھدیٰ

"بے شک ! راوی آپ کی شان میں جو روایتیں بیان کرتے ہیں، وہ سب پر واضح ہیں جبکہ عبداللہ کا فرزند (محمد) ان صفات سے عاری نہیں ہیں۔
آپ کے پاس وہ مہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کی اور آپ میں نیکی اور ہدایت و رہنمائی کی تمام نشانیاں موجود ہیں"۔

محمد بن اسماعیل جعفری سے منقول ہے کہ ابن ابی ثابت نے ایک بیت الشعر بیان کیا ہے لیکن اس شعر کے شاعر کا علم نہیں ہے اور وہ شعر یہ ہے:

اِن یك ظنی محمد صادقًا　　یکن فیہ ما تروی الاعاجم فی الکتب

"اگر محمد کے بارے میں میرا گمان سچا ہو تو ان کی اس قدر شان بلند ہے کہ ان کے متعلق غیر عربی مصنفین بھی اپنی کتابوں میں روایات ذکر کریں گے"۔

سلمہ بن اسلم اور جہینہ کے ذیلی قبیلہ بنو ربعہ کے ایک شخص نے آپ کے متعلق یہ اشعار بیان کیے ہیں:

إنا لنرجو أن يكون محمد إماماً به يحيا الكتاب المنزّل

به يصلح الاسلام بعد فساده ويحيا يتيم بائس ومعوّل

ويملأ عدلاً أرضنا بعد ملئها ضلالاً ويأتينا الذی كنت آمل

"یقیناً ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ محمد ہی وہ امام ہیں جو قرآن مجید کے احکامات کو زندہ کریں گے اور یہ اسلام میں خرابی پیدا ہوجانے کے بعد اس کی اصلاح کریں گے۔ یہ یتیم، مسکین اور محتاج و تنگ دست کو خوشگوار زندگی عطا کریں گے اور آپ ہماری اس زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جو کہ پہلے ضلالت و گمراہی سے بھر چکی ہوگی اور یوں ہمارے پاس وہ ہستی آئے گی جس کی ہم آرزو کرتے ہیں"۔

آپ کے متعلق یہ اشعار بھی کہے گئے:

إن كان فی الناس لنا مهدی يقيم فينا سيرة النبی

فإنه محمد التقی

"اگر لوگوں کے درمیان ہمارے مہدی موجود ہوں گے تو وہ ہم میں نبیؐ کی سیرت و کردار کو قائم کریں گے بے شک! وہ محمد متقی و پرہیزگار ہیں"۔

عبدالملک سنان المسمعی سے مروی ہے کہ عوام محمد پر شیفتہ ہوتے اور اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ وہ آپ کو مہدی کہتے، یہاں تک کہ آپ کو محمد بن عبداللہ المہدی کہا جاتا اور آپ یمنی و قبطی لباس زیب تن کرتے۔

سھل بن بشر کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ليت المهدی قد خرج

"کاش کہ مہدی نے خروج کیا ہوتا"۔

اس کی مہدی سے مراد محمد بن عبداللہ تھے۔

عیسٰی بن عبداللہ سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ لڑکپن سے بلوغت تک غائب ہوتے رہے اور (ظالم حکمرانوں سے) مخفی رہے۔ آپ کو مہدی کہا جاتا تھا۔

حمید بن سعید سے مروی ہے کہ جب محمد بن عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کی پیدائش سے آلِ محمدؐ کے گھرانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث نقل کرتے رہے ہیں کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ آپ کی پیدائش پر انھوں نے آپ کی درازیٔ عمر کی دُعا کی اور ان کی آپ کی وجہ سے (ظلم سے چھٹکارا پانے اور عدل و انصاف کی) اُمید بندھ گئی۔ وہ اس پیدائش پر انتہائی مسرور ہوئے اور اس کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوئی۔ وہ اپنی محافل و مجالس میں باہمی ان کا تذکرہ کرنے لگے اور ان کی ولادت کی اپنے شیعوں کو خوشخبری سنانے لگے۔

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی (مؤلف) بیان کرتے ہیں: اس موضوع پر بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں لیکن ہم اس حوالے سے درج بالا روایات کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

عبداللہ بن حسنؒ اور آپ کے خاندان کا محمد کو مہدی ماننے سے انکار

محمد بن بشر سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن حسن سے پوچھا: محمد کب خروج کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ میری موت کے بعد خروج کرے گا اور مارا جائے گا۔

محمد بن بشر کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم، یہ اُمت ہلاک ہوگئی۔

عبداللہ بن حسن نے کہا: نہیں! یہ اُمت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی۔

میں نے پوچھا: ابراہیم کب خروج کرے گا؟

انھوں نے جواب دیا: وہ میری موت کے بعد ہی خروج کرے گا اور مارا جائے گا۔

یہ سن کر میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم! یہ اُمت ہلاک ہوگئی۔

پھر عبداللہ بن حسن نے کہا: جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو یہ دونوں خروج کریں گے اور خروج کے کچھ عرصہ بعد ہی شہید کر دیے جائیں گے۔

یہ سن کر میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر تو یہ اُمت ہلاک ہوگئی۔

انھوں نے کہا: نہیں! بلکہ ہم میں سے ہی ان کا ایک ساتھی جو پچیس سال کا جوان ہوگا وہ ان لوگوں کو ہر پتھر اور سیارے کے نیچے سے نکال کر قتل کرے گا۔

محمد بن ہذیل بن عبیداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے لاتعداد ساتھیوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ عمرو بن عبید، محمد بن عبداللہ کے امام مہدیؑ ہونے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مہدی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ انھیں قتل کر دیا جائے گا؟

عثمان بن حکم بن صخر ثقفی کہتا ہے: ایک دن مطر صاحب الحمام میرے پاس آیا تو اس

نے خود کو بستر پر گرا دیا اور ٹانگیں سیدھی کر کے لیٹ گیا۔ میں نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا: عمرو بن عبید نے ہمیں دنیا میں زندہ رہنے کا نہیں چھوڑا۔

میں نے پوچھا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: عمرو بن عبید نے یہ کہا ہے کہ ہمارا امر اور مقصد ختم ہو جائے گا، یہ پورا نہ ہوگا اور ہمارا جہاد باطل و بے کار ہو جائے گا۔

عثمان بن حکم کہتا ہے: یہ سن کر میں نے مطر سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ عمرو بن عبید کے پاس چل۔ پھر میں اور وہ وہاں سے نکل کر عمرو کے پاس آئے۔ میں نے عمرو بن عبید سے کہا: ابو عثمان! ابو رجاء کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ سچ کہہ رہا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ سچ کیسے کہہ رہا ہے؟

اس نے کہا: محمد بن عبداللہ (جسے لوگ مہدی سمجھ رہے تھے) مدینہ میں قتل ہو گئے ہیں۔

مسلم بن قتیبہ سے منقول ہے کہ ابوجعفر نے پیغام بھجوا کر مجھے اپنے پاس بلایا اور جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا: محمد بن عبداللہ نے خروج کیا ہے اور اسے مہدی کہا جاتا ہے، خدا کی قسم! وہ مہدی نہیں ہے اور میں تم سے دوسری بات یہ کہتا ہوں جو میں نے آج سے پہلے کسی سے نہیں کی اور نہ ہی آج کے بعد کسی سے کروں گا، وہ یہ ہے کہ خدا کی قسم! میرا یہ بیٹا وہ مہدی نہیں ہے، جس کے متعلق احادیث اور روایات بیان کی گئی ہیں لیکن میں اس کے وجود سے برکت اور نیک شگون لیتا ہوں۔

ابوالعباس الفلسطی سے مروی ہے کہ میں نے محمد (نفس زکیہ) بن عبداللہ کے متعلق مروان بن محمد سے کہا کہ محمد بن عبداللہ حکومت و خلافت کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ انھیں مہدی کہتے ہیں۔

مروان نے کہا: ایسا نہیں ہے! وہ مہدی نہیں ہیں اور نہ ہی باپ کی طرف سے وہ اس معیار پر نہیں ہیں (کیونکہ امام مہدیؑ امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے جبکہ یہ حسنی ہیں) جب کہ وہ اُمِ ولد کی اولاد سے ہوں گے۔ مروان نے محمد بن عبداللہ کی انقلابی تحریک کے شعلے بلند ہوتے ہوئے نہ دیکھے بلکہ وہ اس سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا (یہ ۱۳۲ ہجری میں قتل ہوا تھا)۔

عبداللہ بن حسن بن فرات سے منقول ہے کہ میں ایک دن رات کے وقت حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ کے دو بیٹوں عبداللہ اور حسن کے ہمراہ گاؤں سے نکلا اور ہم لوگ داؤد بن علی اور عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گئے تو داؤد بن علی نے عبداللہ بن حسن کو اس بات کی طرف راغب کیا کہ ان کا بیٹا محمد (حکومت کے خلاف) خروج کرے۔ (یہ بنوعباس کے حکومت سنبھالنے سے پہلے کی بات ہے)

عبداللہ نے کہا: ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ محمد خروج کرے۔

عبداللہ بن علی نے یہ گفتگو سنی تو عبداللہ بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ابومحمد!

سيكفيك الجعالة مستميت خفيف الحاذ من فتيان جَرمِ

"تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ گرم ملک کے جوان انتہائی کم مال پر موت کے متمنی ہیں"۔

خدا کی قسم! میں ان لوگوں (بنواُمیہ) کے خلاف خروج کر کے انھیں قتل کروں گا اور انھیں ان کی بادشاہت سے معزول کروں گا۔

عبداللہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی ہے کہ مدینہ کے علماء کا ایک گروہ علی ابن الحسن کے پاس آیا اور ان کے لیے امر خلافت کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا: محمد بن عبداللہ مجھ سے زیادہ حکومت وخلافت کے حق دار ہیں۔ پھر ایک طولانی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: مجھے احجار الزیت کے مقام پر قتل کر دیا جائے گا. (احجار الزیت: مدینہ منورہ میں محرہ کے مقام پر واقع ہے۔ اس جگہ پر سیاہ پتھر ہیں گویا یہاں سے تیل نکالا گیا تو ان پتھروں کا رنگ اس قدر سیاہ پڑ گیا، اس لیے اس جگہ کو "احجار الزیت" کہتے ہیں۔ مترجم)

اور پھر کہا: یہاں پر نفسِ زکیہ کو قتل کیا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ جس جگہ کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا، وہاں ہی نفسِ زکیہ کو شہید کیا گیا۔ رضوان اللہ علیہ وسلامہ۔

محمد بن علی نے اپنے آباء و اجداد سے روایت نقل کی ہے کہ نفسِ زکیہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میری والدہ اُم الحسین بنت عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین نے مجھے خبر دی ہے، وہ کہتی ہیں: ایک دفعہ میں نے اپنے چچا جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے پوچھا کہ میری جان آپؑ پر قربان ہو! محمد نے جو تحریک شروع کی ہے، آپؑ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

انھوں نے کہا: اس میں رُسوائی ہے، محمد کو رومی کے گھر کے قریب قتل کر دیا جائے گا اور اس کے مادری و پدری بھائیوں کو عراق میں قتل کر دیا جائے گا جبکہ اس وقت اِن کے گھوڑے کے کھر پانی میں ہوں گے۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۳۰)

مسلم بن بشار سے منقول ہے کہ غنائم خشرم کے وقت میں محمد بن عبداللہ کے ہمراہ تھا اور انھوں نے مجھ سے کہا: یہاں نفسِ زکیہ کو قتل کیا جائے گا، پھر انھیں اسی مقام پر ہی شہید کیا گیا۔

ابوزید کہتا ہے: محمد (نفس زکیہ) بن عبداللہ بن حسن کی شہادت پر یہ مرثیہ کہا گیا:

رحم الله شبابًا قتلوا یوم الثنیه
فرّعنه الناس طرا غیر خیل أسدیه
قاتلوا عنه بنیات و أحساب نقیه
قتل الرحمٰن عیسٰی قاتل النفس الزکیة

"اللہ تعالیٰ ان جوانوں پر رحم کرے جو ثنیہ کے دن شہید ہوئے۔ لوگ آپ کو میدان میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ جبکہ پیادوں نے مخلص اور پاک احساسات کے ساتھ آپ کی طرف سے جنگ کی۔ خدائے رحمٰن عیسیٰ (محمد بن عبداللہ سے جنگ کرنے والے لشکر کے سالار) کو قتل کرے جس نے نفسِ زکیہ سے جنگ کی"۔

عبداللہ بن حفص بن عاصم نے محمد بن عبداللہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتا ہے: مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس سے بہتر مخلوقِ خدا میں کوئی شخص میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے بہتر کبھی دیکھ سکے گی۔ یعنی محمد بن عبداللہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے کہ مجھے ایک دن میرے بیٹے عبداللہ اشتر نے کہا: کل آپ ابوجعفر منصور کے ہاتھوں سے بچ گئے تھے ورنہ

وہ آپ کی گردن اُڑا دیتا۔

یہ سن کر میں (عبداللہ) نے اس سے کہا: بیٹا جان! خدا کی قسم! تمھارے والد کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے اگرچہ اس کی گردن اُڑا دی جائے۔

سعید بن عقبہ سے منقول ہے کہ میں عبداللہ بن حسن کے ہمراہ سویقہ کے مقام پر موجود تھا جب کہ وہاں پر ان کے سامنے ایک چٹان تھی۔ محمد بن عبداللہ وہاں سے اُٹھے تاکہ اس چٹان کو اٹھائیں تو آپ نے اُسے اُوپر اُٹھایا یہاں تک کہ آپ نے اپنے گھٹنوں تک اُٹھایا۔ آپ کو عبداللہ نے روکا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ جب عبداللہ وہاں سے چلے گئے تو آپ دوبارہ اس چٹان کے پاس آئے اور اسے اپنے شانوں پر اُٹھا کر زمین پر پھینک دیا جبکہ اس چٹان کا وزن ہزار رطل تھا۔

سعید بن عقبہ سے مروی ہے کہ ابوزید بیان کرتا ہے: موسیٰ سویقہ میں ایک چٹان کے پاس کھڑے تھے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سمیت اس کو اٹھانے کی کوشش کی تو ان کی کوششیں رنگ لے آئیں اور انھوں نے اسے حرکت دے لی۔

معترس بن فضالہ اسدی سے منقول ہے کہ محمد (نفس زکیہ) بن عبداللہ مدینہ منورہ میں منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے خدا کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد یوں خطاب کیا: ''اے لوگو! مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ یہ اُمت اس طرح میرے گرد جمع ہوئی ہے جس طرح میں نے اس حلقے کو اپنے سامنے جمع کرنا چاہا تھا۔ اگر مجھ سے حلال وحرام کے متعلق سوال کیا گیا تو میرے لیے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہوگی''۔

ارطاہ کہتا ہے کہ ہم سے ابراہیم بن ابی یحییٰ نے پوچھا: تم لوگوں کے نزدیک جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) اور محمد بن عبداللہ میں سے کون افضل ہے؟

ہم نے جواب دیا: آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ نے ان دونوں کو بخوبی دیکھ رکھا ہے۔ جب کہ ہم نے ان دونوں کو نہیں دیکھا۔

حماد بن یعلیٰ کہتا ہے کہ میں نے علی بن عمر بن علی بن حسین سے کہا: اللہ تعالیٰ تمھیں نفع پہنچائے! کیا آپ نے سنا ہے کہ ابوجعفر منصور نے محمد اور ابراہیم کے متعلق جو کچھ کہا ہے؟

علی بن عمر بن علی بن حسین نے کہا: جب ابوجعفر منصور نے ربذہ کی طرف جانے کا مجھے حکم دیا تو اس وقت میں نے سنا، اس نے کہا: اے علی! تمھیں میری جان کی قسم ہے، میرے ساتھ چلو تو میں اس کے ہمراہ ربذہ گیا۔

جب وہ میرے ہمراہ چل رہا تھا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اس نے مجھ سے کہا: میں ابن حنفیہ سے نہیں مل سکا۔ اس لیے خدا کی قسم! میں ابھی آگے نہیں بڑھوں گا۔ پھر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میرے بیٹے ہند پر رحم کرے۔ بے شک! محمد اور ابراہیم صبر کرنے والے اور سخی تھے۔ خدا کی قسم! وہ دونوں اس حالت میں یہاں سے رخصت ہوئے کہ ان دونوں کے دامن پر کوئی داغ نہ تھا۔ اس کے علاوہ دیگر راویوں سے مروی ہے کہ اس وقت ابوجعفر منصور نے کہا: مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میں نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کے ہمراہ خروج نہ کیا۔

سلیمان بن نہیک سے منقول ہے کہ جعفر کے دونوں بیٹے موسیٰ اور عبداللہ، محمد بن عبداللہ کے پاس تھے تو جعفر، محمد بن عبداللہ کے پاس آئے اور ان کو سلام کرنے کے بعد کہا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمھارے خاندان کا قلع قمع کر دیا جائے؟

یہ سن کر محمد بن عبداللہ نے کہا: میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا لیکن اگر آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میرے خروج کے سبب اور علت کو بھی جان لیں گے۔

یہ سن کر جعفر نے کہا: میں نے تمھیں اجازت دی۔ جب جعفر واپس چلے گئے تو محمد بن عبداللہ نے ان کے بیٹوں موسیٰ اور عبداللہ سے کہا: آپ دونوں اپنے والد کے پاس چلے جائیں، میں نے تمھیں جانے کی اجازت دی۔

یہ سن کر وہ دونوں واپس چلے گئے۔ جب ان کے والد جعفر نے انھیں دیکھا تو ان سے پوچھا: تم دونوں واپس کیوں آ گئے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: محمد بن عبداللہ نے ہمیں اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر جعفر نے کہا: تم دونوں ان کے پاس واپس چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی جان اور تم دونوں کو ان پر فدا کرنے سے بخل کرے۔ پھر وہ دونوں محمد کے پاس واپس چلے گئے اور

ان کے ہمراہ شہید ہوئے۔

عیسیٰ بن زید سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ پر یہ وحی نازل کرتا کہ آپؐ اپنے بعد کسی کی نبوت کا اعلان کریں تو وہ نبی، محمد بن عبداللہ بن حسن ہوتے۔

یعقوب بن عربی سے مروی ہے کہ میں نے بنوامیہ کے دورِ حکومت میں ابوجعفر منصور کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب وہ محمد بن عبداللہ بن حسن کی تحریک کا ساتھ دے رہا تھا تو اس نے کہا: آلِ محمدؐ میں کوئی محمد بن عبداللہ سے زیادہ دینِ خدا کو جاننے والا اور حکومت وخلافت کا حق دار نہیں ہے۔ اس وقت ابوجعفر منصور نے ان کی بیعت کی ہوئی تھی اور وہ مجھے اس حوالے سے جانتا تھا کہ میں اس کا ساتھی ہوں اور میں نے اس کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ یعقوب بن عربی کہتا ہے: جب محمد شہید ہوگئے تو ابوجعفر منصور نے مجھے کچھ برسوں تک قید میں رکھا۔

محمدؒ بن عبداللہؒ کی بیعت اور شہادت

عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمن بن مسور بن مخرمہ اور عبدالاعلیٰ بن اعین سے منقول ہے کہ تمام بنوہاشم جمع ہوئے اور عبداللہ بن حسن نے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء بیان کرنے کے بعد کہا:

"بے شک! تم رسولِؐ خدا کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے ذریعے فضیلت عطا کی اور اس نے تمھیں اس منصب کے لیے چُن لیا۔ اے حضرت محمدؐ کی اولاد! ان کے چچا کی اولاد اور ان کی عترت! تم میں سب سے زیادہ برکت ہے۔ نبیؐ سے قرابت داری کی بنا پر تم کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر رکھا ہے کہ تم سب سے زیادہ امرِ خدا کے بارے میں غوروفکر کے حق دار ہو۔ تم دیکھ رہے ہو کہ کتابِ خدا کی حدود معطل ہو چکی ہیں اور سنتِ نبیؐ متروک ہو چکی ہے۔ باطل کو زندہ کیا جا رہا ہے اور حق ختم ہو چکا ہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ان دشمنانِ خدا ورسولؐ سے جنگ کرو اس سے پہلے کہ یہ تم سے تمھاری پہچان چھین لیں اور

بنو اسرائیل کی طرح تمھاری توہین کریں حالانکہ قومِ بنی اسرائیل بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھی۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہی سنا ہے کہ جب وہ لوگ آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے لگے تو حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں (بنواُمیہ) نے اپنے خلیفہ (ولید بن یزید) کو قتل کر دیا ہے۔ پس تم آگے بڑھو تا کہ ہم محمد کی بیعت کریں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ مہدی ہے"۔

یہ سن کر بنو ہاشم کے افراد نے کہا: ابھی ہمارے تمام ساتھی یہاں جمع نہیں ہوئے ہیں۔ اگر وہ سب اکٹھے ہوتے تو ہم بیعت کر لیتے جبکہ ہم اس مجلس میں ابوعبداللہ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) ابن محمد کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔

عبداللہ ابن حسن نے انھیں بلانے کے لیے پیغام بھیجا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ خود ہی کھڑے ہوئے اور کہا: میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ پھر وہ خود ان کو لانے کے لیے چل پڑے یہاں تک کہ جب معترب اس محفل میں آئے تو فضل بن عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث نے ان کے لیے جگہ کشادہ کر دی لیکن ان کو صدرِ محفل میں جگہ نہ دی۔

راوی کہتا ہے: یہ دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا کہ فضل ان سے عمر میں بڑے ہیں اور جب وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے تو امام علیہ السلام نے ان کا کھڑے ہو کر استقبال کیا اور انھیں صدرِ محفل میں جگہ دی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے عمر میں بڑے ہیں۔ پھر ہم سب وہاں سے نکل کر عبداللہ ابن حسن کے پاس آئے تو انھوں نے محمد کی بیعت کرنے کے لیے کہا تو حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: بے شک! آپ بزرگ ہیں، اگر آپ چاہتے تو میں آپ کی بیعت کر لیتا لیکن خدا کی قسم! میں آپ کے بیٹے کی ہرگز بیعت نہیں کروں گا اور میں اس معاملے میں آپ سے دُور رہوں گا۔

عبداللہ الاعلیٰ کی روایت کے مطابق عبداللہ بن حسن نے ان سے کہا: تم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مت جاؤ، وہ اس کام کو خراب کر دیں گے لیکن لوگوں نے اس

سے انکار کر دیا۔

راوی کہتا ہے: جب یہ لوگ حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) کے پاس گئے تو میں بھی ان کے ہمراہ موجود تھا۔ جب حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) تشریف لائے تو عبداللہ بن حسن نے انھیں اپنے پہلو میں جگہ دی اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ خوب جانتے ہیں کہ بنوامیہ نے ہمارے ساتھ جو کچھ (ظلم و ستم) کیا ہے اور اب ہماری یہ رائے ہے کہ (ان کا قلع قمع کرنے کے لیے) اس جوان کی بیعت کریں۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) نے فرمایا: تم لوگ اس کی بیعت نہ کرو کیونکہ اس کو حکومت و خلافت نہیں ملے گی۔

اس پر عبداللہ کو غصہ آیا اور کہا: آپؑ نے جو کچھ کہا ہے آپؑ اس کے برعکس علم رکھتے ہیں (یعنی آپ کو معلوم ہے کہ یہ خلیفہ بنے گا) لیکن میرے بیٹے سے حسد کی وجہ سے آپؑ نے یہ بات کی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے ہرگز حسد کی وجہ سے یہ بات نہیں کی لیکن آپ اور اس کے بھائی اور ان کے بیٹے جو جی چاہتا ہے کریں۔ آپؑ نے ابوالعباس کی کمر پر ہاتھ مارا اور پھر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ابوالعباس بھی آپؑ کے پیچھے چل پڑا اور عبدالصمد اور ابوجعفر (منصور) بھی ان سے آملے۔ ان دونوں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا آپؑ یہ بات کہہ رہے ہیں کہ اسے امر خلافت تک رسائی نہیں ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، خدا کی قسم! میں ہی یہ کہہ رہا ہوں اور میں اس کے متعلق بخوبی جانتا ہوں۔

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن ابی الکرام نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبداللہ بن حسن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! یہ خلافت تمھیں اور تمھارے ان دو بیٹوں کو نہیں ملے گی بلکہ یہ دونوں قتل ہو جائیں گے جبکہ حکومت انھیں (بنوعباس) کو ملے گی۔ اس کے بعد محفل کے تمام حاضرین منتشر ہو گئے اور اس کے بعد وہ

دوبارہ جمع نہیں ہوئے۔

عبداللہ بن جعفر بن مسور کی روایت کے مطابق حضرت امام جعفر (صادق علیہ السلام) اپنے دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اُٹھے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے پیلی عبا والے (یعنی ابوجعفر منصور) کو دیکھا ہوا ہے؟

مَیں نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم دیکھیں گے کہ وہ محمد (نفس زکیہ) کو قتل کرے گا۔

یہ سن کر مَیں نے کہا: کیا وہ (ابوجعفر منصور) محمد کو قتل کرے گا؟

آپؑ نے جواب دیا: ہاں، اس پر مَیں نے دل ہی دل میں کہا: ربِ کعبہ کی قسم! انھوں نے محمد سے حسد کی بنا پر ایسا کہا ہے۔ مگر مزید وہ کہتا ہے: خدا کی قسم! پھر میں اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک اس کے قتل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا۔

علی بن عمرو نے ابن داحہ سے روایت نقل کی ہے کہ جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے عبداللہ بن حسن سے فرمایا: خدا کی قسم! یہ حکومت و خلافت تمھیں اور تمھارے ان دونوں بیٹوں کو نہیں ملے گی بلکہ یہ (ابوالعباس السفاح) خلیفہ بنے گا اور اس کے بعد یہ (منصور دوانیقی) خلیفہ بنے گا۔ پھر اس کا بیٹا خلیفہ بنے گا اور یوں یہ خلافت (بنوعباس) کے خاندان میں مستقر رہے گی یہاں تک کہ بچوں کو حکومت کی باگ ڈور سپرد کر کے انھیں حکمران بنائیں گے اور یہ عورتوں سے صلاح مشورہ کریں گے۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے کہا: اے جعفرؑ! خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے علمِ غیب سے مطلع نہیں کیا بلکہ تم نے صرف میرے بیٹے سے حسد کی بنا پر ایسا کہا ہے۔

اس پر آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! مَیں نے تمھارے بیٹے سے حسد نہیں کیا، بے شک! یہ شخص (ابوجعفر منصور دوانیقی) اسے احجار الزیت کے مقام پر (مدینہ منورہ میں) قتل کرے گا اور اس کے بعد اس کے بھائی کو پہاڑوں اور میدان کے درمیان قطعہ زمین میں قتل کردیا جائے گا جبکہ اس کے گھوڑے کے کھُر پانی میں ہوں گے۔

یہ سن کر عبداللہ غصے کی حالت میں وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کی عبا زمین پر

خط کھینچ رہی تھی اور ابوجعفر اس کے پیچھے گیا اور کہا: کیا تم جانتے ہو کہ ابوعبداللہ نے کیا کہا ہے؟

عبداللہ بن حسن نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم! میں جانتا ہوں۔

ابوجعفر (منصور دوانیقی) کہتا ہے: اس کے بعد میں واپس پلٹ آیا اور اپنے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے اعمال و افعال کو بہتر طور پر مرتب کرنا شروع کر دیا اور اپنے اُمور کی یوں تدبیر کی کہ حکومت و خلافت پر تسلط حاصل کر سکوں۔

جب ابوجعفر منصور خلیفہ بن گیا تو اس نے حضرت امام جعفر علیہ السلام کو صادق کا لقب دیا اور جب ان کا ذکر چھڑ جاتا تو وہ کہتا: مجھے جعفر بن محمد الصادقؑ نے ایسا ایسا کہا تھا تو میں اس منصب پر باقی ہوں۔

حکیم بن حفص سے منقول ہے کہ بنوہاشم کے کچھ افراد مکہ مکرمہ کے راستے میں واقع "ابواء" کے مقام پر جمع ہوئے۔ ان میں ابراہیم الامام، ابوالعباس السفاح، منصور (دوانیقی)، صالح بن علی، عبداللہ بن حسن اور ان کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان شامل تھے۔

صالح بن علی نے ان لوگوں سے کہا: تم وہ خاص لوگ ہو، جن پر اس وقت لوگوں کی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مقام پر جمع ہونے کا موقع عطا کیا ہے لہٰذا تم اپنے ان لوگوں میں سے کسی ایک شخص کی بیعت پر اتفاق کر لو اور پھر روئے زمین پر بکھر جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو تو شاید خدا تمہیں فتح نصیب فرمائے اور وہ تمہاری نصرت کرے۔

اس پر ابوجعفر منصور نے کہا: تم لوگ کس چیز کے ذریعے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو، خدا کی قسم! تم سب جانتے ہو کہ اس منصب اور بیعت کے لیے سب سے موزوں شخص اور جس کی سب سے جلدی بیعت کے لیے ہاں کی جائے گی وہ یہ جوان (محمد بن عبداللہ) ہے۔

یہ سن کر باقی سب افراد نے کہا: خدا کی قسم! تم نے سچ کہا ہے، ہمیں اس بات کا علم ہے۔ پھر ان سب نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی۔ ابراہیم الامام، ابوالعباس السفاح، منصور اور دیگر تمام حاضرین نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی اور لوگوں کی گردنوں پر محمد کی بیعت نے انھیں دھوکہ میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے ان کا عملی طور پر ساتھ نہ دیا۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد یہ لوگ مروان بن محمد کے دورِ حکومت تک جمع نہیں ہوئے لیکن اس کے دورِ حکومت کے بعد جمع ہوکر باہمی مشاورت کرنے لگے۔ ایک شخص نے ابراہیم کے پاس آکر اسے کوئی مشورہ دیا تو انھوں نے قیام کر دیا اور عباسی خاندان نے ان کی پیروی کی، جب کہ علویوں نے ان سے قیام کی وجہ دریافت کی تو انھیں یہ جواب دیا گیا کہ ایک شخص نے ابراہیم الامام سے آکر کہا ہے کہ میں نے خراسان میں آپ کے لیے لوگوں سے بیعت لے لی ہے اور آپ کے لیے فوج جمع کر لی ہے۔

جب عبداللہ بن حسن کو ابراہیم الامام کی اس انقلابی تحریک کا پتا چلا تو وہ ابراہیم پہ غضب ناک ہوئے اور انھیں اس کے انجام سے ڈرایا اور مروان بن محمد کو خط میں تحریر کیا کہ میں ابراہیم کے اعمال و افعال سے بری الذمہ ہوں، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کا اپنی بیعت کی دعوت دینا

ابوالفرج علی بن حسین کہتے ہیں: محمد بن عبداللہ کے والد اور ان کے خاندان کے وہ افراد جو لوگوں کو محمد بن عبداللہ کی بیعت کی طرف بلاتے تھے۔ ان لوگوں نے ولید بن یزید کے قتل [1] اور اس کے بعد فتنہ و فساد کے وقوع پذیر ہونے پر لوگوں کو محمد بن عبداللہ کی بیعت کی دعوت دی۔ ولید بن یزید کے قتل کے بعد مروان بن محمد خلیفہ بنا اور اس نے کہا: مجھے خاندان اہل بیتؑ کا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے کیونکہ حکومت و سلطنت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ ان کے چچازاد بھائیوں بنو عباس کے مقدر میں ہے۔

اس نے عبداللہ بن حسن کے پاس کچھ مال بھیجا اور حکومت کے خلاف بغاوت سے منع کیا جب کہ حجاز میں اپنے گورنر کو نصیحت کی کہ وہ ان کو کوئی گزند نہ پہنچائے اور وہ محمد بن عبداللہ کو گرفتار کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرے نیز وہ انھیں اس وقت تک ہرگز نہ ڈرائے دھمکائے جب تک وہ جنگ کے لیے خروج نہ کریں یا اُمت میں تفرقہ بازی و انتشار پیدا کر کے نافرمانی نہ کریں۔

اس کے بعد محمد بن عبداللہ نے ابوالعباس السفاح عباسی کے دور میں اپنی بیعت کی دعوت کا برملا اظہار کیا جبکہ ابوالعباس السفاح، محمد بن عبداللہ کے ساتھ احسان اور حُسنِ سلوک سے پیش آتا اور انھیں ان کے اس فعل پر ملامت کرتا اور اس سے روکتا۔

جب ابوجعفر (منصور دوانیقی) خلیفہ بنا تو اس نے سنجیدگی سے محمد بن عبداللہ کو تلاش کرنا شروع کیا جب کہ محمد بن عبداللہ نے اسی کے دورِ خلافت میں خروج کیا۔

ابوالعباس الفلسطی سے مروی ہے کہ میں نے مروان بن محمد سے کہا کہ وہ محمد بن عبداللہ

---

[1] ولید بن یزید جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں قتل ہوا۔ تفصیل کے لیے تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۶، تاریخ الخلفاء: ص ۱۶۶۔

بن حسن کے متعلق سنجیدگی سے کوئی لائحہ عمل مرتب کرے کیونکہ وہ امر خلافت کے دعوے دار ہیں اور انھوں نے مہدی کا لقب پایا ہے۔

یہ سن کر مروان بن محمد نے کہا: مجھے اور اسے اس امر پر تسلط نہیں اور وہ مہدی بھی نہیں ہے جبکہ نہ ہی مہدیؑ اس کے باپ کی اولاد سے ہوگا بلکہ وہ ایک اُمِ ولد سے ہوں گے۔

پھر مروان بن محمد نے ان کے متعلق کسی کے مشورے پر کان نہ دھرا یہاں تک کہ مروان بن محمد قتل ہوگیا۔

حارث بن اسحاق سے منقول ہے کہ جب مروان بن محمد نے عبدالملک بن عطیہ السعدی کو "حروریہ" کے لوگوں سے جنگ کے لیے بھیجا تو عبدالملک سے عبداللہ بن حسن اور ان کے دونوں بیٹوں محمد و ابراہیم کے سوا باقی تمام مدینہ والوں نے ملاقات کی۔ اس پر عبدالملک نے مروان کو ایک خط میں یہ ماجرا تحریر کر کے بھیجا اور لکھا کہ میں ان کی گردنیں اُڑانے کے لیے پرعزم ہو چکا ہوں۔ تو مروان نے اسے جواب میں تحریر کیا کہ عبداللہ بن حسن اور ان کے دونوں بیٹوں کو کوئی نقصان مت پہنچانا۔ وہ ان لوگوں میں نہیں ہیں، جنھوں نے ہم سے جنگ کی ہو یا ہمارے خلاف خروج کیا ہو۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مروان بن محمد نے دس ہزار دینار عبداللہ بن حسن کو بھیجے اور کہا: آپ اپنے دونوں بیٹوں کو میرے خلاف خروج سے باز رکھیں اور پھر اس نے اپنے حجاز کے گورنر کو تحریر کیا کہ اگر وہ خود کو کسی کپڑے کے ذریعے تجھ سے چھپائیں تو تم اس کپڑے کو بھی ان سے مت ہٹانا اور اگر وہ کسی دیوار پر بیٹھے ہوں تو بھی تم اپنا سر اُٹھا کر اُن کی طرف مت دیکھنا (گویا ان سے مکمل چشم پوشی اختیار کرنا)۔

عبدالملک بن سنان سے منقول ہے کہ مروان بن محمد نے عبداللہ بن حسن سے کہا: آپ میرے پاس اپنے بیٹے محمد کو لے کر آئیں۔ عبداللہ بن حسن نے کہا: اے امیر (مروان بن ولید) اگر وہ آپ کے پاس آجائے تو کیا کریں گے؟

اس پر مروان نے کہا: ہم اس کے ساتھ کوئی برائی نہ کریں گے بلکہ جب وہ ہمارے پاس آجائے گا تو ہم اس کی عزت و تکریم کریں گے۔ اگر اس نے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی

اس سے جنگ کریں گے اور اگر وہ ہم سے دُور چلا گیا تو ہم اس کا تعاقب نہیں کریں گے۔

مغیرہ ابن زمیل العنصری سے مروی ہے کہ مروان بن محمد نے عبداللہ بن حسن سے پوچھا: تمھارے مہدی نے کیا فعل سرانجام دیا ہے (یعنی وہ خود کو سب سے زیادہ امر خلافت کا حق دار سمجھتا ہے)؟

عبداللہ نے کہا: اے امیر (مروان بن محمد) آپ ایسا مت کہیں، اس کے متعلق آپ کو جو خبر دی گئی ہے، ویسے کچھ نہیں۔

مروان نے کہا: اچھا! لیکن اللہ تعالیٰ اسے رُشد و ہدایت نصیب فرمائے اور وہ ذات اس کی اصلاح فرمائے۔

مدائنی بیان کرتا ہے: مجھے خبر ملی کہ عبدالملک بن علیہ حج کے راستے پر نگران مقرر ہے اور مَیں حجاج کے ہمراہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک روزن خانہ (بڑی کھڑکی) سے محمد بن عبداللہ بن حسن برآمد ہوئے۔ ایک شخص نے ابن علیہ سے کہا: اپنا سر اُوپر کرو اور محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھو۔

یہ سن کر اس نے اپنا سر جھکا لیا اور اس شخص کو جواب دیا: امیر (اس کی مراد مروان بن محمد ہے) نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر وہ خود کو تم سے کسی کپڑے کے ذریعے چھپائیں تو بھی اس کپڑے کو ان سے مت ہٹانا اور اگر وہ کسی دیوار پر بیٹھے ہوئے ہوں تو بھی اس دیوار کی طرف سر اُٹھا کر مت دیکھنا۔

محمدؒ (نفس زکیہ) بن عبداللہ کا قیام اور شہادت

ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں: محمد بن عبداللہ کی بیعت کا پرچار کرنے والے لوگ جو مختلف شہروں میں اس کام پر مامور تھے، ان کی طرف سے حتمی جواب آنے سے پہلے ہی محمد بن عبداللہ نے خروج کرنے میں جلدی کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن حسن نے (قیدخانے سے) ان کے بھائی موسیٰ کو (آزاد کروا کر) ان کے پاس بھیجا تا کہ محمد بن عبداللہ ابوجعفر منصور کے پاس آ جائے اور اپنی انقلابی تحریک کو ختم کر دے لیکن عبداللہ بن حسن نے

موسیٰ کو حقیقت میں اس کے برعکس پیغام دے کر بھیجا تھا کہ وہ ہرگز اس شخص (ابوجعفر منصور) کے پاس نہ آئے۔

موسیٰ وہاں سے مدینہ آئے اور وہاں ایک سال تک قیام پذیر رہے جبکہ ریاح بن عثمان (مدینہ کا گورنر) آپ کو یہاں سے دُور کرنا چاہتا تھا اور آپ بھی سست روی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ریاح نے ابوجعفر منصور کو خط کے ذریعے آپ کی سست روی اور ٹال مٹول کا ذکر کیا تو اس نے کہا: اس کو عراق (میرے پاس) بھیج دو۔

ریاح بن عثمان نے ایسا ہی کیا اور اس گروہ سے جو ان کو عراق لے کر جا رہا تھا، سے کہا: اگر تم یہ دیکھو کہ کوئی شخص مدینہ سے تمھاری تلاش اور جستجو میں آرہا ہے تو موسیٰ کی گردن اُڑا دینا جبکہ اسے محمد بن عبداللہ کے خروج پر آمادگی کا احساس ہو گیا تھا۔

جب محمد بن عبداللہ کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے خروج کر دیا۔ ریاح بن عثمان نے موسیٰ کو سپاہیوں کے ایک دستہ کے ہمراہ یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اگر کوئی (مدینہ سے) آپ کی طرف بڑھے تو اس کا سر اُڑا دینا۔ پھر کہا: میری طرف سے کون موسیٰ پر اس کام کے لیے مامور ہوگا؟

ابن خضیر نے کہا: میں۔ پھر ریاح نے اس کے ہمراہ کچھ گھڑسواروں کو بھی روانہ کیا، جنھوں نے اسے گھیرے میں لے رکھا تھا یہاں تک کہ راستے میں جا رہے تھے تو کچھ لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی، گویا وہ عراق سے آرہے تھے اور یہ ان لوگوں کو نہ پہچان سکے حتیٰ کہ آپس میں گھل مل گئے تو وہ لوگ ان سے موسیٰ کو چھڑا کر لے گئے۔

ابونعیم فضل بن دکین سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ کے خروج کرنے سے پہلے عبیداللہ بن عمر، ابن ذئب اور عبدالحمید بن جعفر ان کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ خروج کرنے کے لیے کس کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ اُمت آپ کے علاوہ کسی اور سے ملول اور اُکتاہٹ کا شکار نہیں ہوئی۔ آپ کو کس چیز نے خروج سے منع کر رکھا ہے اگرچہ آپ تنہا ہی کیوں نہ ہوں؟

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ ریاح نے ہمارے پاس

پیغام بھجوا کر ہمیں بلوایا تو میں، جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام)، حسین بن علی بن حسین، علی بن عمر بن علی، حسن بن حسین اور قریش کے کچھ افراد ان کے پاس گئے جن میں اسماعیل بن ایوب مخزومی اور ان کا بیٹا بھی شامل تھا۔

ہم ریاح کے پاس دارِ مروان میں موجود تھے کہ ہم نے اچانک اللہ اکبر کی آواز سنی جبکہ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی تلخ کلامی بھی نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے گمان کیا کہ یہ آواز محافظوں کی طرف سے بلند ہوئی ہے اور محافظوں نے یہ سمجھا کہ یہ آواز گھر کے اندر سے بلند ہوئی ہے۔ اتنے میں مسلم بن عقبہ کا بیٹا درمیان میں کود پڑا اور وہ ریاح کے ساتھ اپنی تلوار پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: آپ مجھے ان لوگوں کے متعلق حکم دیں کہ میں ان سب کی گردنیں اُڑا دوں۔

یہ سن کر علی بن عمر نے کہا: خدا کی قسم! آج کی رات ہم ہلاک و برباد ہو گئے۔ پھر حسین بن علی نے کھڑے ہو کر کہا: خدا کی قسم! یہ آپ کے لیے نہیں ہے بے شک ہم علی کی بات سن کر اطاعت کریں گے۔ پھر ریاح اور محمد بن عبدالعزیز فوراً وہاں سے اُٹھ کر دارِ یزید میں جا کر چھپ گئے اور ہم بھی وہاں سے نکلنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم دارِ عبدالعزیز بن مروان سے نکل کر زقاق عاصم بن عمر میں واقع مقامِ کناسہ کو پھلانگتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ اسماعیل بن ایوب نے اپنے بیٹے خالد سے کہا: بیٹا! خدا کی قسم! اب میرے اندر مزید دوڑنے کی طاقت نہیں رہی، لہٰذا تم مجھے اُٹھا لو۔ پھر اس کے بیٹے نے انہیں اُٹھا لیا۔

عبدالعزیز بن عمار سے منقول ہے کہ خدا کی قسم! ہم دیکھ رہے تھے کہ جب دو گھڑسوار زوراء کی طرف گھوڑے دوڑاتے ہوئے نمودار ہوئے اور وہ دونوں عبداللہ بن مطیع کے گھر اور رحبہ القضاء کے درمیان واقع پانی کے حوض پر آکر کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ہم نے کہا: خدا کی قسم! اب یہ معاملہ سنجیدہ ہو چکا ہے اور قیام کی کاوش ہو رہی ہے۔ پھر ہم نے دور سے ایک آواز سنی تو ہم نے اپنی گردنوں کو اوپر کرتے ہوئے کھڑے ہو کر دیکھا تو محمد بن عبداللہ مقام دار (تاریخ طبری کے مطابق مقام "مذاذ") کی طرف سے گدھے پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں اور ان کے ہمراہ دو سو پچاس پیادہ افراد ہیں۔

جب وہ لوگ بنو سلمہ اور بطحان کے پاس پہنچے تو محمد بن عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ بنو سلمہ کے پاس چلو وہاں ان شاء اللہ امن وسلامتی میں رہو گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کی صدا سنی اور اس کے بعد یہ آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ پھر محمد بن عبداللہ بن حسن وہاں سے چل کر زقاق بن حنیر سے آہستہ آہستہ نکلتے ہوئے مقام تمارین تک پہنچے تو وہاں سے اپنے ان ساتھیوں کی جانب بڑھے جو قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے اور اُس قیدخانے کی طرف آئے جو قیدخانہ اس وقت ابن ہشام کے گھر میں تھا۔ آپ نے اس قیدخانے کا دروازہ توڑ کر اس میں بند قیدیوں کو باہر نکالا اور پھر وہاں سے باہر میدانی علاقے کی طرف سے ہوتے ہوئے بیت عاتکہ پہنچے اور اس گھر کے دروازے پر بیٹھ گئے جب کہ لوگ ایک دوسرے کو پکڑ کر یہ کہہ رہے تھے کہ میرا سید وسردار شہر میں داخل ہو گیا ہے۔

عمر بن راشد سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ نے جمادی الاول سے دو دن پہلے ۱۴۵ھ میں خروج کیا۔ اس وقت آپ نے پیلی مصری ٹوپی، پیلا جبہ اور عمامہ زیب تن کر رکھا تھا اور اپنی گردن میں تلوار لٹکا رکھی تھی۔ اس وقت آپ اپنے ساتھیوں سے یہی کہہ رہے تھے کہ لڑائی مت کرو، جنگ مت کرو۔ ریاح بن عثمان، مروان کے گھر میں کھانے پینے کے کمرے میں بند تھا، جبکہ آپ نے اس کمرے کو جانے والی سیڑھیوں کو نیچے گرانے کا حکم دیا تو آپ کے ساتھی ان سیڑھیوں سے اُوپر چڑھ کر اسے نیچے اُتار لائے اور اسے مروان کے گھر میں ہی اس کے بھائی عباس بن عثمان اور مسلم بن عقبہ کے بیٹے کے ہمراہ قید کر دیا۔

ازھر بن سعد سے منقول ہے کہ پھر فجر سے پہلے محمد بن عبداللہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کے سامنے خطاب کیا۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا تو آپ منبر سے نیچے اُتر آئے اور نماز پڑھائی۔ پھر کچھ لوگوں کے سوا تمام حاضرین نے برضا ورغبت آپ کی بیعت کی (جبکہ کچھ لوگوں کو پیغام دے کر بیعت کے لیے بلوایا گیا)۔

ربیع بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ میرے والد نے بیان کیا: ہم لوگوں نے مدینہ منورہ کی ابتدائی بنیادوں اور حدود کے گرد اُون اور اُونٹ کے بالوں کے خیموں میں قیام کیا ہوا تھا جب کہ ہم کو بتایا گیا کہ حاکمِ وقت اپنی سواری پر بیٹھ گئے ہیں۔ میں فوراً باہر

ان کے پیچھے نکلا تو مَیں نے وہاں عیسٰی بن علی کو دیکھا اور ہم دونوں حاکمِ وقت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس سے گزرا تو ہم نے اس کو سلام کیا لیکن اس نے ہمیں اپنے ہمراہ نہ لیا بلکہ ہم خود ہی اِن کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کے ایال کاٹ دیئے۔ پھر طوسی سے کہا: ابوالعباس کو میرے سامنے حاضر کرو تو وہ عیسٰی بن علی کو لے گیا اور عیسٰی اس کے دائیں طرف چلنے لگا۔ پھر اس نے کہا: میرے سامنے ربیع کو حاضر کرو تو طوسی نے مجھے بلایا اور مَیں اس کے بائیں طرف چلنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کہا: عبداللہ کے بیٹے کذّاب ابن کذّاب نے مدینہ میں خروج کیا ہے۔

یہ سن کر مَیں نے کہا: اے امیر! کیا میں آپ کو ایک بات نہ بتاؤں جو مجھے سعید بن جبیرہ نے بتائی تھی؟ اس نے کہا: وہ کیا بات ہے؟ مَیں نے کہا: اس (سعید بن جبیرہ) نے مجھے بتایا کہ وہ جنگ زاب میں مروان کے ہمراہ تھا اور یہ جنگ عبداللہ بن حسن نے مروان کے خلاف لڑی تھی۔ مروان نے پوچھا: ان گھڑسواروں میں کون تھا؟ تو اسے بتایا گیا کہ عبداللہ بن حسن، لیکن اس نے اسے نہ پہچانا۔ پھر مروان کو بتایا گیا: یہ وہ جوان ہے جو عبداللہ بن معاویہ کے لشکر سے تمھارے پاس لایا گیا۔ اس نے کہا: اچھا، خدا کی قسم! مجھے اس دن اس کے متعلق بتایا گیا تو مَیں نے اسے قتل کرنا چاہا مگر پھر میں اسی حالت میں آرام کی خاطر سو گیا۔ اگلے دن صبح کے وقت مَیں نے اسے طلب کیا اور پھر اسے رہا کر دیا، یقیناً اللہ کے امر قضا و قدر کے تحت چلتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ ان گھڑسواروں میں اس کی جگہ علیؑ ہوتے کیونکہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کو یہ خلافت و حکومت نہیں ملے گی۔

یہ سن کر ابوجعفر منصور نے کہا: کیا تمھیں سعید نے یہ بات بتائی تھی؟

مَیں نے کہا: ہاں! اگر اس نے مجھے یہ بات نہ بتائی ہوتی تو مَیں نے (اپنی بیوی) ابوسفیان بن معاویہ کی بیٹی کو طلاق دی۔

یہ سن کر اس کا چہرہ پیلا زرد ہو گیا اور اس نے گفتگو کرنا چاہی لیکن حیرانی و پریشانی کی وجہ سے وہ کوئی بات نہ کر سکا۔

سعید البربری سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر (منصور دوانیقی) تک یہ خبر پہنچی کہ محمد بن

عبداللہ نے مدینہ میں خروج کیا ہے تو وہ افسردہ ہو گیا اور دوسرے راوی کا بیان ہے کہ اس نے یہ خبر سن کر قاصد سے کہا: خدا کی قسم! اگر اس نے سچ کہا ہے تو میں اسے (محمد کو) قتل کر دوں گا۔

محمد بن ابی حرب سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر منصور کو یہ خبر ملی کہ محمد بن عبداللہ نے خروج کر دیا ہے تو وہ اس خبر کو سن کر ڈر گیا تو حارث منجم نے اس سے کہا: آپ اس سے خوف زدہ ہوں؟ خدا کی قسم! اگر وہ زمین پر بادشاہت حاصل کر بھی لے تو وہ نوے دن سے زیادہ اس عہدے پر نہیں رہ سکے گا۔

حجاج بن یوسف کا غلام عباس بن سفیان کہتا ہے: جب محمد بن عبداللہ نے خروج کیا تو ابوجعفر منصور نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اس احمق (عبداللہ بن علی جو اس کی قید میں تھے) کے پاس جاؤ کیوں کہ یہ ہمیشہ جنگ میں اچھی رائے دیتا ہے، لہٰذا اس سے مشورہ کرو کہ اس صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور تم لوگ اسے یہ مت بتانا کہ میں نے تمھیں اس کام پر مامور کیا ہے۔

جب یہ لوگ عبداللہ بن علی کے پاس قید خانے میں گئے اور اس نے ان کو دیکھا تو کہا: تم سب لوگ کس کام کی خاطر میرے پاس آئے ہو حالانکہ تم لوگوں نے تو مجھے کب کا تنہا چھوڑ دیا ہے؟

انھوں نے کہا: ہم نے امیر (منصور) سے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی تو انھوں نے ہمیں اجازت دے دی۔ اس لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ عبداللہ بن علی نے کہا: تم لوگ بتاؤ کیا خبر لائے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: محمد بن عبداللہ نے خروج کیا ہے؟ آپ ان حالات میں کیا مناسب سمجھتے ہیں؟

یہ سن کر عبداللہ بن علی نے کہا: جو شخص قید خانے میں بند ہو اس کی رائے بھی قید ہو جاتی ہے، تم ابوجعفر منصور سے کہو کہ وہ مجھے قید خانے سے باہر نکالے تاکہ میری رائے بھی قید سے آزاد ہو۔ اس پر ابوجعفر نے کہا: اگر محمد نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا ہوتا تو میں اسے قید سے آزاد نہ کرتا جب کہ میں اس سے بہتر ہوں اور وہ صرف اپنے خاندان والوں کا بادشاہ اور مالک ہے۔

عبداللہ بن علی نے کہا: اس بخل اور کنجوسی نے ابن سلامہ کو قتل کیا تھا لہٰذا اس

(ابوجعفر منصور) کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مال نکالو اور اپنی فوج کو دو۔ اگر تو وہ غالب ہوا تو یقیناً یہ مال اس کے پاس واپس لوٹ آئے گا اور اگر مغلوب ہوا تو درہم (مال) کی وجہ سے اس کے ساتھی بے وفائی نہیں کریں گے اور وہ جلد از جلد کوفہ پہنچے کیونکہ وہ لوگ اہل بیتؑ کے شیعہ ہیں۔ پھر کوفہ شہر کی ناکہ بندی اور پہروں کی صورت میں حفاظت کی جائے۔

پس! جو بھی کوفہ کے سرکردہ افراد میں سے کوئی فرد وہاں سے باہر نکلے یا باہر سے اندر آئے تو اس کی گردن اُڑا دے اور وہ فوراً مسلم بن قتیبہ (تاریخ طبری میں اس کا نام "سلم بن قتیبہ" ہے) کے پاس قاصد روانہ کرے کہ وہ اس کے پاس (رے سے) پہنچے اور شام کے لوگوں کو خط تحریر کر کے حکم دے کہ ان کے بہادر اور دلیر افراد اس کی طرف کوچ کریں نیز یہ ان لوگوں کو بہترین انعام و اکرام سے نوازے اور انھیں مسلم بن قتیبہ کے ساتھ بھیجے۔ پھر ابوجعفر منصور نے اس کی رائے کے مطابق عمل کیا۔

مسمع بن عبدالملک کا غلام زید کہتا ہے: جب محمد بن عبداللہ نے خروج کیا تو ابوجعفر منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو بلا کر کہا کہ محمد نے خروج کر دیا ہے لہٰذا تم اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کی طرف جاؤ تو عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا: اے امیر! (منصور) ہمارے علاوہ کافی لوگ آپ کے گرد موجود ہیں جو آپ کے خواص ہیں، آپ ان کو بلا کر ان سے مشاورت کریں۔

مدائنی سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے عیسیٰ کو حکم دیا کہ اگر ایسا ممکن ہو کہ محمد بھی قتل ہو جائے اور ایک پرندہ بھی ذبح نہ ہو تو وہ ایسا ہی کرے۔ پھر اس سے تین دفعہ پوچھا: ابوموسیٰ کیا تم یہ بات بخوبی سمجھ گئے ہو۔ اس نے جواب دیا: جی ہاں! پھر اس نے عیسیٰ کے ہمراہ چار ہزار افراد پر مشتمل ایک فوجی دستہ روانہ کیا جن میں محمد بن ابی العباس، محمد بن زید بن علی بن حسین، قاسم بن حسن بن زید، محمد بن عبداللہ الجعفری اور حمید بن قحطبہ شامل تھے۔

عیسیٰ روانہ ہوا تو محمد کو ان کی روانگی کی خبر ملی تو محمد بن عبداللہ بن حسن نے رسولؐ خدا کی جنگ خندق کی طرز پر مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودی اور مدینہ کی گلیوں کے شروع میں بھی خندقیں کھود دیں۔

جب عیسیٰ اپنے لشکر کے ہمراہ مقام فید تک پہنچا تو اس نے وہاں سے ایک خط محمد بن

عبداللہ کے نام تحریر کر کے اسے امان دینے کا کہا اور اس نے محمد بن زید کے ہمراہ ایک خط محمد اور مدینہ والوں کے نام بھی لکھ کر بھیجا۔ محمد بن زید نے مدینہ پہنچ کر یوں گفتگو کی:

اے مدینہ والو! میں محمد بن زید ہوں، خدا کی قسم! میں امیر (منصور) کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں اور یہ عیسیٰ بن موسیٰ (اس کا نمائندہ) تمھارے پاس آیا ہے اور یہ تم لوگوں کو امان دے رہا ہے۔ قاسم بن حسن نے بھی محمد بن زید کی طرح کی گفتگو کی۔

یہ سن کر مدینہ والوں نے ان کے جواب میں کہا: ہم نے اس کنجوسوں کے باپ (منصور دوانیقی) کو معزول کر دیا ہے۔ پھر محمد بن عبداللہ نے عیسیٰ کے نام ایک خط تحریر کیا اور اسے اپنی بیعت کی دعوت دینے کے ساتھ امان کا بھی وعدہ کیا۔

عبداللہ بن ابی الحکم سے منقول ہے کہ جب عیسیٰ بن موسیٰ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو محمد بن عبداللہ نے مدینہ والوں سے کہا: مجھے یہ مشورہ دو کہ ہم مدینہ سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں یا مدینہ کے اندر رہ کر ان کا مقابلہ کریں۔

کچھ لوگوں نے کہا: ہم مدینہ کے اندر رہ کر ان کا مقابلہ کریں گے اور بعض افراد نے کہا کہ ہم مدینہ سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں گے۔

پھر آپ نے عبدالحمید بن جعفر سے کہا: ابوجعفر! تم مجھے کوئی مشورہ دو۔

اس نے جواب دیا: آپ خدا کے ان شہروں میں گھوڑوں، اشیاء خورد ونوش، افراد، مال اور جنگی ساز وسامان کے لحاظ سے کم تر ہیں۔ کیا آپ اتنے سے مال واسباب کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، جن کے پاس آپ سے زیادہ افرادی و مالی قوت، جنگی ساز وسامان اور کھانے پینے کا سامان ہے؟ ان حالات میں میری یہ رائے ہے کہ آپ اپنے پیروکاروں کے ہمراہ مصر کی طرف چلیں، خدا کی قسم! وہاں سے آپ کو کوئی واپس کرنے والا واپس نہیں کر سکے گا۔ اور پھر آپ وہاں پر ان کی طرح جنگی ساز وسامان، افرادی قوت اور مالی وسائل کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کریں۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۱۸)

یہ سن کر جبیر بن عبداللہ نے کہا: میں آپ کے لیے اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر نکلیں۔ بے شک رسولؐ خدا نے جنگ اُحد کے سال فرمایا تھا کہ

تم دیکھو گے کہ میرا ایک ہاتھ مضبوط قلعہ میں داخل ہوگا اور اس کی ابتدا مدینہ سے ہوگی۔ یہ سن کر محمد بن عبداللہ نے عبدالحمید کے مشورے پر عمل نہ کیا اور مدینہ میں ہی قیام کیا۔

مدائنی کہتا ہے: عیسیٰ بن موسیٰ مدینہ کی جانب بڑھا تو وہاں پر اس کا سب سے پہلے ابراہیم بن جعفر زبیری سے "ثنیۃ واقم" کے پاس آمنا سامنا ہوا۔ انھیں دیکھ کر ابراہیم کا گھوڑا پھسلا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور قتل ہو گئے۔

عیسیٰ بن موسیٰ فرات کے نشیبی علاقے سے چلتا ہوا اس کے کنارے تک پہنچا۔ اس نے ۱۲ رمضان المبارک بروز ہفتہ ۱۴۵ھ میں قصر سلیمان بن عبدالملک میں جا کر آرام کیا اور وہاں اپنی سواریوں سے نیچے اُترے۔ اس نے چاہا کہ روزہ افطار کرنے تک جنگ کو مؤخر کر دیا جائے لیکن اسے یہ خبر پہنچی کہ محمد بن عبداللہ کہہ رہا ہے کہ خراسان کے لوگ میری بیعت میں ہیں اور حمید بن قحطبہ نے بھی میری بیعت کر رکھی ہے لہٰذا اگر اسے یہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا تو وہ یہاں سے نکل جائے گا۔

اس خبر کے بعد عیسیٰ نے ان سے جنگ کرنے میں جلدی کی۔ جب ۱۴ رمضان المبارک بروز پیر صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو مدینہ کے لوگوں نے صرف گھوڑوں کی اُن ٹاپوں کی آوازوں کو سنا جو گھڑسوار ان کا محاصرہ کر چکے تھے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے عبدالحمید سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دھوکہ وفریب اور منافقت سے کام لے رہے ہو اور اسے حکم دیا کہ وہ محمد بن عبداللہ سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جائے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس دن جنگ کی ذمہ داری عیسیٰ بن زید کو سونپی جبکہ اس وقت محمد بن عبداللہ محراب عبادت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

جب دونوں لشکروں میں جنگ شدت اختیار کر گئی تو محمد بن عبداللہ خود جنگ کے لیے بنفسِ نفیس حاضر ہوئے۔ محمد بن عبداللہ بن حسن کے مقابلے کے لیے عبدالحمید بن قحطبہ نکلا۔ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹوں یزید اور صالح کے مقابلے کے لیے کثیر بن حصین آیا۔ محمد بن ابی العباس اور عقبہ بن مسلم یہ دونوں جہینہ کے مقابلے کے لیے نکلے۔ صالح اور یزید نے کثیر کو پیغام بھیج کر امان طلب کی تو کثیر نے عیسیٰ سے ان کو امان دینے کی اجازت طلب کی تو عیسیٰ نے کہا: میرے پاس ان دونوں کے لیے کوئی امان نامہ نہیں۔

کثیر نے ان دونوں کو اس بات کی خبر کر دی تو وہ دونوں فرار ہو گئے۔ ظہر کے وقت تک دونوں لشکروں میں جنگ ہوتی رہی اور خراسان کے لوگوں نے عیسیٰ کے لشکر پر خوب تیر برسائے اور ان کے اکثر افراد زخمی ہو گئے۔ پھر لوگ محمد بن عبداللہ کو چھوڑ کر جانے لگے تو محمد بن عبداللہ نے دار مروان میں آ کر ظہر کی نماز پڑھی اور وہاں غسل شہادت اور حنوط کیا۔

یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن جعفر بن مسور بن مخرمہ نے ان سے کہا: آپ جو منظر نامہ دیکھ رہے ہیں ان حالات میں آپ میں ان سے جنگ لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ یہ سن کر محمد بن عبداللہ نے کہا: اگر میں مدینہ سے چلا گیا اور مدینہ والوں کو تنہا چھوڑ دیا تو یہ مدینہ والوں کو یوں قتل کر دیں گے جیسے واقعہ حرہ میں مدینہ کے لوگوں کا خون بہایا گیا۔ اے ابوجعفر (عبداللہ بن جعفر) میں آپ سے اپنی بیعت اُٹھاتا ہوں اور آپ جہاں جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۲۴)

ابراہیم بن ابی الکرم سے منقول ہے کہ عصر کے وقت عیسیٰ بن موسیٰ نے حمید بن قحطبہ سے کہا: میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تم اس شخص (سے جنگ اور اسے قتل کرنے) کے حوالے سے سستی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ پھر اس نے حمزہ بن مالک کو محمد بن عبداللہ سے جنگ کی ذمہ داری سونپی اور کہا: خدا کی قسم! اگر تم نے اسے ذرہ برابر بھی مہلت دی تو میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر اس کے ہمراہ موجود افراد کو قتل کر دیا گیا تو تم نے یہ معرکہ فتح کر لیا ہے؟ پھر اس نے جنگ میں جلدی کی اور شدت پیدا کی یہاں تک کہ محمد بن عبداللہ شہید ہو گئے۔

ازہر بن سعد سے مروی ہے کہ حمید بن قحطبہ ایک گلی میں داخل ہوا اور محمدؒ پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۲۶)

مدائنی بیان کرتا ہے (شہادت کے وقت) محمدؒ نے حمید بن قحطبہ سے کہا: کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی تو اب میرے خلاف ایسا کیوں کر رہے ہو؟

یہ سن کر حمید نے کہا: جو اپنا راز بچوں پر ظاہر کرتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

مسعود الرحال سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن عبداللہ کی شہادت کے دن یہ دیکھا کہ وہ اس دن خود جنگ کر رہے تھے اور میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ ایک شخص نے ان کے دائیں

کان کی چربی کے نیچے تلوار سے وار کیا تو وہ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور مخالف لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ یہ منظر دیکھ کر حمید بن قحطبہ نے چیختے ہوئے کہا: تم لوگ اسے مت قتل کرو تو وہ لوگ ان سے پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ پھر حمید خود آگے آیا اور اس نے ان کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حمید بن قحطبہ پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب ڈھائے۔

حارث بن اسحاق سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنا دفاع کر رہے اور کہہ رہے تھے: تم لوگوں پر افسوس ہے، میں تمھارے نبیؐ کا مجروح اور مظلوم بیٹا ہوں۔

ابوالحجاج المنقری سے مروی ہے کہ میں اس دن محمدؒ کو دیکھ رہا تھا اور حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کے متعلق جو شکل وصورت ذکر کی گئی ہے وہ سب سے زیادہ جناب حمزہؓ سے مشابہت رکھتے تھے۔ آپ اس دن لوگوں کو اپنی تلوار سے کاٹ رہے تھے۔ جو بھی آپ کے قریب آیا وہ آپ کے ہاتھوں مارا گیا، خدا کی قسم! اس دن کسی کو پناہ نہیں مل رہی تھی اور یہ منظر میں دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک ایک سرخ و نیلے رنگ کے شخص نے آپ کو تیر مارا اور آپ گھوڑے سے زمین پر آگرے۔ آپ دیوار کے ساتھ ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور لوگ آپ سے بچ رہے تھے جبکہ آپ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا اور آپ نے اپنی تلوار پر وزن ڈال کر اسے توڑ ڈالا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ اس دن محمد بن عبداللہ کے ہمراہ رسولؐ خدا کی تلوار ذوالفقار تھی۔ (1) (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۲۷، ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۳۲۳)

محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن حسن سے مروی ہے کہ جس دن محمدؒ بن عبداللہ شہید ہوئے تھے اس دن انھوں نے اپنی بہن سے کہا: آج میں ان لوگوں کے مقابلے پر جنگ کے لیے جاؤں گا۔ جب سورج ڈھل جائے اور بارش ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ میں شہید ہو گیا ہوں اور اگر سورج ڈھلنے کے ساتھ بارش نہ برسے بلکہ ہوا چلنے لگے تو سمجھ لینا کہ مجھے ان لوگوں کے

---

(1) یہ راوی کو اشتباہ لاحق ہوا ہے کیونکہ رسولؐ خدا کی یہ تلوار آئمہ اطہارؑ کے پاس یکے بعد دیگرے امانت کے طور پر منتقل ہوتی رہی ہے جبکہ محمدؒ بن عبداللہ کے پاس رسولؐ خدا کی ان امانتوں میں امامت سے مختص تمام چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں تھا۔ (مترجم)

خلاف فتح و کامرانی حاصل ہوئی ہے۔

پس! جیسے ہی سورج ڈھلنے والا ہو تو آپ تنور روشن کر دینا اور یہ تمام خطوط اپنے پاس رکھ لینا۔ اگر سورج ڈھلنے کے ساتھ بارش برسنے لگے تو ان خطوط کو تنور میں ڈال دینا۔ اگر تم کو میرا بدن مل جائے اور میرا سر نہ ملے تو میرا بدن بنی نبیہ کے سائبان کے پاس لانا اور وہاں چار یا پانچ ہاتھ کی دُوری پر میرے لیے قبر کھود کر مجھے اس میں دفن کر دینا۔

پس! جب سورج ڈھلنے کے ساتھ بارش برسنے لگی تو ان لوگوں نے محمدؓ بن عبداللہ کے حکم کے مطابق سب کچھ کیا اور انھوں نے کہا: یہ نفسِ زکیہ کی شہادت کی نشانی ہے کہ خون بہتا ہوا عاتکہ کے گھر میں داخل ہو گیا۔ ان لوگوں نے جنابِ محمدؓ کے بدن کو لیا اور ان کے لیے ایک قبر کھودنا شروع کی مگر انھیں یہ گمان ہوا کہ اس جگہ کے نیچے کوئی بڑا سا پتھر ہے تو انھوں نے رسّی ڈال کر اس بڑے سے پتھر کو باہر نکالا تو اس پر یہ مکتوب تھا:

هذا قبر الحسين بن علي بن ابي طالب

"یہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی قبر مبارک ہے"۔

یہ منظر دیکھ کر محمدؓ کی بہن نے کہا:

رحم الله أخي، كان اعلم حيث أوطى أن يدفن في هذا الموضع

"اللہ تعالیٰ میرے بھائی پر رحمت نازل فرمائے، انھیں اپنی قبر کی جگہ کا پہلے سے علم تھا۔ اس لیے انھوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ انھیں اس جگہ پر دفنایا جائے"۔

عبداللہ بن عامر اسلمی سے منقول ہے کہ جب ہم عیسیٰ کے لشکر سے جنگ میں مشغول تھے تو محمدؓ بن عبداللہ نے مجھ سے کہا: اگر آج ہم پر بادل سایہ فگن ہونے کے بعد بارش برسانے لگے تو ہم کو کامیابی ملے گی اور اگر یہ بادل ان (عیسیٰ کے لشکر) کی طرف چلے گئے تو تم مقام "احجار الزیت" پر میرا خون بہتا ہوا دیکھو گے۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! ابھی ہمیں تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہم پر بادلوں نے سایہ کر لیا اور چکر لگانے لگے اور تھوڑی دیر کے لیے گرجے اور پھر ہم سے آگے چلے گئے اور عیسیٰ

اور اس کے ساتھیوں پر سایہ فگن ہوئے۔ پھر ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ''احجار الزیت'' کے مقام پر محمدؒ کو شہید دیکھا۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۲۷)

علی بن اسماعیل بن صالح بن میثم سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ مدینے آ گیا تو جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے فرمایا: کیا یہی وہ شخص نہیں ہے؟ تو آپؑ سے پوچھا گیا: ابوعبداللہ! آپؑ کی اس بات کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہی ہمارے خون سے کھیلنے اور تفریح حاصل کرنے والا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، خدا کی قسم! اس (کے ظلم) سے کسی (محمد و ابراہیم) کو مہلت نہیں ملے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا رومی غلام کہتا ہے: امام علیہ السلام نے مجھے بھیجا کہ باہر جا کر دیکھو کہ وہ لوگ (عیسیٰ کا لشکر) کیا کر رہے ہیں؟ تو میں نے آپؑ کو آ کر یہ خبر دی کہ محمدؒ بن عبداللہ قتل ہو گئے ہیں اور عیسیٰ نے چشمہ ابوزیاد پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ سن کر آپؑ کافی دیر تک غمگین اور افسردہ رہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: عیسیٰ کو صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ برا سلوک کرے اور ہمارے رحم و رشتہ داریوں کو ختم کر دے۔ خدا کی قسم! اس کے ان افعال کی بنا پر اسے اور اس کے بیٹے کو کبھی حکومت کے اُمور سے چین و راحت میسر نہ ہوگی۔

ایوب بن عمر سے منقول ہے کہ جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے ابوجعفر (منصور دوانیقی) سے ملاقات کی اور کہا: چشمہ ابوزیاد مجھے واپس کر دو تاکہ میں اس سے لوگوں کی حاجت روائی کروں۔ ابوجعفر منصور نے کہا: تم مجھ سے یہ گفتگو کر رہے ہو، خدا کی قسم! میں تمھیں قتل کر دوں گا۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جلدی نہ کرو، میری عمر تریسٹھ برس ہو چکی ہے اور اسی عمر مبارک میں میرے والد اور میرے دادا حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ اگر میں نے تمھیں کبھی کوئی اذیت و تکلیف دی ہے تو مجھ پر فلاں فلاں امر لاگو ہوگا اور اگر میں تمھارے بعد زندہ رہا تو تمھارے جانشین کو بھی اذیت سے دوچار نہ کروں گا۔

اس پر ابوجعفر منصور نے آپؑ پر رحم کھاتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لیا۔

اسلمی سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے میرے پاس آکر کہا: محمدؒ بن عبداللہ فرار ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، ہم خاندان اہل بیتؑ کبھی فرار اختیار نہیں کرتے۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۲۸، ابن ابی الحدید: ج۱۵، ص ۳۲۳)

ابوالحجاج الجمال بیان کرتا ہے: میں ابوجعفر منصور کے پاس کھڑا تھا اور وہ مجھ سے محمدؒ بن عبداللہ کے بچ نکلنے کے بارے میں دریافت کر رہا تھا جبکہ اسے یہ خبر پہنچی تھی کہ عیسیٰ بن موسیٰ کو شکست ہوئی ہے۔ وہ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے ہمراہ چھڑی کو جائے نماز پر مارا اور کہا: نہیں، ہمارے بچوں کا منبروں پر بیٹھنا اور عورتوں سے مشاورت کا کھیل کہاں گیا؟

ابوکعب سے منقول ہے کہ جب محمدؒ بن عبداللہ شہید ہوئے تو میں عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس موجود تھا۔ اس نے اپنے سامنے محمدؒ بن عبداللہ کا سر رکھا ہوا تھا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم لوگ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کیونکہ اس نے ہم میں اختلاف و انتشار ڈالا تھا تو اس کے لشکر کے سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: خدا کی قسم! تم لوگوں نے جھوٹ بولا اور باطل قول بیان کیا۔ ہم نے اس وجہ سے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس نے حاکم وقت کی مخالفت کی اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو گیا تو اسے قتل کیا، اگرچہ وہ بہت بڑا روزے دار اور نمازی تھا۔ یہ سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

یعقوب بن قاسم کہتے ہیں: محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ چودہ رمضان المبارک بروز پیر کو عصر سے پہلے شہید ہوئے۔

مدائنی نے درج ذیل روایت بیان کی ہے جب کہ باقی مورخین نے اسے ذکر نہیں کیا۔

وہ کہتا ہے: عیسیٰ نے قاسم بن حسن بن زید کو محمدؒ بن عبداللہ کے قتل کی خوشخبری دے کر ابوجعفر منصور کے پاس روانہ کیا اور ابن ابی الکرام کو ان کا سر مبارک دے کر ابوجعفر کے پاس بھیجا۔ جب وہ سر مبارک کے ہمراہ ابوجعفر کے دربار میں داخل ہوا تو وہ اپنے ہونٹوں کو چبا رہا تھا۔

حارث بن اسحاق سے مروی ہے کہ زینب بنت عبداللہ اور فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ نے عیسیٰ بن موسیٰ کو (محمدؒ کی شہادت کے بعد) یہ پیغام بھجوایا کہ تم لوگوں نے اس شخص کو قتل

کر دیا اور اپنی حاجت پوری کر لی۔ پس! اگر تم لوگ اجازت دو تو اب ہم انھیں دفنا دیں؟

عیسیٰ نے جواب میں انھیں یہ پیغام بھجوایا: اے میرے چچا کی بیٹیو! تم نے جو یہ بات کی ہے کہ میں نے اس کو قتل کر کے اپنی حاجت پوری کر لی ہے تو سنو خدا کی قسم! میں نے نہ تو ان کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ پس! اب آپ محمدؒ کو دفنا سکتی ہیں۔ پھر انھوں نے عیسیٰ سے محمدؒ کا جسد منگوا لیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جہاں سے محمدؒ کی گردن کو تن سے جدا کیا گیا تھا، اس جگہ کو روئی سے بھر دیا گیا اور پھر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

علی بن اسماعیل المیثمی سے منقول ہے کہ محمدؒ بن عبداللہ کے سر مبارک کو ایک سفید طشت میں رکھ کر پھرایا گیا اور میں نے دیکھا کہ ان کا رنگ گندمی ہو چکا تھا۔

ہارون بن موسیٰ الفروی سے منقول ہے کہ مجھے میری والدہ نے بتایا کہ جس رات محمدؒ بن عبداللہ نے خروج کیا اس رات میں نے ان کے ساتھیوں کو نعرے بلند کرتے سنا کہ وہ احد احد کا نعرہ لگا رہے تھے اور محمدؒ بن عبداللہ کا نام پکار رہے تھے۔

مدائنی سے منقول ہے کہ جب لوگ محمدؒ بن عبداللہ کو چھوڑ کر تتر بتر ہو گئے اور محمدؒ شہید ہو گئے تو ذھب ابن حسین قید خانے میں گئے اور ریاح کو ذبح کر دیا اور اسے وہاں ہی موت وحیات کی کش مکش میں چھوڑ دیا اور وہ اسی مضطرب کیفیت میں مر گیا۔ پھر وہ ابن خالد القسری کو قتل کرنے کے لیے آئے اور جب اسے پالیا تو اس کا دروازہ بند کر دیا اور وہ اسے کھولنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اسے نہ کھول سکا۔ آپ نے محمدؒ کے اس رجسٹر کو نکال کر دیکھا جس میں ان کے ساتھیوں کے نام تحریر تھے تو اس رجسٹر کو آگ سے جلا کر راکھ کر دیا۔ پھر آپ بھی لڑتے ہوئے محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ منصبِ شہادت پر فائز ہوئے۔

وہ اہلِ علم حضرات جنھوں نے محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کے ہمراہ خروج کیا اور لوگوں کو خروج کا فتویٰ دیا

حسین بن زید سے منقول ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے چار افراد محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہمراہ قیام میں شریک ہوئے۔ وہ چار افراد، میرا بھائی عیسیٰ اور جعفرؒ بن محمدؒ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) کے دو بھائی موسیٰؒ اور عبداللہؒ ہیں۔

حسین بن زید سے منقول ہے کہ عبداللہ بن جعفر بن محمد بھی محمد بن عبداللہ کے ہمراہ تھے اور میں نے انھیں لڑائی کے دوران دیکھا کہ ایک سیاہ فام شخص ان کے مقابلے پر نکلا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ کے ہمراہ بنو ہاشم میں سے حسن، یزید، صالح، معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں اور زید بن علی کے دو بیٹوں حسینؒ اور عیسیٰ نے خروج کیا تھا۔

عیسیٰ سے منقول ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جب ابو جعفر منصور کو یہ پتا چلا کہ زید بن علی کے دو بیٹوں نے بھی محمد بن عبداللہ کا خروج میں ساتھ دیا ہے تو اس نے کہا: مجھے زید کے دو بیٹوں کے خروج پر تعجب اور حیرت ہو رہی ہے حالانکہ ہم نے ان کے باپ کے قاتل کو ویسے ہی قتل کیا تھا، جیسے اُس نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا اور ہم نے اُسے ویسے ہی سولی پر لٹکایا جیسے اس نے ان کے باپ کو سولی پر لٹکایا تھا اور ہم نے اُسے ایسے ہی جلایا، جیسے اُس نے ان کے باپ کو جلایا تھا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۲۲، تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۳۲)

عیسیٰ بن عبداللہ کہتے ہیں: بنو ہاشم میں سے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ حمزہ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی اور زید بن حسنؒ بن علیؒ ابن ابی طالبؑ کے دو بیٹوں علی اور زید نے

بھی خروج کیا تھا۔

عیسیٰ سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے حسن بن زید سے کہا: گویا میں تمھارے دونوں بیٹوں کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ محمدؒ کے ہمراہ تلواریں تھامے اور قباء زیب تن کیے ہوئے کھڑے ہیں۔

اس پر حسن بن زید نے کہا: اے امیر! میں آج سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں ان کی نافرمانی کا شکوہ کرتا رہا ہوں۔ تو ابوجعفر منصور نے کہا: ہاں! یہ انھوں نے اسی نافرمانی کی بنا پر کیا ہے۔

عیسیٰ کہتے ہیں: اسی طرح بنوہاشم سے قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ اور مرجّی علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ نے بھی محمدؒ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

عیسیٰ سے منقول ہے کہ ابوجعفر منصور نے جعفر بن اسحاق سے پوچھا: یہ مرجّی کون ہے؟ خدا اس کے ساتھ ویسے ہی کرے جیسے اس نے کیا ہے؟

جعفر بن اسحاق نے کہا: اے امیر (منصور)! وہ میرا بیٹا ہے۔ خدا کی قسم! اگر آپ چاہیں تو میں اس سے لاتعلق کر کے دُور ہو جاؤں تو میں ضرور ایسا کروں گا۔

اور محمدؒ کے ہمراہ بنوہاشم میں سے منذر بن محمد زبیر نے بھی خروج کیا تھا۔

عیسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ منذر، حسن بن زید کے قریب سے گزرے تو حسن بن زید نے انھیں گلے سے لگا کر معانقہ کیا اور پھر کافی دیر تک گریہ کیا اور انھوں نے مجھ سے کہا: محمدؒ کے ہمراہ اس سے بڑا شہسوار اور بہادر کوئی نہ تھا۔

حسین صاحب فخ سے منقول ہے کہ جب میں نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: میرے بیٹے! آپ واپس چلے جائیں کیوں کہ میرے بعد تم اس امر کے نگہبان و ذمہ دار ہو۔

جولیث کا غلام غسان بن ابی غسان نے اپنے باپ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ ابن ہرمز نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ اس حالت میں خروج کیا کہ لوگوں نے انھیں ایک پالکی

میں اُٹھا رکھا تھا اور ابن ھرمز نے کہا: مجھ پر قتال اور جنگ کرنا ضروری نہیں تھا لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگ مجھے میدانِ جنگ میں دیکھ کر میری سیرت پر عمل کریں۔

محمد بن حسن بن زبالہ سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں جب ابن ھرمز کے پاس جاتا تو وہ اپنی کنیز کو دروازہ بند کرنے کا حکم دیتا اور وہ کنیز دروازہ بند کرنے کے بعد پردے لٹکا دیتی۔ پھر ابن ھرمز سب سے پہلے اس اُمت کا تذکرہ کرتے اور پھر عدل وانصاف کے متعلق گفتگو کرتے۔ پھر وہ اس قدر گریہ کرتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد ابن ھرمز نے محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا تو محمدؒ نے ان سے کہا: آپ کے لیے جنگ وقتال کرنا ضروری نہیں ہے۔

انھوں نے جواب دیا: ہاں! میں یہ جانتا ہوں لیکن میں اس لیے قتال کے لیے آپ کے ہمراہ نکلا ہوں تاکہ جاہل شخص مجھے دیکھ کر میری اقتدا اور پیروی کرے۔

محمد بن عمر الواقدی بیان کرتا ہے: عبدالحمید بن جعفر، محمدؒ بن عبداللہؒ کے میدانِ کارزار میں سب سے پہلے اُترنے والے دستے کے سردار تھے اور یہ ثقہ تھے۔ آپ سے ہشیم وغیرہ نے کافی روایات نقل کی ہیں۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۰۵)

ابو نعیم الفضل بن دکین سے مروی ہے کہ مجھے یہ خبر ملی کہ عبداللہ بن عمر بن ابی ذئب اور عبدالحمید بن جعفر، محمدؒ بن عبداللہؒ کے پاس ان کے خروج کرنے سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے اور ان سے کہا: آپ خروج کے لیے کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ خدا کی قسم! ہمیں اس اُمت میں کوئی بھی آپ سے زیادہ ہر دل عزیز نظر نہیں آتا تو آپ کو کس چیز نے خروج کرنے سے روک رکھا ہے۔

حسین بن زیاد سے منقول ہے کہ محمدؒ بن عبداللہ کی شہادت کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ، ابن ھرمز کے پاس آیا اور ان سے کہا: اے شیخ! کیا تجھے تیری فقہ اور سوجھ بوجھ نے اس شخص کے ہمراہ خروج کرنے سے نہیں روکا؟ تو ابن ھرمز نے کہا: وہ ایک فتنہ تھا، جس نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اس کی لپیٹ میں آ گئے۔

اس پر عیسیٰ نے کہا: جاؤ اور اب راہِ راست پر رہنا۔

علی بن برقی سے منقول ہے کہ میں نے عیسٰی کے لشکر کے سرداروں میں سے ایک سردار کو دیکھا جو ایک جماعت کے ہمراہ ہمارے پاس آیا اور اس نے ابن ہرمز کے گھر کے بارے میں پوچھا تو ہم نے اس کی ابن ہرمز کے گھر کی طرف رہنمائی کی۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ابن ہرمز اس حالت میں باہر نکلے کہ انھوں نے چادر نما کپڑے کی قمیص پہن رکھی تھی اور انھوں نے اپنے سردار کو نیچے اُتارا اور ابن ہرمز کو ترکی گھوڑے پر بٹھا کر اسے تیزی سے دوڑاتے ہوئے عیسٰی کے پاس لے آئے لیکن عیسٰی ان پر غضب ناک نہ ہوا۔

قدامہ بن محمد سے منقول ہے کہ عبداللہ بن یزید بن ہرمز اور محمد بن عجلان نے محمدؑ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا اور جب جنگ شروع ہوئی تو انھوں نے اپنی کمان کو گلے میں ڈال لیا۔ ہم نے یہ سمجھا کہ یہ دونوں ایسا کر کے لوگوں کو یہ دکھانا چاہ رہے ہیں کہ ہم اس کام کے لیے موزوں ہیں۔ (تاریخ طبری: ج۹،ص ۲۲۹)

عباد بن کثیر سے مروی ہے کہ ابن عجلان نے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہمراہ خروج کیا اور جب جعفر بن سلیمان مدینہ منورہ کا گورنر بنا تو اس نے ابن عجلان کو قید کر دیا۔ میں جعفر بن سلیمان کے پاس گیا اور اس سے کہا: جس شخص نے بصرہ میں حسن بصری کو قید کیا تھا، اس کے متعلق بصرہ والوں کی کیا رائے ہے؟

جعفر بن سلیمان نے کہا: خدا کی قسم! وہ اس کے متعلق بہت بری رائے رکھتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا: اس شہر (مدینہ منورہ) میں ابن عجلان کی وہی قدر و منزلت ہے جو بصرہ میں حسن بصری کی تھی۔ یہ سن کر اس نے ابن عجلان کو چھوڑ دیا۔

داؤد بن قاسم سے منقول ہے کہ محمدؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ نے عبدالعزیز بن عبدالمطلب المخزومی کو مدینہ منورہ کی قضا کا انچارج (قاضی/جج) مقرر کیا اور عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ کو فوجی سپاہیوں کے وظیفہ خواروں کے رجسٹر کا نگران مقرر کیا۔

عبدالحمید بن جعفر سے مروی ہے کہ محمدؑ بن عبداللہؑ نے مجھے اپنے مسلح دستوں کا سردار اور نگران مقرر کیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے اپنا رُخ پھیر لیا اور عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو اس عہدے پر متعین کیا۔ (تاریخ طبری: ج۹،ص ۲۰۵)

ابراہیم بن اسحاق القرشی سے مروی ہے کہ جب عبدالعزیز بن مطلب، محمد بن عبداللہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے قاضی مقرر ہوئے تو ان سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ صنعاء (یمن کے دارالحکومت) کی طرف اپنا حکم نافذ کرنے کے لیے خط روانہ کریں تو انھوں نے جواب دیا کہ ابھی ٹھہر جاؤ، پہلے حیرہ کے مقام پر ہمارے احکامات نافذ ہو جائیں۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ بن علی بن حسین نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا تھا اور وہ محمدؒ سے کہا کرتے تھے کہ آلِ ابی طالبؑ میں سے جس شخص نے بھی آپ کی مخالفت کی ہے یا آپ کی بیعت سے رُوگردانی کی ہے، آپ اگر مجھے اختیار دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں۔

جہم بن جعفر الحکمی نے ایک سے زیادہ راویوں سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب مالک بن انس نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کا فتویٰ دیا تو لوگوں نے ان سے کہا: ہماری گردنوں میں ابوجعفر منصور کی بیعت ہے۔ آپ نے کہا: تم لوگوں نے مجبوری کی حالت میں اس کی بیعت کی ہے جبکہ مجبور کی بیعت اور قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس کے بعد لوگ تیزی سے محمدؒ بن عبداللہؒ کی جانب بڑھنے لگے۔

ازہر بن سعد السمان سے مروی ہے کہ جب محمدؒ بن عبداللہؒ نے قیام کیا تو عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کو اسلحہ پر نگران مقرر کیا۔

بنوسلیم کے غلام نے جہم بن عثمان سے روایت بیان کی ہے کہ جس دن ہمارا عیسیٰ بن موسیٰ کے ساتھیوں سے آمنا سامنا ہوا تو عبدالحمید بن جعفر نے مجھ سے کہا: آج ہمارے ساتھیوں کی تعداد جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کے برابر ہے کہ جب مسلمانوں نے بدر کے مقام پر مشرکوں کا سامنا کیا تھا۔ جہم کہتا ہے: ہم تین سو اور کچھ افراد تھے۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ محمدؒ بن عبداللہ کے لشکر کا علم افطس یعنی حسن بن علی بن علی بن حسینؑ کے پاس تھا اور محمدؒ کے ساتھیوں میں آلِ ابی طالبؑ میں سے ہر مرد کے پاس ایک علَم تھا اور ان کا نعرہ "احد احد" تھا جب کہ جنگِ حنین کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی نعرہ تھا۔

داؤد بن قاسم اور ان کے علاوہ مدینہ کے دیگر اشخاص بیان کرتے ہیں: محمد بن عبداللہ کے ہمراہ منذر بن محمد بن منذر بن زبیر نے بھی خروج کیا تھا جب کہ منذر ایک نیک و صالح اور فقیہ انسان تھے۔ آپ سے اہل بیتؑ کے متعلق روایات نقل کی گئی ہیں۔

ہارون بن موسیٰ سے منقول ہے کہ محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن مصعب نے بھی خروج کیا تھا۔ یہ شاعر تھے اور محمدؒ کی شان میں اشعار بیان کر کے لوگوں کو برانگیختہ کرتے۔

ہارون سے مروی ہے کہ محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ ابوبکر بن ابی سبرۃ الفقیہ نے بھی خروج کیا تھا، جن سے واقدی نے روایات نقل کی ہیں اور آپ کے پاس محمدؒ کے لشکر کا ایک علَم تھا جبکہ آپ مقام عذبہ حمراء میں معلّم کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

عبدالعزیز بن ابی سلمہ العمری سے منقول ہے کہ جن لوگوں نے محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا تھا، ان میں یزید بن ہرمز، قبیلہ ازد کا غلام عبدالواحد بن ابی عون اور عبداللہ بن عامر اسلمی بھی شامل تھے، یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ محمد لوگوں سے خطاب کر رہے تھے اور ایک خاص موضوع کا تذکرہ کرنے کے بعد انھوں نے کہا: یہ تمھارا قاری عبداللہ بن عامر اسلمی بھی اس امر کی گواہی دے گا تو عبداللہ نے کھڑے ہو کر آپ کی بات کی تائید کی۔

اسی طرح ہلیل کا غلام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، جہینہ کا غلام اسحاق بن ابراہیم بن دینار، عبدالحمید بن جعفر، عبداللہ بن عطاء اور ان کے تمام بیٹوں ابراہیم، اسحاق، ربیعہ، جعفر، عبداللہ، عطاء، یعقوب، عثمان اور عبدالعزیز نے بھی ان کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

ہارون الفروی نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عطاء ایک سچے انسان تھے اور یہ ابوجعفر محمدؒ بن علیؑ بن حسینؑ (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے عبداللہ بن حسن بن حسنؑ سے روایات نقل کی ہیں اور آپ کو آلِ ابی طالبؑ سے خاص لگاؤ تھا۔

حمید بن عبداللہ الفروی سے منقول ہے کہ محمدؒ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عطاء رُوپوش ہو گئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔ جب جعفر بن سلیمان کو ان کے متعلق پتا چلا اور آپ کی

میت کو دفنانے کے لیے نکالا گیا تو اسے چھین کر جعفر نے سولی پر چڑھا دیا اور پھر ان کے خلاف گفتگو کی اور تیسرے دن ان کی لاش کو سولی سے اُتار کر انھیں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔

ہارون بن موسیٰ سے مروی ہے کہ محمدؑ بن عبداللہؑ کے ہمراہ عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر نے بھی خروج کیا تھا جنھوں نے عبداللہ بن مصعب اور ضحاک بن عثمان سے روایات نقل کی ہیں اور آپ ایک سچے انسان تھے۔ جب آپ کو گرفتار کر کے ابوجعفر (منصور دوانیقی) کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے آپ سے پوچھا: جو مال تمھارے پاس تھا، وہ کہاں ہے؟

عثمان بن خالد نے جواب دیا: میں نے وہ مال امیر (منصور) کو دے دیا ہے۔

ابوجعفر منصور نے کہا: وہ امیر المومنین کون ہے؟

اس پر عثمان نے جواب دیا: وہ محمد بن عبداللہ بن الحسن رحمۃ اللہ وصلواتہ علیہ ہیں۔

ابوجعفر منصور نے پوچھا: کیا تم نے اِن کی بیعت کی تھی؟

اس پر عثمان بن خالد نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم! میں نے اِن کی بیعت کر رکھی تھی جیسا کہ تم، تمھارے بھائی اور تمھارے غدار و دھوکے باز خاندان والوں نے بھی اِن کی بیعت کر رکھی تھی۔ یہ سن کر ابوجعفر منصور نے اسے گالی دی کہ اے گندی ماں کے بچے!

عثمان نے کہا: گندی ماں کا بچہ تو وہ ہے جس نے ان کی بیعت کے بعد ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

اس پر ابوجعفر منصور نے کہا: اس کی گردن اُڑا دو۔ پھر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

محمد بن عثمان بن خالد سے منقول ہے کہ میرے باپ نے ابوجعفر منصور سے کہا: میں نے اور تم نے مکہ میں ایک ہی شخص کی بیعت کی تھی لیکن میں نے اپنی بیعت کو پورا کیا اور تم نے بیعت توڑ دی اور غداری کی۔ اس پر اس (ابوجعفر) نے انھیں گالی دی تو انھوں نے بھی اس کی گالی کا جواب گالی ہی سے دیا اور پھر ابوجعفر منصور نے ان کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا تو آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

واقدی بیان کرتا ہے: عبدالرحمٰن بن ابی الموالی کا بنوحسن کے ساتھ میل جول تھا اور وہ محمد اور ابراہیم کی جگہ سے واقف تھا۔ یہ ان کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور اسے ان دونوں کا

پیغام رساں اور داعی سمجھا جاتا تھا۔ جب ابوجعفر منصور کو اس کے متعلق یہ پتا چلا تو اس نے بنوحسن کے ہمراہ اسے بھی گرفتار کرلیا۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۰۰، تاریخ کامل ابن اثیر: ج۵، ص ۵۱۰)

واقدی بیان کرتا ہے: مجھے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی نے بتایا کہ جب ابوجعفر منصور نے بنوحسن کو گرفتار کرلیا اور ریاح کو حکم دیا تھا تو انہیں گرفتار کر کے ربذہ کے مقام پر لے آیا اور پھر اس نے ریاح سے کہا: اسی وقت عبدالرحمٰن بن ابی الموالی کے پاس سپاہی بھیج کر اسے میرے پاس حاضر کرو۔ تو ریاح نے میرے پاس سپاہی بھیج کر مجھے گرفتار کروایا اور پھر ربذہ کے مقام پر بلا لیا۔ وہ کہتا ہے: جب میں ربذہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بنوحسن سورج کی تپش اور گرمی میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اتنے میں مجھے ابوجعفر (منصور) نے اپنے پاس بلایا اور جب میں اس کے پاس گیا تو اس وقت وہاں عیسٰی بن علی بھی موجود تھا۔ جب عیسٰی نے مجھے دیکھا تو ابوجعفر منصور نے اس سے پوچھا: کیا یہی وہ شخص ہے؟

عیسٰی نے کہا: جی ہاں! یہی وہ شخص ہے۔ اگر آپ اس پر سختی کریں گے تو یہ آپ کو ان کے ٹھکانے کے بارے میں خبر دے دے گا۔

عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ پھر میں نے ابوجعفر (منصور) کے قریب ہو کر اُسے سلام کیا تو اس نے مجھ سے کہا: تجھ پر خدا کی سلامتی نہ ہو، یہ بتاؤ کہ وہ دونوں فاسق ابن فاسق کہاں ہیں؟ وہ دونوں کذاب ابن کذاب کہاں ہیں؟

عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا: اے امیر (منصور) کیا آپ کے حضور مجھے سچائی کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ ابوجعفر منصور نے کہا: وہ سچائی کیا ہے؟

میں نے جواب دیا: اگر مجھے ان دونوں (محمد اور ابراہیم) کے ٹھکانے کا علم ہو تو میری بیوی مطلقہ (طلاق یافتہ) ہو، لیکن ابوجعفر (منصور) نے اس قول کو قبول نہ کیا اور کہا: تازیانہ لے کر آؤ تو تازیانہ لایا گیا اور اس نے مجھے چار سو تازیانے لگائے لیکن میں نے زبان نہ کھولی تو اس نے مجھ پر مزید تازیانے برسانا بند کر دیے اور پھر مجھے اسی حالت میں میرے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا۔

ہارون بن موسیٰ الفروی سے منقول ہے کہ محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ عبدالواحد بن ابی عون نے خروج کیا تھا جب کہ عبدالواحد کا تعلق روس سے تھا اور ان کو عبداللہ بن حسن کی خاص صحبت میسر تھی۔ محمدؒ کی شہادت کے بعد ابوجعفر نے جن افراد کو طلب کیا تھا ان میں عبدالواحد بن ابی عون بھی شامل تھے۔ آپ محمد بن یعقوب بن عینیہ کے پاس چھپ گئے اور پھر اسی کے پاس ۱۴۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ سے کئی احادیث مروی ہیں اور آپ ثقہ (قابلِ اعتماد) راوی ہیں۔

واقدی سے منقول ہے کہ ابن عجلان اہلِ مدینہ کے فقیہ اور وہاں کے عبادت گزار لوگوں میں سے تھے۔ آپ کا مسجد نبویؐ میں خاص حلقہ ہوتا تھا، جہاں پہ لوگوں کو فتویٰ بیان کرتے اور ان کے سامنے احادیث و روایات ذکر کرتے۔ جب محمدؒ بن عبداللہؒ نے خروج کیا تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے، جب وہ شہید ہو گئے اور جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس مدینہ کا گورنر بنا تو اس نے ابن عجلان کو گرفتار کرنے کے لیے سپاہی روانہ کیے جو انھیں پکڑ کر جعفر بن سلیمان کے پاس لے آئے تو جعفر بن سلیمان نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

کیا تم نے اس کذاب (جھوٹے شخص) کے ہمراہ خروج کیا تھا؟ اور پھر ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جب کہ اس وقت ابن عجلان نے اس سے کوئی کلام نہ کیا بلکہ آپ صرف اپنے لبوں کو حرکت دے رہے تھے اور یہ معلوم نہ تھا کہ آپ زیرِ لب کیا کہہ رہے ہیں؟ جب کہ جعفر کو یہ گمان ہوا کہ آپ دُعا مانگ رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر جعفر بن سلیمان کے پاس مدینہ کے فقہا و اشراف اور سرداروں میں سے جو لوگ بیٹھے تھے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے جعفر بن سلیمان سے کہا: اللہ تعالیٰ اس گورنر کی اصلاح فرمائے، محمد بن عجلان اہلِ مدینہ کے فقیہ اور عابد شخص ہیں جبکہ یہ اس بات سے غافل ہے۔

آپ کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا تھا کہ آپ ہی وہ مہدی ہیں، جن کے متعلق روایات بیان ہوئی ہیں۔ مدینہ کے فقہا و اشراف کے اس رویے کو دیکھ کر جعفر بن سلیمان نے آپ کو چھوڑ دیا اور پھر ابن عجلان دربار سے واپس آ گئے اور آپ نے اپنے گھر واپس آنے تک

کسی سے کوئی بات نہ کی۔

واقدی بیان کرتا ہے: میں نے محمد ابن عجلان کو دیکھا تھا اور ان سے کئی احادیث و روایات سنیں۔ آپ ثقہ تھے اور کافی احادیث کے حافظ تھے۔ آپ نے ابوجعفر کے دورِ خلافت میں ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (تاریخ الخلفاء: ص ۱۸۲)

اسماعیل بن مجمع نے واقدی سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عمر بن العمری اور اس کے بھائی ابوبکر بن عمر نے بھی محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا اور یہ آخری وقت تک محمدؒ کے ساتھ رہے اور جب محمد شہید ہو گئے تو عبداللہ بن عمر روپوش ہو گیا۔ پھر اس کو تلاش کر کے ابوجعفر منصور کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قید کرنے کا حکم دیا اور یہ مطبق میں کئی سال تک قید رہا۔ پھر ایک دن ابوجعفر منصور نے اسے بلا کر کہا: کیا میں نے تم پر انعام و اکرام اور تمہاری عزت افزائی نہیں کی تھی کہ اس کے باوجود تم نے میرے خلاف اس کذاب کے ہمراہ خروج کیا؟

اس پر اس نے جواب دیا: اے امیر! ہم ایسے امر میں گھرے ہوئے تھے کہ جس کا رُخ ہمیں بالکل معلوم نہ تھا اور اس فتنے نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر امیر (منصور) مناسب سمجھیں تو وہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے مجھے معاف کر دیں اور میرے متعلق عمر بن خطاب کی نسبت (کیونکہ یہ خلیفہ ثانی کی اولاد میں سے تھا) کا خاص خیال رکھا جائے۔ یہ سن کر ابوجعفر منصور نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ دیا۔

اس عبداللہ بن عمر کی کنیت ابوالقاسم تھی، پھر اس نے یہ کنیت ترک کر دی اور دوسری کنیت ابوعبدالرحمٰن اختیار کی اور اس نے کہا: میں رسولؐ خدا کی تعظیم و تکریم کی بنا پر آپؐ کی کنیت اختیار نہیں کرنا چاہتا۔

واقدی بیان کرتا ہے: عبداللہ بن عمر سے کافی روایات مروی ہیں اور عبداللہ سے نافع نے زیادہ تر روایات نقل کی ہیں۔ انھوں نے طویل عمر گزاری اور زمانے کے اُتار چڑھاؤ بھی دیکھے جب کہ ہارون الرشید کے دورِ خلافت میں ۱۷۱ھ یا ۱۷۲ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن زبیر اسدی جو محمدؒ بن عبداللہؒ کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: جس دن محمدؒ بن عبداللہؒ نے خروج کیا تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے خود کو تلوار سے آراستہ

کر رکھا ہے تو میں نے پوچھا: کیا آپ بھی خود کو تلوار سے آراستہ کرتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: اس میں کیا حرج ہے جب کہ رسولؐ خدا کے اصحاب بھی خود کو تلوار سے آراستہ رکھتے تھے۔

عبداللہ بن زبیر اسدی، یہ ابواحمد زبیر محدث ہیں جو شیعوں کے نمایاں محدثین میں سے ہیں۔ آپ سے عباد بن یعقوب اور ان کے مانند دیگر ہم عصر راویوں نے روایات کو نقل کیا ہے۔

واقدی بیان کرتا ہے: عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ نے بھی محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ آپ محمدؒ کے با اعتماد ساتھیوں میں سے تھے اور جب محمدؒ روپوش اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے تھے تو آپ کو ان کے ٹھکانے کا علم ہوتا تھا۔ جب وہ چھپ چھپا کر مدینہ آتے تو ان کے گھر میں ہی قیام کرتے تھے۔ آپ حکومتی کارندوں کے پاس جا کر ان کی گفتگو سنتے اور سارا دن ان کے معاملات کو جاننے میں لگے رہتے تھے اور پھر رات کو محمدؒ بن عبداللہؒ کے پاس جا کر انھیں ان حالات و واقعات کی خبر کردیتے تھے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۳۳، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۲۵)

آپؒ مدینہ کے ان لوگوں میں سے تھے جو فقہ کے عالم، گفتگو میں صادق اور فتویٰ دینے میں نابغۂ روزگار تھے جب کہ مدینہ والے فیصلہ کروانے کے لیے آپ کا انتخاب کرتے تھے۔

واقدی کہتا ہے کہ مجھے ابن ابی زیاد نے بتایا کہ ابھی مدینہ منورہ کا قاضی فوت نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اسے معزول کیا گیا تھا کہ لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ اس کی جگہ پر عبداللہ بن جعفر کو قاضی بنایا جائے گا کیونکہ وہ علم کے کمال اور جواں مردانہ صفات کے مالک تھے۔ جب عبداللہ بن جعفر نے محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا تو ان کا یہ عمل لوگوں کے نزدیک ان کے قاضی بننے میں حائل ہوا۔ جب محمدؒ بن عبداللہ شہید ہوگئے تو آپ روپوش ہوگئے اور یوں ہی چھپ چھپا کر زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے حاکم سے امان طلب کی اور حاکم نے امان دے دی تو پھر منظر عام پر آئے۔

راوی کہتا ہے: جب عبداللہ بن جعفر، جعفر بن سلیمان کے پاس آئے تو جعفر بن سلیمان نے ان سے پوچھا: تم نے اس قدر عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود محمدؒ کے ہمراہ کیوں خروج کیا؟

عبداللہ نے جواب دیا: حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق جو روایات ہم سے بیان کی

گئی ہیں مجھے ان روایات کی بنا پر یہ شک لاحق ہوا کہ یہ محمدؒ ہی وہی مہدیؑ ہیں، اس لیے میں نے ہمیشہ ان کو وہ مہدیؑ ہی سمجھا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے تو مجھے یقین ہوا کہ یہ وہ مہدی نہیں ہیں اور ان کے بعد میں نے کسی سے اس حوالے سے دھوکا نہیں کھایا، لہٰذا اب میں اپنے اس فعل پر نادم و شرم سار ہوں۔ پھر جعفر بن سلیمان نے انھیں چھوڑ دیا۔

یحییٰ بن سعید القطان سے منقول ہے کہ عبید اللہ بن عمر، ہشام بن عروہ اور محمد بن عجلان نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا۔

ابن فضالہ النحوی بیان کرتا ہے: واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید، بصرہ کے عثمان بن عبدالواحد مخزومی کے گھر میں جمع ہوئے اور ظلم و جور پر باہمی بات چیت کی تو عمرو بن عبید نے کہا: ظلم و جور کا خاتمہ کرنے اور عدل و انصاف کو قائم کرنے کے لیے کون اس بات کا حق دار ہے کہ وہ قیام کرے؟

واصل نے کہا: خدا کی قسم! اس مقصد کی خاطر وہ شخص قیام کرے جو اس اُمت کا بہترین فرد ہو اور وہ محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ ہیں۔

اس پر عمرو بن عبید کہتا ہے: میرے خیال کے مطابق ہم صرف اس شخص کی بیعت کریں اور اس کے ہمراہ قیام کریں جس کو ہم پرکھ چکے ہوں اور اس کی سیرت و کردار سے بخوبی واقف ہوں۔

یہ سن کر واصل نے کہا: خدا کی قسم! اگر محمدؒ بن عبداللہ میں ایسی صفات نہ ہوتیں جو ان کی فضیلت و عظمت پر دلالت کرتی ہیں تو ان کے والد عبداللہؒ بن حسنؒ اپنی عمر اور فضیلت و عظمت کے باوجود انھیں اس منصب کے لیے ہرگز خود سے زیادہ اہل تصور نہ کرتے جبکہ انھوں نے اپنی ذات پر محمدؒ کو اس منصب کے لیے ترجیح دی اور انھوں نے ایسا اس لیے کیا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں کیونکہ وہ انھیں اس منصب کا حق دار سمجھتے تھے تو پس اب خود ہی اندازہ کرو کہ محمدؒ کی ذات، کردار اور عظمت کا کیا مقام ہوگا؟

یحییٰ کہتا ہے: میں نے ابوعبداللہ بن حمزہ کو یہ کہتے ہوئے ہوئے سنا کہ اہالیانِ بصرہ سے معتزلہ کی ایک جماعت جن میں واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید وغیرہ شامل تھے، وہ بصرہ

سے نکل کر سویقہ آئے اور وہاں پر عبداللہ بن حسن سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے محمدؑ کو باہر نکالیں تا کہ ہم ان سے گفتگو کر سکیں۔ عبداللہ نے ان کے لیے ایک خاص خیمہ نصب کروایا اور اپنے خواص اہلِ تحویلی سے مشاورت کی تو یہ اس بات پر متفق ہوئے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہؑ ان سے گفتگو کریں۔ پھر ابراہیمؑ کو باہر ان کے پاس بھیجا گیا۔ اس وقت ابراہیم نے چادر نما کپڑے کا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا جس کے نیچے پھل لگا ہوا تھا۔ آپ ان لوگوں کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد محمدؑ بن عبداللہ کی ذات اور ان کے حالات کا تذکرہ کیا اور انھیں محمدؑ کی بیعت کرنے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا: بار الٰہا! ہم اس شخص (محمدؑ) سے راضی و خوش ہیں۔ پھر انھوں نے محمدؑ کی بیعت کی اور واپس بصرہ لوٹ گئے۔

حسن بن حماد سے منقول ہے کہ ابو خالد واسطی اور قاسم بن مسلم السلمی بھی محمدؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ کے ہمراہ تھے اور یہ دونوں جناب زیدؑ بن علیؑ کے اصحاب میں سے تھے۔

ایک دفعہ قاسم بن مسلم السلمی نے محمدؑ بن عبداللہ سے کہا: ابو عبداللہ! لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں کہ تمھارا سردار فقہی احکامات سے آشنا نہیں ہے۔ تو محمدؑ نے زمین سے کوڑا اُٹھایا اور کہا: اے قاسم! مجھے اس بات پر ہرگز خوشی نہیں ہوگی کہ یہ اُمت اس کوڑے کی طرح مجھ پر جمع ہو کہ جب مجھ سے حلال و حرام کے متعلق پوچھا جائے تو میں اس کا جواب نہ دے سکوں۔ اے قاسم بن مسلم! لوگوں میں سب سے زیادہ گمراہ بلکہ سب سے بڑا ظالم اور سب سے بڑا کافر وہ ہے جو اس اُمت کی رہبری کا دعویٰ کرے اور جب اس سے حلال یا حرام کے متعلق کوئی سوال کیا جائے تو وہ جواب نہ دے سکے۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو جعفر منصور نے دو دفعہ محمدؑ بن عبداللہؑ کی بیعت کی۔ ایک دفعہ اس نے مدینہ میں بیعت کی اور دوسری دفعہ میں بھی وہاں موجود تھا جب اس نے مکہ میں مسجد الحرام کے اندر محمدؑ کی بیعت کی۔ اس بیعت کے بعد وہ محمدؑ کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ہمراہ مسجد سے باہر نکلا۔ جب محمدؑ اپنی سواری پر سوار ہو گئے تو ابو جعفر منصور نے ان کی سواری کی رکاب پکڑ کر کہا: اے ابو عبداللہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر آپ کو

اُمرِ خلافت تک رسائی حاصل ہوجائے اور آپ میرے موقف کو بھول جائیں اور میرے اس اقدام کو نہ جانیں۔

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر منصور نے علی بن محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کو گرفتار کیا تو اس نے اعترافات کرتے ہوئے اپنے والد کے ساتھیوں کے نام اُگل دیے اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی الموالی کا نام بھی تھا۔ ابوجعفر منصور نے عبدالرحمٰن کو گرفتار کرنے کے بعد قید خانے میں ڈال دیا۔

جماح بن عمرو وغیرہ سے منقول ہے کہ صالح کے دو بیٹے علی اور حسن تلواریں حمائل کیے ہوئے محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کے پاس آئے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ! ہم آپ کے پاس آگئے ہیں، اب آپ جہاں کا ارادہ رکھتے ہیں ہمارے ساتھ چلیے۔

اس پر محمدؒ نے کہا: یقیناً تم دونوں نے اپنا حق ادا کر دیا لیکن ابھی ہم نے ان لوگوں کی طرف سے کوئی اقدام نہیں دیکھا لہٰذا آپ واپس چلے جائیں۔ پھر وہ دونوں واپس چلے گئے۔

حارث بن اسحاق سے منقول ہے کہ محمدؒ بن عبداللہ نے عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو مدینہ کا عامل (گورنر) اور عبدالعزیز بن مطلب بن عبداللہ مخزومی کو مدینہ کا قاضی اور ابوالقلمس عثمان بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب کو مسلح دستوں اور سپاہیوں کا سالارِ اعلیٰ اور عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ کو بیت المال کا نگران مقرر کیا۔ (تاریخ طبری: ج۹، ص ۲۰۵)

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ عیسیٰ بن زید نے محمدؒ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا اور وہ محمدؒ سے کہتے تھے کہ اولادِ ابوطالبؑ میں سے جو تمھاری بیعت کی مخالفت کرے، مجھے اس کے متعلق اختیار دو تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ پھر ایک دن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسینؑ اس کے پاس آئے تو محمدؒ نے آنکھوں سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے اسے دیکھا تو اسے ضرور قتل کردوں گا۔ اس پر عیسیٰ نے کہا: مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں لیکن محمدؒ نے اِسے روک دیا۔

مدائنی بیان کرتا ہے: جب ہشام بن عروہ بن زبیر نے محمدؒ بن عبداللہ کی بیعت کی تو محمدؒ نے اس سے مدینہ کی گورنری کا وعدہ کیا۔

حمید بن عبداللہ بن ابی فروہ سے منقول ہے کہ جب محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کے ایام میں لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی تو ہم نے بھی اپنے علاقے کی ناکہ بندی کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران وہاں سے عبداللہ بن عطاء گزرے تو ہم نے انھیں روکا تو انھوں نے کہا کہ پھر کہاں سے گزر کر محمدؒ کے پاس جاؤں؟

جب محمدؒ کو شہید کر دیا گیا تو عبداللہ بن عطاء غائب ہو گئے یہاں تک کہ جعفر بن سلیمان کے زمانہ گورنری میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازے کو دفن کرنے کی غرض سے باہر نکالا گیا تو جعفر بن سلیمان کے حکم سے آپ کی لاش کو قبضے میں لے کر اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ جعفر بن سلیمان نے آپ کے خلاف گفتگو کی اور پھر اس نے تین دن کے بعد آپ کی لاش کو سولی سے اُتارنے کا حکم دیا تو آپ کو سولی سے اُتار کر دفن کیا گیا۔ عبداللہ بن عطاء حدیث کے ثقہ (قابلِ اعتماد) راویوں میں سے تھے۔ آپ نے ابوجعفر محمد بن علی، عبداللہ بن بریدہ اور دیگر نامور تابعین سے احادیث نقل کی ہیں جبکہ آپ سے ثقہ راویوں مثلاً مالک بن انس اور ان کے ہم پلہ دیگر موثق راویوں نے بھی روایات نقل کی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۵۷)

عبداللہ بن عامر اسلمی قاریٔ قرآن تھے اور آپ کی کنیت ابوعامر ہے، آپ ثقہ ہیں۔ آپ سے وکیع، ابونعیم عبیداللہ بن موسیٰ اور ابونصرہ نے روایات نقل کی ہیں جبکہ آپ نے زہری سے روایات نقل کی ہیں اور یحییٰ بن معین نے انھیں قابلِ اعتماد قرار دیا ہے۔

ابراہیمؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ بیان کرتے ہیں: مجھ سے سیالہ کے مقام پر موسیٰ بن عبداللہ نے ملاقات کی تو مَیں نے اسے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تا کہ میں تمھیں دکھاؤں کہ ہم پر سویقہ میں کیا ظلم ڈھائے گئے۔ پھر میں اس کے ہمراہ چل پڑا اور مَیں نے دیکھا کہ سویقہ میں خرموں کے درخت مرجھا چکے ہیں تو مَیں نے موسیٰ سے کہا: خدا کی قسم! ہماری وہی حالت ہے جیسا کہ درید بن صمہ نے کہا ہے:

تقول: ألا تبکی أخاك! وقد أریٰ مکان البکی لکن بُنیتُ علی الصبر

"تم یہ کہتے ہو کہ اپنے بھائی پر مت گریہ کرو جبکہ میں اس گریہ کرنے والی جگہ (اس کی مقتل گاہ) کو دیکھ رہا ہوں لیکن میں نے اسے صبر پر تعمیر کیا ہے"۔

حسن بن معاویہ

ابوجعفر (منصور دوانیقی) نے اولادِ ابوطالبؑ میں سے جن لوگوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈالا اور انھیں تازیانوں سے پیٹا، ان میں سے ایک حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ آپ اور آپ کے باقی دو بھائی یزید اور صالح کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور فاطمہؑ کی والدہ اُم ولد تھیں۔

ان تینوں بھائیوں نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا اور محمدؒ نے حسن بن معاویہ کو مکہ کا عامل مقرر کیا۔ جب محمدؒ بن عبداللہ شہید ہو گئے تو ابوجعفر منصور نے انھیں گرفتار کر کے تازیانے مارنے کے بعد قید خانے میں قید کر دیا۔ آپ ابوجعفر منصور کے مرنے تک قید خانے میں ہی رہے۔ جب وہ مر گیا تو مہدی عباسی نے آپ کو رہا کر دیا۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کے پاس جا کر کہا: کیا آج میں تمھیں ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ اس نے پوچھا: کس چیز کے بارے میں خوشخبری؟ اس پر عیسیٰ نے کہا: میں نے معاویہ بن عبداللہ کے بیٹوں حسن، یزید اور صالح سے عبداللہ بن جعفر کا گھر خرید لیا ہے۔

یہ سن کر منصور نے کہا: کیا تم اس بات پر خوش ہو؟ خدا کی قسم! انھوں نے صرف اس لیے یہ گھر تمھیں بیچا ہے تاکہ اس سے حاصل ہونے والی رقم سے خود کو تمھارے خلاف مضبوط کریں۔ اس کے بعد حسن، یزید اور صالح نے محمدؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ اس کے خلاف خروج کیا۔

محمد بن اسحاق بن قاسم بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ محمدؒ بن عبداللہؒ نے حسن اور قاسم بن اسحاق کو مکہ کی طرف روانہ کیا جب کہ انھوں نے حسن کو مکہ اور قاسم کو یمن کا گورنر نامزد کیا۔

عبداللہ بن یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں نے محمدؐ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج اور ان کی شہادت کے بعد دوبارہ خروج کا ارادہ کیا تو میرے والد (حسن کے بھائی) نے حسن کو کہا: ہم سب ان (عباسیوں کے خلاف) خروج نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم نے ایسا کیا تو جعفر بن سلیمان ہم میں سے تمھیں پکڑ لے گا۔

راوی کہتا ہے: اس وقت جعفر بن سلیمان مدینے کا گورنر تھا لیکن حسن نے اپنے بھائی سے کہا: ضروری ہے کہ خروج کیا جائے۔ حسن کے بھائی نے حسن سے کہا: اگر آپ نے خروج کا ارادہ کرلیا ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں روپوش ہو جاؤں کیونکہ جب تک میں روپوش رہوں گا، وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔

اس پر حسن نے جواب دیا: میرے لیے اس زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس میں آپ نہ ہوں۔

جب ان بھائیوں نے خروج کیا تو جعفر بن سلیمان نے حسن کو گرفتار کرلیا اور ان سے پوچھا: وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے لیا تھا؟ جبکہ ابوجعفر منصور نے جعفر بن سلیمان کو خط میں تحریر کیا کہ اگر تم حسن کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اسے کوڑے لگانا۔

جب جعفر بن سلیمان نے حسن سے مال کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: ہم نے اس مال کو اپنی انقلابی تحریک میں خرچ کر دیا ہے۔

جب جعفر بن سلیمان ان سے گفتگو کر رہا تھا تو حسن آہستہ آہستہ جواب دے رہے تھے۔ اس پر جعفر بن سلیمان نے ان سے کہا: میں تم سے بات پوچھتا ہوں تو تم مجھے جواب ہی نہیں دیتے ہو۔

حسن نے کہا: تمھارے ساتھ میرا یوں کلام کرنا دشوار ہے، سنو! اب میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا اور تمھارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

اس پر جعفر بن سلیمان نے انھیں چار سو کوڑے مارنے کے بعد قید کر دیا اور یہ ابوجعفر منصور کے مرنے تک قید میں رہے۔ جب مہدی عباسی خلیفہ بنا تو اس نے انھیں رہا کر کے قیدخانے سے آزاد کیا۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب جعفر بن سلیمان نے حسن کو تازیانوں سے مارا تو ان سے پوچھا: تم کہاں پر تھے؟ لیکن وہ خاموش رہے۔ جعفر بن سلیمان نے کہا: میں ہرگز تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتادو کہ تم کس جگہ پر مقیم تھے؟

حسن نے کہا: میں عبداللہ بن حسن کے غلام غسان بن معاویہ کے پاس مقیم تھا۔ تو جعفر بن سلیمان نے غسان کے گھر کی طرف اپنے سپاہی روانہ کیے تاکہ وہ اسے بھی گرفتار کر کے لے آئیں لیکن غسان راہ فرار اختیار کر گیا تو جعفر بن سلیمان نے اس کا گھر مسمار کروا دیا لیکن پھر بعد میں غسان اس کے پاس آیا تو اس نے انسے امان دی۔

عیسیٰ بن عبداللہ کہتا ہے: حسن، غسان کے پاس مقیم نہیں تھے بلکہ وہ قصر نفیس کے مالک نفیس بن محمد کے پاس مقیم تھے۔

عیسیٰ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حسن بن معاویہ، جعفر بن سلیمان کی قید میں ہی رہے یہاں تک کہ جب ابوجعفر منصور حج کے لیے آیا تو حمادہ بنت معاویہ نے اس کے سامنے چیختے چلاتے ہوئے کہا:

اے امیر (منصور)! حسن بن معاویہ کافی مدت سے قید خانے میں ہے، اس کی طرف بھی کوئی توجہ کرو لیکن وہ اس سے غافل رہا اور یہاں سے واپس چلا گیا اور انھیں قید خانے میں ہی رکھا یہاں تک کہ آپ مہدی (عباسی) کے خلیفہ بننے تک قید خانے میں ہی رہے۔

عبداللہ بن حسن بن قاسم سے مروی ہے کہ جب حسن بن معاویہ کو اپنے بھائی یزید کی موت کی خبر ملی تو اس وقت حسن قید خانے میں تھے۔ انھوں نے ابوجعفر منصور سے کہا کہ وہ یزید کے بچوں پر ترس کھائے اور ابوجعفر کی طرف یہ اشعار تحریر کیے:

ارحم صغار بنی یزید إنهم ... أیتموا لفقدی لا لفقد یزید

وارحم کبیرًا سنّه متهدمًا ... فی السجن بین سلاسلٍ وقیود

ولئن أخذت بجرم منا و جزیتنا ... لنُقتلن به بکل صعید

أوْ عدتَ بالرّحم القریبة بیننا ... ما جدُّکم من جدّنا ببعید

"یزید کے چھوٹے بچوں پر رحم کھاؤ اور یقیناً میری موت سے وہ یتیم ہو جائیں گے جبکہ وہ یزید کی موت سے یتیم نہیں ہوئے ہیں۔ تم ان کے بزرگ (حسن) پر رحم کھاؤ جس کی عمر قید خانے میں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہے۔

اگر تم نے ہمیں ہمارے جرم کا بدلہ دینا ہے تو ہم ضرور ہر مشقت و سختی سے قتل کر دیئے جائیں گے یا تم اس قریبی رشتہ داری کا خیال کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے جبکہ تمہارے بزرگوں کی ہمارے بزرگوں سے زیادہ دوری نہیں ہے"۔

عبداللہ الاشترؒ بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ [1]

عبداللہ الاشتر بن محمد (نفس زکیہ) کی والدہ کا نام اُمِ سلمہ بنت محمد بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

عبداللہ الاشتر کے والد محمدؒ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن محمد بن مسعدہ المعلم نے آپ کو ہندوستان کی طرف نکال دیا اور آپ وہیں پر شہید کر دیے گئے اور آپ کا سر ابوجعفر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ عبداللہ الاشتر کے قتل کے بعد ابن مسعدہ کے ہمراہ ان کا بیٹا محمد بن عبداللہ بن محمد واپس (مدینہ) آگئے اور یہ عبداللہ الاشتر، موسیٰ بن عبداللہ بن حسن سے عمر کے اعتبار سے چھوٹے تھے۔ یہ ابن مسعدہ اور عبداللہ بن حسن کو آداب و تعلیمات سکھایا کرتے تھے اور اسی کے متعلق ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے مذاق کرتے ہوئے کہا:

زعمَ ابنُ مَسْعَدَةَ المعلّم اَنَّه　　سَبَقَ الرِّجَالَ براعةً و بیانًا

وھو الملقِّن للحمامة شجوھا　　وھو الملحِّن بعدھا الغربانا

"ابن مسعدہ جو معلم واستاد ہے، وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ تمام افراد سے فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان کے لحاظ سے سبقت رکھتا ہے۔ یہ کبوتر کی غلطی کی اصلاح بیان کرتا ہے اور اس کے بعد کوے کی اعرابی خطاء کو واضح کرتا ہے"۔

ابن مسعدہ کوے کو کائیں کائیں (غاقٍ، غاقٍ) کرتے سنا تو اسے کہتا: اے کوے! تجھ پر افسوس ہے کہ تُو غلط اعراب کے ساتھ بول رہا ہے؟ اور تُو کہتا ہے: غَاقُ، غَاقُ۔ اس پر

---

[1] تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۷۹-۲۸۱، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۳۹-۲۲۱

لوگوں نے اس سے پوچھا تو اسے کیسے بولنا چاہیے؟ تو ابن مسعدہ نے کہا: غاقِ غاقِ۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن مسعدہ بیان کرتا ہے: جب محمدؒ شہید ہوگئے تو ہم ان کے بیٹے عبداللہ الاشتر کے ہمراہ (مدینہ) سے نکل کر کوفہ آگئے اور پھر ہم کوفہ سے بصرہ کے راستے سے سندھ کی طرف نکل گئے۔ جب ہمارے اور سندھ کے درمیان ابھی کئی دنوں کی مسافت باقی تھی تو ہم نے ایک سرائے میں آرام کرنے کی خاطر قیام کیا اور عبداللہ اشتر نے اس سرائے میں یہ اشعار تحریر کیے:

منخرق الخفین یشکو الوجی تنکبه أطراف مروٍ حِدَاد

شرَّده الخوف فأزرىٰ به کذاك من یکره حرَّ الجِلاد

قد کان فی الموت له راحة والموتُ حتم فی رقاب العباد

''جس شخص کے چرمی موزے اور قدموں کا نچلا حصّہ پھٹ چکا ہو، وہ پاؤں کے گھسنے کی شکایت کرتا ہے۔ مرو کے مضافات میں وہ مصیبت زدہ ہوکر ماتمی لباس زیب تن کرتا ہے۔ خوف نے اسے ڈرایا دھمکایا اور اپنے علاقے سے دھتکار دیا تو اس نے اس کام میں سُستی کا مظاہرہ کیا جیسے مصائب و مشکلات برداشت کرنے والے کو ان سختیوں کے تحمل پر مجبور کیا گیا ہو۔ ایسے شخص کو موت میں راحت و چین ملتا ہے اور بندگانِ خدا کی گردنوں پر موت کا طوق ایک یقینی امر ہے''۔

پھر عبداللہ الاشتر نے ان اشعار کے نیچے اپنا نام تحریر کر دیا۔ راوی کہتا ہے: اس کے بعد ہم منصورہ میں داخل ہوئے لیکن ہمیں وہاں اپنے مقصد کی تکمیل کے حوالے سے کچھ نظر نہ آیا تو ہم قندھار میں داخل ہوگئے۔ وہاں ایک ایسا قلعہ تھا، جہاں پر کوئی داخل نہ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی پرندہ پَر مار سکتا تھا، خدا کی قسم! میں نے اس سے زیادہ بندگانِ خدا میں سے کوئی بہادر نہیں دیکھا۔ جب اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا تو کوئی اس کے وار سے بچ نہیں سکتا تھا۔

ہم نے وہاں ایسے لوگوں میں قیام کیا جن میں جاہلیت کی اقدار اور رسوم و رواج رائج تھے اور وہ خرگوش کی طرز پر اپنے اُمور کو شست روی سے سلجھاتے تھے۔ جب ہم نے وہاں پر

ایک قصر کے مالک سے میزبانی کی درخواست کی تو اس نے انکار کر دیا اور کہا: کیا تم میری ہمسائگی چاہتے ہو؟

جب میں ضروری کام کے لیے باہر نکلا تو بعض عراقی تاجر بھی میرے بعد وہاں آ گئے اور انھوں نے عبداللہ بن اشتر سے کہا: اہل منصورہ نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور پھر وہ لوگ اس وقت تک عبداللہ کے ہمراہ رہے جب تک کہ وہ منصورہ والوں کی طرف نہ چل پڑے۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن مسعدہ کہتا ہے: مجھے خبر ملی کہ ایک شخص نے ابوجعفر منصور کے پاس آ کر اسے بتایا کہ میں سرزمین سندھ سے گزر رہا تھا تو میں نے وہاں پر ایک قلعہ میں ایک مکتوب دیکھا جس میں یہ یہ اُمور تحریر کیے ہوئے تھے اور یہ اسی (عبداللہ اشتر) نے لکھا ہوا تھا۔

یہ سن کر ابوجعفر منصور نے ہشام بن عمرو بن بسطام تغلبی کو بلا کر کہا: جان لو کہ اشتر سرزمین سندھ پر موجود ہے۔ پس میں نے تمھیں سندھ کا گورنر نامزد کیا ہے لہٰذا اب سوچ کہ تم نے اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۸۰)

پھر ہشام سندھ کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں عبداللہ اشتر کو قتل کر کے ان کا سر ابوجعفر منصور کے پاس بھیج دیا۔

عیسیٰ کہتا ہے، میں نے دیکھا کہ ہشام نے ان کا سر مدینہ روانہ کیا جبکہ ان دنوں مدینہ کا گورنر حسن بن زید تھا۔ وہ خطباء کو بلا کر خطاب کروا رہا تھا جو منصور کا تذکرہ کر رہے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کر رہے تھے جبکہ حسن بن زید منبر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے عبداللہ اشتر کا سر رکھا ہوا تھا۔ شبیب بن شیبہ نے اپنے خطاب میں کہا: اے مدینہ والو! تمھاری اور امیر (منصور) کی مثال ایسے ہے جیسا فرزدق شاعر نے کہا ہے:

مَا ضَرَّ تَغْلِبَ وَائِلٍ أهجوتها　　أم بُلْتُ حيث تناطح البحران

"تغلب نے وائل کی ہجو اور عیب جوئی سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا،
ہمیں وہی کچھ حاصل ہوا، جیسے دو سمندروں میں دُوری ہوتی ہے"۔

آخر میں حسن بن زید نے گفتگو کرتے ہوئے لوگوں کو ابوجعفر منصور کی اطاعت و فرمانبرداری پر اُبھارتے ہوئے کہا: ہمیشہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے خلاف امیر (منصور)

کے لیے کافی ہے کہ جنھوں نے امیر (منصور) کے خلاف بغاوت و سرکشی کی، ان سے عداوت و دشمنی کا اظہار کیا اور ان کی اطاعت سے رُوگردانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے امیر (منصور) کے راستے سے جداگانہ راستے کا انتخاب کیا ہے۔

ابن مسعدہ سے مروی ہے کہ عبداللہ اشتر اور ان کے ساتھی اگلے دن صبح کے وقت سفر پر نکلے اور پھر راستے میں ایک جگہ پر آرام کرنے کے لیے سواریوں سے نیچے اترے اور وہاں پر سو گئے جب کہ ان کے گھوڑے کھیتوں میں دشمنوں سے آگاہی کے لیے باندھ دیے گئے۔ اسی دوران ہشام کے لوگ ان کی طرف بڑھے اور انھیں بڑی لکڑیوں کے ساتھ قتل کر دیا۔ پھر ہشام نے ان سب کے سروں کو منگوانے کے بعد عبداللہ اشتر کا سر ابوجعفر (منصور) کے پاس بھیج دیا۔

ابن مسعدہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میں اور محمد بن عبداللہ بن محمد، ابوجعفر منصور کی موت تک اسی قلعہ میں مقیم رہے۔ جب مہدی (عباسی) خلیفہ بنا تو میں، محمد بن عبداللہ بن محمد اور ان کی والدہ کو لے کر مدینہ آ گیا۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کی والدہ کا نام ہند بنت ابی عبیدہ ہے۔

عمر بن شبہ سے منقول ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ کی کنیت ابوالحسن ہے اور اولادِ ابوطالبؑ میں سے ہر وہ شخص جس کا نام ابراہیم ہے، اس کی کنیت بھی ابوالحسن ہے۔ سدیف نے ابراہیم بن عبداللہ کے متعلق اپنے شعر میں جو یہ کہا ہے، ایہا ابا اسحاق ھُنیتَھا تو اس نے یہاں پر یہ کنیت (ابواسحاق) اپنے کلام میں مجازی طور پر استعمال کی ہے جیسا کہ ہم عربی شعراء کے اکثر اشعار میں دیکھتے ہیں کہ وہ شعر کے وزن کو برقرار رکھنے کے لیے کنیتوں میں ایسے اسماء استعمال کرتے رہتے ہیں۔

ابراہیمؒ بن عبداللہ اپنے بھائی محمدؒ کی طرح متدین، عالم، شجاع اور ایک سخت انسان تھے، آپ اشعار بھی بیان کیا کرتے تھے۔

سعید بن ھریم سے منقول ہے کہ محمدؒ اور ابراہیمؒ اپنے والد کے پاس موجود تھے کہ محمدؒ کے

پاس کچھ اونٹ آئے۔ ان میں ایک ناقہ بہت بدک رہا تھا اور اس کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر رہی تھی جبکہ ابراہیمؓ اسے تیز نظروں سے دیکھ رہے تھے تو محمدؒ نے ان سے کہا: گویا آپ خود سے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں اسے کنٹرول کر سکتا ہوں؟

ابراہیمؓ نے کہا: جی ہاں۔

اس پر محمدؒ نے کہا: اگر آپ اسے اپنی دسترس میں لیتے ہوئے کنٹرول کر لیں تو یہ ناقہ آپ کا ہوا۔

یہ سن کر ابراہیمؓ اونٹوں کی اوٹ میں چھپتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے یہاں تک کہ اس ناقہ کے پاس پہنچ گئے اور دم سے پکڑ لیا تو اس نے آپ کو سوار کرا لیا لیکن اس کی پشت زخمی تھی اور اس نے اپنی دم کو زور سے ہلایا یہاں تک کہ یہ اپنے والد کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

یہ منظر دیکھ کر ان کے والد نے محمدؒ سے مخاطب ہو کر کہا: تم نے اپنے بھائی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ابراہیمؓ اپنی چادر لپیٹے ہوئے محمدؒ اور اپنے والد کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو محمدؒ نے ان سے کہا: آپ نے اس ناقہ کو کیسے پایا؟ آپ یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ اسے اپنی دسترس میں لاتے ہوئے کنٹرول کر سکتے تھا۔

اس پر ابراہیمؓ نے کہا: اس نے اپنی دم زمین پر پٹخی تو اس کی دم میرے ہاتھ میں ہی کٹ کر رہ گئی۔

محمدؒ نے کہا: جو شخص اس ناقہ کو یہاں لایا ہے اس نے کس قدر مشقت و محنت کی ہے۔

مطہر بن حارث سے منقول ہے کہ ہم لوگ ابراہیم بن عبداللہ کے ہمراہ مکہ سے بصرہ کے لیے روانہ ہوئے اور جب رات کا وقت ہوا تو ابراہیم ہم سے آگے نکل گئے لیکن اگلے دن ہم بھی ان کے پاس پہنچ گئے۔

ابو نعیم کہتا ہے کہ میں نے مطہر سے پوچھا: جب ابراہیم کوفہ سے گزرے تو کیا آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تھی؟

مطہر نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! وہ کوفہ میں داخل ہی نہیں ہوئے بلکہ وہ موصل

سے انبار اور انبار سے مدائن اور وہاں سے نیل اور پھر واسط پہنچے۔

بکر بن کثیر سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ، ابراہیم بن درست بن رباط الفقمی، یزید بن عمر ھبیرہ کے غلام ابومروان اور معاذ بن عون کے پاس چھپے رہے۔

فضل بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن علی سے منقول ہے کہ ابوجعفر (منصور) نے کہا: جب بصرہ کے سردار اور بزرگان ابراہیم کے گرد جمع ہوئے تو مجھ پر ابراہیم کا امر مشتبہ ہو گیا اور مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

نصر بن قدید سے مروی ہے کہ جب ابراہیم (بصرہ میں) ابوفروہ کے گھر میں مقیم تھے تو انھوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور سب سے پہلے نمیلہ بن مرہ اور پھر عفواللہ بن سفیان، عبدالواحد بن زیاد، عمر بن سلمہ الہجیمی اور عبداللہ بن یحییٰ بن الحسین بن منذر رقاشی نے آپ کی بیعت کی۔ اس کے بعد انھوں نے دیگر افراد کو ان کی بیعت کے لیے آمادہ کیا تو لوگوں نے ان کی بیعت پر لبیک کہا یہاں تک کہ ان کے رجسٹر میں ان جوانوں کی تعداد چار ہزار شمار کی گئی۔ جب آپ کی تحریک کی ہر طرف گونج سنائی دینے لگی تو آپ بصرہ سے واسط چلے گئے اور وہاں آپ نے بنوسلیم کے غلام کے پاس دار ابی مروان میں قیام کیا۔

عفواللہ بن سفیان سے منقول ہے کہ ایک دن ہم ابراہیم کے پاس گئے تو انھیں مضطرب اور پریشان دیکھا۔ جب پریشانی کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے ہمیں بتایا کہ میرے بھائی محمدؑ کا خط میرے پاس آیا ہے، جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ میں نے خروج کر لیا ہے اور اب مجھے بھی (ابراہیم کو) خروج کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ خبر سن کر میں غمگین ہو گیا ہوں۔

راوی کہتا ہے: یہ سن کر میں نے ان پر اس امر کو آسان ظاہر کرنے کی خاطر کہا کہ یہاں کافی لوگ آپ کی بیعت کر چکے ہیں جب کہ مضاء، طھوی اور مغیرہ میں بھی ایک گروہ آپ کے ساتھ ہے۔ اگر ہم رات کے وقت قیام کرتے ہوئے قید خانے کی طرف بڑھیں اور قید خانے کا دروازہ کھول دیں تو اگلے دن صبح تک آپ کے ہمراہ لوگوں کا جم غفیر ہوگا۔ یہ سن کر ابراہیم خوش ہو گئے۔

علی بن جعد سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ کوفہ والوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ

وہ سیاہ لباس ہی پہنا کرتے تھے یہاں تک کہ کوفہ کے سبزی فروش بھی اپنے لباس سیاہ رنگ میں رنگوا کر پہنتے۔

عباس بن سلم سے مروی ہے کہ جب ابوجعفر کو کوفہ کے کسی ایسے شخص کو کا پتا چلتا کہ وہ ابراہیمؑ کی طرف رغبت رکھتا ہے تو وہ میرے باپ سلم کو اسے حاضر کرنے کا حکم دیتا اور میرا باپ رات کی تاریکی چھا جانے تک انتظار کرتا تا کہ سب لوگ آرام کرنے سے سو جائیں تو پھر وہ رات کی تاریکی میں اس شخص کے گھر کے باہر سیڑھی لگا کر گھر میں داخل ہونے کا راستہ بناتا اور اسے قتل کر دینے کے بعد اس کی انگوٹھی غصب کر لیتا تھا۔

پھر ایک دن محمد بن سالم بن ابی العباس کے غلام جمیل نے عباس بن سلم سے کہا: اگر تم کو اپنے باپ کے ورثے سے صرف وہ انگوٹھیاں مل جاتیں جو اس نے کوفہ کے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے ہاتھوں سے اُتاری تھیں تو تم اس کے تمام بیٹوں سے زیادہ خوش حال ہوتے۔

عمر بن خالد سے مروی ہے کہ میں ابراہیمؑ کے پاس جانے کے لیے نکلا تو میرے پیچھے غلام دوامہ بھی نکل پڑا۔ جب میں دارابی مروان میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ابراہیمؑ اپنے ساتھیوں سمیت تلوار حمائل کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور ایک شخص ان کے پاس کھڑا ہے اور ان کے سامنے ان کی سواری بھی کھڑی ہے۔ یہ ان کے خروج سے ایک ماہ پہلے کی بات ہے۔

جس رات آپ نے خروج کیا، اس رات مغرب کے تھوڑی دیر بعد ہم نے اللہ اکبر کی آواز سنی، پھر اس کے بعد کئی نعرۂ تکبیر بلند ہوئے اور یہ خروج کرتے ہوئے مقبرہ بنو یشکر تک پہنچے، جب کہ اس مقبرہ میں بانس بیچے جاتے تھے۔ انھوں نے مقبرہ کے ہر طرف لکڑی کے بانس نصب کر کے ان میں آگ روشن کر دی تو مقبرہ میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ اس کے بعد ان کے وہ ساتھی آنے لگے جنھوں نے ان سے تعاون کا وعدہ کر رکھا تھا۔ جب بھی کوئی گروہ یہاں پر آتا تو وہ اللہ اکبر کی صدا بلند کرتا یہاں تک کہ ان کا ارادہ پایۂ تکمیل تک پہنچا تو رات کا ایک حصّہ گزرنے کے بعد یہ لوگ دارالامارہ (گورنر ہاؤس) کی طرف چل پڑے۔

نصر بن قدید سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے شبِ سوموار رمضان المبارک کے اوائل ایام، ۱۴۵ھ میں خروج کیا اور آپ مقبرہ بنو یشکر میں گئے۔ جب کہ آپ کے ہمراہ چودہ ہزار گھڑسوار

تھے۔ ان میں عبداللہ بن یحییٰ بن حصین الرقاشی بھی تھے جو ترکی گھوڑے پر سوار سیاہ عمامہ پہنے ہوئے ابراہیمؑ کے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ اوّل شب سے نصف شب تک اپنے مخبروں اور قبیلہ بنو تمیم میں سے جن لوگوں نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا تھا، اُن کا انتظار کیا، یہاں تک کہ وہ لوگ بھی پہنچ گئے۔

یونس بن نجدہ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ کے ساتھیوں نے میدانی علاقوں اور قصر کے نیچے آگ روشن کی اور وہاں لکڑیاں جلا کر روشنی کی۔

عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ ابوجعفر نے جابر بن توبہ کو ایک بہت بڑی جماعت کے ہمراہ روانہ کیا اور جب ابراہیمؑ نے دارالامارہ کا گھیراؤ کیا تو انھوں نے جابر اور اس کے ساتھیوں کی سات سو سواریوں کو دیکھا تو انھیں پکڑ لیا اور ان کو اپنے استعمال میں لے آئے۔

ابوعاصم النبیل سے مروی ہے کہ سفیان بن معاویہ اور اس کے ساتھی دارالامارہ سے نکل کر ابراہیم کے پاس آئے اور امان طلب کی تو آپ نے انھیں امان دیتے ہوئے چھوڑ دیا۔

عمر بن خالد لیثی سے منقول ہے کہ جب یہ لوگ دارالامارہ میں داخل ہوئے تو اس کے صحن کے شروع میں سیاہ بالوں والے قالین و پوشش تھے جنھیں ان لوگوں نے کاٹ کر اپنے قبضے میں لے لیا جبکہ ابراہیمؑ مسجد کی طرف چلے گئے۔

محمد بن مسعر سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ دارالامارہ میں داخل ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ دارالامارہ میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں پر ایک چٹائی کو دیکھا جو دارالامارہ کے صحن کے شروع میں بچھی ہوئی تھی کہ اتنے میں تیز ہوا چلی تو چٹائی اُڑی اور اُلٹی ہو کر ابراہیم کے پیٹ پر آگری۔ لوگوں نے اس سے بدشگون لیا تو اس پر ابراہیمؑ نے کہا: تم لوگ اس سے بدشگونی مت لو۔ اس کے بعد وہ الٹی چٹائی پر بیٹھ گئے جبکہ میں ان کے چہرے پر ناگواری و ناپسندیدگی کے آثار دیکھ رہا تھا۔

محمد بن ابی حرب سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ مسجد میں داخل ہو کر گفتگو کر رہے تھے تو ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: جعفر اور محمد اپنے چاہنے والوں کے درمیان آچکے ہیں۔ اس پر ابراہیم نے مضاء اور طھوی کو بلند آواز سے کہا: تم دونوں ان کے پاس جا کر ان سے کہو

کہ تمھیں تمھارا ماموں زاد کہہ رہا ہے کہ اگر تم دونوں ہمارے جوار و ہمسائیگی میں رہنا چاہو تو امن وسکون سے رہ سکتے ہو، ہم تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ تمھارے لیے یہاں پر کوئی خوف نہیں ہے اور تم کسی پر بھروسہ مت کرنا۔ اگر تم دونوں ہماری ہمسائیگی میں رہنا ناپسند کرتے ہو تو جہاں تمھارا دل چاہتا ہے وہاں چلے جاؤ لیکن ہمارے اور اپنے درمیان خون نہ بہانا اور تم دونوں ان سے لڑائی کرنے میں پہل نہ کرنا۔

عمر بن خالد کہتا ہے کہ جب وہ لوگ دار میہ ثقفیہ کے پاس پہنچے تو یہ بھی ان سے جا ملے اور مضاء اور طسوی نے ان سے گفتگو شروع کی تو پھر آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ اتنے میں حسین نے ایک تیر کمان میں رکھ کر ان کی طرف مارا تو مضاء نے اس پر حملہ کرتے ہوئے تلوار سے وار کیا اور اس کا ہاتھ بازو کے درمیان سے کٹ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر باقی لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

عبداللہ بن مغیرہ سے منقول ہے کہ میں دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں میرے قریب سے جعفر اور محمد گزرے جبکہ ان کے ہمراہ خچروں پر کچھ سوار بھی تھے جنھوں نے تیر اُٹھا رکھے تھے۔ پھر میں نے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو وہ واپس آرہے ہیں اور مضاء ان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے جبکہ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور وہ ان دونوں کو نیزہ چبھوتے ہوئے کہتا: اے کنیز زادو! جلدی سے آگے بڑھو۔ پھر جب وہ ہمارے پاس پہنچا تو کھڑا ہوگیا۔

سعید بن مشمر سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن محمد کو اپنا نسب یوں بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ایک قریشی (خاندانِ قریش سے منسوب) جوان ہوں۔ جب مضاء ان لوگوں کے سامنے آئے تو انھوں نے محمد سے کہا: کیا تم مجھ پر فخر ومباہات کر رہے ہو، خدا کی قسم! اگر تمھارے چچا عبداللہ بن علی کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں تمھیں اس کا جواب ضرور دیتا۔

عمر بن شبہ سے مروی ہے کہ جب مضاء چلتے ہوئے کھلی شاہراہ کے پاس پہنچے تو عمر بن سلمہ بھی چلتا ہوا اس مجمع سے مل گیا اور اس نے محمد کے سامنے ان لوگوں کو نیزے سے چبھونا شروع کر دیا اور پھر واپس مڑ گیا۔ اس پر مضاء نے اس سے کہا: ابو حفص! میرے خیال کے مطابق تم

نے اس سے پہلے کبھی کسی جنگ کا مشاہدہ نہیں کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ مضاء نے کہا: تم اس طرح کے کرتوت نہ کرو کیونکہ اگر ایسی حرکتوں سے تم کسی بزدل کو بھی لڑائی پر مجبور کر دو گے تو وہ بھی تم سے ضرور لڑے گا۔

غیاث السراج نے اپنے بھائی سے روایت نقل کی ہے کہ ابراہیمؑ کو بیت المال میں پڑے ہوئے دو لاکھ درہم ملے تو اس نے اس مال سے اپنی طاقت میں اضافہ کیا اور ہر شخص کے لیے پچاس پچاس درہم کا حصہ بیت المال سے مقرر کیا۔ اس پر لوگ کہتے تھے: ہمیں پچاس درہم اور جنت عطا کی گئی ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۵۲)

حکم بن بندویہ سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے مغیرہ بن الفزع (الفزر) کو اہواز کی طرف روانہ کیا جبکہ وہاں کا عامل (ابوجعفر منصور کی طرف سے) محمد بن الحسین تھا، ان دونوں کا آمنا سامنا مقام فروخ نہر پر ہوا جبکہ یہ مقام اہواز سے دو فرسخ (گیارہ کلومیٹر) کی دوری پر ہے۔

مغیرہ نے اس سے جنگ کرتے ہوئے اسے پسپا کر دیا۔ جب ابن الحسین اہواز میں داخل ہو گیا تو مغیرہ بھی ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک پہنچ گئے اور اس پر حملہ کر کے انھیں آگے دھکیل دیا یہاں تک کہ یہ لوگ صرافوں کے پاس آکر رُکے۔ پھر مغیرہ ان کو چھوڑ کر مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر گئے لیکن ابن الحسین کے ساتھیوں نے ان پر تیر برسائے تو آپ مسجد میں لیٹ گئے۔ اس کے بعد آپ دوبارہ ان کی طرف بڑھے اور مسجد کے دروازے کے پاس ابن الحسین سے جنگ کی اور پھر ابن الحسین ان سے پیٹھ پھیر کر واپس بھاگنے لگا تو مغیرہ بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ یہ وہاں واقع پل تک پہنچ گئے۔

حسین بن سلیم نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ابن الحسین شکست خوردہ ہو کر قنطرۃ الہندوان پہنچا اور وہاں جا کر رُکا تو اپنے بیٹے کو امیر مقرر کرنے کے بعد خود جنگ کے لیے میدان میں اترا اور قنطرہ کے پیچھے سے جنگ کی یہاں تک کہ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اپنے ساز وسامان کو آگے کر دیا اور یوں رات گزاری۔

راوی کہتا ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوایوب الموریانی جو ابن الحسین کے متعلق اچھی خواہشات نہیں رکھتا تھا، اس نے ابوجعفر منصور سے کہا: اے امیر! کیا آپ نے ابن الحسین کو

نہیں دیکھا کہ وہ ایک گروہ سے برسر پیکار ہوا اور ان سے اٹھارہ ضربیں کھائیں۔

اس پر منصور نے ابوایوب سے کہا: اگر تم ابن الحسین کی طرف نظر کرتے اور اس میں ان ضربوں کی کوئی علامت نہ دیکھتے تو تم کیا کرتے؟

ابوایوب نے کہا: اگر میں اس کی طرف نظر اُٹھانے کا ارادہ کرتا تو پہلے اسے اٹھارہ ضربیں لگاتا پھر اسے دیکھتا۔

ربیع الحاجب سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے بصرہ میں قیام کیا تو ابوجعفر منصور نے خازم بن خزیمہ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ اہواز روانہ کیا۔

محمد بن خالد بن علی بن سوید سے منقول ہے کہ ہم مغیرہ کے ہمراہ چند روز تک اہواز میں رہے تو ہمیں یہ خبر ملی کہ خازم بن خزیمہ ہماری طرف آ رہا ہے۔

یہ سن کر مغیرہ نے دجیل کے ساحل پر اپنے لشکر کو ٹھیرایا اور خریم بن عثمان کو اس ساحل پر واقع پُل کو توڑنے اور اس کے گرد موجود کشتیوں کو قبضے میں لینے کا حکم دے دیا۔ خریم نے اس کے اردگرد تمام کشتیوں کو پکڑ لیا یہاں تک کہ انھیں یہ یقین ہو گیا کہ اب یہاں پر کوئی کشتی باقی نہیں رہی۔

خازم، بنو ہجیم کے گاؤں قرقوب کی بلندی کی طرف بڑھا جو اہواز سے ایک فرسخ کے فاصلے پر تھا، وہاں اپنے ۱۲ ہزار گھڑسواروں کی لشکرگاہ بنائی جبکہ پیادہ ان کے علاوہ تھے۔

مغیرہ نے بھی اس کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے مقابلے میں اپنے پانچ سو گھڑسواروں کا لشکر آراستہ کیا اور پیادوں کو اپنے لشکر کے پیچھے رکھا اور اہواز میں عفو اللہ بن سفیان کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ خازم نے کشتیوں کو تلاش کیا لیکن اسے کشتیاں نہ ملیں تو ایک شخص نے اسے آ کر کہا: تم میرے ساتھ اپنے گھڑسواروں کو بھیجو تاکہ میں تمھارے لیے کشتیوں کا بندوبست کروں۔

پھر یہ شخص ان لوگوں کو لے کر جندیسابور کے قریب ایک گاؤں دور قطن میں پہنچا اور وہاں انھیں تھوڑی سی کشتیاں میسر آئیں تو یہ انھیں لے آئے۔ جب رات کی تاریکی چارسو پھیل گئی تو خازم کے ساتھیوں نے صبح تک اس دریا کو عبور کر لیا۔

جب صبح ہوئی تو مغیرہ نے ان لوگوں کو دجیل کے ساحل پر اپنے سامنے برابر میں پایا

جبکہ یہ اتوار کا دن تھا۔ راوی کہتا ہے: صبح کے وقت ہمارا ان لوگوں پر رُعب و دبدبہ تھا لیکن جب وہ ہماری صفوں کے بعد صف آراستہ ہوئے تو اب ہم پر ان کی (کثرت دیکھ کر) دھاک بیٹھ گئی۔ ان لوگوں نے اپنے لشکر کے دائیں اور بائیں طرف کو بھی آراستہ کیا۔ مغیرہ اور ان کے ساتھیوں نے بھی جنگ کی تیاری کر لی اور لشکر کے میمنہ پر عصب بن قاسم اور میسرہ پر ترجمان بن حریمہ کو سردار مقرر کیا جب کہ مغیرہ خود لشکر کے درمیان میں رہے۔ جب ہم صف بندی کر رہے تھے تو ایک عقاب نے زمین کے قریب ہو کر پرواز کی اور ہماری صفوں کو چیر کر رکھ دیا، جس سے مَیں نے بدشگونی لی۔

مذلق جس کا نام عمر بن ضحاک ہے، وہ بیان کرتا ہے: خازم نے دریا عبور کرنے کے لیے کوئی ذریعہ طلب کیا تو اسے کوئی وسیلہ و ذریعہ میسر نہ آیا۔ پھر اس نے لکڑی کا ایک بڑا سا بانس نما تخت لے کر اس سے تقریباً اپنے تین سو ساتھیوں کو دریا عبور کروایا۔ پھر خازم اور مغیرہ آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور خازم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابھی جنگ نہ کرو۔

جب مغیرہ کے ساتھی اس کی جانب بڑھے اور یہ لوگ بھی ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے تو مَیں نے دیکھا کہ خازم بلند آواز میں چلاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو جنگ سے روک رہا تھا۔

پھر دوسرے مرحلہ میں اس کے تقریباً پانچ سو مزید ساتھی دریا عبور کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچ گئے۔ راوی کہتا ہے: میں بھی دوسرے مرحلہ میں وہاں گیا۔ جب ہم سب اکٹھے ہو گئے تو ہم نے ایک ہزار کے لشکر سے مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر میں انھیں شکست دے دی۔

شبیب بن شبہ کہتا ہے کہ خازم بن خزیمہ نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم! مغیرہ بن فزع جیسا مرد کسی ماں نے نہیں جنا۔ جب ہماری فوج اس کی طرف مسلسل بڑھ رہی تھی تو مَیں اسے دیکھ رہا تھا جب کہ میرے اور اس کے درمیان دریا حائل تھا۔ وہ رفع حاجت کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کا گھوڑا موجود تھا جب کہ چند پست و کمتر لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میرے ساتھیوں سے لڑنے کے لیے بڑھا اور کچھ دیر بعد واپس چلا گیا۔ پھر میرے ساتھیوں کی طرف واپس مڑا اور لڑنے کے بعد واپس چلا گیا یہاں تک کہ

اس کی اور اس کے ساتھیوں کی سواریاں میری نظروں سے اوجھل ہو گئیں اور اب جو واپس لوٹے تو ان میں سے ایک ہزار کم ہو چکے تھے۔

محمد بن خالد سے مروی ہے کہ مغیرہ نے اپنے سواروں سے بلند آواز میں کہا کہ وہ حفاظتی ڈھال سے اپنی حفاظت کریں۔ پھر انھوں نے تیراندازوں کو آگے ہونے کا مشورہ دیا تو وہ ان پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ اس حملے میں خازم کے کافی ساتھی دریائے دجیل میں گر پڑے۔ پھر دونوں لشکروں کے درمیان خازم بن خزیمہ کا بھتیجی عہدویہ کرد خراسانی آیا اور اس نے اپنے مقابلے کے لیے بہادر طلب کیا تو مغیرہ اس کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ عہدویہ نے تیزی سے ان پر وار کیا لیکن مغیرہ نے اس کے وار کو اپنی ڈھال سے روکا اور پھر مغیرہ نے عہدویہ کی تلوار کو اپنی ڈھال سے بچ کر اس کے شانوں پر ایسا وار کیا جو اس کے پھیپھڑوں تک جا پہنچی۔ یہ منظر دیکھ کر خازم اپنی داڑھی نوچتے ہوئے اس پر آہ وزاری کرنے لگا۔

عفو اللہ بن سفیان کا بیٹا کہتا ہے: میں نے اپنے باپ سے سنا کہ اس دن میں نے اپنی تلوار نہیں چلائی لیکن خدا کی قسم! میں نے خازم کے پانچ سو سے زیادہ ساتھیوں کو دریا میں اپنے آپ کو گراتے ہوئے دیکھا۔

مذعور بن سنان سے مروی ہے کہ خازم نے جہاں پڑاؤ ڈال رکھا تھا اس کے ایک طرف واقع پہاڑ کے دامن میں اپنے کچھ افراد کو چھپا دیا تھا۔

یوسف بن معبد نے محمد بن خالد سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ خازم کے آنے تک اپنی جگہ پر ہی مقیم رہے۔ خازم نے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کو یہ حکم دے کر مغیرہ کے مقابلے پر بھیجا کہ جب وہ کسی جوان کو دور سے دیکھیں تو بلند آواز میں چیخ و پکار شروع کر دیں کہ خازم اہواز پہنچ گیا ہے تاکہ یہ سن کر مغیرہ پسپائی اختیار کرلے۔

انھوں نے اس کے حکم کے مطابق عمل کیا اور اس کے کچھ ساتھی کشتیوں میں بیٹھ کر دریا کے دوسری طرف پہنچے اور انھوں نے اپنی کشتیوں کے اوپر جھنڈے اور نیزے گاڑ دیے۔ اتنے میں مغیرہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سالم بن غالب تمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے مغیرہ سے کہا: خازم اہواز میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر پہاڑ کے دامن میں چھپے ہوئے خازم

کے ساتھیوں نے بھی اُونچی آواز میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ خادم اہواز میں داخل ہو گیا ہے۔

یہ سن کر مغیرہ پیچھے کی جانب مڑے کہ خازم کا ایک ساتھی ان پر حملہ آور ہوا تاکہ انھیں نیزہ مار سکے لیکن آپ گھوڑے سے ایک طرف ہو گئے اور اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ پھر یہ اپنا گھوڑا بھگا کر دوڑنے لگا تو مغیرہ نے اپنی تلوار کی نوک سے اس پر وار کیا۔ پھر ایک سیاہ قطرہ ٹپکنے کے بعد اس کا خون نکلنے لگا اور مغیرہ نے بلند آواز میں کہا: میں ابوالاسود (چیتا) ہوں۔ یہ شخص تھوڑی دیر بعد وہیں ڈھیر ہو گیا۔

مغیرہ اہواز میں داخل ہوئے تو منبر پر جا کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے انھیں اطمینان اور سکون کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ اتنے میں ایک شخص نے آپ سے کہا: باب ازاز کی گلی میں تیر انداز بھیڑ بکریوں پر تیر برسا رہے ہیں۔ یہ سن کر مغیرہ نے اپنے حبشی غلام کعبویہ کو چلاتے ہوئے کہا: جاؤ! اور ان کے شر سے انھیں بچاؤ۔ پھر وہ باہر نکلا اور انھیں اس بات سے روکا۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد مغیرہ نیچے اُتر آئے اور ہم مغیرہ کے قول کے مطابق بصرہ واپس لوٹ آئے جبکہ ابوجعفر منصور نے سالم بن غالب تمی کو رامہرمز کا گورنر بنا دیا۔

مسلم بن سلمہ سے منقول ہے کہ خازم نے اپنے سپاہیوں سے کہا: اگر تم زبردستی شہر میں داخل ہو گئے تو یہ تمھارے لیے تین دن تک مباح ہے، تم جو چاہو ان کے ساتھ سلوک کرو۔ پھر یہ لوگ زبردستی شہر میں داخل ہوئے تو خازم نے ان کے لیے سب کچھ مباح قرار دے دیا جبکہ یہ لوگ رات کے وقت داخل ہوئے تھے اور انھوں نے ایک رات اور دن میں خوب لوٹ مار کی، پھر خازم نے انھیں مزید لوٹ مار سے روک دیا۔

محمد بن خالد سے منقول ہے کہ مغیرہ اس دن شکست خوردہ حالت میں بصرہ میں داخل ہوئے جس دن ابراہیم شہید ہوئے تھے۔

عمر بن خزاز سے منقول ہے کہ جب مغیرہ اہواز سے بصرہ میں آئے تو اس وقت سوار مسجد میں سیاہ لباس میں بیٹھا تھا۔ جب مغیرہ منبر پر گئے تو سوار اُٹھ کر منبر کے قریب گیا اور مغیرہ پر چلاتے ہوئے کہا: منبر سے نیچے اُترو! تم ظالم و جابر ہو اور تمھارا سردار قتل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر

مغیرہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

فارس کا ایک شخص ابوالہیثم بیان کرتا ہے: ابراہیمؑ کی طرف سے ہمارے پاس ایک شخص جس کا نام عمرو بن شداد تھا، وہ عیسبزار کے لشکر کے ہمراہ آیا تو اس کی آمد سے فارس کا گورنر (ابوجعفر منصور کی طرف سے نامزد کردہ) وہاں سے فرار ہو گیا اور اس نے ان کے لیے شہر خالی چھوڑ دیا۔ عمرو بن شداد شہر میں داخل ہوئے اور فارس کے تمام بڑے بڑے سردار اور رؤسا ان کے گرد جمع ہو گئے۔

جب عمرو بن شداد کے پاس ابراہیمؑ کی موت کی خبر آئی تو اس وقت وہ فارس کے دُوردراز علاقے میں تھے۔ جب ان کے ہمراہ موجود فارس کے سرداروں کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اس خبر پر ان کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہوئے آپس میں کہا: ابوجعفر منصور کے دل میں ہمارے خلاف جو کدورت و کینہ ہے وہ سب اس کی وجہ سے ہے۔

پھر وہ لوگ عمرو کے پاس آئے جبکہ عمرو کو یہ علم ہو چکا تھا کہ فارس کے سردار میرے خلاف ہو چکے ہیں۔ اس وقت اس نے دسترخوان لگانے کو کہا اور بڑی مشقت سے کھانا تناول کیا، پھر اپنے دربان سے کہا کہ ان لوگوں کو میرے پاس آنے کی اجازت دے دو۔ یہ لوگ اندر گئے اور اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔

پھر اس نے کہا: اے غلام! اب کوچ کرو، تو اس کے ساتھی کوچ کرنے لگے لیکن انھیں یقین تھا کہ وہ ان کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ پھر وہ لوگ فارس کے قریب ترین علاقے کی طرف واپس جانے کے لیے اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے۔ اس وقت عمرو کے ہمراہ صرف ستر افراد تھے جب کہ اہلِ فارس کا ایک بہت بڑا لشکر عمرو کے تعاقب میں تھا۔ وہ یوں ہی چلتا رہا یہاں تک کہ رات کی تاریکی پھیل گئی۔ وہ کبھی اپنے ساتھیوں کے دائیں طرف ہو جاتے اور کبھی بائیں طرف ہو کر چلنے لگتے۔

پھر عمرو نے اپنے ساتھیوں کو رازدارانہ انداز میں اس مقام کے بارے میں بتایا کہ جہاں یہ سب لوگ اکٹھے ہوں گے۔ اس کے بعد یہ ایک ایک کر کے چپکے سے کھسکنے لگے جبکہ اہلِ فارس عمرو کے ہمراہ ساتھیوں کی کثرت کی وجہ سے ان کو نہیں پہچان پا رہے تھے۔ پھر یہ

اپنے ساتھیوں کے درمیان سے چپکے سے کھسک گئے اور فارس کا کوئی شخص انھیں پہچان نہ سکا۔

عمرو رات کی تاریکی میں چپکے سے وہاں سے نکل گئے جبکہ باقی لوگ بھی آگے بڑھتے رہے اور ان میں سے کوئی ان کے جانے کے متعلق نہیں جانتا تھا جبکہ عمرو اُوپر کی جانب چلتے رہے اور فارس کے لشکر نے انھیں بہت تلاش کیا لیکن وہ انھیں ڈھونڈنے میں ناکام رہے۔ یہ تیزی سے چلتے ہوئے کرمان پہنچے اور وہاں سے رات کے وقت سمندر کی طرف نکل گئے اور کشتیوں میں سوار ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے۔ پھر وہ اور ان کے ساتھی روپوش ہو گئے۔

محمد بن اسماعیل کا غلام خالد بیان کرتا ہے کہ جب عمرو بن شداد کو پکڑ کر ابن دعلج کے پاس لایا گیا تو میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ ابن دعلج نے ان کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ پھر آپ نے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو اسے بھی کاٹ دیا گیا جبکہ اس وقت کوئی بھی آپ کے قریب نہیں آرہا تھا اور نہ ہی کوئی آپ کو ہاتھ لگا رہا تھا۔ اس کے بعد آپ کو کہا گیا: اپنی گردن آگے بڑھاؤ، تو آپ نے اپنی گردن آگے بڑھا دی اور انھیں کند تلوار سے ضرب لگائی گئی لیکن اس نے کوئی اثر نہ دکھایا۔

اس پر عمرو نے کہا: تم لوگ تیز دھار تلوار مانگو۔ پھر ضرب لگانے والے شخص نے وار کیا تو تلوار پھسل گئی اور کاٹ نہ سکی۔

اس پر عمرو نے کہا: کیا اس سے زیادہ تیز دھار اور کاٹنے والی تلوار ہے؟ پھر ابن دعلج نے حمائل کی ہوئی تلوار سونت کر اس شخص کو دی تو اس نے اس تلوار سے وار کیا۔ ابن دعلج نے عمرو سے کہا: خدا کی قسم! تم سخت جان اور بہادر ہو۔

محمد بن معروف نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ عمرو بن شداد نے اپنے ایک خادم کو مارا تو اس نے ان کی مخبری کر کے ان کی جائے پناہ کے متعلق حکومتی کارندوں کو آگاہ کر دیا۔ ہیثم بن معاویہ یا ابن دعلج نے اس جگہ کے متعلق رہنمائی کی، پھر انھیں گرفتار کر کے لے جایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد انتہائی بدحالی میں اسحاق بن سلیمان کے گھر کی جگہ پر سولی پر چڑھا دیا گیا۔

عبدالغفار بن عمرو الفقیمی سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ، ہارون بن سعد سے ناراض تھے اور

اس سے کلام بھی نہیں کرتے تھے۔ ابراہیمؑ کے خروج کے بعد ہارون بن سعد، سلم سے آکر ملا اور اس سے کہا: اپنے صاحب کو میری اطلاع کرو اور پوچھو کہ کیا اس کو اس اہم کام میں میری ضرورت نہیں ہے؟

سلم نے ابراہیم سے کہا: آپ ہارون کے بارے میں ایسا نہ کریں اور اس معاملہ میں اس قدر اصرار کیا کہ آخر ابراہیمؑ کو اس کی بات ماننا ہی پڑی اور اسے اندر بلا لیا۔ ہارون نے کہا: آپ کا جو کام سب سے زیادہ مشکل اور اہم ہو، وہ میرے سپرد کر دیجیے تو ابراہیمؑ نے واسط اس کے سپرد کر دیا اور اسے اس کا عامل مقرر کر دیا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۵۲)

ہشام بن محمد سے منقول ہے کہ ابوجعفر (منصور) نے ہماری طرف ایک لشکر بھیجا جس میں ابن المرزبان اور صالح بن یزداد بھی تھے۔ یہ لوگ واسط کے لوگوں سے جنگ کر رہے تھے جبکہ ان کے اور بصرہ میں ابراہیمؑ کے درمیان ایک خندق تھی۔ یہ لوگ ابراہیمؑ کے قتل ہونے تک یوں ہی حالت جنگ میں رہے اور اس کے بعد ہارون بن سعد اور اہل واسط نے عامر سے دشمنی کو ترک کرتے ہوئے صلح کرلی۔ جب ابراہیم قتل ہو گئے تو عامر نے انھیں اس بات پر امان دی کہ واسط میں کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا لیکن انھیں جو بھی شخص شہر سے باہر ملے وہ اس سے پوچھ گچھ کرتے رہیں۔ اس کے بعد ہارون بن سعد بصرہ فرار ہو گئے اور وہ ابھی بصرہ تک نہ پہنچے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔

معاذ بن شبہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو انھوں نے محمد بن عطیہ کو بلوا بھیجا (یہ باہلہ موالی تھا اور ابوجعفر منصور نے فارس کے بعض اُمور اس کے سپرد کر رکھے تھے)۔ ابراہیم نے محمد بن عطیہ سے پوچھا: کیا تمھارے پاس کوئی مال ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ اس پر ابراہیمؑ نے کہا: اسے چھوڑ دو۔

پھر ابن عطیہ فارسی میں یہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا کہ یہ ابوجعفر (منصور) کے بندوں میں سے نہیں ہے۔

ابوسلمہ بن نجار جو ابراہیمؑ کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم بصرہ میں ابراہیمؑ کے پاس تھے کہ ان کے پاس کچھ زمیندار اور صاحب ثروت لوگ دیجرانیہ سے آئے اور ان سے کہا: اے فرزند رسولؐ! ہم لوگ عرب نہیں ہیں اور ہم پر کسی کی ولایت اور بیعت کا عہد و پیمان نہیں ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں کچھ مال کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ اسے قبول کر کے اسے اپنی مدد میں لے آئیں۔

ابراہیمؑ نے کہا: جس کے پاس بھی کوئی مال ہے وہ اس سے میرے بھائی کی مدد و معاونت کرے جبکہ میں اس مال کو نہیں لوں گا اور یاد رکھو! صرف علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر ہی نجات مقدر بنے گی ورنہ جہنم رسید ہو گے۔

محمد بن طلحہ عذری سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے میرے والد کے پاس پیغام بھجوایا اور ان سے پوشیدہ طور پر یہ کہا کہ اگر آپ کے پاس مال ہے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ میرے والد نے جواب میں یہ کہہ بھیجا کہ ہاں! میرے پاس مال موجود ہے۔ اگر آپ نے یہ مال مجھ سے لے لیا تو ابوجعفر (منصور) مجھ سے اس کا عوض لے گا لہٰذا میں آپ کو نہیں دے سکتا۔

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ابراہیم نے عبدالحمید بن لاحق کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمھارے پاس موریانیوں کی طرف سے کچھ مال آیا ہے؟

تو اس نے جواب دیا: میرے پاس ان کا کوئی مال نہیں ہے۔

اس پر ابراہیمؑ نے کہا: اگر مجھے پتا چل گیا کہ ان کا کوئی مال تمھارے پاس ہے تو میں تمھیں جھوٹا شمار کروں گا۔

عبدالحمید بن جعفر سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے ابوجعفر (منصور) کے سرداروں میں سے ایک سردار محمد بن یزید کو اسیر کیا تو اس کے پاس ایک بیش قیمت گھوڑا تھا جو اس کے سر کے برابر تھا۔ محمد بن یزید کہتا ہے: ابراہیم نے مجھے میرے گھوڑے کے متعلق پیغام بھجوایا تو میں نے کہا کہ فرزند رسولؐ! یہ گھوڑا اب آپ کا ہی ہے۔

انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کی کیا قیمت ہوگی؟

انھوں نے کہا: دو ہزار درہم۔

پھر انھوں نے مجھے پچیس سو درہم بھجوائے۔ اور جب انھوں نے وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا تو مجھے آزاد کر دیا۔

مسعود موریانی کا کاتب شیبہ کہتا ہے کہ زیدیہ کی ایک جماعت میرے پاس آئی اور انھوں نے مجھ سے کہا: تمھارے پاس جو ظلم سے چھپایا ہوا مال ہے وہ باہر نکالو۔ تو میں نے کہا: تم لوگ مجھے ابراہیمؑ کے پاس لے چلو تو وہ مجھے ان کے پاس لے گئے جبکہ میں نے ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے۔ انھوں نے مجھ سے قسم طلب کی تو میں نے قسم کھائی کہ میرے پاس ایسا کوئی مال نہیں ہے تو انھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں جب بھی ابراہیمؑ کے بارے میں دریافت کرتا تو ان کو دعا دیتا لیکن اس پر مسعود نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

بکر بن کثیر سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے حمید بن قاسم (ابوجعفر منصور کے عامل) کو پکڑا تو مغیرہ نے کہا: آپ اسے میرے حوالے کر دیجیے۔

ابراہیمؑ نے پوچھا: تم اس سے کیا کرو گے؟

مغیرہ نے کہا: میں اسے عذاب سے دوچار کروں گا۔

اس پر ابراہیمؑ نے کہا: مجھے ایسے مال کی کوئی ضرورت نہیں جو کسی کو عذاب و تکالیف سے دوچار کر کے لیا جائے۔

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن ابی الکرام الجعفری سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے بصرہ میں ایک نماز جنازہ پڑھائی تو اس میں چار تکبیریں کہیں۔ اس پر عیسیٰ بن زید نے ان سے پوچھا: آپ نے ایک تکبیر کم کیوں کر دی حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے اہل بیت پانچ تکبیریں کہتے ہیں؟

ابراہیمؑ نے جواب دیا: میں نے لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے جبکہ اس وقت ہم ان کے اجتماع کے ضرورت مند ہیں اور میں نے جو ایک تکبیر چھوڑی ہے اس میں ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس پر عیسیٰ، ابراہیمؑ سے جدا ہو گئے۔

جب ابوجعفر (منصور) کو یہ خبر ملی تو اس نے عیسیٰ کے پاس پیغام بھجوا کر یہ کہا کہ وہ زیدیہ کے باقی گروہ کو بھی ابراہیمؑ سے الگ کر دے لیکن عیسیٰ نے ایسا نہ کیا اور ابراہیمؑ کے

قتل ہونے تک جب ابوجعفر (منصور) کی اس خواہش کی تکمیل نہ ہوسکی اور ابراہیمؑ کے قتل کے بعد عیسیٰ روپوش ہوگئے۔ ابوجعفر (منصور) سے کہا گیا کہ کیا تم عیسیٰ کو تلاش نہیں کروگے؟ تو اس نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! میں محمدؑ اور ابراہیمؑ کے بعد کسی شخص کو تلاش کرنے کی سعی نہیں کروں گا۔ کیا میں ان کے بعد ان کی مزید یاد تازہ کردوں؟

ابوالفرج اصفہانی (مولف کتاب) کہتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق جعفری (درج بالا روایت کا راوی) کو یہ وہم ہوا ہے کہ عیسیٰ، ابراہیمؑ کو چھوڑ کر الگ ہوگئے تھے جبکہ عیسیٰ نے کبھی ابراہیمؑ کو نہیں چھوڑا اور ان سے الگ نہیں ہوئے تھے۔ عیسیٰ باخمریٰ کے مقام پر اس وقت موجود تھے، جب ابراہیم شہید ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد عیسیٰ چھپ گئے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ ہم عنقریب ان کے مقام پر ان کا تذکرہ کریں گے۔ ان شاء اللہ!

سفیان بن یزید مولیٰ باھلہ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

یا أهل البصرة! لقيتم الحسنٰى، آويتم الغريب لا أرض ولا سماء
فإن أملك فلكم الجزاء وإن أهلك فعلى الله الوفاء

"اے بصرہ والو! تم نے بہت ہی بہترین اچھائیوں اور نیکیوں کا سامنا کیا ہے تم نے ایک ایسے پردیسی کو پناہ دی ہے جس کا زمین و آسمان میں کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اگر مجھے حکومت و بادشاہت مل گئی تو میں تمھیں اس کا بہتر بدلہ دوں گا اور اگر اس دوران میری موت واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس عہد کو پورا کرے گا"۔

بنوہاشم کے غلام عمر بن عبداللہ نے ایک شخص سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ نے اپنے ایک خطاب میں بنوعباس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ نے جنھیں عظمت و بڑائی عطا کی ہے، انھوں نے انھیں حقیر و کم تر قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے جنھیں حقیر و کم تر قرار دیا ہے، انھوں نے انھیں عظیم و برتر قرار دیا۔ جب آپ نے منبر سے نیچے اترنے کا ارادہ کیا تو اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۱)

''اور اُس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور پھر وہاں ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا''۔

حجاج بن بصیر الفساطیطی سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے منبر پر بیٹھ کر کہا: اے لوگو! میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ لوگ اپنے حق میں جو خیر و بھلائی طلب کرتے ہیں وہ سارا خیر اللہ تعالیٰ نے ان تین باتوں میں رکھا ہے: ① گفتگو ② نظر ③ خاموشی۔

پس ہر وہ گفتگو جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہ ہو، وہ گفتگو فضول ہے۔ ہر وہ نظر جس میں عبرت نہ ہو، وہ نظر غفلت ہے۔ ہر وہ خاموشی جس میں غور و فکر نہ ہو وہ خاموشی بے کار ہے۔

خوش بخت ہے وہ انسان جس کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی یاد، جس کی نظر میں عبرت اور جس کی خاموشی میں غور و فکر ہو، اور طوبیٰ ہے اس شخص کے لیے جس کا دارومدار دلیل پر ہو اور وہ اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر گریہ کرتا ہو اور اس کے ظلم سے مسلمان محفوظ ہوں۔

راوی کہتا ہے: لوگ ان کے اس کلام پر ورطۂ حیرت میں پڑے ہوئے تھے گویا وہ جو چاہتے سو چاہتے۔

اس کے بعد ابراہیمؑ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا:

بارالہا! یقیناً تو آباء و اجداد کو اولاد کے ذریعے اور اولاد کو ان کے آباء و اجداد کے ذریعے یاد کرتا ہے۔ پس! تُو اپنی بارگاہ میں ہمیں (ہمارے جد) حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارک کے ذریعے یاد فرما۔ بارالہا! یقیناً تُو آبا و اجداد کی اولاد کے ذریعے اور اولاد کی آباء و اجداد کے ذریعے حفاظت فرماتا ہے، ہماری التجا ہے کہ تُو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذریت اور اولاد کی حفاظت فرما۔

آپ کے ان کلمات پر مسجد میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

صید بن ہیثمی نے موفق سے روایت نقل کی ہے کہ موفق بیان کرتا ہے: مجھے ابراہیمؑ بن عبداللہ نے خطوط دے کر روانہ کیا اور میں نے کوفہ پہنچ کر یہ خطوط وہاں مطلوبہ افراد تک

پہنچائے۔ پھر ان کے جوابات وصول کر کے انھیں اپنی جرابوں میں چھپا کر واپس آ رہا تھا کہ راستے میں بارہ مسلح افراد نے مجھے پکڑ لیا اور مَیں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے، حلال وحرام اور جو کچھ میری ملکیت میں صدقہ تھا، ان سب کی قسمیں کھا کر کہا کہ مَیں ابراہیمؑ کا شیعہ نہیں ہوں اور نہ ہی میری خواہشات ابراہیمؑ کے ساتھ ہیں اور مَیں اپنے دل میں کچھ بھی نہیں چھپا رہا ہوں بلکہ جو ظاہر کر رہا ہوں وہی حقیقت ہے۔

موفق کہتا ہے: میں تیسرے دن نمازِ فجر کے وقت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو مَیں رونے لگا، وہ تیزی سے دوڑ کر میرے پاس آئے جبکہ اس وقت ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، انھوں نے مجھ سے کہا: خاموش ہو جاؤ! اے ابوعبداللہ تمھیں کیا ہوا ہے، تمھیں کس چیز نے رُلایا ہے اور تم پر وہاں کیا گزری ہے؟

مَیں نے کہا: سب ٹھیک ہے۔

اس پر انھوں نے کہا: اگر سب کچھ ٹھیک ہے تو پھر تم کیوں رو رہے ہو؟

مَیں نے انھیں بتایا کہ یوں مسلح افراد نے مجھے پکڑ لیا اور فلاں فلاں قسمیں مَیں نے کھائی ہیں۔ انھوں نے کہا: کیا اس وجہ سے تم رو رہے ہو؟

مَیں نے جواب دیا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! اپنے خاندان، مال اور دیگر ملکیتی اشیاء کو تمام کر رکھو اور اگر کل تمھاری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو گی تو تم اللہ کی بارگاہ میں کہہ دینا کہ بے شک! ابراہیمؑ بن عبداللہؑ نے مجھے اس مقام پر اس عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں کے لیے تمھاری قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابومحمد الیزیدی سے منقول ہے کہ مَیں نے ایک دن دیکھا کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں تو انھوں نے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا تو حاضرین میں سے ایک مرد نے کہا کہ وہ ان دنوں علیل ہے اور سخت کٹھن وقت کی وجہ سے وہ مرجانا چاہتا ہے۔ اس کی اس بات پر باقی لوگ ہنسنے لگے تو ابراہیمؑ نے کہا: تم اس بات پر ہنس رہے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ (سورۂ کہف: آیت ۷۷)

"پھر ان دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی۔ پس اس نے اسے سیدھا کر دیا"۔

یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کی بھی اس دیوار کی طرح گرنے والی حالت ہو۔

آپ کا یہ جملہ سن کر ابوعمرو بن علاء[1] تیزی سے آپ کی طرف بڑھے اور آپ کے سر پر بوسہ دے کر کہا: خدا کی قسم! جب تک آپ جیسے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں ہم پر اللہ تعالیٰ کی بھلائیاں اور انعام و اکرام نازل ہوتے رہیں گے۔

محمد بن سلیمان سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؒ روپوش ہو گئے تو اس وقت وہ مفضل الضبی کے پاس آئے جبکہ یہ مفضل زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابراہیمؒ نے ان سے کہا: آپ اپنی کتابوں میں سے کچھ میرے پاس لائیں تاکہ میں انھیں دیکھوں کیونکہ جب سے میں نے خروج کیا ہے میں شدتِ رنج و غم سے دوچار ہوں۔ مفضل عرب کے اشعار میں کچھ شعراء کے پاس لائے تو ابراہیمؒ نے ان میں بعض قصائد کا انتخاب کرتے ہوئے انھیں الگ کتاب پر تحریر کیا۔

مفضل بیان کرتے ہیں: جب ابراہیمؒ قتل ہو گئے تو میں نے ان قصائد کو باہر نکالا تو انھیں اپنی طرف منسوب کیا۔ یہ قصائد جو "اختیار المفضل" کے نام سے معروف تھے، کل ستر قصیدے تھے اور میں نے ان میں مزید اضافہ کیا تو یہ کل ایک سو اٹھائیس قصائد ہو گئے۔

بشیر الرحال کا ابراہیم بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کرنا

عبداللہ بن محمد الحصی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ اس کا والد بیان کرتا ہے: جب ابراہیمؒ نے اپنا لشکر تیار کر لیا اور ہتھیاروں سے لیس لشکر کا نظارہ کرنے کے لیے باہر نکلا تو بشیر نے کہا: وہ ہتھیاروں سے مسلح ہیں اور انھیں اس لیے دور سے دیکھا جا رہا ہے، کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر لوہے کے ہتھیاروں سے لیس نہیں ہو سکتے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر میں اس سے خوفزدہ ہو گیا اور لوگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔

محمد بن موسیٰ الاسواری سے مروی ہے کہ ابراہیمؒ کے ہمراہ خروج کے متعلق بشیر کے

---

[1] معارف: ص ۲۳۵ پر ہے کہ ابوعمرو کی ۱۴۵ھ میں وفات ہوئی تھی۔

حوالے سے پہلی روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ بصرہ میں اشیاء کے بھاؤ بڑھ گئے تو لوگ ہر ہموار و پتھریلی زمین سے نکل کر ان کے ہمراہ صحرا کی طرف دُعا کرنے کے لیے گئے جبکہ قصہ گو حضرات کھڑے ہو کر ان کے درمیان گفتگو بیان کرتے اور پھر دُعا کرتے۔ اتنے میں بشیر آگے بڑھے اور کہا:

لوگوں کے چہرے قبیح ہو گئے ہیں جبکہ اس بات کا تین دفعہ تکرار کیا۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی، اس کی حرمتوں کو پامال کیا گیا، بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور حاصل ہونے والے منافع پر خود کو دوسروں پر ترجیح دی گئی جس میں سے جب دو شخص جمع ہوتے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے: کیا ہم اس میں ردّ و بدل کر سکتے ہیں؟ ہمارے ساتھ آؤ تا کہ ہم خدا سے اس مصیبت کو دُور کرنے کی دُعا کریں۔ پھر یہاں تک کہ جب دینار میں بھاؤ اور قیمتوں میں ہوشربا اضافہ ہو گیا تو تم گہری وادیوں سے بھی نکل کر ان علاقوں میں آگئے اور تم خدا سے چیخ چیخ کر یہ فریاد کر رہے ہو کہ وہ اس مہنگائی میں کمی کر دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان بھاؤ میں کمی نہیں کرے گا جب تک تم خود تبدیلی نہیں لاؤ گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک دن بشیر الرحّال کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی جبکہ وہ ایک بزرگ تھے اور ان کا بڑا سر اور بڑی داڑھی تھی۔ انھوں نے اپنے شانوں کے درمیان اپنے سر کو جھکا رکھا تھا اور وہ یوں ہی کافی دیر تک خاموش رہے اور پھر اپنا سر اُٹھا کر کہا: اے منبر! تجھ پر اور جو لوگ تیرے اردگرد ہیں ان پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی انجام نہ پاتی۔ میں خدا کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ بچے جو میرے اردگرد ہیں، میری اطاعت و فرمانبرداری کریں تو میں ہر شخص کو حق پر قائل کرتے ہوئے اس کا حق اسے ادا کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو اس ہدف و مقصد کی خاطر جدوجہد کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان چہروں سے نجات دے دے جو اسلام کے چہرے کو مسخ کرتے ہوئے قبیح کام کر رہے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! ان کی یہ باتیں سن کر ہمیں یہ ڈر لگنے لگا کہ یہ ہمیں اس وقت تک یہاں سے منتشر نہیں ہونے دیں گے جب تک ہماری گردنوں میں رسیاں نہ ڈال دی گئیں۔

محمد بن موسیٰ الاسواری سے منقول ہے کہ ایک سوالی نے بشیر کے پاس آکر ان کے آگے دستِ سوال بلند کیا تو آپ نے اس سے کہا: یہاں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس کے پاس تمھارا کوئی حق ہے، اگر تم ان لوگوں کے خلاف میری مدد کرو گے تو میں تمھیں تمھارا وہ حق دلوا دوں گا اور تم اس سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

یہ سن کر اس سائل نے کہا: میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ پھر وہ جامع مسجد میں عوام میں آکر کہنے لگا: اے لوگو! یہ بزرگ گمان کر رہے ہیں کہ ایک شخص کے پاس میرا کوئی حق ہے، لہٰذا اگر تم لوگ ان کی مدد کرو اور ان کا ساتھ دو تو یہ اس شخص سے میرا حق مجھے دلوا دیں گے۔ میں تمھیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ لوگ ان کا ساتھ دیں۔

یہ سن کر ان لوگوں نے اس سائل سے کہا: یہ بوڑھا بے کار بات کر رہا ہے۔

راوی کہتا ہے: بشیر الرحال، ابوجعفر (منصور) کو اکثر (اس کی عدم موجودگی میں اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے) کہتے:

اے وہ شخص! جو کل تک یہ کہتا تھا کہ اگر ہمیں حکومت مل گئی تو ہم عدل و انصاف کریں گے۔ یقیناً تمھیں حکومت تو مل گئی لیکن تم نے کون سے عدل کا اظہار کیا ہے، اور تم نے کس ظلم کو دُور کیا ہے اور تم نے کس مظلوم کو انصاف دیا ہے؟ ہائے افسوس! آج کی رات کس قدر گذشتہ رات سے مشابہت رکھتی ہے۔ بے شک! میرے سینے میں جو حرارت اور آگ روشن ہے اسے صرف عدل کی ٹھنڈک یا نیزے کی گرمی ہی بجھا سکتی ہے۔

(بشیر الرحال محمد بن سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے۔ پھر وہ رونے لگے اور اس قدر گریہ کیا کہ قریب تھا، آپ منبر سے نیچے گر پڑتے۔ عابد و زاہد لوگ انھیں بہت پسند کرتے تھے اور انھوں نے بشیر رحال سے کہا: یہ سلطنت و حکومت سرکش ہوتی ہے اور پھر آپ نے اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہوئے ان کو بھی رُلا دیا اور خود بھی رو پڑے)۔

ابراہیمؒ بن عبداللہ کو اپنے بھائی محمدؒ (نفس زکیہ) بن عبداللہ کی شہادت کی خبر موصول ہونا، باخمری کی طرف قیام کرنا، ابوجعفر منصور کا اپنے سرداروں کو روانہ کرنا اور آپ کی شہادت

مسعود بن حارث سے منقول ہے کہ ہم عید الفطر کے دن ابراہیمؒ کے ہمراہ تھے اور ہم ان کے منبر کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے جبکہ عبدالواحد بن زیاد بھی ہمارے ہمراہ تھا تو ہم نے ابراہیم کو درج ذیل اشعار بیان کرتے ہوئے سنا:

أبا المنازل یاخیر الفواس من	یفجع بمثلك فی الدنیا فقد فجعا
الله یعلم أنّی لو خشیتهم	وأوجس القلب من خوف لهم فزعا
لم یقتلوه ولم أسلم أخی لهم	حتّی نموت جمیعًا أو نعیش معا

"اے مختلف جگہوں پر قیام کرنے والے! اے بہترین شہسوار! اس دنیا میں تم جیسوں کو کون پریشان اور مصائب سے دوچار کرسکتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اگر میں نے انھیں ڈرایا تو دل خوف کے مارے سہم جائے گا اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ انھوں نے اسے قتل نہیں کیا اور میں اپنے بھائی کو ان کے حوالے نہیں کروں گا یہاں تک کہ ہم سب موت سے ہمکنار ہو جائیں یا ہم سب مل کر زندہ رہیں"۔

اس کے بعد ابراہیمؒ نے گریہ کیا اور کہا:

اے خدا! تو جانتا ہے کہ محمدؒ نے ان لوگوں پر تیرے غضب کی بنا پر ان سیاہ کاروں کو دور کرنے کے لیے اور تیرے حق کو پورا کرنے کے لیے خروج کیا تھا، لہٰذا تو اس پر رحم فرما اور اسے بخش دے اور اس کے لیے آخرت کو دنیا سے پلٹنے پر بہترین ٹھکانا قرار دے۔ اس کے

بعد رنج وغم کی وجہ سے آپ بمشکل تھوک نگل رہے تھے اور کلام آپ کے منہ میں ہی رُک رہا تھا۔ کچھ دیر تک آپ اسی کیفیت میں رہے، اس کے بعد آپ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے گریہ کرنے لگے اور لوگ بھی رونے لگے۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں اس وقت عبدالواحد بن زیاد کو دیکھ رہا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے کلام کی وجہ سے سر سے پاؤں تک لرز رہا تھا۔ پھر ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

عبداللہ بن شیبان سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ نے کہا کہ محمدؑ کی شہادت کے بعد مجھ پر کوئی دن ایسا نہ گزرا کہ جس دن اس سے محبت کی بنا پر مجھے اس سے ملحق ہونے کا اشتیاق و رغبت نہ ہوئی ہو۔

نصر بن حماد وغیرہ سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو انھوں نے ماجور کے مقام پر اپنے لشکر کو جمع کیا اور کوفہ میں ابوجعفر منصور کے قصر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس سے جنگ کا ارادہ کیا۔

آلِ خلیفہ بن قیس کے عبدالواحد سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ کے لشکر کے میسرہ کا سردار برد بن لبید الیشکری تھا۔

ابراہیم بن سلام نے اپنے بھائی سے اور اس کے بھائی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ابراہیمؑ کے لشکر کے میمنہ کے سردار عیسیٰ بن زید تھے۔

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں: یہ درج بالا روایت جعفری (ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن ابی الکرام الجعفری) کی اس روایت کو باطل قرار دیتی ہے جس میں یہ مذکور تھا کہ عیسیٰ نے ابراہیمؑ کو چھوڑ کر ان سے جدائی اختیار کرلی تھی، لیکن میرے نزدیک یہی نظریہ درست ہے کہ انھوں نے آخر وقت تک ابراہیمؑ کا ساتھ دیا تھا۔

محمد بن موسیٰ الاسواری سے منقول ہے کہ ابوجعفر (منصور) نے عیسیٰ کو خط تحریر کیا جو اس وقت مدینہ میں تھا۔ اس خط میں یہ تحریر کیا: جیسے ہی تم میرا یہ خط پڑھو وہاں کے تمام کام چھوڑ کر فوراً میرے پاس آجاؤ۔ پھر عیسیٰ بن موسیٰ کچھ دنوں کے بعد ابوجعفر (منصور) کے پاس

پہنچ گیا تو اس نے اسی کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ پھر سَلم بن قتیبہ (1) کو بلا کر جعفر بن سلیمان کے پاس بھیج دیا اور جعفر کو بھی عیسیٰ کے ساتھ روانہ کیا جبکہ جعفر، عیسیٰ کے ماتحت عام لوگوں میں اپنی شمولیت کو ناپسند کر رہا تھا۔

ہاشم بن قاسم سے منقول ہے کہ مضاء نے عیسیٰ بن موسیٰ پر رات کے وقت شب خون مارنا چاہا تو بشیر نے اسے منع کر دیا۔

سعید بن ستیم نے اپنے چچا سے روایت نقل کی ہے کہ عبدالواحد بن زیاد نے ابراہیمؒ کو عیسیٰ کے لشکر پر شب خون مارنے کا مشورہ دیا تو زیدیہ نے کہا: یوں شب خون مارنا چوروں کا کام ہے۔

اس پر عبدالواحد نے کہا: پھر بصرہ لوٹ چلو تا کہ ہم وہاں رہ کر عیسیٰ سے لڑائی کریں اور اگر ہمیں پسپائی ہوئی تو ہماری مزید مدد کے لیے افراد موجود ہوں گے جو ہماری امداد کو پہنچ جائیں گے۔

یہ سن کر زیدیہ نے کہا: کیا تم اپنے دشمن سے پیچھے ہٹنا چاہتے ہو جبکہ تم نے انھیں دیکھ لیا ہے؟ تو عبدالواحد نے کہا: یا پھر اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھود لو۔

اس پر زیدیہ نے کہا: کیا تم ایسا کر کے اپنے اور اپنے خدا کے درمیان ڈھال بنانا چاہتے ہو؟

یہ سن کر عبدالواحد بن زیاد بول اُٹھا: اگر آپ ان اُمور میں سے کسی پر رضامند نہیں ہیں تو پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنا نقطۂ نظر بیان کریں۔

سلم سے منقول ہے کہ اس نے ابراہیمؒ سے کہا: آپ اپنے لشکر کو مختلف دستوں اور صفوں کی صورت میں تشکیل دیں تا کہ اگر ایک دستہ پسپا ہو تو اس کی جگہ دوسرا دستہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے۔

یہ سن کر ان لوگوں (لشکریوں) نے کہا: نہیں! صرف ایک ہی صف بنائی جائے گی

---

(1) تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۵۴ پر مذکور ہے کہ ابوجعفر منصور نے سلم بن قتیبہ کو خط تحریر کیا تو وہ رَے سے اس کے پاس آ گیا۔

جیسا کہ ارشادِ پروردگار ہوتا ہے:

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (سورۂ صف: آیت ۴)

"گویا وہ سب لوگ سیسہ پلائی ہوئی دیوار (کی طرح مضبوط) ہیں"۔

ابراہیم بن محمد الجعفری نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ جب دونوں لشکر صف آراستہ ہوئے تو ایک لمبا نیلگوں مرد باہر نکلا۔ مَیں اس وقت عیسیٰ کے لشکر سے نکلتا ہوا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے باہر آکر کہا: اے ابراہیمؑ کے ساتھیو! خدا کی قسم! مَیں نے ہی محمدؑ کو قتل کیا تھا۔ یہ سن کر ابراہیمؑ کے لشکر سے چار افراد عقاب کی طرح نکلے اور انھوں نے اپنی تلواروں کو باہر نکال کر چمکایا، خدا کی قسم! ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کا سر کاٹ کر واپس آگئے۔ خدا کی قسم! عیسیٰ کے ساتھیوں میں سے کسی نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔

مسعود الرحال کوفی سے مروی ہے کہ مَیں باخمریٰ میں موجود تھا اور مَیں یہ دیکھ رہا تھا کہ ابراہیمؑ اپنے خیمہ میں موجود ہیں اور ان کے ساتھ سونے کا پانی چڑھا پرچم گڑا ہوا ہے۔ پھر مَیں نے یہ سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں: ابوحمزہ کہاں ہے؟ اتنے میں ایک چھوٹے سے قد کا بوڑھا جو گھوڑے پر سوار تھا وہ آگے بڑھا۔ جب وہ قریب ہوا تو مَیں نے اس کا چہرہ پہچان لیا کہ یہ وہی بوڑھا ہے جو کوفہ میں ابن مسعود کے گھر کے دروازے کے سامنے ٹوپیوں کا کاروبار کرتا ہے۔ ابراہیمؑ نے اس سے کہا: یہ پرچم تھام لو اور لشکر کے بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ اور اپنی جگہ سے مت ہٹنا۔

وہ پرچم پکڑ کر لشکر کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور ابراہیمؑ قتل ہو گئے تو ابراہیمؑ کے تمام ساتھی پسپا ہو گئے لیکن یہ بوڑھا اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔ جب اس سے کہا گیا: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ تمہارا سردار قتل ہو گیا ہے اور لوگ میدان سے فرار ہو چکے ہیں؟ اس نے جواب دیا: ابراہیمؑ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ تم نے اس جگہ سے نہیں ہٹنا ہے۔ پھر وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں تو وہ پیادہ لڑتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا۔

شراحیل بن وضاح بیان کرتا ہے: مَیں باخمریٰ میں عیسیٰ کے ہمراہ موجود تھا کہ جب

ہمیں شکست فاش ہوئی یہاں تک کہ عیسیٰ یہ کہہ رہا تھا: کیا یہی وہ مقام اور راستہ ہے؟ تو میں نے اپنے دل میں کہا: اے اللہ! اسے اپنی منزل تک پہنچا۔ پھر ہم دونوں ایک چھوٹی سی نہر پر پہنچے اور خدا کی قسم! میں نے اسے راستے میں تنہا نہ چھوڑا یہاں تک کہ ہم دونوں نے مل کر اس نہر کو عبور کیا۔

سلیم بن فرقد وغیرہ سے مروی ہے کہ جب دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا تو عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو بری طرح شکست ہوئی یہاں تک کہ جب اس کے لشکر کا پہلا دستہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے ابوجعفر (منصور) سے کہا کہ کوفہ کے تمام دروازوں پر اُونٹ اور دیگر سواری کے جانور تیار رکھو تاکہ ان پر سوار ہو کر وہ فرار ہو سکے۔

سَلم بن فرقد سے منقول ہے کہ عیسیٰ کے لشکر کے فرار ہونے کے بعد ابراہیمؑ کے ساتھیوں نے ان کا تعاقب کیا، جب کہ محمد بن ابی العباس لشکرگاہ کے ایک طرف تھا۔ جب اس نے ابراہیمؑ کے ساتھیوں کو اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو اپنے جھنڈے لپیٹ کر پسپائی اختیار کی اور یہ پسپا ہو کر سیلاب کو روکنے والے بند کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جبکہ یہاں پر ایک موڑ تھا۔

ابراہیمؑ کے ساتھی وہاں سے محمد بن ابی العباس کو دیکھ رہے تھے اور محمد بن ابی العباس اور اس کے لشکری بند کے دونوں طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور یہ ان سے کافی دُور تھے۔ ابراہیمؑ کے ساتھیوں پر یہ واضح ہو رہا تھا کہ وہ لوگ ان سے پیچھے ہیں اور یہ ان کی فوج سے چھپ کر اس تاک میں تھا کہ چھپ کر ان پر حملہ کرے کہ ابراہیمؑ کے ساتھی انھیں دیکھ کر چیخنے لگے: کمین گاہ! کمین گاہ! اور پھر ابراہیمؑ کے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے۔

اتنے میں دشمن کی طرف سے ایک تیر آ کر ابراہیمؑ کو لگا اور وہ زمین پر گر گئے تو بشیر الرحال نے آگے بڑھ کر انھیں اپنے سینے سے لگایا یہاں تک کہ ابراہیمؑ کا سر بشیر کی آغوش میں ہی تھا کہ ابراہیمؑ کی روح پرواز کر گئی۔ بشیر الرحال کو بھی اسی حالت میں قتل کر دیا گیا کہ ابراہیمؑ کا سر ان کی آغوش میں تھا اور یہ اس آیت مجیدہ کی تلاوت کر رہے تھے:

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

حفص بن حکیم سے مروی ہے کہ ابوجعفر (منصور)، ابراہیمؑ سے خوف زدہ تھا یہاں تک

کہ وہ کہنے لگا: اے ربیع! تجھ پر افسوس ہے، ہمارے بچے تو اس منصب خلافت تک نہیں پہنچ تو کہاں گئی بچوں کی حکومت و خلافت؟

ہشام بن محمد سے ایک شخص نے سنا کہ ابراہیمؑ کے ہمراہ چار سو افراد نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور ان کی ہمراہی میں لڑتے رہے یہاں تک کہ جب ابراہیمؑ شہید ہو گئے تو وہ کہنے لگے: ہم آپ کو حاکم و بادشاہ بنانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب شہادت پر فائز کیا۔ پھر یہ لوگ بھی جنگ کرتے ہوئے آپ کے ساتھ شہید ہو گئے۔

عبدالحمید ابوجعفر سے منقول ہے کہ میں نے ابوصلابہ سے پوچھا: ابراہیمؑ کیسے قتل ہوئے تھے تو اس نے بتایا: میں محمد بن یزید کی سواری پر کھڑا ہو کر عیسیٰ کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ شکست خوردہ حالت میں واپس بھاگ رہے تھے جبکہ عیسیٰ اس صورتِ حال میں اپنے قنطری پرچم کے ہمراہ واپس آیا اور اس کے ساتھی پھر جنگ میں مشغول ہو گئے جبکہ اس وقت ابراہیمؑ نے جالی دار بنی ہوئی قباء زیب تن کر رکھی تھی۔ جب انھیں سخت گرمی محسوس ہوئی تو انھوں نے اپنی قباء کے بٹن کھول دیے اور قباء آپ کے سینے کے بالائی حصّے سے ہٹ گئی۔ اتنے میں ایک تیر آیا جو آپ کے سینے کے اُوپر والے حصّے پر لگا اور میں نے دیکھا کہ انھوں نے اپنے گھوڑے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور اپنے لشکر والوں کی طرف لوٹ گئے۔ پھر زیدیوں نے آپ کو گھیر لیا۔

ابن ابی الکرام الجعفری کہتا ہے: میں نے اشجع مولیٰ عیسیٰ بن موسیٰ کو دیکھا کہ وہ عیسیٰ کے پاس آیا اور اس سے کہا: مجھے تیری زندگی کی قسم! ابراہیمؑ کا سر میرے توبرا میں موجود ہے۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا: جاؤ اور جا کر دیکھو کہ اگر یہ اس کا ہی سر ہوا تو میرے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھا کر کہو کہ اس وقت تک یہ خبر کسی کو نہیں بتاؤ گے جب تک میں تمھاری تصدیق نہ کردوں اور اگر یہ اس کا سر نہ ہوا تو تم خاموش رہنا۔

ابن ابی الکرام کہتا ہے: میں نے اشجع کے پاس آ کر کہا کہ مجھے وہ سر دکھاؤ تو اس نے اپنا سر نکالا جبکہ اس کے رخسار پھڑ پھڑا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا: تم پر ویل ہو! یہ بتاؤ کہ تم اس تک کیسے پہنچے تھے؟

اس نے بتایا: ایک تیر آکر اسے لگا اور یہ وہیں پر گر گئے تو ان کے ساتھی اس کے اردگرد اس پر جھک کر ان کے ہاتھ، پاؤں کے بوسے لینے لگے اس لیے مجھے پتا چل گیا کہ یہ ابراہیمؒ ہے اور مجھے اس کی جگہ کا علم ہو گیا۔ پھر اس کے ساتھی جنگ میں مشغول ہو گئے اور اسے تنہا چھوڑ دیا۔ جب وہ سب مارے گئے تو میں اس کے پاس آیا اور اس کا سر کاٹ لیا۔ پھر عیسیٰ کے پاس آکر اسے ابراہیمؒ کے قتل کی خبر دی تو اس نے امان کی صدا بلند کی۔

علی بن سلم سے مروی ہے کہ جس دن ہم پسپا ہو کر عیسیٰ بن زید کے پاس گئے تو وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر کہا: اس کے بعد مزید انتظار نہ کرو۔ پھر وہ چل پڑے اور ہم بھی ان کے ہمراہ ان کے قصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ہم نے اس قصر میں قیام کیا تو ہم نے اس رات عیسیٰ بن موسیٰ پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا اور جب آدھی رات ہو گئی تو ہم نے عیسیٰ کو غائب پایا اور ہمارا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

اسماعیل بن ملکیہ سے مروی ہے کہ ابراہیمؒ نے رمضان المبارک ۱۴۵ھ میں خروج کیا اور ذی الحجہ کے مہینہ میں شہید ہوئے اور ان کا نعرہ "احد، احد" تھا۔

ابونعیم سے مروی ہے کہ ابراہیمؒ بروز پیر جب دن چڑھ چکا تھا، ۲۵ ذی القعدہ، ۱۴۵ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کا سر بروز منگل ابوجعفر (منصور) کے پاس آیا تھا کیونکہ ابوجعفر جس جگہ پر مقیم تھا اور جہاں پر ابراہیمؒ شہید ہوئے تھے، ان کے درمیان اٹھارہ میل کا فاصلہ تھا۔ بروز منگل صبح کے وقت ابوجعفر نے آپ کے سر کو بازار میں لٹکا دینے کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے: میں نے آپ کے سر کو بازار میں لٹکا ہوا دیکھا جبکہ اس وقت آپ نے مہندی کا خضاب کر رکھا تھا۔

عبدالحمید ابوجعفر سے منقول ہے کہ ابراہیمؒ کی شہادت کے بعد ان کے سر کو لوگوں میں تشہیر کے لیے باہر نکالا گیا۔ میں جب اپنے گھر سے باہر نکلا تو ایک منادی ندا دے رہا تھا کہ یہ فاسق ابن فاسق کا سر ہے (نعوذ باللہ)۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو یہ ابراہیمؒ کا سر تھا اور آپ کا سر سفید رومال میں لپیٹ کر ایک ٹوکری میں رکھا ہوا تھا جبکہ یہ رومال مشک و عنبر کی خوشبو سے معطر تھا۔ پھر میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو ان کے رخسار لمبے چوڑے تھے اور آپ کی تھوڑی سی داڑھی تھی۔ آپ کی ناک اُونچی اور تنگ نتھنوں والی تھی۔ آپ کی

پیشانی اور ناک پر سجدوں کے نشان واضح تھے اور ابن ابی الکرام آپ کے سر کو لے کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) سے منقول ہے: جب ابراہیمؒ بن عبداللہؒ بن حسنؑ باخمریٰ میں شہید ہو گئے تو ہم مدینہ سے نکل پڑے اور وہاں مزید قیام نہ کیا یہاں تک کہ ہم کوفہ آ گئے اور کوفہ میں ایک ماہ تک ٹھہرے رہے کیوں کہ ہمیں یہاں شہادت کے حصول کی توقع تھی۔ پھر ایک دن ربیع الحاجب ہمارے پاس آیا اور ہم سے پوچھا: اولادِ علیؑ کہاں ہے؟ تم میں سے کوئی دو صاحبانِ عقل و خرد افراد امیر (ابوجعفر منصور دوانیقی) کے پاس جائیں۔ تو میں اور حسن بن زید اس کے پاس گئے۔ جب میں ابوجعفر (منصور) کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا: کیا تم کو غیب کا علم ہے؟

میں (امام جعفر صادق علیہ السلام) نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو (مستقل طور پر) غیب کا علم نہیں ہے۔ ابوجعفر (منصور) نے کہا: کیا تمھارے پاس خراج آتا ہے؟

میں نے جواب دیا: کیا تمھارے پاس خراج کا مال آتا ہے؟

ابوجعفر (منصور) نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

اس نے کہا: میں تمھاری خوشحالی کو تباہ اور تمھارے دلوں کو خوف کی کیفیت سے دوچار کرنے، تمھارے کھجوروں کے باغات کو کاٹ دینے اور تمھیں کسی دُور دراز پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑ دینے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ اہلِ حجاز و عراق میں سے کوئی شخص تمھارے قریب نہ آنے پائے کیونکہ حجاز اور عراق کے لوگ آپؑ کے لیے فتنہ و فساد اور نقصان کا باعث ہیں۔

یہ سن کر میں نے ابوجعفر (منصور) سے کہا: بے شک! حضرت سلیمانؑ (نبیؑ) کو نعمتیں عطا کی گئیں تو انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت ایوبؑ کو آزمایا گیا تو انھوں نے اس امتحان پر صبر کیا۔ حضرت یوسفؑ پر ظلم کیا گیا تو انھوں نے ان ظالموں کو بخش دیا جبکہ تم بھی ان نبیوں کی نسل میں سے ہو۔

یہ سن کر ابوجعفر (منصور) مسکرایا اور کہا: دوبارہ اس حوالے سے مزید کلام کرو تو میں نے

کہا: تمھاری مثال قوم کے رہنما جیسی ہونی چاہیے۔ یہ سن کر اس نے کہا: میں نے تم سے عفو و درگزر کی اور بصرہ کے لوگوں کا مال تمھیں بخش دیا۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا: آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپؑ نے اپنے آباء و اجداد کے ذریعے رسولؐ خدا سے نقل کی ہو؟

میں نے کہا: مجھے میرے بابا نے بتایا اور میرے بابا نے اپنے آباؑ و اجداد سے سنتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

صلة الرحم تعمر الديار، وتطيل الاعمار، وان كانوا كفّارًا

"صلہ رحمی کرنے سے گھر آباد ہوتے ہیں اور عمریں لمبی ہوتی ہیں اگرچہ وہ صلہ رحمی کرنے والے کافر ہی کیوں نہ ہوں"۔

اس پر ابوجعفر (منصور) نے کہا: یہ حدیث نہیں، کوئی اور حدیث سنائیں۔

میں (امامؑ) نے کہا: میں نے اپنے بابا سے سنا اور انھوں نے اپنے آباؑ و اجداد کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام سے یہ سنا اور حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

الأرحام معلقة بالعرش تنادي : اللّهم صل من وصلني واقطع من قطعني

"ارحام (رشتہ داریاں) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور یہ ندا دیتی ہیں: بارالہا! جو مجھ سے تعلق جوڑے تو بھی اس سے تعلق جوڑ اور جو مجھ سے تعلق قطع کرے تو بھی اس سے تعلق قطع کردے"۔

ابوجعفر (منصور) نے کہا: یہ حدیث نہیں، کوئی اور حدیث سنائیں۔

پھر میں (امامؑ) نے کہا: میں نے اپنے بابا سے سنا اور انھوں نے اپنے آباؑ و اجداد کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام سے سنا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أنا الرحمٰن ، خلقت الرحم وشققت لها اسماً من اسمی ، فمن وصلها وصلته ، ومن قطعها بتتّه

"میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو خلق کیا اور پھر اس کا نام (رحم) اپنے نام (رحمٰن) سے مشتق کیا، جس نے اس رحم (رشتہ داروں) سے تعلق جوڑا، میں بھی اس سے تعلق جوڑوں گا اور جس نے اس سے تعلق توڑ لیا میں بھی اس سے تعلق توڑ لوں گا"۔

ابوجعفر (منصور) نے کہا: یہ حدیث بھی نہیں، کوئی اور حدیث سنائیں۔

میں (امام جعفر صادق علیہ السلام) نے کہا: میں نے اپنے بابا سے سنا اور انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعے حضرت علی علیہ السلام سے، اور حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا:

أن ملكًا من الملوك فی الأرض كان بقی من عمره ثلاث سنین فوصل رحمه فجعلها الله ثلاثین سنة

"زمین پر بسنے والے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی زندگی کے صرف تین سال باقی رہ گئے تھے کہ اس نے صلہ رحمی (رشتہ داروں سے حسن سلوک) کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی باقی زندگی کو تیس سال کر دیا"۔

یہ حدیث سن کر ابوجعفر (منصور) نے کہا: ہاں میں یہ حدیث سننا چاہتا تھا۔

پھر اس نے پوچھا: کون سا شہر آپؑ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ خدا کی قسم! میں صلہ رحمی کرتے ہوئے آپؑ کو اس شہر میں ٹھہراؤں گا۔

میں (امام جعفر صادق علیہ السلام) نے جواب دیا: مدینہ۔ تو پھر اس نے ہمیں مدینہ منورہ بھیج دیا۔

عیسیٰ بن رؤبہ سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر (منصور) کے پاس ابراہیمؒ کا سر آیا تو ابوجعفر اپنے سامنے ان کا سر رکھ کر رو رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابوجعفر کے آنسو ابراہیمؒ کے رخساروں پر گر رہے تھے۔ پھر ابوجعفر نے کہا:

أما واللہ إن کنت لهذا کارهاً ولکنك ابتليت بي وابتليت بك

"خدا کی قسم! میں اس بات (ابراہیمؑ کے قتل) کو ناپسند کر رہا ہوں لیکن تمہارا امتحان میرے ذریعے اور میرا امتحان تمہارے ذریعے لیا گیا"۔

(ابن اثیر: ج۵، ص ۳۳۰)

حسن بن زید بن حسن بن علیؑ سے مروی ہے کہ جس وقت ابوجعفر (منصور) کے پاس ابراہیمؑ بن عبداللہ کا سر آیا تو میں اس کے پاس موجود تھا، جب کہ ایک ڈھال میں رکھ کر ان کا سر ابوجعفر کے سامنے لایا گیا۔ جب میں نے یوں ان کا سر دیکھا تو میرے پیٹ کا نچلا حصہ پھڑپھڑایا اور مجھے پھندا لگ گیا۔ شدتِ رنج وغم سے میرا حلق گلوگیر ہو گیا لیکن میں نے خوف کے مارے اس سے اپنی یہ کیفیت چھپانا چاہی۔ اتنے میں ابوجعفر نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا: ابومحمد! کیا یہی وہ شخص ہے؟

میں نے جواب دیا: ہاں! امیر، میں یہ چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف پلٹا دیتا تو آپ اس کا یہ حال نہ کرتے۔

ابوجعفر (منصور) نے کہا: اگر میری بات حقیقت میں ایسی نہ ہو تو موسیٰ کی ماں (ابوجعفر کی بیوی) کو طلاق ہو، میں بھی یہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے میری اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پلٹا دے اور اگر یہ میری اطاعت کرتا تو میں اس کا یہ حال نہ کرتا لیکن اس نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں حالانکہ ہم اس کی ذات پر خود اس سے زیادہ مہربان تھے۔

عبداللہ بن نافع سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر (منصور) نے اپنے سامنے ابراہیمؑ کا سر رکھا تو اس نے درج ذیل اشعار پڑھے:①

فألقت عصاها واستقرت بها النّوى کما قرّ عینًا بالإیاب المسافر

"اس نے ایک جگہ پر لکڑی ٹکا دی اور وہاں قیام پذیر ہو گئے۔ اس سے میری آنکھوں کو یوں ٹھنڈک پہنچی جیسے مسافر کے سفر سے گھر واپس آنے پر آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے"۔

---

① تاریخ طبری (ج۹، ص ۲۵۹) میں ہے کہ ابوجعفر نے معقر بن اوس بن حمار البارقی کے اشعار پڑھے تھے۔

حسن بن جعفر سے منقول ہے کہ میں کوفہ میں موجود تھا اور میں نے دن کے وقت عیسیٰ بن موسیٰ کو شکست خوردہ حالت میں کوفہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر رات کو میں نے حالتِ خواب میں یہ دیکھا کہ کچھ لوگ ایک تابوت اٹھا کر آسمان کی طرف بلند ہو رہے ہیں اور وہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں: اے ابراہیمؑ! آپ کے بعد ہمارا کون ہے؟ اتنے میں میرے بھائی نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا تو میں نے اس سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں ابوجعفر (منصور) کے قصر کے دروازے سے اللہ اکبر کی آوازیں سن رہا ہوں۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے ایسے فضول نعرۂ تکبیر بلند نہیں کیے، ضرور کچھ ہوا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ خبر آگئی کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ شہید ہو گئے ہیں۔

علماء وفقہاء میں سے جن افراد نے ابراہیمؑ بن عبداللہؑ کے ہمراہ خروج کیا

ابراہیم بن سلام بن ابی واصل الحذاء نے اپنے بھائی محمد بن سلام سے روایت نقل کی ہے کہ محمد بن سلام کہتا ہے کہ میرے والد نے مجھ سے کہا: بیٹا! ابراہیمؑ نے بصرہ میں خروج کیا ہے، لہٰذا تم بازار سے جاکر میرے لیے ایک اُونی عمامہ، قباء اور پاجامہ خرید کر لاؤ تو مَیں ان کے لیے یہ چیزیں خرید لایا۔ پھر وہ اور ان کے ہمراہ تین افراد وہاں سے چل پڑے اور کوفہ پہنچ گئے۔

حسین ابن حسین عرنی سے منقول ہے کہ زیدؓ بن علیؑ کے بعض ساتھی بھیس بدل کر حاجیوں میں شامل ہوئے اور اپنے علاقے سے نکل کر بصرہ میں ابراہیمؑ سے جا ملے۔ ان افراد میں سلام بن ابی واصل الحذاء بھی شامل تھے۔

محمد بن سلام نے اپنے والد سلام بن ابی واصل الحذاء سے روایت نقل کی ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہؑ، محمد بن سلیمان کے گھر میں مقیم تھے اور مَیں نے دروازے پر کھڑے ہو کر دربان سے کہا: آپ انھیں جاکر بتائیں کہ سلام بن ابی واصل دروازے پر کھڑا ہے اور وہ اندر آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے سنا کہ دربان نے یہ کہا کہ: سلام الحذاء دروازے پر کھڑا اجازت کا منتظر ہے۔ اس نے مجھے غالب لقب کی طرف مجھے نسبت دی۔

پھر ابراہیمؑ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی تو مَیں اندر داخل ہوا اور انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا: تم نے کس وجہ سے ہمارے پاس آنے میں اتنی تاخیر کر دی ہے؟

مَیں نے جواب دیا: میں آپ کے لیے مزید افراد کو تیار کر رہا تھا (اس لیے دیر ہوگئی)۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: تُو نے سچ کہا ہے۔ پھر انھوں نے مجھے اپنے ساتھ گھر میں ٹھہرایا۔ ایک دن مَیں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے تحریر کے ایک پرزہ پر یہ تحریر شدہ نظر آیا کہ

بیت المال تلف ہو چکا تھا تو ہم نے اسے بہتر بنایا۔ میں نے حاضرین سے پوچھا: بیت المال کہاں ہے؟

ایک شخص نے جواب دیا: گھر میں ہی ہے۔

میں وہاں سے کھڑا ہوا اور اس جگہ پر آیا جہاں پر بیت المال بنا رکھا تھا جبکہ وہاں پر ایک بزرگ شخص کو اس کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ اس شخص نے مجھے دیکھ کر کہا: کیا آپ کو یہاں پر کسی حکم کے تحت بھیجا گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ سلام بن ابی واصل ہیں۔ پھر میں نے بیت المال کی ذمہ داری سنبھال لی۔

نصر بن مزاحم سے منقول ہے کہ ابوداؤد طہوی نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا اور یہ بااثر و باعزت افراد میں سے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن حکیم سے مروی ہے کہ فطر بن خلیفہ نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا اور یہ ان دنوں کافی عمر کے بزرگ تھے۔

حسن ابن حسین سے منقول ہے کہ سلام بن ابی واصل الحذاء، عیسیٰ بن ابی اسحاق السبیعی اور ابوخالد الاحمر تینوں بھیس بدل کر حاجیوں کے ہمراہ سفر پر نکلے، جب کہ ان لوگوں نے اُونی چغے اور عمامے پہن رکھے تھے اور وہ اُونٹ کے مالکوں کے لباس میں اُونٹ ہنکاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ بحفاظت ابراہیمؑ کے پاس پہنچ گئے اور یہ ابراہیمؑ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہے۔

قاسم بن ابی شیبہ سے منقول ہے کہ ابوخالد احمر اور یونس بن ابی اسحاق نے بھی ابراہیمؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ کے ہمراہ خروج کیا۔

ابونعیم سے منقول ہے کہ کوفہ سے عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق، ابراہیمؑ کی طرف روانہ ہوئے اور عیسیٰ نے ان کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی۔

محمد بن سلام سے منقول ہے کہ حضرت زیدؑ بن علیؑ کے اصحاب میں سے تین افراد نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا، یہ سلام بن ابی واصل الحذاء، حمزہ بن عطاء البرنی اور خلیفہ بن حسان الکیال تھے۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے بہادر اور شجاع افراد میں سے تھے۔

عمران بن ابی سفیان بن العلاء سے منقول ہے کہ عبداللہ بن جعفر مدائنی نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ ایک رات ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم لشکر میں چکر لگا کر آئیں۔ پھر یہ اٹھ کر ان کے ہمراہ چل پڑے تو انھوں نے لشکر کے ایک طرف ستار کے بجانے کی آواز سنی۔ آپ ان حالات میں لشکر والوں کی اس حرکت پر غم زدہ ہو گئے اور عبداللہ بن جعفر سے کہا: میں اس طرح کے لشکر میں کوئی ناصر و مددگار نہیں دیکھ رہا ہوں۔ یہ عبداللہ بن جعفر، علی بن مدائنی کے والد ہیں۔

عبدالغفار بن عمرو الفقیمی اور حسین بن ابی عمرو سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ، ہارون بن سعد سے ناراض تھے اور اس سے کلام بھی نہیں کرتے تھے۔ ابراہیمؑ کے خروج کے بعد یہ سلم سے آ کر ملا اور اس سے کہا کہ اپنے صاحب کو میری اطلاع کرو اور ان سے پوچھو: کیا ان کو اس اہم کام میں میری ضرورت نہیں ہے۔

سَلم نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! میں ابھی جا کر ان سے دریافت کرتا ہوں۔ وہ ابراہیمؑ کے پاس آیا اور کہا: ہارون بن سعد آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

ابراہیمؑ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سَلم نے کہا: آپ ہارون کے متعلق ایسا رویہ اختیار نہ کریں اور اس معاملے میں اس قدر اصرار کیا کہ بالآخر ابراہیمؑ کو اس کی بات ماننا ہی پڑی اور اسے اندر بلا لیا۔

ہارون نے کہا: آپ کا جو کام سب سے زیادہ مشکل اور اہم ہو، وہ میرے سپرد کر دیجیے تو ابراہیمؑ نے واسط اس کے سپرد کرتے ہوئے اسے اس کا عامل مقرر کر دیا۔ (تاریخ طبری، ج ۹، ص ۲۵۲)

عبداللہ بن سلمہ الطلس سے منقول ہے کہ ابراہیم نے ہارون بن سعد کو واسط کا عامل مقرر کیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کے پاس کشتی میں گیا تو اس نے مجھے چار احادیث سنائیں۔ ابونعیم بیان کرتا ہے: ہارون بن سعد سے جو احادیث سنی گئیں، انھیں اعمش نے ابوعمر شیبانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

واسط سے تعلق رکھنے والے ہشام بن محمد ابوعمر سے منقول ہے کہ ہارون بن سعد کی

افراد پر مشتمل ایک جماعت کے ہمراہ ہمارے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک بڑی عمر کے بزرگ ہیں۔ میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنی سواری پر سوار تھے اور پھر اپنی سواری سے تھوڑا سا نیچے کی طرف جھکے اور واسط کے باشندوں نے ان کی بیعت کی۔

عمر بن عون سے مروی ہے کہ ہارون بن سعد ایک نیک و صالح مرد تھے۔ آپ نے شعبی سے روایات نقل کی تھیں اور ابراہیمؑ سے ملاقات کی۔ آپ ایک فقیہ تھے۔

ابوالصعداء سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ کی طرف سے ہارون بن سعد گورنر بن کر واسط آئے تو انھوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ابوجعفر (منصور دوانیقی) کے قبیح اعمال و افعال، آلِ رسولؐ کو قتل کرنا، لوگوں پر ظلم اور ان کے اموال کو غصب کرنا اور اولادِ رسولؐ کو ان کے مقام سے ہٹانے جیسے کرتوتوں سے آگاہ کیا۔ آپ کی فصیح و بلیغ گفتگو سن کر لوگ رونے لگے اور آپ کے کلام سے ان کے دل آلِ رسولؐ کے لیے نرم ہو گئے۔ ان کے خطاب کے بعد عباد بن عوام، یزید بن ہارون، ہشیم بن بشیر اور علاء بن راشد نے ان کی اطاعت و پیروی کا اعلان کر دیا۔

نصر بن حزام سے منقول ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے، جس نے اس وقت ہشیم کو دیکھا تھا کہ ہشیم (بن بشیر) اپنے گلے میں تلوار حمائل کیے ہوئے بوسیدہ حالت میں ہارون بن سعد کے سامنے کھڑا تھا اور وہ لوگوں کو ابراہیمؑ کی بیعت کی دعوت دے رہا تھا۔

ہشام بن محمد سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ بن حسنؑ نے ہارون بن سعد کو واسط کا گورنر نامزد کیا تو ان کے ہمراہ زیدیوں کا ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا۔ پھر اس لشکر کی پیروی سے دیگر افراد بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوئے اور فقہاء میں سے کوئی شخص آپ سے پیچھے نہ رہا۔ جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی ان میں عباد بن عوام، یزید بن ہارون اور ہشیم بھی شامل تھے جبکہ جنگوں میں ہشیم کی بہادری کی شہرت عام تھی۔ ہشیم کا بیٹا معاویہ اور بھائی حجاج بن بشیر بھی جنگ کے دوران ایک تصادم میں مارے گئے تھے۔

راوی کہتا ہے: اس دن عوام بن حوشب بھی ہارون بن سعد کے ہمراہ تھے جب کہ یہ عوام بن حوشب ایک کبیر السن بزرگ تھے اور اسامہ بن زید بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابراہیمؑ کے

قتل ہونے کے بعد ہارون بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہم تک یہی خبر پہنچی کہ یہ جیسے ہی بصرہ میں داخل ہوئے تو ان کی وفات ہو گئی۔

ابوطارق بن جابر سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ کے قتل اور ہارون بن سعد کے واسط سے چلے جانے کے بعد مسوّدہ کے ندا دینے والے شخص نے یہ منادی کی کہ عوام بن حوشب اور اسامہ بن زید کے علاوہ سب لوگوں کو امان حاصل ہے۔ عوام بن حوشب دو سال تک روپوش رہے جبکہ معن بن زائدہ اکثر ان کو تلاش کرتا رہتا اور ان کے متعلق پوچھ گچھ کرتا رہتا یہاں تک کہ اس نے انھیں امان دی تو وہ منظرِ عام پر آئے۔ اسامہ بن زید ایک عرصے تک روپوش رہنے کے بعد شام کی طرف فرار ہو گیا۔ (خلاصہ تذھیب الکمال، ص ۲۲)

عبداللہ بن راشد بن یزید سے منقول ہے کہ ہارون بن سعد روپوش ہو گئے اور محمد بن سلیمان کے کوفہ کا گورنر بننے تک روپوش ہی رہے۔ جب محمد بن سلیمان کوفہ کا گورنر بنا تو اس نے انھیں امان دی اور یہ منظرِ عام پر آئے۔ محمد بن سلیمان نے ان سے کہا: آپ اپنے خاندان کے اسّی افراد لائیں۔ اس مقصد کی خاطر وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر محمد کے پاس گئے اور وہاں اس کے چچازاد فرافصہ سے ملاقات کی تو اس نے انھیں کہا: تم قریشی اور دھوکے باز ہو۔

اس پر وہ واپس لوٹ آئے اور پھر سے روپوش ہو گئے اور اسی دوران وفات پا گئے جبکہ محمد بن سلیمان نے آپ کے گھر کو منہدم کروا دیا۔

سعد بن حسن بن بشیر الحواری سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے سنا کہ عبدالواحد بن زیاد نہر ابان کے مقام پر قیام پذیر تھے اور یہ اس حالت میں ابراہیمؑ کی طرف بڑھے کہ ابراہیمؑ کو یہ پتا نہ چل سکے کہ وہ کس جگہ سے ان کے پاس آ رہے ہیں۔ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو آپ نہر ابان سے پیش قدمی کرتے ہوئے عبدس کے مقام پر آئے جبکہ یہاں کا گورنر بھاگ گیا تھا اور اس کے پیچھے بیت المال میں ستر ہزار درہم موجود تھے جو عبدالواحد نے لے لیے اور یہ مال ابراہیمؑ کو پیش کیا جب کہ آپ نے سب سے پہلے ابراہیمؑ کو مال پیش کیا تھا۔

خالد بن خداش سے مروی ہے کہ ایوب بن سلیمان نے نہر ابان پر غلبہ حاصل کیا تھا اور یہ ایوب محدث اور راوی ہیں۔ واسطیون نے ان سے روایات نقل کی ہیں اور ان سے سلیمان

بن ابی شیخ نے بھی روایات نقل کی ہیں۔

ابونعیم سے مروی ہے کہ میں نے زفر بن ھذیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ، ابراہیمؒ کی تحریک کے حوالے سے زور وشور سے حمایت کرتے تھے اور یہ لوگوں کو ان کے ہمراہ خروج کرنے کا فتویٰ بھی دیا کرتے تھے تو میں نے ان سے کہا: خدا کی قسم! آپ مرتے دم تک لوگوں کو اس امر سے نہیں روکیں گے تو ہماری گردنوں میں رسیاں ڈال دی جائیں گی۔

فضل بن شعیب سے منقول ہے کہ میں نے ابراہیمؒ بن عبداللہؒ کے زمانے میں مسلم بن سعید اور اصبغ بن زید کو ہارون بن سعد کے ہمراہ واسط میں دیکھا تھا اور ان دونوں نے تلواریں اپنے ساتھ لٹکا رکھی تھیں۔

ازھر بن سعد نے منقول ہے کہ میں نے ھشیم کو اس حالت میں دیکھا کہ اس نے اپنے گلے میں تلوار لٹکا رکھی ہے اور شہر کی حفاظتی باڑ کے پیچھے سے مسودہ پر تیر برسا رہے ہیں جبکہ وہ بھی ان پر تیر برسا رہا تھا۔

زکریا بن عبداللہ بن صبیح جس کا لقب رحمویہ ہے، وہ بیان کرتا ہے: مہدی (عباسی) نے ابن علاثہ سے کہا: مجھے شہر ''الوضاح'' کے لیے کوئی قاضی بتاؤ جسے میں وہاں نامزد کروں؟

ابن علاثہ نے کہا: میں اس منصب کے لیے عباد بن عوام کو مناسب سمجھتا ہوں۔

مہدی (عباسی) نے اس سے کہا: یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے دلوں میں اس کے خلاف پائی جانے والی نفرت اور کینہ کے باوجود اسے قاضی مقرر کردیں۔

رحمویہ کہتا ہے: ہارون رشید نے اپنے دورِ خلافت میں عباد بن عوام کا گھر منہدم کروا دیا اور اسے احادیث بیان کرنے کے درس سے بھی روک دیا۔ پھر اس نے کچھ مدت کے بعد انھیں احادیث بیان کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

نصر ابن حازم سے منقول ہے کہ ہارون بن سعد کوفہ سے حضرت زیدؒ بن علیؑ کے اصحاب میں سے کئی افراد کے ہمراہ ابراہیمؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ روانہ ہونے والے ان افراد میں عامر بن کثیر السراج جو ان دنوں ایک بہادر جوان تھے۔ حمزہ ترکی، سالم الحذاء اور خلیفہ بن حسان شامل تھے۔

جب یہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو آپ نے سالم بن ابی واصل کو بیت المال کا نگران اور ہارون بن سعد کو واسط کا گورنر نامزد کیا۔ آپ نے ان کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا اور وہ اس لشکرِ جرار کے ہمراہ واسط شہر میں داخل ہوئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو وہاں سے ابوجعفر (منصور) کے لوگ بھاگ گئے اور تیزی سے اس کے پاس پہنچ گئے جبکہ وہاں پر موجود تمام اہل علم افراد نے ہارون بن سعد کی پیروی کی۔ ان میں عباد بن عوام، ہشیم بن بشیر، اسحاق بن یوسف ازرق، یزید بن ہارون، مسلم بن سعد اور اصبغ بن زید شامل تھے۔

ہارون بن سعد نے عاصم بن علی کو بلایا تو اس نے بیماری اور کمزوری کا بہانہ کر دیا۔ آپ نے کہا: میں لوگوں کو تمہارے ہمراہ خروج کا فتویٰ دے رہا ہوں تو وہ یہ سن کر فرار ہو گیا۔ پھر آپ نے عباد بن عوام کو لشکر کا سردار مقرر کیا اور تمام فقہاء کو ان کے ہمرکاب قرار دیا جبکہ وہ تمام فقہاء عباد بن عوام کی قیادت و سالاری میں تھے۔ آپ عباد سے مشاورت کے بعد عباد کو آگے لائے۔ جب ابراہیمؑ شہید ہو گئے اور ہارون بن سعد بھی موت سے ہمکنار ہو گئے تو عباد بن عوام نے فرار اختیار کیا اور عباد کا گھر مسمار کر دیا گیا جبکہ اس کے ہمراہ موجود افراد منتشر ہو گئے اور یہ ابوجعفر (منصور) کے مرنے تک روپوش رہے۔

سہل بن عقیل سے منقول ہے کہ ہارون بن سعد نے عباد بن عوام کو سردار مقرر کیا اور ان سے مشاورت کرتے جبکہ ان کے ساتھیوں میں یزید بن ہارون اور اسحاق بن یوسف ازرق وغیرہ شامل تھے۔

علی بن عبداللہ بن زیاد سے منقول ہے کہ میں نے ہشیم بن بشیر کو اس جنگ کے دوران دیکھا تھا جو ہم نے ان لوگوں پر مسلط کی تھی۔ خدا کی قسم! وہ جنگ کے میدان میں شجاع اور انتہائی مضبوط دل کے مالک تھے۔

ہشیم کے بھانجے سے منقول ہے کہ یزید بن ہارون کو خبر ملی کہ علی بن حرملہ اسے دھمکی دیتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ عنقریب یزید کو معلوم ہو جائے گا کہ کن کے پرچموں کی سرداری پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔

یزید نے کہا: وہ غلط کہہ رہا ہے کیونکہ لشکر کی علم برداری اور سرداری تو عباد بن عوام کے پاس ہے۔

ابوزید کہتا ہے: مجھے عاصم بن علی نے بتایا کہ یزید نے سچ کہا تھا کیونکہ عباد بن عوام لشکر کے سردار تھے جبکہ یزید بن ہارون ان کے ساتھیوں اور لشکریوں میں سے تھا۔ ①

احمد بن خالد بن خداش کہتا ہے: میں نے حماد بن یزید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابراہیمؑ کے دَور میں بصرہ میں ابن عون کے علاوہ ہر شخص بدل چکا تھا تو اس سے پوچھا گیا: تم ہشام بن حسان کے متعلق کیا کہتے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہم نے اس کی کبھی تعریف نہیں کی۔ وہ ابوجعفر (منصور) کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ بارِ الٰہا! ابو الدوانیق (کنجوسوں کا باپ منصور دوانیقی) کو ہلاک کردے تو میں نے اس سے پوچھا: تم اس کے لیے یہ بددعا کیوں کرتے ہو۔ اس نے کہا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ ہمارے خلاف لشکر کشی کر کے ہمیں تتر بتر کردے گا۔

ابواسحاق الفزاری سے منقول ہے کہ میں ابوحنیفہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: کیا تمھیں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے کیونکہ تم نے میرے بھائی کو یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ کے ہمراہ خروج کرے تو اس نے اس کا ساتھ دیا اور قتل ہوگیا۔

ابوحنیفہ نے کہا: تمھارے بھائی کا ابراہیمؑ کے ہمراہ شہید ہونا جنگ بدر میں شہید ہونے کے مترادف ہے اور اس کا ابراہیمؑ کے ہمراہ شہید ہونا اس کے زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

میں نے اس سے کہا: پھر آپ کو اِن کے ہمراہ شہید ہونے سے کس چیز نے روکا ہے؟

اس پر ابوحنیفہ نے کہا: میرے پاس لوگوں کی کچھ امانتیں تھیں جس کی وجہ سے میں اس سعادت سے محروم رہا۔

عبداللہ بن ادریس سے منقول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا جب کہ وہ اپنی سیڑھیوں پر کھڑے تھے اور دو شخص ان سے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کرنے کے متعلق فتویٰ طلب کر رہے

---

① خلاصہ تذھیب الکمال: ص ۳۷۲ پر مذکور ہے کہ یزید نے ۲۰۶ھ میں وفات پائی تھی۔

تھے تو ابوحنیفہ نے ان سے کہا: تم دونوں ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کرو۔

نصیر بن حماد ابوسہل سے مروی ہے کہ جب شعبہ سے ابراہیمؑ بن عبداللہ کی مدد کرنے کے متعلق پوچھا جاتا تو میں نے ان کو ہمیشہ یہی کہتے ہوئے سنا کہ کس چیز نے تمھیں ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے سے روک رکھا ہے؟ یہ (جنگ) بدر صغریٰ ہے۔

ابواسحاق الفزاری جس کا نام ابراہیم بن محمد بن حارث بن اسماء بن خارجہ ہے، سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو میرا بھائی ابوحنیفہ کے پاس گیا اور اس سے ان کے متعلق فتویٰ طلب کیا تو ابوحنیفہ نے اسے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کا مشورہ دیا۔ پھر میرا بھائی ان کے ہمراہ قتل ہو گیا تو اس کے بعد مجھے کبھی ابوحنیفہ اچھا نہیں لگا اور میں نے اسے ہمیشہ ناپسند کیا۔

نصر بن حماد سے منقول ہے کہ صالح مروزی لوگوں کو ابراہیمؑ کی مدد کرنے پر ابھارتے تھے۔

قاسم بن شبیہ کہتا ہے: میں نے ابونعیم سے سنا اور انھوں نے عمار بن زریق سے سنا تھا کہ میں نے ابراہیمؑ کے خروج کے زمانے میں اعمش [1] کو یہ کہتے ہوئے سنا: تم لوگوں کو کس بات نے ابراہیمؑ کی مدد کرنے سے روک رکھا ہے؟ اگر میری بینائی ہوتی تو میں ان کے ہمراہ خروج کرتا۔

ابونعیم سے منقول ہے کہ مسعر بن کدام نے ابراہیمؑ بن عبداللہ کو خط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی اور ان کی نصرت کا وعدہ کیا جب کہ یہ مسعر مرجئہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب یہ خبر مشہور ہو گئی تو مرجئہ فرقہ والوں نے اس کی سرزنش کی اور اسے اس کے اس فعل پر ملامت کیا۔

عمر بن شبہ اور عبداللہ بن محمد بن حکیم سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے ابراہیم بن عبداللہ کو خط لکھ کر یہ مشورہ دیا کہ وہ کوفہ چلے جائیں تا کہ وہاں زیدیہ آپ کی مدد کریں اور ان سے کہا: آپ مخفی طور پر کوفہ تشریف لے آئیں کیونکہ یہاں پر آپ کے شیعوں میں سے بھی لوگ مقیم ہیں جو ابوجعفر (منصور) پر رات کے وقت شب خون مار کر اسے قتل کر دیں گے یا اسے گدی سے

---

[1] ان کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا جیسا کہ "خلاصہ تذھیب الکمال" ص ۱۳۱ اور "المعارف" ص ۲۱۴ پر مذکور ہے۔

پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے آئیں لہٰذا آپ یہاں کو نہ تشریف لے آئیے۔

عمر بن شبہ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ فرقۂ مرجیہ کے لوگوں نے ابوحنیفہ کے اس فعل کو ناپسند کیا اور ان کی عیب جوئی کرتے ہوئے ملامت کی۔

حسن بن حسین وغیرہ سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ بن عبداللہ، عیسیٰ بن موسیٰ کی طرف (جنگ کے لیے) روانہ ہوئے تو ابوحنیفہ نے ابراہیمؑ کو خط میں یہ تحریر کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر کامیابی اور فتح نصیب فرمائے تو آپ ان لوگوں کے ساتھ اپنے والد (حضرت علیؑ) کی اہلِ جمل کے ساتھ اپنائی جانے والی سیرت پر عمل پیرا نہ ہوں کیونکہ انھوں نے جنگِ جمل میں شکست خوردہ لوگوں کو قتل نہیں کیا تھا، ان کا مال غنیمت کے طور پر حاصل نہ کیا اور کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا اور کسی زخمی کو نہیں مارا کیوں کہ جنگِ جمل والے افراد کا ایسے گروہ سے تعلق نہیں تھا کہ جن سے ایسا سلوک کیا جاتا، بلکہ آپ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو حضرت علی علیہ السلام نے صفین والوں کے ساتھ کیا تھا کہ انھوں نے لوگوں کو اسیر بھی بنایا اور زخمیوں کو قتل بھی کیا اور مالِ غنیمت کو تقسیم بھی کیا کیونکہ شام والے اس سلوک کے مستحق تھے اور اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ اپنے شہروں میں تھے۔

ابوجعفر (منصور) کو ابوحنیفہ کا یہ خط مل گیا تو اس نے اسے اپنے پاس بلوا بھیجا اور انھیں اپنے پاس بلا کر زہر آلود شربت پلایا جس سے ان کی وفات ہوگئی اور انھیں بغداد میں دفن کیا گیا۔[1]

مدائنی سے منقول ہے کہ عباد بن عوام نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک رہا۔ جب ابوجعفر (منصور) کو اس معرکہ میں کامیابی ملی اور ابراہیمؑ قتل ہو گئے تو ابوجعفر (منصور) نے عباد بن عوام کو ڈھونڈ نکالا۔ مہدی (عباسی) نے ابوجعفر (منصور) سے کہا کہ اسے میرے حوالے کر دو تو اس نے عباد کو اس کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ تم نہ تو منظرِ عام پر آسکتے ہو اور نہ ہی لوگوں کے سامنے احادیث و روایت بیان کر سکتے ہو۔

---

[1] ابوحنیفہ نے رجب ۱۵۰ھ میں بغداد میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

لوگوں نے کہا: یہ شخص علماء میں سے ہے اور اس نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا جبکہ ہم لوگ اس سے شرعی مسائل اخذ کیا کرتے ہیں۔ ابوجعفر (منصور) کی موت تک عباد نے یوں ہی مخفی طور پر زندگی گزاری۔ جب وہ مر گیا تو مہدی (عباسی) نے اسے منظر عام پر آ کر احادیث و روایات بیان کرنے کی اجازت دے دی تو یہ منظر عام پر آئے اور احادیث بیان کیں۔

ابونعیم سے منقول ہے کہ جب عیسیٰ بن موسیٰ کوفہ کا گورنر تھا تو ابوجعفر (منصور) نے اسے خط میں یہ حکم تحریر کیا کہ ابوحنیفہ کو میرے پاس بغداد بھیج دو تو میں ان سے ملنے کے لیے گیا۔ میری ان سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ سواری پر سوار تھے اور عیسیٰ بن موسیٰ انھیں الوداع کہہ رہا تھا، اس وقت ان کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ پھر وہ بغداد پہنچے تو انھیں (زہر آلود) شربت پلایا گیا اور وہ ستر برس کی عمر میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ ہے۔

ابونعیم سے مروی ہے کہ ابوجعفر (منصور) نے ابوحنیفہ کو کھانے پر بلایا تو انھوں نے اس کے پاس کھانا کھایا اور کھانے کے بعد پانی طلب کیا۔ انھیں شہد ملا ہوا زہر آلود پانی پلایا گیا تو اس سے اگلے روز وفات پا گئے۔ انھیں بغداد کے معروف قبرستان "مقابر الخیزران" میں دفنایا گیا۔

بنوعامر بن حنیفہ کے غلام عکرمہ بن دینار سے منقول ہے کہ بلہ بن فرزدق نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا اور یہ ایک جلیل القدر بزرگ تھے۔ جب ابراہیمؑ شہید ہو گئے تو میں ان کے پاس سے گزرا اور ان سے پوچھا: کیا حالات ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: بہت برا حال ہے۔ خدا کی قسم! ہمارے ساتھی پسپا ہو گئے ہیں۔

پھر انھوں نے کہا: تم بھی یہاں میدان جنگ میں ٹھہرو تا کہ ہم اکٹھے زندہ رہیں یا اکٹھے موت سے ہمکنار ہوں۔

میں نے ان سے کہا: نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں یہاں قیام کروں۔ پھر میں وہاں سے واپس بھاگ آیا۔ ابھی میں زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ان کی ابوجعفر (منصور) کے لوگوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تو میں نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ (ٹھکانا) نہیں ہے"۔ پھر وہ بھی شہید کر دیے گئے اور ان کے کان میں ایک رقعہ لٹکا دیا گیا جس پر یہ مکتوب تھا کہ "یہ بلہ بن فرزدق کا سر ہے"۔

عکرمہ بن دینار کہتا ہے: یہ ابراہیمؒ کے ساتھ معرکہ میں شریک رہے اور بہت بڑے عالم تھے جب کہ ابراہیمؒ انھیں اپنے لشکر کے آگے آگے رکھا کرتے تھے۔

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں: بلہ نے ایک حدیث اپنے والد سے نقل کی ہے جبکہ اس کے والد نے وہ حدیث حسینؑ ابن علیؑ سے ان کے مقتل کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے نقل کی ہے کہ "میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے صفاح کے مقام پر ملاقات کی"۔ بلہ نے اپنے والد کے علاوہ دیگر راویوں سے بھی روایات نقل کی ہیں اور ان کے دو بھائی نہلہ اور حنظلہ بھی تھے۔ (الاغانی: ج ۲، ص ۱۹، ابن خلکان: ج ۲، ص ۲۶۶)

ابوزید نے عاصم بن علی اور سہل بن شلقان سے روایت نقل کی ہے کہ جب ابراہیمؒ شہید ہو گئے اور ہارون بن سعد رُوپوش ہو گئے تو حجاج بن بشیر نے نہر ابان کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا لیکن ابوجعفر (منصور) کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ اسی طرح انھوں نے حجاج کے بھتیجے معاویہ بن ہشیم کو بھی قتل کر دیا۔

حمزہ ترکی سے منقول ہے کہ محمدؒ (بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ) کی شہادت کے بعد عیسیٰ بن زید نے کوفہ آ کر یہ کہا کہ محمدؒ نے اپنے بعد یہ امر میرے حوالے کیا ہے اور زیدیوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انھوں نے لبیک کہا لیکن! بصریوں نے عیسیٰ بن زید کی بیعت سے انکار کر دیا تو زیدیوں نے ابراہیم سے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم ان لوگوں کو آپ سے دُور بھگا دیتے ہیں کیونکہ اس امر خلافت وحکومت کے صرف آپ ہی حق دار ہیں، ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتے۔

قریب تھا کہ ان (زیدیوں اور بصریوں) کے درمیان اس حوالے سے انتشار وافتراق پیدا ہوتا لیکن پھر ان کے درمیان یوں صلح ہو گئی کہ انھوں نے کہا: اگر ہم نے اس وقت آپس میں اختلاف کیا تو ابوجعفر (منصور) ہم پر حملہ کر دے گا اور وہ فتح یاب ہوگا، لہٰذا ہم سب مل کر اس سے جنگ کریں اور ابھی ابراہیمؒ کے سپرد یہ امر خلافت کرتے ہیں۔ اگر ہمیں ابوجعفر کے خلاف کامیابی وکامرانی نصیب ہوئی تو ہم بعد میں اس مسئلے کے متعلق سوچیں گے کہ خلافت کس کے سپرد کرنی چاہیے۔ پھر وہ تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے۔

عبدالسلام بن شعیب بن حبحاب کہتا ہے: میں نے عثمان طویل سے کہا کہ اس مرد

(ابراہیمؑ) نے خروج کیا ہے اور تم نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اس نے جواب دیا: اسے دوسرے لوگوں نے خروج پر آمادہ کیا تھا (اس لیے ہم نے اس کی مدد نہ کی)۔ جب ابراہیمؑ شہید ہو گئے تو اس نے کہا: ابوصالح! میں یہ چاہتا ہوں کہ اب تم میرے سامنے یہ بات نہ کرنا۔

حفص بن عمر بن حفص سے منقول ہے کہ ابوالجری نصر بن طریف نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر زخم ہو گیا جس کی وجہ سے کاٹنا پڑا اور وہ ہاتھ بے کار ہو گیا۔ جب ابراہیمؑ شہید ہو گئے تو اس نے پسپائی اختیار کی اور رُوپوش ہو گیا۔

عفان بن مسلم سے منقول ہے کہ ابوالعوام القطان جن کا نام عمران بن داؤد ہے، نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ جب میں نے عمر بن مروان کو اس بات کی خبر دی تو اس نے کہا: عمران بن داؤد نے ابراہیمؑ کے ہمراہ جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ ابراہیمؑ نے ان کے ذمے دو اہم اُمور لگائے تھے اور یہ بصرہ میں ہی ٹھہرے رہے۔

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں: یہ ابوالعوام بصرہ کے محدثین اور حسن بصری کے ساتھیوں میں سے ہیں اور ان سے ابوالجری نصر بن طریف نے روایات نقل کی ہیں جب کہ یہ سب بصرہ کے ثقہ محدثین اور مشاہیر میں سے تھے۔

سعید بن نوح سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ کے ہمراہ عبد ربہ بن یزید نے بھی خروج کیا تھا۔ آپ ایک بزرگ شخصیت کے مالک تھے اور آپ کے اس وقت سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے بالوں کو خضاب کر لیں تو آپ نے جواب دیا: نہیں! میں اس وقت تک خضاب نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ پتا نہ چل جائے کہ یہ سر میرا ہے یا ان لوگوں کا ہے۔

آلِ سلمہ بن محبق کے سنان بن شُنی حدلی سے منقول ہے کہ باخمریٰ میں سلمہ بن محبق کی اولاد میں سے عبدالحمید بن سنان بن سلمہ بن محبّق، حکم بن موسیٰ بن سلمہ اور عمران بن شبیب بن سلمہ نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

ابراہیم بن سلام الحذاء نے اپنے بھائی سے روایت نقل کی ہے کہ جب ہمیں شکست ہوئی تو ہم عیسیٰ بن زید کے پاس گئے مگر عیسیٰ کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور پھر کہا: اب اس

کے بعد کس چیز کا انتظار ہے؟ اور وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے قصر کی طرف چل دیئے اور ہم بھی ان کے ہمراہ چل پڑے۔ ہم نے یہ ارادہ کیا کہ عیسیٰ بن موسیٰ پر رات کے وقت چپکے سے حملہ کر دیا جائے اور جب آدھی رات ہوئی تو ہمارے درمیان عیسیٰ موجود نہیں تھے اور ہمارا منصوبہ خراب ہو گیا۔

عمر بن الہیثم المؤذن، ولید بن ہشام اور یونس بن نجدہ سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ نے عباد بن منصور کو بصرہ کا قاضی (جج) مقرر کیا تھا۔

علی بن ابی سارہ سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو سوار بن عبداللہ اپنے گھر میں ہی عدالت لگا کر فیصلے کرتا اور جب ابراہیمؑ نے پیغام بھجا کر اسے بلوایا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر دیا اور ابراہیمؑ سے پیچھے ہٹ گیا۔ پھر ابراہیمؑ نے عباد بن منصور کو بصرہ میں قاضی مقرر کیا یہاں تک کہ جب ابراہیمؑ کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو عباد ہر وقت اپنے گھر میں ہی رہنے لگا اور جب اس شکست کے بعد ابوجعفر (منصور) بصرہ میں آیا تو وہاں کی عوام نے جسر اکبر پر اس کا استقبال کیا۔ ان استقبال کرنے والوں میں سوار بن عبداللہ بھی شامل تھا لیکن عباد اس سے ڈر کی وجہ سے اپنے گھر ہی میں رہا لیکن لوگوں نے اسے باہر نکلنے پر مجبور کیا تو امان دینے کی بنا پر یہ باہر آیا۔ جب ابوجعفر (منصور) نے اسے دیکھا تو اس سے کچھ سوالات کیے لیکن اس نے جو کچھ کیا تھا، اس کا اسے کوئی جواب نہ دیا۔

مفضل اتم سے منقول ہے کہ ابراہیمؑ بن عبداللہ بن حسنؑ میرے گھر میں چھپے ہوئے تھے اور جب میں گھر سے باہر جاتا تو انھیں گھر پر ہی چھوڑ آتا تو ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا: جب تم باہر جاتے ہو تو میرا دل گھبرا جاتا ہے لہٰذا تم مجھے کچھ کتابیں نکال کر دے دو تاکہ میں ان کا مطالعہ کرتا رہوں۔ پھر میں نے انھیں اشعار پر مشتمل کچھ کتابیں نکال کر دیں تو انھوں نے ان کتابوں میں سے مختلف شعراء کے ستر قصائد کا انتخاب کیا اور میں نے اس کتاب کو مکمل کیا۔

جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو میں نے بھی ان کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ جب وہ مرید میں پہنچے اور سلیمان بن علی کے گھر کے پاس سے گزرے تو وہاں قیام کیا اور پانی طلب کیا۔ پھر ان کو پانی سے سیراب کیا گیا تو ان لوگوں کے بچے گھروں سے باہر نکل آئے اور خود کو ابراہیمؑ

سے ملحق کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ابراہیمؑ نے کہا: خدا کی قسم! یہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے خاندان والے اور ہمارا گوشت ہیں لیکن ان کے آباء و اجداد نے ہمارے امر (خلافت) پر قبضہ کیا، ہمارے حقوق چھین لیے اور ہمارا ناحق خون بہایا۔ پھر انھوں نے بطور تمثیل یہ اشعار بیان کیے:

مهلًا بنی عمنا ظلامتنا ... اِنَّ بِنَا سورة من الغلقِ

لمثلكم تحمل السيوف ولا ... تُغْمَزُ أحسابنا من الرَّقَقِ

اِنِّي لأنمى اِذا انتميت اِلى ... عز عزيز ومعشر صُدُقِ

بيض سباط كأنّ أعينهم ... تكحل يوم الهياج بالعلقِ

"ہمارے چچا کے بیٹو! ہم پر ظلم و ناانصافی مت کرو۔ بے شک ہمارا مقام و مرتبہ تم لوگوں پر مبہم ہو چکا ہے۔ اسی لیے تم جیسے لوگ ہمارے خلاف تلواریں اٹھا رہے ہیں اور تم لوگ ہماری خاندانی شرافت کی عیب جوئی کر کے کمزور نہ کرو۔ یقیناً میری نسبت عزت دار اور ہمیشہ سچ بولنے والے لوگوں سے ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں گویا بارش برسنے کے دن موت سے سرگیں ہوتی ہیں"۔

میں نے کہا: یہ اشعار کس قدر عمدہ ہیں اور یہ اشعار کس شاعر کے ہیں؟ ابراہیمؑ نے کہا: یہ ضرار بن خطاب الفہری کے اشعار ہیں۔ اس نے خندق عبور کر کے جنگِ خندق کے موقع پر رسولؐ خدا کے سامنے یہ اشعار کہے تھے۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے جنگِ صفین میں، حضرت امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشور، زیدؒ بن علیؑ نے یوم سبحہ اور یحییٰؒ بن زید نے یوم جوزجان اور آج ہم انھیں بطور مثال بیان کر رہے ہیں۔

راوی (مفضل) کہتا ہے: میں نے ان کے ان اشعار سے یہ شگون لیا کہ یہ مارے جائیں گے۔

پھر جب ہم باخمریٰ کی طرف روانہ ہوئے اور ابھی وہ باخمریٰ کے نزدیک ہوئے ہی تھے کہ انھیں اپنے بھائی محمدؒ کی شہادت کی اطلاع ملی تو ان کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ رنج و غم کی

شدت وحشت کے باعث بڑی دقت سے تھوک نگل رہے تھے۔ پھر وہ بلند آواز میں گریہ کرنے لگے اور کہا:

اللّٰھم اِن کنت تعلم أن محمدًا خرج یطلب مرضاتك ویبتغی طاعتك ویؤثر أن تکون کلمتك العلیا، وأمرك المتبع المطاع فاغفر لهٗ وارحمه وارض عنه واجعل ما نقلته اِلیه من الآخرة خیرًا له مما نقلته عنه من الدنیا

"اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ محمدؐ نے تیری رضا و خوشنودی کے حصول کی خاطر (ظالموں کے خلاف) خروج کیا اور وہ تیری اطاعت کے خواہش مند تھے۔ وہ اس بات کے حریص تھے کہ تیرا پیغام سب سے بلند و برتر ہو اور تیرے احکامات کی پیروی اور فرمانبرداری کی جائے۔ پس تو انھیں بخش دے اور ان پر رحم فرما اور ان سے راضی رہ، تو نے دنیا میں ان سے جو کچھ لیا ہے اس کے عوض انھیں آخرت میں بھلائی اور جزائے خیر عطا فرما"۔

اس کے بعد ابراہیمؒ کا شور و گریہ بلند ہوا اور شاعر کے اس کلام کو تمثیل کے طور پر بیان کیا:

أبا المنازل یاخیر الفوارس من ۔ یفجع بمثلك فی الدنیا فقد فجعا
الله یعلم أنی لو خشیتهم ۔ أو آنس القلب من خوف لهم فزعا
لم یقتلوه ولم أسلم أخی لهم ۔ حتّی نعیش جمیعًا أو نموت معا

"اے مختلف جگہوں پر قیام کرنے والے! اے بہترین شہسوار! اس دنیا میں تم جیسوں کو کون پریشان اور مصائب سے دوچار کرسکتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اگر میں نے ان لوگوں کو ڈرایا تو ان کے دل خوف کے مارے سہم جائیں گے اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہوجائیں گے۔ انھوں نے اسے قتل نہیں کیا ہے اور میں اپنے بھائی کو ان لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا یہاں

تک کہ ہم سب موت سے ہمکنار ہو جائیں یا ہم سب مل کر زندہ رہیں"۔

مفضل کہتا ہے: میں نے ابراہیمؑ کی خدمت میں تعزیت و تسلیت پیش کی اور کہا کہ یوں نالہ و فریاد کرنا آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ تو ابراہیمؑ نے کہا: خدا کی قسم! ان حالات میں میری وہی حالت ہے جیسے درید بن صمہ نے کہا ہے:

تقولُ الاتبکی أخاك! وَقَد أرىٰ   مكانَ البكا لكن بُنِيتُ على الصبر

"تم یہ کہتے ہو کہ اپنے بھائی پر گریہ و زاری نہ کرو حالانکہ میں رونے کی جگہ کو دیکھ رہا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے اسے صبر پر تعمیر کیا ہے"۔

مفضل کہتا ہے کہ پھر ٹڈیوں کے مانند ابوجعفر (منصور) کی فوج ہمارے سامنے ظاہر ہوئی تو ابراہیمؑ نے یہ اشعار پڑھے:

نُبِّئْتُ أن بنی خزیمه أجمعوا   أمرا خلالهم لتقتل خالدا

ان يقتلونی لَا تصب أرماحهم   ناری ویسعی القوم سعیًا جاهدا

أرمی الطريق و إن رصدت بضيقه   وأنازل البطل الكَمِیّ الحاردا

"مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بنوخزیمہ ایک ایسے منصوبے پر متفق ہوئے ہیں کہ جس کے ذریعے خالد کو وہ قتل کر دیں۔ اگر انھوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تو ان کے نیزے میری آگ تک نہیں پہنچ پائیں گے اور وہ لوگ انتہائی کوشش صرف کرلیں۔ میں اس راستے کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ اگر تم راستے کی تنگی کی وجہ سے وہاں گھات لگا کر بیٹھ گئے تو میں بھی تمہارے مقابلے پر وہ بہادر میدان میں اتاروں گا جو ہتھیار بند ہوگا اور زرہ کے بوجھ کی وجہ سے اس کا چلنا دشوار ہوگا"۔

اس پر میں نے ابراہیمؑ سے پوچھا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ کس شاعر کے اشعار ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: یہ اشعار خالد بن جعفر بن کلاب نے اس دن بیان کیے تھے جس دن اس کا گھوڑا لڑائی کے لیے آگے بڑھ رہا تھا اور یہ وہ دن تھا جب قیس اور تمیم کی آپس میں جنگ ہوئی تھی۔

جب ابوجعفر (منصور) کا لشکر آگے بڑھا تو ایک شخص کو آپ نے نیزہ مارا اور اسی طرح ایک اور شخص کو بھی نیزے سے ڈھیر کر دیا تو مَیں نے ان سے کہا: کیا آپ خود بھی جنگ لڑیں گے جبکہ یہ لشکر تو آپ کے ہی در پے ہے؟ پھر دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی اور انھوں نے مجھ سے کہا: اے مفضل! مجھے مزید فعال کرو تو مَیں نے ان کے سامنے عویف القوافی کے درج ذیل اشعار پڑھے:

ألا أيُّهَا النَّاهِی فزارة بعدما	أجدَّت بسیر اِنَّمَا أنت حالم
أبی کل حرأن یبیت بوتره	وتمنع منه النوم اِذ أنت نائم
أقول لفتیان کرام تروّحوا	علی الجُرد فی أفواههن الشکائم
قِفُوْا وقْفَةً من یحیٰی لا یخز بعدها	ومن یخترم لَا تتبعه اللَّوائم
وهل أنت اِن باعدت نفسك منهم	لتسلم فیما بعد ذٰلك سالم

"اے چیتے کو روکنے والے کہ جب وہ اپنی راہ پر چلنے کو تیار کھڑا ہو جبکہ تم تو عقل مند اور بردبار ہو۔ کوئی بھی آزاد مرد اپنے مقتولین کے خون کا بدلہ لینے سے پہلے رات کو آرام نہیں کرتا جبکہ تم اسے تو نیند سے روک رہے ہو اور خود سو رہے ہو۔ مَیں ان سخی بہادر جوانوں سے یہ کہتا ہوں کہ تم سب گھڑ دوڑ میں آگے رہنے والے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھو کہ جن کے منہ میں لگام کا لوہا ہوتا ہے۔ زندگی ایسے ٹھہراؤ کے ساتھ گزارو کہ اس کے بعد ذلت و رُسوائی نہ ہو اور جو دشمن کے مقابلے میں موت سے ہمکنار ہوتا ہے اسے ملامت نہیں کیا جاتا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم نے خود کو ان لوگوں سے دُور کر لیا تو تم ان کے بعد صحیح و سالم رہو گے؟"

یہ سن کر ابراہیمؑ نے مجھ سے کہا: ان اشعار کو دوبارہ پڑھو۔ اس وقت ان کے چہرے پر عیاں ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی قتل کر دیے جائیں گے۔ مَیں نے ان سے پوچھا: کیا ان کے علاوہ مزید اشعار سناؤں تو انھوں نے جواب دیا: نہیں! ان اشعار کو ہی پھر سے دہراؤ تو مَیں نے انھیں دوبارہ پڑھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کی رکابوں پر دراز ہوئے اور انھیں کاٹ دیا اور اس پر

سوار ہو کر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ایک نامعلوم تیر آیا اور اس سے آپ شہید ہو گئے جبکہ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

محمد بن سلیمان باغندی سے مروی ہے کہ میں نے اسحاق بن شاہین واسطی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ خالد بن عبداللہ واسطی کا تعلق اہل السنت والجماعت سے تھا جبکہ اس کے علاوہ دیگر اہل السنت والجماعت کے افراد نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا لیکن یہ اپنے گھر سے نہ نکلا۔

داؤد بن یحییٰ سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن اسحاق بن شاہین کو خالد بن عبداللہ الطحان کے متعلق درج بالا قول بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور اس نے مزید یہ بھی بتایا کہ اہل الحدیث میں سے تمام لوگوں نے ان کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ ان میں شعبہ بن حجاج، ہشیم بن بشیر، عباد بن عوام اور یزید بن ہارون بھی شامل تھے۔

حفص بن راشد سے منقول ہے کہ ہشیم بن بشیر نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا اور ہشیم کا بیٹا ان کے ہمراہ مارا گیا۔

سلیمان الشاذکونی سے منقول ہے کہ ہشیم نے ابراہیمؑ بن عبداللہؑ کے ہمراہ خروج کیا اور ہشیم کا بیٹا معاویہ ان کے ہمراہ مارا گیا تو ایک شخص نے ہشیم سے کہا: ابومعاویہ! میں نے تمہیں ابراہیمؑ کے ہمراہ برچھوں کے ساتھ دیکھا کہ تم ان کے سر پر ایک پرچم لہرا رہے تھے۔

یحییٰ بن صالح الجریری سے منقول ہے کہ میں نے ابراہیمؑ بن عبداللہؑ کے ساتھیوں میں سے یونس بن ارقم عنزی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مفضل بن محمد الضبی کا شیعیت کی طرف جھکاؤ تھا اور ہم جب بھی ابراہیمؑ کے پاس جمع ہوتے تو وہ ہمیں مفضل کے گھر میں جمع کرتے تھے۔

محمد الرقاشی سے مروی ہے کہ میں نے یزید بن ذریع کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابراہیمؑ زیادہ تر مفضل کے گھر پر ہی مقیم رہے یہاں تک کہ انھوں نے خروج کر دیا اور یہ مفضل ہر اس شخص سے اپنا مذہب مخفی رکھتے تھے جو ان سے ان کے مذہب کے بارے میں استفسار کرتا تھا۔

ابراہیم بن سوید الحنفی سے منقول ہے کہ میں نے (اہل سنت کے امام) ابوحنیفہ سے

ایک سوال دریافت کیا کیونکہ ابراہیمؑ کے زمانے میں ابوحنیفہ کا بے پناہ عزت و احترام تھا۔ میں نے ان سے یہ پوچھا کہ آپ کو حج کے بعد سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے؟ تو ابوحنیفہ نے جواب دیا: ابراہیمؑ کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا پچاس حج سے بھی افضل عمل ہے۔

حسین بن سلمہ ارجی سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ کے زمانے میں ایک عورت (امام) ابوحنیفہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ میرا بیٹا اس مرد (ابراہیمؑ) کے ہمراہ خروج کا ارادہ رکھتا ہے جب کہ میں اسے اس کام سے روک رہی ہوں، آپ کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ تم اپنے بیٹے کو اس کام سے مت روکو۔

محمد بن ادریس ازدی سے مروی ہے کہ میں نے حماد بن اعین کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ لوگوں کو ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کرنے پر ابھارتے اور رغبت دلایا کرتے تھے اور انھیں یہ حکم دیتے کہ وہ ابراہیمؑ کی پیروی کریں۔

محمد بن خالد ہمتی سے منقول ہے کہ (امام اہل سنت) ابوحنیفہ، ابراہیمؑ کے دور میں یہ کہا کرتے تھے کہ میرا یہ پیغام ابراہیمؑ تک پہنچا دو کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ جمل کے لوگوں کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے اور کسی بھاگتے ہوئے کا تعاقب کر کے اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ جنگ جمل والے افراد کا ایسے گروہ سے تعلق نہیں تھا کہ جن سے ایسا سلوک کیا جاتا لیکن حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین والے گروہ (اہل شام) کے بارے میں ایسا حکم نہیں دیا تھا کیونکہ یہ لوگ اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے کہ جن کے ساتھ یہ برتاؤ رکھنا چاہیے تھا۔

سلیمان بن ابی شیخ سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے ہارون بن سعد کو واسط کا گورنر مقرر کر رکھا تھا تو ہارون نے میرے ساتھ خروج کیا تھا اور عامر بن عباد بن عوام، یزید بن ہارون اور علاء بن راشد بھی جنگ کے لیے (ان کے ہمراہ) میدان کی طرف نکلے۔

جناب بن خشخاش سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو معاذ بن نصر العنبری نے ان کی پیروی کی۔

عمر بن عون سے مروی ہے کہ عباد بن عوام بصرہ میں ابوجعفر (منصور دوانیقی) کی وفات

تک روپوش رہے۔

عاصم بن علی سے منقول ہے کہ اس معرکے میں ہشیم کا بھائی حجاج اور ہشیم کا بیٹا معاویہ بھی قتل ہوا تھا۔

عثمان بن ہشیم موذن، قدامی اور یونس بن نجدہ سے منقول ہے کہ ابراہیم نے عباد بن منصور کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

قاسم بن ابی شیبہ سے منقول ہے کہ ابوخالد احمر نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

نصر بن مزاحم منقری سے مروی ہے کہ ابوداؤد الطہوی نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ یہ ابوداؤد ثقہ راوی ہیں اور ان سے ابونعیم، حسن بن حسین سعدی اور دیگر محدثین نے روایات نقل کی ہیں۔

عباد بن حکیم سے مروی ہے کہ جنادہ بن سوید نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا جب کہ ابراہیمؑ نے انھیں تین سو افراد پر سردار متعین کیا اور یہ ابراہیمؑ کے ہمراہ باخمریٰ کے معرکہ میں شریک ہوئے۔ اسی طرح مفضل بن محمد ضبی راویہ بھی ابراہیمؑ کے ہمراہ اس معرکہ میں شریک تھے۔

عقیل بن عمرو ثقفی سے منقول ہے کہ ازرق بن تمہ صریمی نے اس حالت میں ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا کہ اس نے دو تلواریں حمائل کر رکھی تھیں اور یہ عمرو بن عبید کے ساتھیوں میں سے تھا۔

ابراہیم بن سالم سے منقول ہے کہ ابراہیم اسدی ان لوگوں میں سے تھے جو لوگ ابراہیمؑ کی طرف کوچ کا ارادہ کرتے ہوئے عازم سفر ہوئے جبکہ ابراہیم اسدی کو گرفتار کر کے ابوجعفر (منصور) کے پاس لایا گیا تو ابوجعفر نے ان کی تحقیر و تذلیل کی اور کہا: تم ابراہیمؑ کے قاصد (خبر رساں) ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔

اس پر ابوجعفر (منصور) نے کہا: پھر تم یہ قسم کھاؤ کہ اگر تم نے ابراہیمؑ کو دیکھا تو اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ گے تو اس نے یہ قسم کھا لی اور ابوجعفر نے انھیں چھوڑ دیا۔ جب ابراہیمؑ نے خروج کیا تو یہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: ابوجعفر نے مجھ سے یہ قسم لی تھی کہ اگر میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کو پکڑ کر اس کے پاس لے جاؤں گا لہٰذا آپ ہمارے ساتھ

اس کے پاس چلیں۔

حسین بن جعفر بن سلیمان الضبعی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے بھائی داؤد کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابراہیمؑ کے دیوان میں بصرہ کے ایک لاکھ افراد کے نام موجود تھے۔

عبداللہ بن عبدالوارث سے منقول ہے کہ ہاشم بن قاسم نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ انھوں نے ابراہیمؑ کے ہمراہ باخمری کی لڑائی میں شرکت کی۔

ہاشم بن قاسم کی کنیت ابوالنضر ہے۔ انھوں نے سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج سے روایات نقل کی ہیں جبکہ نضر آپ کا بیٹا تھا (جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالنضر ہے)۔ آپ ثقہ و معتبر محدثین میں سے ہیں۔ [1]

سلم بن فرقد سے مروی ہے کہ عمر بن عون، ابراہیمؑ کے ہمراہ باخمری کے معرکہ میں شہید ہوئے اور یہ ہشام کے ہم عصر تھے اور ہشام سے احادیث و روایات نقل کی ہیں۔

محمد بن بشر سے منقول ہے کہ میں ابراہیمؑ کے زمانے میں سفیان ثوری کے پاس موجود تھا کہ سفیان ثوری نے کہا: تعجب ہے ان اقوام پر جو خروج کرنے والے شخص کے خروج کی وجہ سے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس شخص نے اس وقت خروج کیا تھا، جب یہ لوگ خروج کے لیے آمادہ نہیں تھے۔

راوی کہتا ہے: سفیان کے ساتھیوں میں سے مؤمل اور حنبص نے ابراہیمؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ اور مؤمل کو مؤمل بن اسماعیل کہا جاتا ہے۔

ابوزید کہتا ہے: میں نے ابونعیم سے حنبص کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا: سفیان کے ساتھیوں میں سے یہ (زہد و تقویٰ کی وجہ سے) انتہائی لاغر بدن کے مالک تھے اور ان کے متعلق شاعر نے کہا:

یالیت قومی کلهم حنابصا

"کاش! میری قوم کے تمام افراد حنبص کی طرح (متقی و زاہد) ہوتے"۔

---

[1] خلاصہ تذہیب الکمال، ص ۲۵۰ پر مذکور ہے کہ اہل بغداد ان پر فخر و مباہات کرتے تھے اور ان کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی تھی۔

ابن حراسہ سے منقول ہے کہ ابراہیمؒ بن عبداللہ کے ہمراہ سفیان ثوری کے دو ساتھی بھی قتل ہوئے تھے۔ یہ دونوں سفیان ثوری کے خاص افراد میں سے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن حکیم سے منقول ہے کہ ابو یحییٰ کے چچا داؤد بن مبارک ہمدانی نے ابراہیمؒ بن عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا اور اس معرکہ میں قتل ہو گئے۔

عمر بن نضر سے منقول ہے کہ جب ابراہیمؒ شہید ہوئے تو اس وقت مَیں کوفہ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد اعمش میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: کیا یہاں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ابراہیمؒ کو نہ جانتا ہو؟

مَیں نے جواب دیا: نہیں۔

اعمش نے کہا: اگر یہاں کوئی ایسا شخص ہو جو انھیں نہ جانتا ہو تو تم لوگ اسے جہنم رسید کر دو۔

پھر اس نے مزید یہ کہا: خدا کی قسم! اگر کوفہ کے لوگ میری سوچ اور فکر کے مطابق عمل پیرا ہوں تو ہم یہاں سے چل کر ابو جعفر (منصور) کے پڑوس میں پڑاؤ ڈالیں اور اگر وہ مجھ سے پوچھے کہ اعمش! تمھارا کیسے آنا ہوا؟ تو مَیں اسے جواب دوں گا کہ مَیں اس لیے آیا ہوں کہ تیری شادابی کو نابود کر دوں، یا تم میری شادابی کو یوں نابود کر دو جیسا تم نے فرزند رسولؐ (ابراہیمؒ) کے ساتھ کیا ہے۔

ابو عباد الصیرفی سے منقول ہے کہ مَیں نے محمد بن علی بن خلف العطار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ابراہیمؒ بن عبداللہؒ شہید ہو گئے تو سفیان ثوری نے کہا: مَیں یہ نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کی نماز قبول ہو گی لیکن پھر بھی ان کا نماز پڑھنا، نماز ترک کرنے سے بہتر ہے۔

علی بن احمد البتانی سے منقول ہے کہ مَیں نے محمد بن خلف العطار سے یہ سنا کہ جب ابراہیمؒ بن عبداللہؒ شہید ہو گئے تو سفیان ثوری نے عامر بن کثیر السراج کے ساتھی ابو السرایا سے پوچھا: کیا تم نے بھی ابراہیمؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کے ہمراہ خروج کیا تھا؟ تو ابو السرایا نے جواب دیا: جی ہاں۔

مدائنی سے منقول ہے کہ ابو محمد البریدی المؤدب نے ابراہیمؒ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج

کیا تھا اور پھر اُس نے دیگر پسپائی اختیار کرنے والے لوگوں کے ساتھ پسپائی اختیار کرلی۔

حسینؒ بن زیدؒ بن علیؑ

حسین بن زید بن علیؑ یہ ان افراد میں سے ہیں جو محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ہمراہ جنگ میں شرکت کے بعد کافی عرصہ تک رُوپوش رہے۔ جب آپ کو تلاش نہ کیا گیا اور حالات پُرامن ہو گئے تو حسینؒ بن زیدؒ بن علیؑ منظرِ عام پر آئے۔ حسینؒ بن زیدؒ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

محول بن ابراہیم سے منقول ہے کہ حسینؒ بن زیدؒ نے عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ کے دونوں بیٹوں محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی اور پھر رُوپوش ہو گئے۔ آپ جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) کے گھر میں قیام پذیر رہے جبکہ جعفرؑ بن محمدؑ نے ہی آپ کی تربیت کی تھی۔ آپ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ان کی آغوش میں پرورش پائی اور ان سے بہت زیادہ علم حاصل کیا۔ جب آپ کا ان لوگوں میں نام نہ آیا کہ جن کی حکومت و عباسیہ کو تلاش تھی تو آپ منظرِ عام پر آ گئے کیونکہ آپ کے خاندان والے اور آپ کے بھائی آپ سے کافی مانوس تھے۔

آپ کا بھائی محمد بن زیدؒ، ابوجعفر (منصور) کے ساتھ تھا اور اس نے محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ہمراہ جنگ میں شرکت نہیں کی تھی لیکن یہ حسینؒ بن زیدؒ کے ساتھ خط و کتابت رکھتا تھا کیونکہ اسے ان سے سکون اور اطمینان ملتا تھا۔ پھر جب آپ مدینہ میں مکمل طور پر منظرِ عام پر آ گئے تو اس وقت ہر ایک کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ کے پاس صرف وہی شخص آتا، جس پر آپ کو مکمل اعتماد اور بھروسہ ہوتا تھا۔

عباد بن یعقوب سے منقول ہے کہ حسینؒ بن زیدؒ کا گریہ و بکا کی کثرت کی وجہ سے ذاالدمعة (آنسو بہانے والا) لقب تھا۔

یحییٰؒ بن حسینؒ بن زیدؒ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میری والدہ نے میرے والد سے یہ عرض کیا کہ آپ اس قدر زیادہ گریہ کرتے ہیں تو میرے والد نے جواب دیا: کیا وہ دو تیر جو میرے دل و دماغ پر نقش ہیں اور جو آگ میرے سینے میں بھڑک رہی ہے، اس کے ہوتے

ہوئے میں کیسے گریہ وبکا نہ کروں۔

ان کی دو تیروں سے مراد ایک وہ تیر تھا جس سے ان کے والد زیدؓ شہید ہوئے تھے اور دوسرا وہ تیر تھا، جس سے ان کے بھائی یحییٰ شہید ہوئے تھے۔

حسینؓ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن میں عبداللہؓ بن حسنؓ کے پاس سے گزرا کہ جب وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے مجھے اشارہ کیا تو میں بیٹھ گیا اور جب انھوں نے نماز پڑھ لی تو مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے میرے بھتیجے! بے شک! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھیں جس مقام پر رکھا ہے وہاں کسی اور کو نہیں رکھا مگر یہ کہ جو تم جیسا ہو اُسے یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ یقیناً اب تم جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہو۔ تم ایسی عمر میں ہو جس میں خیر اور شر بہت جلد انسان کی جانب بڑھتا ہے۔ پس اگر تم ایسے زندگی گزارو کہ ہمیں دوبارہ تمھاری صورت میں تمھارے بزرگوں کی تصویر نظر آئے تو یہ ہمارے لیے دوبارہ سعادت وخوش بختی ہوگی۔

خدا کی قسم! تمھارے پے در پے ایسے آباؤ اجداد گزرے ہیں کہ ان جیسی ہستیاں نہ تم نے ہم میں اور نہ ہمارے اخیار میں دیکھی ہوں گی۔ بے شک! تمھارے آباؤ اجداد میں سے جو پہلی پشت پر واقع ہیں، ان جیسا بھی کوئی ہم میں نہیں ہے اور وہ تمھارے والد زیدؓ ابن علیؑ ہیں۔ خدا کی قسم! ان جیسا کوئی بھی ہم میں موجود نہیں ہے۔ پھر میں جس قدر عمر میں بڑھتا گیا انھیں افضل ہی پایا''۔

حسینؓ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں: میں عبداللہ بن حسنؓ کے پاس سے گزرا جب وہ مصلی النبیؐ میں نماز ادا کر رہے تھے تو انھوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا جبکہ وہ حالت قیام میں مشغول تھے تو میں ان کے پاس آ گیا۔ جب انھوں نے نماز مکمل کر لی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا:

''میں نے تمھارے بارے میں یہ ملاحظہ کیا ہے کہ تم اپنے ارادہ واختیار کے خود مالک ہو۔ لہٰذا میں نے یہ چاہا کہ تمھیں نصیحت کروں۔ ہو سکتا ہے خدا تمھیں اس نصیحت سے فائدہ عطا کرے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھیں اس سلسلۂ نسب میں رکھا ہے کہ جہاں صرف تیرے جیسے بافضیلت لوگ ہی اس مقام پر ہوتے ہیں۔ اس وقت تم جوانی کی دہلیز پر ہو اور

سب لوگوں کی نظریں تم پر مرکوز ہیں۔ جبکہ اس عمر میں اچھائی اور برائی تیزی سے تمھاری طرف آسکتی ہے۔ اگر تم اپنے گزرے ہوئے بزرگان کی طرح اعمال و افعال بجا لاؤ تو ہم یہ دیکھیں گے کہ اچھائی تیزی سے تمھاری طرف بڑھے گی اور اگر تم ان کے کردار کے برعکس عمل کرو گے تو تم دیکھو گے کہ برائی تیزی سے تمھاری طرف بڑھے گی۔ تمھارے پے در پے آباء و اجداد بافضیلت و باکمال گزرے ہیں۔ تمھارے سلسلۂ نسب میں پہلی پشت پر زیدؒ بن علیؑ ہیں جبکہ ہم نے اپنوں اور غیروں میں ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ پس! تم اس حالت میں زندگی کے ماہ و سال عبور کرو کہ اپنی ذات کے لیے فضل و کمال کسب کرو۔ تمھارے آباؤ اجداد میں حضرت علیؑ آئے، پھر حضرت امام حسینؑ اور پھر حضرت علیؑ (امام زین العابدینؑ) گزرے ہیں"۔

حسینؒ بن زیدؒ سے منقول ہے کہ امام حسینؑ ابن علیؑ کی اولاد میں سے چار افراد محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان چار افراد میں میرا بھائی عیسیٰ اور جعفرؒ بن محمدؑ کے دو بیٹے موسیٰ اور عبداللہ تھے۔

موسیٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ اور منصور کے تازیانے

موسیٰؒ بن عبداللہؒ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کی والدہ کا نام ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ ہے۔ جب موسیٰؒ کی پیدائش ہوئی تو اس وقت ہند کی عمر ساٹھ برس تھی۔

زبیر نے اپنے چچا مصعب سے روایت نقل کی ہے کہ جب موسیٰ پیدا ہوئے تو اس وقت ہند ساٹھ برس کی تھیں۔ راوی کہتا ہے: صرف خاندانِ قریش کی عورتیں ساٹھ سال تک بچے پیدا کرسکتی ہے۔ اور دیگر عربی عورتیں صرف پچاس سال تک بچے پیدا کرسکتی ہیں۔ (زھر الآداب: ص ۱۳۰۱)

عبداللہ بن موسیٰ نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ وہ (موسیٰ) بیان کرتے ہیں: جب ہم ربذہ پہنچے تو ابوجعفر (منصور) نے میرے والد کے پاس پیغام بھجوایا کہ وہ میرے پاس اپنے لوگوں میں سے کسی ایک کو بھیجیں اور یہ جان لو کہ وہ شخص پھر تم لوگوں کے پاس واپس لوٹ کر نہیں جائے گا۔ یہ سن کر ان کے بھتیجوں نے خود کو پیش کیا کہ وہ اس کے پاس جاتے ہیں لیکن میرے والد نے انھیں جزائے خیر کی دُعا دی اور کہا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں تمھاری وجہ سے تمھارے خاندان کو کسی مصیبت و پریشانی میں مبتلا کروں لیکن اے موسیٰ! تم ابوجعفر (منصور) کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کہتا ہے: پھر میں ابوجعفر (منصور) کے پاس گیا جبکہ میں اس وقت ایک نوخیز لڑکا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو بددعا دیتے ہوئے کہا:

لا اَنْعَمَ اللّٰه بك عینًا

"اللہ تمھاری وجہ سے اس کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ کرے جسے تم محبوب رکھتے ہو"۔

پھر اس نے اپنے غلام کو تازیانہ لانے کو کہا تو وہ تازیانہ لے آیا اور اس نے مجھے اس بے رحمی سے تازیانے کے ساتھ مارا پیٹا کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور مجھے اس مار کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے تازیانے کو ہٹاتے ہوئے قریب آنے کو کہا تو مَیں اس کے قریب ہوا اور اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ میری طرف سے فیض ہے اور مَیں نے اپنے فیض کی سطور تم پر رقم کر دی ہیں۔ اب میں اس فیض کو روک نہیں سکتا اور خدا کی قسم اس کے پیچھے موت چھپی ہے یا تم اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرو۔

یہ سن کر مَیں نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم! میرا اس امر سے کوئی تعلق نہیں اور مَیں بے قصور ہوں۔ تو اس نے کہا: جاؤ اور میرے پاس اپنے دونوں بھائیوں کو لے کر آؤ۔

مَیں نے کہا: تم مجھے ریاح بن عثمان کے پاس بھیج دو گے اور وہ مجھ پر اپنے جاسوس مقرر کر دے گا۔ جو ہر راستے پر میرا پیچھا کرتے رہیں گے اور جب یہ بات میرے دونوں بھائیوں (محمدؒ اور ابراہیمؒ) کو معلوم ہوگی تو وہ مجھ سے دُور بھاگیں گے۔ تو اس نے ریاح کو ایک خط تحریر کیا کہ تمھیں موسیٰ پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہے۔ پھر ابوجعفر نے میرے ہمراہ محافظ روانہ کیے اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اسے میرے حالات سے باخبر رکھیں۔ پھر مَیں مدینہ میں آ گیا اور وہاں ابن ہشام کے گھر میں آیا اور کئی مہینوں تک وہیں قیام پذیر رہا۔ (تاریخ طبری: ج ۹، ص ۱۹۶)

مدائنی سے منقول ہے کہ ریاح نے ابوجعفر (منصور) کو خط میں تحریر کیا کہ موسیٰ یہاں (مدینہ میں) مقیم ہے اور وہ تمھیں نقصان پہنچانے کے لیے موقع کی تاک میں ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی خبر یا چیز نہیں جس سے تم خوش ہو سکو۔ اس پر ابوجعفر (منصور) نے ریاح کو حکم دیا کہ موسیٰ کو میرے پاس بھیج دو۔ جب محمدؒ (موسیٰ کے بھائی) کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے خروج کر کے موسیٰ کو ان لوگوں کے چنگل سے آزاد کرا لیا۔

پھر محمدؒ نے موسیٰ کو شام بھیج دیا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو محمدؒ کی بیعت کی طرف بلائیں لیکن

موسیٰ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی محمدؒ شہید ہو گئے۔ اور دوسرے قول کے مطابق: موسیٰ شام سے واپس محمدؒ کے پاس مدینہ آئے تھے اور ان کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئے اور محمدؒ کی شہادت کے بعد وہاں سے فرار ہو کر چھپ چھپا کر بصرہ آ گئے اور پھر بصرہ میں ہی مقیم رہے۔

بشینہ شیبانیہ جس نے احمد بن عیسیٰ بن زید اور فضل بن جعفر بن سلیمان کو دودھ پلایا تھا، وہ کہتی ہیں: جب موسیٰ شام سے بصرہ آئے تو وہ میرے پاس آئے اور بنوشمر میں میرے گھر میں قیام کیا۔ میں نے ان سے کہا: میرا باپ آپ پر فدا ہو! آپ کے دونوں بھائی قتل ہو گئے اور بصرہ کا گورنر محمد بن سلیمان ہے جب کہ آپ اس کے ماموں ہیں لہٰذا آپ کو یہاں کوئی پریشانی نہیں ہے۔

پھر انھوں نے ایک شخص کو اپنے لیے کھانا خریدنے کے لیے بازار بھیجا اور اس شخص نے بوجھ اُٹھانے والے غلاموں میں سے ایک سیاہ فام مزدور کو یہ سامان اٹھوایا۔ جب یہ سیاہ فام سامان لے کر ان کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے اس سے پوچھا: جو سامان تم اُٹھا کر یہاں تک لائے ہو اس کا کیا کرایہ بنتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: چار دوانیق [1] تو انھوں نے اسے چار دوانیق دیے لیکن وہ اس رقم پر راضی نہ ہوا تو انھوں نے اسے مزید رقم دی یہاں تک کہ اسے چار درہم دیے تو وہ راضی ہو گیا اور واپس چلا گیا۔

بشینہ شیبانیہ کہتی ہیں: خدا کی قسم! موسیٰ نے کھانا تناول کرنے کے بعد ابھی اپنے ہاتھ بھی نہیں دھوئے تھے کہ گھڑسواروں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ جب موسیٰ نے اس سے گھبراہٹ و پریشانی محسوس کی تو میں نے ان کی طرف دیکھ کر کہا: یہ گھڑسوار آپ کی طرف نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارے پڑوسیوں میں سے بدچلن و بدکردار لوگوں کو پکڑنے کے لیے آئے ہیں، لیکن خدا کی قسم! ابھی میری گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ یہ گھڑسوار گھر میں بھی داخل ہو گئے اور انھوں نے ہمیں گھیر لیا۔ اس وقت میرے گھر میں موسیٰؒ کے ہمراہ ان کا بیٹا عبداللہ، ان کا غلام اور ان کا ایک پیروکار تھا۔

---

[1] ایک درہم کے چھٹے حصے کو دانق کہتے ہیں اور دانق کی جمع دوانیق ہے۔ (مترجم)

جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ چادر میں لپٹی ہوئی کوئی چیز جانور کی پشت پر تھی۔ جب انھوں نے اس کے اُوپر سے چادر ہٹائی تو یہ وہی سیاہ فام بوجھ اُٹھانے والے مزدور تھا اور اس نے فوراً سپاہیوں سے کہا: یہ موسیٰ بن عبداللہ ہے اور یہ اس کا بیٹا عبداللہ ہے اور یہ اس کا غلام ہے اور اس (چوتھے شخص) کو میں نہیں جانتا ہوں۔

خدا کی قسم! ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ لوگ شام سے ان کے ساتھ ساتھ تھے اور یہ انھیں گرفتار کر کے محمد بن سلیمان کے پاس لے گئے۔ اس نے ان (موسیٰ اور ان کے ہمراہیوں) سے کہا: اللہ تعالیٰ تمھاری قرابت و رشتہ داری کو اپنا قرب نصیب نہ کرے اور وہ تمھارے چہروں کو زندہ و سلامت نہ رکھے۔ تم روئے زمین کے تمام شہروں کو چھوڑ کر میرے شہر میں آئے ہو۔ اب اگر میں تم سے صلہ رحمی کروں تو میں نے امیر (ابوجعفر منصور دوانیقی) کی نافرمانی کی اور اگر میں امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کروں تو تم سے قطع رحمی کی جبکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ تمھارے ساتھ ایسا کرنے کا حق دار ہے۔

پھر محمد بن سلیمان نے ان کو منصور کے پاس بھیج دیا اور منصور نے موسیٰ بن عبداللہؒ کو پانچ سو کوڑے مارے لیکن انھوں نے صبر کیا۔ پھر منصور نے عیسیٰ بن علی سے کہا: میں باطل پرستوں کے باطل پر صبر کی انھیں داد دیتا ہوں اور اس لڑکے کے متعلق کیا خیال ہے جسے ابھی سورج نے بھی نہیں دیکھا۔

یہ سن کر موسیٰ نے کہا: اگر باطل پرست اپنے باطل پر صبر کرتے ہیں تو حق پرست تو حق پر صبر کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

جب منصور کے سپاہی موسیٰؒ کو تازیانوں سے خوب مار چکے تو انھیں باہر نکالا۔ ربیع نے موسیٰ سے کہا: اے جوان! مجھے پتا چلا ہے کہ تم اپنے خاندان کے اہل عقل و دانش حضرات میں سے ہو لیکن میں نے تمھارا طرزِ عمل اس کے برعکس دیکھا ہے۔

موسیٰ نے ربیع سے کہا: تم نے ایسا کون سا طرزِ عمل اس کے برعکس دیکھا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے تمھیں تمھارے دشمن کے سامنے اس حالت میں دیکھا ہے کہ تم خود کو مزید نقصان پہنچاؤ اور خود کو مزید رُسوائی میں ڈالو۔ تمھارا حق تھا کہ تم اس سے جھگڑا کرتے جب

وہ تمھیں تازیانے مار رہا تھا لیکن تم گویا یوں صبر کر رہے تھے جیسے وہ کسی اور کو تازیانوں سے مار پیٹ رہا تھا۔

یہ سن کر موسیٰ نے یہ شعر پڑھا:

إنی من القوم الذین تزیدهم   قسواً وصبراً شدة الحدثان

"میرا اس قوم سے تعلق ہے جنھیں مصائب و تکالیف کی سختیاں مزید سخت اور صابر بنا دیتی ہیں"۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ قید خانے ہی میں رہا ہے یہاں تک کہ مہدی (عباسی) نے انھیں قید سے رہا کیا، اور دیگر قول کے مطابق: اس کے بعد موسیٰ مخفی رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ موسیٰ اشعار بھی کہا کرتے تھے۔

محمد بن اسماعیل جعفری اور محمد بن عبداللہ البکری سے منقول ہے کہ موسیٰ بن عبداللہ نے کہا:

إنی زعیم أن أجی بضرة   قُراسِيَةٍ فراسة للضرائر

فتکرم مولاها وترضی خلیلها   وتقطع من أقصی أصول الحناجر

"میں ایک قائد و رہبر ہوں لہٰذا میں ایک ایسی سوتن لاؤں گا جو عزت دار اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے دلیر ہو اور وہ اپنے سردار کی عزت و تکریم کرنے والی اور اپنے ہم سفر سے خوش رہنے والی ہو اور یہ نرخرے (سانس کی نالی) کی جڑوں کی آخری حد کو کاٹنے والی ہو"۔

تو عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسن کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کے غلام ربیع بن سلیمان نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:

أبنت أبی بکر تکید بضرة؟   لعمری لقد حاولت إحدی الکبائر

تَغُطُّ غَطِيطَ البَكْرِ شُدَّ خِنَاقُهُ   وأنت مقیم بین صوحی حباثر

"کیا ابوبکر کی بیٹی (اس کی مراد موسیٰ بن عبداللہ کی بیوی ام سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے) سوتن سے برا ارادہ رکھے گی؟ مجھے

میری زندگی کی قسم! اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔
وہ بکر کی طرح خراٹے لیتے ہوئے چین کی نیند سوئے جیسے اس کا گلا سخت
ہو گیا ہو جب کہ تم عباثر کے کناروں کے درمیان قیام پذیر ہو"۔
عباثر، موسیٰ بن عبداللہ کے ایک کنویں کا نام ہے۔

یحییٰ بن حسن سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن یوسف کو بیان کرتے ہوئے سنا تھا جب کہ زبیر نے اس بات کو بیان نہیں کیا کہ ایک دفعہ موسیٰ نے اس سوتن کو تحائف دینے کا حکم دیا اور ربیع نے اسے جا کر یہ تحائف دیئے اور اس عورت نے ان کو نفع کے کام میں صرف کیا۔ جب موسیٰ کی بیوی اُم سلمہ کو یہ پتا چلا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ موسیٰ بن عبداللہ کے مال سے موسیٰ کے لیے اس سے دوگنا زیادہ تحائف خریدے گی اور موسیٰ نے اجازت دے دی۔

ابوالفرج اصفہانی (مؤلف کتاب) کہتے ہیں: یہ درج بالا اُمور ہمارے موضوع کے متعلق نہیں ہیں، چونکہ بات سے بات نکلتی گئی تو ہم نے اس حوالے سے کچھ ذکر کر دیا ہے۔

موسیٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں ایک دفعہ اپنے والد کے ساتھ ابوالعباس سفاح کے پاس گیا جبکہ اس وقت میں نوخیز لڑکا تھا اور ابوالعباس سفاح نے میرے والد کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اُمید ہے کہ تمھارا یہ بیٹا حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے اُن پڑھ افراد کے لیے علمی موضوعات کو بیان کرے گا۔

میرے والد نے اس سے کہا: ہاں! ایسی ہی اُمید ہے۔ پھر اس نے کہا: آپ اس سے کہیں کہ کوئی اشعار سنائے تو میرے والد نے مجھ سے کہا: اٹھو اور انھیں اشعار پڑھ کر سناؤ۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر اسے اشعار سنائے اور اس کے بعد بیٹھ گیا۔

ایک دن موسیٰ، ہارون الرشید کے دربار میں گئے اور جب وہاں سے نکل رہے تھے تو آپ کا پاؤں چٹائی سے اُلجھ گیا اور آپ گر پڑے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے خادم اور سپاہی ہنسنے لگے تو آپ نے کھڑے ہو کر ہارون سے کہا: میں روزہ رکھنے کی وجہ سے ہونے والی کمزوری کی وجہ سے گرا ہوں، نشے کی کمزوری سے نہیں گرا ہوں۔

اسماعیل بن یعقوب سے منقول ہے کہ جب ابوجعفر (منصور) نے عبداللہ بن حسنؑ کے

اُموال کو غصب کر لیا اور پھر وہ حج کرنے آیا تو (عبداللہ کی زوجہ) عاتکہ بنت عبدالملک (عبداللہؒ بن حسنؒ کے بیٹوں عیسیٰ، سلیمان اور ادریس کی والدہ) نے چلّاتے ہوئے اس سے کہا جب کہ آپ با پردہ طواف میں مشغول تھیں۔

اے امیر! عبداللہؒ بن حسنؒ کے بچے یتیم ہو گئے اور ان کے والد تمھارے قید خانے میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے اور پھر تم نے ان کے مال و اسباب کو چھین لینے کا حکم دیا۔

یہ سن کر ابوجعفر (منصور) نے ان کے غصب کیے ہوئے اُموال انھیں واپس کر دینے کا حکم دیا۔ جب عاتکہ، حسن بن زید کے پاس آئیں تو اس نے عاتکہ سے کہا: میں نے ابوجعفر (منصور) سے یہ نہیں سنا لہٰذا تم میرے سامنے گواہ پیش کرو تو آپ عیسیٰ بن محمد اور محمد بن ابراہیم الامام کو گواہ کے طور پر لائیں اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی تو اس نے ان کا مال انھیں واپس کر دیا۔ پھر موسیٰؒ نے کہا: ہم اس مال کو عبداللہ بن حسنؒ کے ارادے اور منصوبے کے مطابق تقسیم کریں گے۔ عاتکہ نے کہا: یہ وہ مال ہے جس پر حاکم نے قبضہ کر لیا تھا اور اس نے میرے دریافت کرنے پر یہ مال واپس لوٹایا ہے۔

یہ سن کر موسیٰؒ نے کہا: ہم اس مال میں عبداللہؒ بن حسنؒ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کریں گے جب کہ عبداللہؒ اس مال میں ہند کے بیٹوں کو ان کے دوسرے بھائیوں پر فوقیت دیتے تھے۔ اس پر موسیٰؒ سے کہا گیا کہ اگر اس بات اور اختلاف کی خبر حاکم کو معلوم ہو گئی تو وہ دوبارہ ان اُموال پر قبضہ جمالے گا۔

تو موسیٰؒ نے جواب دیا: خدا کی قسم! مجھے عبداللہ کی مقرر کردہ شرائط میں تبدیلی کرنے سے زیادہ یہ پسند ہوگا کہ بے شک حاکم اس پر دوبارہ اپنا قبضہ جمالے۔

پھر موسیٰؒ نے اس حوالے سے ابوجعفر (منصور) کو ایک خط تحریر کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس مال کو واپس لوٹا کر عبداللہ کے فیصلے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

علیؒ بن حسنؒ بن زیدؒ

آپ کا نام علیؒ بن حسنؒ بن زیدؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ اور آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں اور انھیں اَمۃ الحمید (حمید کی کنیز) کہا جاتا تھا۔

ابوجعفر (منصور) نے انھیں ان کے والد حسنؓ بن زیدؓ کے ہمراہ قید خانے میں اس وقت ڈالا تھا، جب اس کا حسنؓ بن زیدؓ پر قہر و غضب نازل ہوا۔ انھیں مدینہ سے دُور کر دیا گیا اور ان کا لوگوں میں رہن سہن ختم کر دیا۔ علیؓ بن حسنؓ اپنے والد کے ہمراہ قید خانے میں ہی قید رہا ہے اور اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

جب مہدی (عباسی) خلیفہ بنا تو اس نے حسنؓ بن زیدؓ کو آزاد کر دیا۔

مؤلف کہتے ہیں: ان کی رہائی کے متعلق خبر کافی طویل ہے جو ہم نے اپنی دوسری بڑی کتاب میں درج کی ہے کیونکہ وہ کسی معرکے میں قتل یا کسی اور طرح سے ظلم کا نشانہ نہیں بنے، اس لیے ان کے اُن حالات کو یہاں پر درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

حمزہؓ بن اسحاقؓ بن علیؓ

آپ کا نام حمزہؓ بن اسحٰقؓ بن علیؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ ہے اور آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ جب ابوجعفر (منصور) کو ان پر دسترس حاصل ہوگئی تو اس نے لوگوں کو سبق سکھانے کی خاطر انھیں قید خانے میں ڈال دیا اور یہ قید خانے میں ہی اس دارِفانی سے دارِبقاء کی طرف کوچ کر گئے۔

مہدی محمد بن عبداللہ کے دورِ خلافت میں قید خانے یا روپوشی کی حالت میں کوچ کرنے والے اولادِ ابوطالبؑ

علیؒ بن عباسؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

علیؒ بن عباسؒ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کی والدہ کا نام عائشہ بنت محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے۔ آپ مدینہ سے بغداد آئے اور وہاں چپکے سے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دینا شروع کر دی اور زیدیوں کی ایک جماعت نے آپ کی بیعت کر لی۔ جب مہدی (عباسی) کو آپ کے متعلق یہ خبر پہنچی تو اس نے آپ کو گرفتار کروا کر قید خانے میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ پھر حسینؒ بن علیؒ صاحبِ فخ بغداد میں مہدی (عباسی) کے پاس آئے اور اس سے علیؒ بن عباسؒ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ان کی بخشش کی درخواست کی تو اس نے حسینؒ بن علیؒ صاحبِ فخ کے کہنے پر انھیں بخش دیا۔

جب مہدی نے انھیں قید خانے سے باہر نکالنے کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے انھیں زہر آلود شربت پلا دیا جس نے اپنا اثر دکھایا۔ آپ قید خانے سے نکل کر فوراً مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گلنے سڑنے لگا اور آپ کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے تین دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

درج بالا واقعات بکر بن صالح نے عبداللہ بن ابراہیم الجعفری سے نقل کرتے ہوئے بیان کیے ہیں۔

عیسیٰؒ بن زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ اولادِ ابوطالبؑ کے اُن افراد میں سے ایک ہیں جو اس زمانے میں روپوش ہو گئے

تھے اور پھر روپوشی کی حالت میں ہی وفات پائی۔ عیسیٰؒ بن زیدؒ کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ آپ کی ولادت اس وقت ہوئی جب آپ کے والد زیدؒ بن علیؑ، ہشام بن عبدالملک کی طرف عازمِ سفر تھے اور آپ کی والدہ بھی راستے میں ان کے ساتھ جا رہی تھیں کہ انھوں نے عیسائیوں کی ایک خانقاہ میں آرام کرنے کی خاطر قیام کیا اور یہ رات حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی رات تھی۔ اس مقام پر آپ کی والدہ دردِ زہ میں مبتلا ہوئیں اور اسی رات آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد نے حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم صلوات اللہ علیہا کے اسمِ مبارک پر آپ کا نام عیسیٰ رکھا۔ یہ روایت احمد بن عیسیٰ بن زید نے بیان کی ہے۔

عیسیٰ نے محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ اور ان کے بھائی ابراہیمؒ کے ہمراہ دونوں جنگوں میں شرکت کی۔ آپ کے روپوش ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق ابراہیمؒ بن عبداللہؒ نے ایک نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھائیں تو آپ نے ان کے اس عمل کو ناپسند کیا اور ان سے الگ ہو کر روپوش ہو گئے۔ دوسرے قول کے مطابق آپ نے ابراہیمؒ کی شہادت تک ان کے ہمراہ استقامت وثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور ان کی شہادت کے بعد آپ روپوش ہو گئے۔

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن ابی الکرام سے مروی ہے کہ ابراہیمؒ نے بصرہ میں نمازِ جنازہ کے دوران چار تکبیریں پڑھیں تو عیسیٰ بن زیدؒ نے ان سے کہا: آپ نے نمازِ جنازہ سے ایک تکبیر کیوں کم کر دی ہے جبکہ آپ کو اپنے اہلِ بیتؑ کی نمازِ جنازہ میں (پانچ) تکبیروں کے متعلق خوب علم ہے کہ وہ پانچ تکبیریں کہتے تھے؟

تو ابراہیمؒ نے انھیں جواب دیا: یہ لوگ چار تکبیروں پر متفق ہیں جبکہ ہم ان کے اجتماع کے محتاج ہیں لہٰذا میں نے جو ایک تکبیر چھوڑی ہے اس میں ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ سن کر عیسیٰ ان کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

جب ابوجعفر (منصور) کو یہ خبر پہنچی تو اس نے عیسیٰ کو یہ پیغام بھجوایا کہ اگر تم زیدیوں کو ابراہیمؒ سے الگ کر دو تو تم جو کہو گے، وہ تمھیں عطا کروں گا لیکن ابھی دونوں میں کسی بات پر اتفاق نہیں ہوا تھا کہ ابراہیمؒ قتل ہو گئے اور عیسیٰ روپوش ہو گئے۔

پھر ابوجعفر (منصور) سے کہا گیا: کیا تم عیسیٰ کو تلاش نہیں کرو گے؟

تو اس نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں محمدؒ اور ابراہیمؒ کے بعد کبھی ان کے کسی مرد کو تلاش نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں ان کے بعد ان کے ذکر اور یاد کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے منقول ہے کہ عیسیٰ بن زید، ابراہیمؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کے لشکر کے میمنہ پر سردار مقرر تھے اور اسی طرح وہ محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کے لشکر کے بھی میمنہ (دایاں حصّہ) پر سردار مقرر تھے۔

محمد نوفلی سے منقول ہے کہ زیدؒ بن علیؒ کے دو بیٹے عیسیٰؒ اور حسینؒ، عبداللہؒ بن حسنؒ کے بیٹوں محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئے تھے۔[1] یہ دونوں (عیسیٰؒ اور حسینؒ) جنگ میں سب سے بہادر اور تمام لوگوں سے زیادہ باصیرت تھے۔ جب ابوجعفر (منصور) کو یہ خبر ملی کہ زیدؒ کے یہ دونوں بیٹے محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہیں تو ابوجعفر (منصور) نے کہا: میرے اور زیدؒ کے بیٹوں کے درمیان کوئی رقابت اور دشمنی نہیں ہے تو وہ دونوں ہم سے کس چیز کا انتقام لے رہے ہیں؟ کیا ہم نے ان کے والد (زیدؒ شہید) کے قاتلوں کو قتل نہیں کیا، کیا ہم نے ان دونوں کی طرف سے ان کے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا اور کیا ہم نے ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر ان دونوں کے دلوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچائی تھی؟

عیسیٰ بن عبداللہ بن محمدؒ بن عمر بن علی سے منقول ہے کہ جب عیسیٰؒ بن زیدؒ نے محمدؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کے ہمراہ خروج کیا تو وہ محمدؒ کو یہ کہا کرتے تھے: اولادِ ابوطالبؑ میں سے جو شخص آپ کی مخالفت کرے یا آپ کی بیعت سے رُوگردانی کرے آپ مجھے اس سے آگاہ کریں اور اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن اُڑا دوں۔

علی بن سلم سے منقول ہے کہ جب ہمیں (ابراہیمؒ کے ہمراہ) پسپائی ہوئی تو ہم عیسیٰؒ بن زیدؒ کے پاس گئے جب کہ وہ کھڑے تھے۔ ہم نے انھیں ساری رُوداد سنائی تو انھوں نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد کہا: اس کے بعد تم لوگوں کو کس کا انتظار ہے؟ پھر وہ وہاں سے اپنے

---

[1] تاریخ طبری: ج ۹، ص ۲۳۲، تاریخ کامل ابن اثیر: ج ۵، ص ۲۲۲۔

قصرِ خراب کی جانب چل پڑے اور ہم بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ پھر ہم نے یہ منصوبہ بنایا کہ رات کے وقت عیسیٰ بن موسیٰ پر چپکے سے حملہ کر دیا جائے اور جب آدھی رات ہوئی تو عیسیٰ ہمارے درمیان موجود نہیں تھے اور یوں انھوں نے ہمارے منصوبے کو خراب کر دیا۔

عیسیٰؒ بن زیدؒ اپنے خاندان کے باقی افراد سے دینی معاملات، علم، تقویٰ و پرہیزگاری، زُہد اور ذات کے اعتبار سے بلند و برتر تھے۔ آپ اُمرِ خلافت اور اپنے مذہب کے متعلق ان سے زیادہ بابصیرت تھے اور آپ کے پاس کافی علم تھا۔ آپ نے کمسنی سے بڑھاپے تک احادیث و روایات کے علم کی جستجو کی اور اس کا پرچار کیا۔ آپ نے اپنے والد (جناب زیدؒ)، حضرت جعفرؒ بن محمدؒ (امام جعفر صادق علیہ السلام)، ان کے بھائی عبداللہؒ بن محمدؒ، سفیان بن سعید ثوری، حسن بن صالح بن حی، شعبہ بن حجاج، یزید بن ابی زیاد، حسن بن عمارہ، مالک بن انس، عبداللہ بن عمر العمری اور ان کے مانند دیگر کافی حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔

جب محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ نے خروج کیا اور انھوں نے عیسیٰ بن موسیٰ کی جانب پیش قدمی شروع کی تو زیدیوں کے سرکردہ افراد آپ کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے ان کی شخصیت پر اتفاق کیا۔ جب بھی کوئی اہلِ علم شخصیت محمدؒ کے پاس حاضر ہوتی تو آپؒ ان سے یہ عہد لیتے کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو یہ اُمر میرے بھائی ابراہیمؒ کو ملے گا اور اگر انھیں کچھ ہو گیا تو پھر یہ امر عیسیٰؒ بن زیدؒ کے سپرد کیا جائے گا۔

یحییٰ بن حسن سے منقول ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عمر نے محمدؒ کی وصیت کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ محمدؒ نے اپنی وصیت میں یہ بیان کیا کہ میری شہادت کے بعد میرے بھائی ابراہیمؒ اور اِن کے بعد عیسیٰؒ بن زیدؒ ان اُمور کی باگ ڈور سنبھالے گا۔ جب محمدؒ اور ابراہیمؒ شہید ہو گئے تو عیسیٰ بن زیدؒ کوفہ میں حسن بن صالح بن حی کے بھائی علی بن صالح بن حی کے گھر میں چھپ گئے اور اس کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اس عورت کے بطن سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اور ان کی یہ بیوی ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی۔ اس حوالے سے ان شاء اللہ بعد میں روایات بیان کی جائیں گی۔

یحییٰؒ بن حسینؒ بن زیدؒ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے اپنے والد سے کہا: بابا جان!

میں اپنے چچا عیسیٰؒ بن زیدؒ کو دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ جیسے شخص کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ میں نے اپنے خاندان کے ان جیسے بزرگ افراد سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کیا ہو تو میرے والد نے ایک مدت تک مجھے ان سے ملنے سے روکے رکھا اور پھر کہا: تمھارا ان سے ملاقات کرنا، ان کے لیے مشکل ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ تم سے ملاقات کرنے کو ناپسند کریں اور اپنے ٹھکانے کو تبدیل کرلیں اور یوں تم انھیں تکلیف میں مبتلا کردو۔

یحییٰؒ بن حسینؒ بن زیدؒ کہتا ہے: میں کافی عرصے تک اپنے والد سے یہ درخواست کرتا رہا کہ آپ مجھ پر لطف فرمائیں اور ان سے ملاقات کروادیں بالآخر ایک دن وہ اس بات پر رضامند ہو گئے۔ انھوں نے مجھے (مدینہ منورہ سے) کوفہ کے لیے سامانِ سفر تیار کرنے کو کہا اور سفر کی تیاری کے بعد مجھ سے کہا: جب تم کوفہ پہنچ جاؤ تو وہاں بنوحی کے گھروں کے متعلق دریافت کرنا۔ جب تمھاری بنوحی کے گھروں کی طرف رہنمائی کردی جائے تو تم فلاں گلی سے بنوحی کے گھروں کی طرف جانا۔ پھر تم اس گلی کے درمیان میں ایک گھر دیکھو گے جس کا دروازہ فلاں طرح کا ہوگا اور جب تم اس کو بخوبی پہچان لو تو گلی کے شروع میں ہی اس گھر سے دُور بیٹھ جانا۔

پھر تم دیکھو گے کہ مغرب کے وقت ایک شخص تمھاری طرف چلتا ہوا آئے گا جو ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا ہوگا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔ اس نے اُونی جبہ زیب تن کر رکھا ہوگا اور وہ اُونٹ پر سوار ہوکر پانی کی طلب میں جا رہا ہوگا۔ جب بھی اُونٹ قدم اُٹھاتا یا رکھتا ہوگا یہ شخص ذکرِ خدا کرتا ہوگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔

پس! جب وہ تمھارے قریب آجائیں تو تم کھڑے ہوکر انھیں سلام کرنا اور انھیں گلے ملنا۔ جب تم انھیں گلے ملو گے تو یہ تم سے یوں خوفزدہ ہوجائیں گے جیسے کوئی انسان جنگلی درندے سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ پھر تم انھیں اپنا تعارف کروانا اور انھیں اپنا نام و نسب بتانا۔ پھر وہ تم سے سکون و اطمینان محسوس کریں گے اور تم سے کافی دیر تک گفتگو کریں گے۔ وہ تم سے ہم سب کے متعلق دریافت کریں گے اور تمھیں اپنے متعلق سب کچھ بتائیں گے۔ پھر وہ تم سے اس بات کی درخواست کریں گے کہ دوبارہ ان کے پاس نہ آنا اور تمھیں اس حوالے سے جو بھی

حکم دیں تم اس پر عمل کرنا (کہ دوبارہ ان کی ملاقات کے لیے مت جانا)۔ اگر تم دوبارہ ان کے پاس جاؤ گے تو وہ تم سے چھپ جائیں گے اور تم سے وحشت محسوس کریں گے اور وہ اپنا ٹھکانا تبدیل کردیں گے جب کہ یہ کام ان کے لیے مشقت کا باعث ہوگا۔

یحییٰؒ بن حسینؒ بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی باتیں سن کر کہا: جیسے آپ نے مجھے حکم دیا ہے میں ویسے ہی کروں گا۔ پھر انھوں نے مجھے کوفہ کے لیے تیار کر کے الوداع کیا اور میں گھر (مدینہ منورہ) سے نکل پڑا۔ جب میں کوفہ پہنچا تو عصر کے بعد بنوحی کی گلی کی طرف روانہ ہوا اور جب میں نے اس گھر کے دروازے کو پہچان لیا کہ جس دروازے کی خصوصیات میرے والد نے مجھے بتائی تھیں تو میں اس گلی کے باہر شروع میں بیٹھ گیا (اور عیسیٰؒ بن زیدؒ کا انتظار کرنے لگا)۔

جب سورج غروب ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُونٹ کو ہانک کر میری طرف آرہے ہیں اور ان کی شخصیت ویسی ہی تھی جیسا کہ میرے والد نے میرے سامنے ان کی تصویر کشی کی تھی۔ وہ ہر اٹھتے اور رکھتے ہوئے قدم کے ساتھ ذکرِ خدا کے ساتھ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو نظر آرہے تھے اور کبھی کبھار یہ آنسو بہنے لگتے۔ پھر میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور انھیں اپنے گلے سے لگا لیا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے یوں خوفزدہ ہوئے جیسے کوئی انسان وحشی درندے کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے۔

تو میں نے عرض کیا: چچا جان! میں آپ کا بھتیجا یحییٰؒ بن حسینؒ بن زیدؒ ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور گریہ کرنے لگے یہاں تک کہ میں نے کہا کہ اب ان کے اندر جان آئی ہے۔ پھر انھوں نے اپنے اُونٹ کو بٹھا دیا اور وہ میرے ساتھ آکر بیٹھ گئے اور انھوں نے مجھ سے اپنے خاندان کے ایک ایک مرد، ایک ایک عورت اور ایک ایک بچے کا نام لے کر حال دریافت کیا۔ جب میں نے انھیں سب کے حالات سے تفصیلی طور پر آگاہ کیا تو وہ رونے لگے۔

پھر انھوں نے مجھے بتایا: بیٹا جان! میں اس اُونٹ پر پینے کا پانی لاد کر لاتا ہوں اور اس ذریعہ سے جو کماتا ہوں ان میں سے کچھ رقم اُونٹ کے مالک کو کرایہ دیتا ہوں اور باقی رقم سے

اپنی غذا اور خوراک وغیرہ کا انتظام کرتا ہوں۔ اگر کوئی مجھے پانی لانے میں رکاوٹ ڈالے تو میں کوفہ کے باہر خالی زمین کی طرف نکل جاتا ہوں اور وہاں لوگوں کی بچی کھچی ترکاریوں اور سبزیوں کو اُٹھا کر اپنی غذا کا انتظام کرتا ہوں۔

میں نے اس شخص (علی بن صالح بن حی) کی بیٹی سے شادی کی ہے جبکہ وہ اس وقت تک یہ نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور اس بیوی کے بطن سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کی میں نے پرورش کی اور اب بالغ ہوگئی ہے لیکن میری یہ بیٹی بھی میرے متعلق نہیں جانتی (کہ میرا تعلق سادات کے گھرانے سے ہے) اور اسے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔

پھر ایک دن اس کی ماں نے مجھ سے کہا: آپ اپنی بیٹی کی شادی فلاح سقاء (ہمارے پڑوسیوں میں سے ایک شخص جو ماشکی تھا اور پانی پلاتا تھا) کے بیٹے سے کردیں کیونکہ وہ ہم سے زیادہ خوش حال ہے اور پھر اس نے بیٹی کی نسبت (منگنی) اس سے کروی۔ اس نے مجھ سے اس بات پر اصرار کیا جبکہ میں اسے یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ جائز نہیں ہے اور یہ لڑکا ہماری بیٹی کا کفو نہیں ہے کیونکہ اگر میں اسے یہ سب کچھ بتا دیتا تو میری خبر ہر طرف پھیل جاتی۔ لیکن میری بیوی ہمیشہ مجھ سے یہ اصرار کرتی رہی کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے کردیں۔

میں نے اپنی بیٹی کا امر خدا کے سپرد کردیا کہ وہی اس امر میں میرے لیے کافی ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی موت واقع ہوگئی لیکن مجھے دنیا میں سب سے زیادہ غمگین اس بات نے کیا کہ اس کی موت واقع ہوگئی لیکن اسے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ رسولؐ خدا کی اولاد میں سے (سیّد زادی) ہے۔

راوی کہتا ہے: پھر انھوں نے مجھ سے یہ قسم لی ہے کہ اب میں واپس چلا جاؤں اور دوبارہ لوٹ کر ان کے پاس نہیں آؤں گا اور انھوں نے مجھے الوداع کہہ دیا۔

اس کے بعد میں جب بھی اس مقام پر گیا، جہاں میں ان کا انتظار کرتا رہا کہ وہاں ان کو دوبارہ دیکھ سکوں لیکن پھر میں نے انھیں کبھی اس مقام پر نہیں دیکھا اور یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

عقبہ بن منہال سے منقول ہے کہ جعفر احمر اور صباح زعفرانی ان لوگوں میں سے تھے جنھیں عیسیٰؑ بن زیدؒ کو تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جب مہدی عباسی نے یعقوب بن داؤد عیسیٰؒ بن زیدؒ کے لیے جو مال خرچ اور صلہ رحمی کا اظہار کیا گیا اس کے ذریعے مختلف شہروں میں یہ خبر عام کرادی اور عیسیٰؒ بن زیدؒ کو یہ پیغام دیا گیا کہ انھیں امان دی جائے گی اور وہ سلامتی کے ساتھ رہیں گے تو عیسیٰؒ نے جعفر احمر اور صباح زعفرانی سے کہا: میری خاطر جو مال خرچ کیا گیا ہے سو کیا گیا، خدا کی قسم! جب میں کوفہ آیا تو میرا یہاں سے خروج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ میری خاطر لوگوں میں سے جو مال خرچ کیا جارہا ہے، اس سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں ایک رات خوف کی حالت میں بسر کرلوں۔

سعید بن عمر بن جنادہ بجلی سے منقول ہے کہ عیسیٰؒ بن زیدؒ اور حسن بن صالح حج میں مشغول تھے کہ انھوں نے ایک منادی کو یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ہر موجود شخص غائب تک یہ خبر پہنچا دے کہ عیسیٰؒ بن زیدؒ منظر عام پر رہیں یا روپوش رہیں وہ ہر حال میں امان میں ہیں۔

جب یہ خبر سن کر عیسیٰؒ بن زیدؒ نے حسن بن صالح کی طرف دیکھا تو اس خبر سے حسن بن صالح کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ عیسیٰ بن زید نے اس سے کہا: ایسے محسوس ہورہا ہے کہ تم اس خبر کو سن کر خوش ہوئے ہو؟ تو حسن بن صالح نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس پر عیسیٰؒ بن زیدؒ نے اس سے کہا: خدا کی قسم! مجھے ان لوگوں سے ایک گھڑی کا ڈر اور خوف ان کی فلاں فلاں شے سے زیادہ عزیز ہے۔

یعقوب بن داؤد سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں خراسان کے راستے پر مہدی (خلیفہ عباسی) کے ساتھ ایک سرائے میں آرام کرنے کے لیے گنبد تلے داخل ہوا تو اس سرائے کی دیوار پر کچھ تحریر کیا ہوا دیکھا۔ مہدی (عباسی) اس تحریر کے قریب ہوا اور میں بھی اس کے ہمراہ اس تحریر کے قریب گیا تو وہاں پر درج ذیل اشعار مکتوب تھے:

والله ما أطعم طعم الرقاد	خوفًا اذا نامت عيون العباد
شرّدني أهل اعتداء وما	أذنبت ذنبًا غير ذكر المعاد
آمنت بالله ولم يؤمنوا	فكان زادي عندهم شر زاد

أقول قولًا قاله خائف — مطرد قلبي كثير السهاد
منخرقُ الخُفَّين ليشكو الوَجى — تَنكُبُه أطراف مَروٍ حِدَاد
شرّدهُ الخوف فأزرى به — كذاك من يكره حر الجلاد
قد كان في الموت له راحةٌ — والموتُ حتم في رقاب العباد

"خدا کی قسم! اس نے ڈر اور خوف کی وجہ سے نیند کا مزہ نہیں چکھا جبکہ تمام بندگانِ خدا کی آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں۔ ظالم اور جفا کار لوگوں نے مجھے ڈرا دھمکا کر میرے وطن سے مار بھگایا جبکہ میرا اس کے علاوہ کوئی قصور اور گناہ نہیں تھا کہ میں انھیں آخرت (قیامت) کی یاد دلاتا تھا۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر ایمان لایا ہوں جبکہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ میرے زادِ راہ کو انتہائی برا تصور کرتے ہیں۔ میں وہی بات کہتا ہوں جو ایک خوفزدہ شخص نے کہی تھی کہ میرا دل دھتکارا ہوا ہے اور میں کافی عرصے سے بے خوابی کا شکار ہوں۔ جس شخص کے چرمی موزے اور قدموں کا نچلا حصہ پھٹ چکا ہو وہ پاؤں کے گھسنے کی شکایت کرتا ہے اور مرو کے مضافات میں مصیبت زدہ ہو کر ماتمی لباس زیب تن کرتا ہے۔

خوف نے ایسے ڈرایا دھمکایا اور اپنے علاقے سے نکال کر دربدر پھرایا تو اس نے ان حالات میں یوں تحمل کا مظاہرہ کیا جیسے مصائب و مشکلات برداشت کرنے والے کو ان سختیوں کے تحمل پر مجبور کیا گیا ہو۔ ایسے (مضطرب اور پریشان) شخص کو موت میں راحت و چین ملتا ہے اور بندگانِ خدا کی گردنوں میں موت کا امر یقینی ہے"۔

مہدی (عباسی) نے ہر بیت اشعر کے نیچے یہ سطر تحریر کر دی:

لك الأمان من الله ومني فاظهر متى شئت

"خدا اور میری طرف سے تمھیں امان حاصل ہے لہٰذا جب تمھارا جی

چاہے تم منظر عام پر آسکتے ہو"۔

یعقوب بن داؤد کہتا ہے کہ اس کے بعد جب میں مہدی (عباسی) کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے رخسار پر بہہ رہے تھے۔ اس پر میں نے اس سے پوچھا: اے امیر (مہدی عباسی) آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ اشعار کس نے بیان کیے ہیں؟

تو اس نے کہا: کیا تم میرے سامنے جاہل بننے کی کوشش کر رہے ہو؟ یہ اشعار عیسیٰؒ بن زیدؒ کے علاوہ اور کون بیان کر سکتا ہے؟

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ علی بن سلیمان اخفش نے مجھے منذر کے حوالے سے عیسیٰؒ بن زیدؒ کے یہ اشعار سنائے تھے کہ اس نے کہا:

شرّدنی فضل ویحیٰی وما أذنبتُ ذنبًا غیر ذکر المعاد
آمنت باللہ ولم یؤمنا فطر دانی خیفة فی البلاد

"فضل اور یحییٰ نے مجھے میرے وطن سے باہر نکال دیا جبکہ میں نے انھیں آخرت کو یاد دلانے کے علاوہ کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لایا اس کے باوجود انھوں نے مجھے امان نہیں دی اور ان دونوں نے ڈر کی وجہ سے مجھے مختلف شہروں میں در بدر پھرایا"۔

پہلے والے اشعار درست ہیں کیونکہ عیسیٰؒ نے آلِ برمک کے بادشاہ کا زمانہ نہیں دیکھا تھا اور وہ اس سے پہلے ہی دنیا سے کوچ کر چکے تھے۔

مختار بن عمر سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ خصیب الوابشی نے عیسیٰؒ بن زیدؒ کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو عیسیٰؒ نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس پر خصیب نے ان سے کہا: میں نے عبداللہؒ بن حسنؒ کے ہاتھ پر بوسہ دیا تھا تو انھوں نے میرے اس فعل کو ناپسند نہیں کیا تھا۔

ابوالفرج (مؤلف کتاب) بیان کرتے ہیں: یہ خصیب، زیدؒ بن علیؑ کے اصحاب میں سے تھا اور اس نے زیدؒ کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی جب کہ ان کے بعد محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ساتھ بھی دونوں جنگوں میں شریک رہا۔ اس نے ان تینوں سے روایات نقل کی ہیں جبکہ اس

نے زید بن علیؑ سے کئی حکایات نقل کی ہیں لیکن میں نے اس کی زید بن علیؑ سے مروی احادیث
و روایات میں کوئی مستند حدیث نہیں سنی۔

خصیب الوابشی سے منقول ہے کہ میں نے جب بھی زیدؒ بن علیؑ کے چہرے کی زیارت
کی تو ان کے چہرے پر نور کی لکیروں کو جاری ہوتے ہوئے دیکھا۔

محمد بن عمر اور قمی رازی سے مروی ہے کہ میں نے حسین بن علی صاحب فخ کے والد
علیؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے سنا کہ وہ بیان کر رہے تھے:
تم نے ہم سب کو دیکھ رکھا ہے اور ہم تعداد میں بھی کافی زیادہ ہیں لیکن ہم میں کوئی بھی
عیسیٰؒ بن زیدؒ سے بہتر نہیں ہے۔ محمد بن عمر والقمی سے منقول ہے کہ عیسیٰؒ بن زیدؒ نے عبداللہؒ بن
جعفرؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں: یہ "عبداللہ بن جعفر"، علی بن عبداللہ بن جعفر مدنی
محدث کے والد ہیں۔ یہ قاریانِ قرآن اور بڑے محدثین میں سے تھے۔ انھوں نے محمدؒ بن
عبداللہؒ کے ہمراہ خروج کیا تھا اور ان کی شہادت تک ان کے ساتھ رہے۔ ان کی شہادت کے
بعد منصور ان کی تلاش میں تھا اور یہ اس سے چھپ گئے۔ ہم نے اس کتاب میں ابراہیمؒ کی مقتل
کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

سعید بن عمر بن جنادہ بجلی سے منقول ہے کہ حسن بن صالح اور عیسیٰ بن زید منیٰ کے
میدان میں موجود تھے کہ دونوں میں سیرت کے ایک مسئلے پر اختلاف ہوگیا۔ جب یہ دونوں
اس مسئلہ کے بارے آپس میں مناظرہ کر رہے تھے تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ سفیان ثوری
آ گیا ہے تو حسن بن صالح نے کہا: گویا بیماری کی شفاء آ گئی ہے۔

پھر عیسیٰ بن زید نے کہا: اس اختلافی مسئلے کے متعلق میں سفیان ثوری سے دریافت کروں
گا۔ پھر انھوں نے سفیان ثوری کے متعلق پوچھا کہ وہ کس جگہ پر ہے تو اس شخص نے انھیں بتایا۔
پھر یہ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ان کا جناب بن نسطاسؒ [1]
کے پاس سے گزر ہوا تو اسے سلام کیا۔ پھر یہ وہاں سے سفیان کی طرف روانہ ہوئے اور

---

[1] اتقان المقال: ص ۱۷۳ پر ان کا نام جناب ابن قسطاس مذکور ہے۔

اس کے پاس پہنچ کر عیسیٰ بن زید نے سفیان ثوری سے اس مسئلے کے متعلق سوال کیا۔ سفیان ثوری نے اپنی جان کے خوف کی وجہ سے اس مسئلے کا جواب دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ حاکمِ وقت سے ڈرتا تھا۔ اس پر صالح بن حسن نے اس سے کہا: یہ عیسیٰؑ بن زیدؒ ہیں۔

یہ سن کر سفیان ثوری حمکلا اور چوکنا ہو گیا اور جلدی سے اُٹھنے کی کیفیت میں بیٹھ گیا۔ جب اس نے عیسیٰ بن زید کو خوب پہچان بین کرنے والی نظروں سے دیکھا تو عیسیٰ اس کی طرف بڑھے اور کہا: ہاں! میں عیسیٰ بن زید ہوں۔

اس پر سفیان ثوری نے کہا: میرے سامنے کوئی ایسا شخص لاؤ جو آپ کو جانتا ہو اور وہ اس کی گواہی دے۔ عیسیٰ بن زید نے کہا: میں جناب بن نسطاس کو آپ کے پاس لے کر آتا ہوں اور وہ یہ گواہی دے گا۔

سفیان ثوری نے کہا: ٹھیک ہے، آپ اسے لائیں۔

پھر عیسیٰ بن زید وہاں سے اُٹھ کر جناب بن نسطاس کے پاس گئے اور انھیں لے کر سفیان ثوری کے پاس آئے تو جناب بن نسطاس نے سفیان ثوری سے کہا: ابو عبداللہ (سفیان ثوری کی کنیت) ہاں! یہ عیسیٰؑ بن زیدؒ ہی ہیں۔

یہ سن کر سفیان ثوری نے بہت زیادہ گریہ کیا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر عیسیٰؑ کو وہاں بٹھایا اور خود عیسیٰؑ بن زیدؒ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد انھیں ان کے سوال کا جواب دیا اور پھر انھیں الوداع کیا تو وہ واپس چلے گئے۔

جعفر الاحمر سے منقول ہے کہ میں، عیسیٰؑ بن زیدؒ، صالح بن حی کے دو بیٹے، حسن اور علی، اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق اور جناب بن نسطاس زیدیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ کوفہ کے ایک گھر میں جمع ہوا کرتے تھے تو ایک شخص نے مہدی (عباسی) کو ہمارے متعلق اطلاع کر دی اور اُسے اس گھر کے حوالے سے بھی بتا دیا گیا۔ پھر مہدی (عباسی) نے اپنے کوفہ کے گورنر کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ ہم پر اپنے جاسوس مقرر کرے۔ اور جب اسے یہ خبر ملے کہ یہ لوگ وہاں پر جمع ہوئے ہیں تو ان پر دھاوا بول کر انھیں گرفتار کرنے کے بعد میرے پاس بھیج دے۔ ایک رات ہم سب لوگ اس گھر میں جمع ہوئے تو اُسے ہمارے اجتماع کی خبر مل گئی اور اس نے

ہم پر دھاوا بول دیا لیکن اجتماع کے تمام افراد اس حوالے سے چوکنا تھے اور گھر کے بالائی حصے پر موجود تھے اس لیے وہ سب منتشر ہو گئے اور میرے علاوہ سب ان کے چنگل سے بچ نکلے۔ کوفہ کے گورنر نے مجھے گرفتار کر کے مہدی (عباسی) کے پاس بھیج دیا۔ جب میں مہدی (عباسی) کے پاس پہنچا اور اس نے مجھے دیکھا تو مجھے زنازادہ ہونے کی گالی دی اور مجھ سے کہا: اے بدکردار ماں کے بچے! تم عیسیٰؑ بن زیدؒ کے ہمراہ اکٹھے ہو کر اسے میرے خلاف خروج پر اُکساتے ہو اور لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلاتے ہو؟

تو میں نے اسے جواب دیا: اے شخص! کیا تجھے خدا سے شرم نہیں آتی اور تجھے خدا کا کوئی خوف نہیں ہے؟ تو پاک دامن عورتوں کو گالی دیتا ہے اور پاک دامن عورتوں پر فاحشہ و بدکاری کی تہمت لگاتا ہے۔ تم اس لیے یہ حرکت کر رہے ہو کیونکہ تمھارے ہاتھ میں حکومت و سلطنت کی باگ ڈور ہے۔ اگر تم نے کسی بے وقوف شخص سے بھی یہ گالی سنی ہوتی جو تم نے خود دی ہے تو تم اس پر بھی حد جاری کرتے۔

جعفر احمر کہتا ہے: یہ سن کر اس نے دوبارہ مجھے گالی دی اور تیزی سے میری طرف بڑھا پھر مجھے اپنے نیچے گرا کر اپنے ہاتھوں سے مارنے لگا، مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکریں مار کر روندنے لگا اور مجھے گالی گلوچ دیں۔ اس پر میں نے اسے کہا: یقیناً! تم بہت بڑے بہادر کہ جو مجھ جیسے بوڑھے پر شیر بن رہے ہو اور مار پیٹ کر رہے ہو جبکہ یہ بوڑھا تو اپنی ذات کا دفاع بھی نہیں کر سکتا اور غلبہ بھی نہیں پا سکتا۔ پھر اس نے مجھے قید کرنے اور مجھ پر سختی کرنے کا حکم دیا اور میں نے کئی برسوں تک قید بامشقت گزاری۔ جب اسے عیسیٰؑ بن زیدؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے مجھے بلایا اور مجھ سے پوچھا: تمھارا کس مذہب کے لوگوں سے تعلق ہے؟ میں نے جواب دیا: مسلمانوں سے میرا تعلق ہے۔ اس نے کہا: کیا تم عرب کے رہنے والے ہو؟ میں نے جواب دیا: نہیں، تو اس نے پوچھا: تمھارا کن لوگوں سے تعلق ہے؟ میں نے کہا: میرے والد کوفہ کے ایک شخص کے غلام تھے اور اس نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: عیسیٰؑ بن زیدؒ مر چکا ہے۔ تو میں نے کہا: یہ بہت بڑی مصیبت کی خبر ہے۔ خدا ان پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ ایک عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار شخص تھے۔

وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہر وقت کوشاں رہتے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔

اس نے کہا: کیا تمھیں عیسیٰؑ کی وفات کا پتا نہیں تھا؟

میں نے جواب دیا: ہاں! مجھے ان کی وفات کا علم نہیں تھا۔

تو اس نے کہا: تم مجھے اس کے مرنے کی خوشی میں مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟

اس پر میں نے جواب دیا: مجھے ہرگز یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں تمھیں اس بات پر مبارک باد دوں کیوں کہ اگر آج رسولؐ خدا زندہ ہوتے اور انھیں یہ پتا چلتا تو آپؐ میرے اس فعل کو برا سمجھتے۔ پھر وہ کافی دیر سوچنے کے بعد بولا: میں تمھارے جسم میں مزید سزا برداشت کرنے کی سکت نہیں دیکھ رہا ہوں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں تم کو مزید کسی تعذیب کا نشانہ بناؤں تو تم مرجاؤ گے۔ لہٰذا اب یہاں سے واپس چلے جاؤ اور خدا تیری حفاظت نہ کرے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے دوبارہ یہ خبر ملی کہ تم نے پھر پہلے جیسا کام کیا ہے تو میں تمھاری گردن اُڑا دوں گا۔

جعفر احمر کہتا ہے کہ جب میں واپس کوفہ پہنچا تو مہدی (عباسی) نے ربیع سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس کے چہرے پر بہت کم خوف کے آثار تھے اور اس کا دل انتہائی سخت اور مضبوط تھا۔ خدا کی قسم! فہم وفراست کے مالک اہل بصیرت افراد اسی طرح ہوتے ہیں۔

علی بن جعفر احمر نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں: ایک دن میں، اسرائیل بن یونس، صالح بن حی کے دو بیٹے حسن اور علی اور ہمارے دیگر کئی ساتھی عیسیٰؒ بن زیدؒ کے ہمراہ موجود تھے کہ حسن بن صالح بن حی نے عیسیٰؒ بن زیدؒ سے کہا: آپ کس وقت خروج کر کے ظلم و بربریت کی اس تاریک رات کو ہم سے دُور کریں گے جب کہ اس وقت آپ کا دیوان دس ہزار افراد پر مشتمل ہے؟

عیسیٰؒ نے حسن بن صالح نے کہا: افسوس ہے! کیا تم میرے سامنے افراد کی کثرت بیان کر رہے ہو حالانکہ میں ان افراد کو خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر مجھے ان (دس ہزار) افراد میں تین سو ایسے افراد مل جائیں جن کے متعلق مجھے یہ معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ

کی رضا کی خاطر میرے ساتھ ہیں اور وہ اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و اطاعت کی خاطر اس کے دشمن سے لڑنا چاہتے ہیں تو میں صبح نمودار ہونے سے پہلے خروج کر دیتا اور خدا کی بارگاہ میں دشمنانِ خدا کے خلاف مقدمہ پیش کر دیتا، نیز یہ کہ مسلمانوں کے تمام اُمور کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی سنت اور طریقے کے مطابق چلاتا لیکن اِن میں مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنی بیعت کو وفا کرے گا اور دشمن سے دوبدو مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے گا۔

یہ سن کر حسن بن صالح نے اس قدر گریہ کیا کہ وہ روتے روتے زمین پر گر پڑے اور ان پر غشی طاری ہوگئی۔

جعفر احمر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں عیسیٰؒ بن زیدؒ کے پاس گیا تو وہ روٹی اور ککڑی کھا رہے تھے۔ انھوں نے مجھے بھی دو روٹیاں اور دو ککڑیاں عطا کیں اور کہا: یہ لو! تم بھی کھاؤ۔ تو میں نے ڈیڑھ ککڑی کے ساتھ ڈیڑھ روٹی کھائی اور میرا پیٹ بھر گیا تو میں نے باقی آدھی روٹی اور آدھی ککڑی بچالی۔ پھر میں کچھ دنوں کے بعد دوبارہ ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے ہی آدھی روٹی اور ککڑی نکال کر دی جو پرانی ہو چکی تھی اور مجھ سے کہا: یہ کھاؤ۔ میں نے کہا: آپ نے اسے میرے لیے کہاں چھپا رکھا تھا؟ انھوں نے کہا: چوں کہ میں نے تمھیں دے دی تھیں اس لیے یہ تمھاری ہی تھیں، لہٰذا اب اگر تم چاہو تو اسے کھا لو یا چاہو تو صدقہ کر دو۔

ابو نعیم بیان کرتا ہے: عیسیٰؒ بن زیدؒ کے ایک ہمراہی نے مجھے بتایا کہ جب عیسیٰؒ باخمریٰ کی لڑائی سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ان کے سامنے ایک شیرنی اپنے بچوں کے ہمراہ آ گئی اور اس نے راستے پر موجود لوگوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر عیسیٰؒ بن زید اپنی سواری سے نیچے اُترے اور ڈھال پھینک کر اس شیرنی کی جانب بڑھ کر اسے مار دیا۔ یہ دیکھ کر ان کے غلام نے ان سے کہا: اے میرے سیّد وسردار! آپ نے اس شیرنی کے بچوں کو یتیم کر دیا ہے۔

یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور کہا: ہاں! میں شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا شخص ہوں۔

اس کے بعد آپ کے ساتھی جب بھی آپ کا تذکرہ کرتے تو آپ کو اس کنیت (موتم الاشبال

یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا) سے یاد کرتے اور کہتے: موتم الاشبال نے ایسا کیا اور موتم الاشبال نے ایسا کام کیا اور یوں آپ کا امر مخفی رہتا۔

یموت بن مزرع[1] نے اہل بیتؑ کی خوبیاں شمار کرتے ہوئے اپنے قصیدہ میں آپ کی اس کنیت کا تذکرہ کیا ہے۔

قسملی جو کہ شیعہ اثنا عشری شعراء میں سے ہے، اس نے بھی آپ کا اس کنیت سے تذکرہ کیا ہے۔

محمد بن سلیمان نوفلی نے اپنے والد اور چچا سے روایت نقل کی ہے کہ جب ابراہیمؑ کی شہادت کے بعد عیسیٰؒ بن زیدؒ باخمریٰ کی لڑائی سے واپس (کوفہ) آئے تو صالح بن حی کے گھر میں چھپ گئے۔ منصور نے عیسیٰؒ بن زید کو تلاش کیا لیکن وہ ان کی تلاش میں زیادہ سنجیدہ نہیں تھا جبکہ مہدی (عباسی) ان کی تلاش میں سنجیدہ تھا اور وہ ان کو تلاش کرتا رہا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے عیسیٰؒ بن زید کو امان دینے کی منادی کروا دی تا کہ جب یہ خبر ان تک پہنچے تو وہ خود منظر عام پر آ جائیں لیکن جب عیسیٰ بن زید کو یہ خبر ملی کہ مجھے امان دے دی گئی ہے تو آپ اس کے باوجود منظر عام پر نہ آئے۔

مہدی (عباسی) کو یہ خبر پہنچی کہ تین افراد عیسیٰؒ بن زیدؒ کی بیعت کی طرف عوام کو بلا رہے ہیں۔ وہ تین افراد ابن علاق الصیرفی، ان کا غلام حاضر اور صباح زعفرانی تھے۔ مہدی (عباسی) حاضر کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے حاضر کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اس نے ان کے ساتھ نرمی اور سختی ہر طرح کا برتاؤ کیا تا کہ یہ اسے عیسیٰؒ بن زید کے ٹھکانے کے بارے میں بتا دے لیکن حاضر نے ہرگز اس حوالے سے لب کشائی نہ کی تو مہدی (عباسی) نے حاضر کو قتل کروا دیا۔

عیسیٰؒ بن زید کی ساری زندگی کے دوران مہدی (عباسی) نے صباح زعفرانی اور ابن علاق صیرفی کو تلاش کیا لیکن وہ ان دونوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب عیسیٰؒ بن زیدؒ کی وفات ہو گئی تو صباح زعفرانی نے حسن بن صالح سے کہا: کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ ہم کسی سبب کے بغیر ہی اس اذیت و تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اب عیسیٰؒ بن زیدؒ دنیا سے

[1] تاریخ بغداد: ج ۱۴، ص ۳۵۸-۳۶۰ پر ان کے حالات مذکور ہیں۔

رخصت ہو چکے ہیں اور ان کا معاملہ بھی ختم ہو چکا ہے جب کہ مہدی (عباسی) عیسیٰؒ بن زید کے خروج کے ڈر کی وجہ سے انھیں تلاش کر رہا تھا۔ جب اسے یہ پتا چلے گا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں تو اُسے سکون مل جائے گا اور وہ ہمیں گرفتار کرنے سے باز رہے گا لہٰذا مجھے اجازت دیں کہ میں اس شخص (مہدی عباسی) کے پاس جاتا ہوں اور اسے عیسیٰؒ کی وفات کی خبر سناتا ہوں تاکہ وہ ہمیں تلاش نہ کرے اور ہمیں اس کے ڈر سے نجات مل جائے۔

یہ سن کر حسن بن صالح نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! تم دشمن خدا کو ولی اللہ ابن نبی اللہ کی موت کی خوشخبری نہ سناؤ اور ہم اس خبر سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہ پہنچائیں۔ خدا کی قسم! مہدی (عباسی) کا عیسیٰؒ بن زید کے خوف کی وجہ سے ایک رات کے لیے سو نہ سکنا میرے نزدیک ایک سال کے جہاد اور عبادت کرنے سے زیادہ محبوب اور عزیز ہے۔

اس کے دو ماہ بعد حسن بن صالح کی بھی وفات ہوگئی تو صباح زعفرانی کہتا ہے کہ پھر میں احمد بن عیسیٰ اور ان کے بھائی زید کو لے کر بغداد آگیا اور انھیں ایسی جگہ پر ٹھہرایا جہاں پر مجھے اطمینان تھا۔ پھر میں ایک بوسیدہ لباس پہن کر مہدی کے گھر کی طرف آیا اور میں نے وہاں ربیع کے بارے میں پوچھا کہ مجھے اس کے پاس پہنچا دیا جائے تاکہ میں اسے بتا سکوں کہ میرے پاس ایک نصیحت بھری بات اور خوشخبری ہے، جسے سن کر خلیفہ خوش ہو جائے گا۔ وہاں پر موجود لوگ ربیع کے پاس گئے اور اسے میرے متعلق بتایا تو پھر اس سے میرے آنے کی اجازت لے کر میرے پاس آئے۔ میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: تمھارے پاس کیا نصیحت بھری بات ہے؟

میں نے کہا: میں یہ بات صرف خلیفہ سے ذکر کروں گا۔

اس پر ربیع نے کہا: تم اس وقت تک خلیفہ سے اس کا ذکر نہیں کر سکتے جب تک مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔

اس پر میں نے کہا: میں یہ بات تو صرف خلیفہ سے ہی ذکر کروں گا۔ لیکن اُسے یہ خبر دے دیں کہ میں صباح زعفرانی ہوں جو لوگوں کو عیسیٰؒ بن زیدؒ کی بیعت کی طرف بلاتا تھا۔

یہ سن کر وہ مجھے اپنے قریب کر کے کہنے لگا: اے شخص! یہ معاملہ اس حالت سے خالی نہیں ہے کہ

تم یا تو سچے ہو گے یا جھوٹے ہو گے لہٰذا تم خواہ سچے ہو یا جھوٹے ہو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔

اگر تم سچے ہوئے تو پھر بھی تم جانتے ہو کہ اس کے نزدیک تمہاری شخصیت ناپسندیدہ ہے اور وہ تمہیں تلاش کر رہا ہے۔ اس نے تمہاری تلاش اور جستجو میں انتہائی کوشش کی ہے اور وہ تمہیں پکڑنے کا انتہائی خواہش مند ہے۔ پس جب اس کی تم پر نظر پڑے گی تو وہ فوراً ہی تمہیں قتل کر دے گا۔

اگر تم جھوٹے ہوئے تو پھر تم صرف اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر اس کے پاس آئے ہو اور تمہارا یہ فعل اسے غضب ناک کر دے گا اور وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ میں تمہاری ہر ضرورت کو پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں، خواہ وہ جو بھی تمہاری ضرورت و احتیاج ہو، لہٰذا مجھے اس کے متعلق بتاؤ۔

تو میں نے کہا: میں صباح زعفرانی ہوں۔ اس ذات کبریاء کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، مجھے اس سے کوئی حاجت طلب نہیں کرنی ہے۔ اگر وہ مجھے وہ سب کچھ عطا کر دے جو اس کی ملکیت میں ہے تو بھی میں اسے ہرگز نہیں لینا چاہوں گا اور نہ ہی اسے قبول کروں گا۔ میں نے تمہیں سچ کہا ہے کہ اگر مجھے اس سے اپنی کوئی حاجت اور ضرورت کا مطالبہ کرنا ہوتا تو میں تمہارے علاوہ کسی اور شخص کے ذریعے اس تک رسائی حاصل کرتا۔

یہ سن کر ربیع نے کہا: اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں اس (صباح زعفرانی) کے خون سے بری الذمہ ہوں۔ پھر اس نے مجھے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے سپرد کیا اور خود وہاں سے کھڑا ہو کر اندر داخل ہوا جبکہ ابھی میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ خلیفہ کے پاس پہنچا ہوگا کہ اتنے میں یہ آواز لگائی گئی: صباح زعفرانی کو اندر لاؤ۔ تو مجھے خلیفہ کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: تم صباح زعفرانی ہو؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں۔

اس نے کہا: اللہ تیری عمر دراز نہ کرے اور وہ تجھے اپنا قُرب نصیب نہ کرے۔ اے دشمن خدا! تم میری سلطنت کے خلاف جدوجہد کرتے ہو اور میرے دشمنوں کی بیعت کی لوگوں کو دعوت دیتے ہو؟

میں نے کہا: خدا کی قسم! میں وہی شخص ہوں جیسا کہ تم نے ذکر کیا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ تم ہی وہ خائن ہو، جس کے متعلق لوگ بتایا کرتے تھے۔ کیا مجھے تمہارے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے باوجود تم میرے پاس امن و سکون کے ساتھ آگئے ہو؟

میں نے کہا: میں تمہارے پاس تمہیں ایک خوشخبری دینے اور ایک بات کی تعزیت پیش کرنے آیا ہوں۔

اس نے کہا: کس چیز کی خوشخبری؟ اور کس بات کی تعزیت؟

میں نے کہا: البتہ! وہ خوشخبری یہ ہے کہ عیسیٰؒ بن زیدؒ کی وفات ہو چکی ہے اور تعزیت اس بات پر کر رہا ہوں کہ وہ شخص دنیا سے رخصت ہو گیا جو تمہارا چچا زاد بھائی، تیرا گوشت اور خون تھا۔

یہ سن کر اس نے اپنا چہرہ محراب عبادت (قبلہ) کی طرف پھیر لیا اور سجدۂ شکر ادا کیا اور اللہ کی حمد بجا لایا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اس کی وفات کب ہوئی ہے؟

میں نے کہا: دو ماہ پہلے ان کی وفات ہوئی ہے۔

اس نے کہا: اگر وہ دو مہینے پہلے فوت ہو گیا تھا تو تم نے اس کی موت کی خبر مجھے آج کیوں دی ہے؟

میں نے جواب دیا: مجھے حسن بن صالح نے روکا تھا۔ پھر میں نے اس سے حسن بن صالح کی بعض گفتگو ذکر کی تو اس نے کہا کہ اب وہ کیا کر رہا ہے؟

میں نے جواب دیا: اس (حسن بن صالح) کی بھی وفات ہو گئی ہے، اگر وہ فوت نہ ہوتا تو تمہیں کبھی عیسیٰؒ کی وفات کی خبر نہ ملتی۔

اس پر اس نے دوسرا سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا: تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس سے بے نیاز کر دیا اور وہ (حسن بن صالح) تمام لوگوں سے زیادہ میرے خلاف تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو عیسیٰؒ بن زید کے علاوہ کسی اور شخص کو میرے خلاف خروج پر آمادہ کر لیتا۔ اب تمہارا جو جی چاہتا ہے مجھ سے مانگو، خدا کی قسم! میں تجھے مالدار کر دوں گا اور تم جس چیز کے

متعلق بھی سوال کرو گے وہ رد نہیں کروں گا۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں، میں تم سے صرف ایک چیز کا سوال کرتا ہوں۔

اس نے کہا: وہ کیا ہے؟

میں نے جواب دیا: عیسیٰؒ بن زیدؒ کے بچوں کے متعلق تم سے سوال کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس اس قدر وسائل ہوتے کہ میں ان کی کفالت کرسکتا تو میں ہرگز تم سے ان بچوں کے حوالے سے سوال نہ کرتا اور نہ ہی تمھارے پاس آتا، لیکن ان کے بچے بھوک اور فقروفاقہ کی وجہ سے مر رہے ہیں اور وہ ضائع ہو رہے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ایسا وسیلہ نہیں ہے جس سے کوئی ذریعہ معاش بنا سکیں جبکہ ان کے والد پانی لاتے اور اُسے بیچ کر ان کی کفالت کرتے تھے لیکن اس وقت میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ان کی کفالت کرے جبکہ میں ان کی کفالت کرنے سے عاجز ہوں اور وہ میرے پاس انتہائی تنگی اور مصیبت کی حالت میں ہیں۔ تم ان بچوں کی حفاظت اور کفالت کرنے اور ان کے اخراجات برداشت کرنے کے تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہو کیونکہ وہ تمھارا گوشت اور خون ہیں اور وہ بچے تمھارے خاندان کے یتیم اور تمھارے خاندان کے افراد ہیں۔

یہ سن کر مہدی (عباسی) رونے لگا اور اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ پھر کہا: خدا کی قسم! وہ میرے پاس میری اولاد کی طرح ہوں گے اور ان پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اے شخص! اللہ تعالیٰ تمھیں میری اور ان کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ یقیناً! تم نے ان کے والد کا حق اور ان بچوں کے حقوق کو ادا کر دیا ہے اور مجھ سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور مجھے بہت بڑی خوشی عنایت کی ہے۔

اس پر میں نے کہا: اب ان بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور تمھاری امان ہے اور یہ تمھارے اور تمھارے آباء و اجداد کے سپرد ہیں۔ اگر کوئی ان کے خاندان یا ان کے والد کا ساتھی سوال کرے تو یہ تمھارے اور تمھارے آباؤاجداد کے ذمہ ہوں گے نیز تم ان کے خاندان اور ان کے والد کے اصحاب میں سے کسی کا تعاقب اور تلاش نہ کرو؟

اس نے کہا: تمھارے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے امان ہے۔ اور اب یہ میرے اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہوں گے اور اگر تم کوئی اور شرط رکھنا چاہتے ہو تو وہ بھی رکھ دو۔

پھر میں نے اس پر یہ شرط عائد کی کہ مجھے ان بچوں کے حوالے سے اس قدر اطمینان حاصل ہو جائے کہ کوئی بھی بات ان کے متعلق میرے دل میں نہ رہے۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: اے میرے پیارے! ان بچوں کا کیا قصور ہے جبکہ ابھی تو یہ چھوٹے بچے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ان بچوں کی جگہ پر ان کے والد ہوتے جو میرے پاس خود آجاتے یا میں انھیں تلاش کر کے پکڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو بھی میں ان کے ساتھ ان کی مرضی کے مطابق سلوک کرتا، لہٰذا اب میں ان کے بچوں کے ساتھ کیسے برا سلوک کر سکتا ہوں۔

اے فضل! خدا تمھیں جزائے خیر دے، تم جاؤ اور ان بچوں کو میرے پاس لے آؤ اور میں تم سے اپنے حق کے توسط سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم میری طرف سے اس کام کا صلہ قبول کرنا تاکہ تم اس کے ذریعے اپنے معاش کو بہتر بنانے میں مدد لے سکو۔

میں نے جواب دیا: میں تم سے اس کام کا کوئی صلہ نہیں چاہتا کیونکہ میں بھی تمام مسلمانوں کے افراد میں سے ایک فرد ہوں، جو کچھ ان کے لیے ہے وہی کچھ میرے لیے ہے۔

پھر میں ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور بچوں کو لے کر واپس آیا اور انھیں مہدی عباسی کے سپرد کیا۔ اس مہدی (عباسی) نے ان بچوں کے لیے لباس، گھر اور ایک کنیز کا انتظام کرنے کا حکم دیا جو ان کی دیکھ بھال کرے نیز کچھ غلاموں کو ان کی خدمت پر مامور کیا اور ان بچوں کے لیے اپنے قصر میں ہی ایک الگ کمرہ مختص کر دیا۔

میں اس کے بعد بھی ان بچوں کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا رہتا تھا۔ یہ بچے محمد امین کے قتل ہونے تک دارالخلافہ (بغداد) میں ہی مقیم رہے۔ محمد امین کے قتل ہونے کے بعد دارالخلافہ کے حالات ابتر ہوگئے اور وہاں سے لوگ نکل گئے۔ جب کہ احمد بن عیسیٰ بھی وہاں سے نکل کر رُوپوش ہوگئے اور ان کا بھائی اس سے پہلے ہی بیمار ہو کر فوت ہو گیا تھا۔

حسن بن صالح بن حی کے ساتھیوں میں سے فضل بن حماد کوفی سے منقول ہے کہ عیسیٰؒ

بن زیدؑ، حسن بن صالح کے گھر میں چھپے ہوئے تھے اور وہ اسی روپوشی کی حالت میں مہدی (عباسی) کے دورِ خلافت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی وفات پر حسن بن صالح نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کسی شخص کو بھی ان کی وفات کا پتا نہ چلے، ورنہ یہ خبر حاکم تک پہنچ جائے گی اور وہ اس بات پر مسرت کا اظہار کرے گا بلکہ تم لوگ عیسیٰ بن زید کی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاؤ تاکہ حاکم ان سے ڈر کی وجہ سے اسی حسرت میں مرجائے اور تم لوگ حاکم کو ان کی وفات کی خبر سے ہرگز خوش نہ کرو ورنہ اس کی پریشانی اطمینان میں تبدیل ہوجائے گی۔

حسن بن صالح کی وفات تک عیسیٰؑ بن زیدؑ کی موت مخفی رہی اور حسن بن صالح کی وفات کے بعد ایک شخص جس کا نام ابن علاق الصیرفی تھا، وہ مہدی کے پاس گیا جبکہ ابن علاق الصیرفی کا نام مہدی (عباسی) کو معلوم تھا اور اسے یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ یہ عیسیٰؑ بن زید کے خاص ساتھیوں میں سے ہے۔ جب ابن علاق الصیرفی اس کے پاس دروازے پر پہنچا اور دربان سے اس نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو مہدی (عباسی) نے اسے اندر بھیجنے کا حکم دیا اور یہ اندر داخل ہوئے اور مہدی (عباسی) کو سلام کرنے کے بعد کہا: اے امیر! (مہدی عباسی) آپ کے چچازاد بھائی عیسیٰؑ بن زید کی وفات پر خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

یہ سن کر مہدی (عباسی) نے کہا: وائے ہو تجھ پر، تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! مَیں جو کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔

مہدی (عباسی) نے پوچھا: وہ کب فوت ہوئے ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ وہ اتنا عرصہ پہلے وفات پاگئے ہیں۔

مہدی نے کہا: تم نے اس سے پہلے مجھے اس خبر کے متعلق کیوں نہیں بتایا؟

اس نے جواب دیا: مجھے حسن بن صالح نے روک رکھا تھا۔

پھر مہدی نے اس خبر کی سچائی کے متعلق جاننے کی کوشش کی اور اس سے کہا: اگر تم سچے ہوئے تو مَیں تم کو اس کا بہترین صلہ عطا کروں گا اور تمھاری آئندہ نسلوں کو خوش حال کردوں گا۔

یہ سن کر ابن علاق الصیرفی نے کہا: مَیں نے اس صلہ کی خاطر یہ خبر نہیں بتائی بلکہ مَیں نے تو اس مقصد کی خاطر یہ خبر بتائی ہے کہ تم عیسیٰؑ بن زید کے متعلق شک میں نہ رہو اور اس وجہ

سے لوگ تم سے امن اور چین محسوس نہ کریں لہٰذا میں نے یہ پسند کیا کہ تمھیں اس خبر سے آگاہ کردوں تا کہ تم بھی راحت میں رہو اور دوسرے بھی تم سے راحت میں ہوں۔

مہدی (عباسی) نے کہا: تم میرے پاس دو خوشخبریاں لے کر آئے ہو کہ عیسیٰ بن زید اور حسن بن صالح کی موت سے دونوں کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ دونوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوں لہٰذا تم مجھ سے جو جی چاہتا ہے اپنی حاجت طلب کرو۔

اس پر ابن علاق الصیرفی نے کہا: آپ عیسیٰؒ کے بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کریں۔ خدا کی قسم! ان کے پاس کوئی مال و اسباب نہیں ہے۔ حسنؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے اور حسینؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ نے حسن بن صالح کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ پھر عیسیٰؒ بن زید کے دو بیٹے احمد اور زید، مہدی (عباسی) کے پاس آئے تو اس نے دونوں کو دیکھا اور انھیں مال عطا کیا اور پھر یہ دونوں اس کی اجازت سے مدینہ چلے گئے۔

زیدؒ بن عیسیٰ کی وفات مدینہ میں ہوئی جبکہ احمد بن عیسیٰ اس کے بعد ہارون الرشید کی خلافت تک زندہ رہے اور اس کی خلافت کے شروع کے ایام میں ظاہر ہوئے اور جب ہارون کو یہ خبر ملی کہ وہ منظم ہو رہے ہیں اور زیدی فرقے کے افراد ان کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو اس نے انھیں گرفتار کرنے کے لیے سپاہی بھیجے اور ان کو گرفتار کرنے کے بعد ایک مدت تک قید خانے میں رکھا۔ پھر ان کو اس کے قید خانے سے چھٹکارا ملا۔

احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ کے حالات کے تحت کتاب کے آخر میں ان کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

محمد بن ابی العتاھیہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے[1] کہ جب میں نے (عباسی خلفاء کی شان میں) اشعار کہنا چھوڑ دیے اور مہدی (عباسی) نے مجھے جرائم کے قید خانے میں قید کرنے کا حکم دیا تو مجھے اس کے سامنے پکڑ کر قید خانے کی طرف لے جایا گیا۔ جب میں قید خانے میں داخل ہوا تو میں دہشت زدہ ہو گیا اور میرا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ میں نے قید خانے میں ایسا منظر دیکھا کہ مجھ پر گھبراہٹ اور خوف طاری ہو گیا۔ میں نے آنکھیں

---

[1] الاغانی: ج ۳، ص ۱۷۲

پھیر کر ہر طرف دیکھا تا کہ کوئی ایسی جگہ دیکھوں جہاں پناہ لے سکوں یا کوئی ایسا مرد نظر آئے جس کی صحبت سے مانوس ہو سکوں۔ اتنے میں مجھے ایک بزرگ نظر آئے جن کی شخصیت سے حسن ٹپک رہا تھا۔ ان کا لباس صاف ستھرا تھا اور ان کے چہرے سے نیکی کی علامات واضح نظر آرہی تھیں۔ میں ان کی جانب بڑھا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا جبکہ میں نے انھیں سلام تک نہ کیا اور نہ ہی ان سے ان کے متعلق کوئی سوال کیا کیونکہ اس وقت میں پریشان اور حیرت زدہ تھا۔ میں کافی دیر تک خاموش سر جھکائے اپنی حالت کے بارے میں سوچ بچار کرتا رہا کہ اس شخص نے درج ذیل اشعار پڑھے:

تَعَوَّدتُ مَسَّ الضُّرِ حتّٰی ألفته وأسلمنی حسن العَزاء إِلی الصبر

وصیّرنی یأسی من الناس واثقاً بحسن صنیع اللہ من حیث لا أدری

"میں پریشانیوں اور مصیبتوں کا اس قدر عادی ہو گیا ہوں کہ اب ان سے مانوس ہو گیا ہوں۔ مصائب کا بہتر انداز میں سامنا کرنے کی عادت نے مجھے صابر بنا دیا ہے۔ لوگوں سے میری مایوسی و ناامیدی نے مجھے یوں بااعتماد بنا دیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات جو بھی کرتی ہے بہتر ہی کرتی ہے جبکہ مجھے اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا ہے"۔

ابوالعتاھیہ کہتا ہے: میں نے ان دو اشعار کو بہترین پایا اور ان کو سن کر اپنے ہوش و حواس کو واپس لایا اور وہاں پر موجود افراد کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے اس شخص سے کہا: اللہ تعالیٰ تمھیں عزت عطا فرمائے، برائے مہربانی ان دو اشعار کو دوبارہ پڑھو۔

یہ سن کر اس شخص نے مجھ سے کہا: تجھ پر افسوس ہے، اے اسماعیل! تم نے مجھے میری کنیت سے نہیں بلایا۔ تم کس قدر برے اخلاق کے مالک، کم عقل اور مروّت سے عاری ہو۔ کیوں کہ جب تم میرے پاس آئے تو مجھے سلام تک نہ کیا جیسا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملتے وقت سلام کرتا ہے اور نہ ہی تم نے مجھے اپنا کوئی دُکھ درد سنایا جس کی وجہ سے تمھیں اس تکلیف واذیت میں مبتلا کیا گیا ہے، اور نہ ہی تم نے میری کوئی احوال پرسی کی جیسا کہ باہر سے آنے والا شخص پہلے سے مقیم شخص سے کیا حالات دریافت کرتا ہے لیکن جیسے ہی تم نے مجھ

سے وہ اشعار سنے تو تمھاری زبان کھل گئی۔ کیا خدا نے تم میں کوئی بھلائی اور ادب نہیں رکھا اور اس کے علاوہ تمھارا کوئی کام کاج نہیں ہے؟ تم نے اپنی پرانی گستاخی کا ذکر نہیں کیا تاکہ اس کی تلافی ہو سکتی اور نہ ہی تم نے گزشتہ غلطی پر معذرت طلب کی لہٰذا تم نے ہمارے حق میں کوتاہی کی لیکن جیسے ہی تم نے اشعار سنے تو مجھ سے دوبارہ اشعار سنانے کی فرمائش کر ڈالی۔ جیسے ہمارے درمیان کوئی پرانی محبت، بہترین شناسائی اور گہرا تعلق ہو۔

یہ سن کر میں نے اس شخص سے کہا: برائے مہربانی مجھے معاف کر دو کیونکہ اس وقت میں نے خوف زدہ اور گھبراہٹ کا شکار ہونے کی وجہ سے ایسا سلوک کیا۔

اس شخص نے مجھ سے کہا: تمھیں کس جرم میں قید خانے میں ڈالا گیا ہے، یقیناً تم نے ان کی شان میں اشعار کہنا ترک کر دیا ہے، جن کی وجہ سے ان کے دل میں تمھاری قدر و منزلت اور تمھیں ان تک رسائی حاصل تھی۔ اب انھوں نے تمھیں اس لیے قید کر دیا ہے تاکہ تم ان کی شان میں پھر سے اشعار بیان کرنا شروع کر دو اور اب ضروری ہے کہ تم ان کی شان میں اشعار کہو گے تو تمھیں آزاد کیا جائے گا۔

مجھے بھی ابھی اسی ساعت میں بلایا جائے گا اور فرزند رسولؐ عیسیٰؑ بن زیدؑ کو دربار میں حاضر کرنے کا مجھ سے مطالبہ کیا جائے گا کہ میں انھیں ان کے پاس لاؤں۔ اگر میں نے انھیں ان کے ٹھکانے کے متعلق بتا دیا تو یہ عیسیٰؑ بن زیدؑ کو قتل کر دیں گے اور پھر میں اس صورت میں خدا سے ملاقات کروں گا کہ میرے سر پر ان کا خون ہو اور رسولؐ خدا ان کے قتل کے متعلق میرے خلاف خدا کی بارگاہ میں شکایت کریں۔ اگر میں نے عیسیٰؑ بن زید کے ٹھکانے کے متعلق نہ بتایا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ میں تم سے زیادہ پریشان اور ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوں اور تم میرا صبر و تحمل بھی دیکھ رہے ہو۔

یہ سن کر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ پھر میں کافی دیر تک ان سے شرمسار ہونے کی وجہ سے سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں تم کو سرزنش کرنے کے بعد ان اشعار کے تکرار سے انکار نہیں کرتا۔ تم یہ دونوں اشعار سنو اور حفظ کر لو۔ پھر انھوں نے میرے سامنے یہ اشعار کئی دفعہ دہرائے اور میں نے انھیں زبانی یاد کر لیا۔

پھر مہدی (عباسی) نے اُسے اور مجھے بلا بھیجا۔ جب ہم اس کے پاس جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا: اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں اضافہ فرمائے، آپ کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: میں عیسیٰؑ بن زید کا ساتھی 'حاضر' ہوں۔

پھر ہمیں مہدی (عباسی) کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب وہ مہدی (عباسی) کے سامنے کھڑے ہوئے تو مہدی (عباسی) نے ان سے پوچھا: عیسیٰؑ بن زید کہاں ہے؟

حاضر نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں ہے کہ عیسیٰؑ کہاں ہیں۔ تم نے اسے تلاش کیا اور پکڑنے کی جستجو کی اور انھیں رُوپوش ہونے پر مجبور کیا۔ تمھاری وجہ سے وہ مختلف شہروں میں دربدر پھر رہے ہیں جبکہ تم نے مجھے پکڑ کر قید کرلیا تو پھر میں تمھیں کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ بھاگ کر کہاں گئے ہیں جب کہ میں قید میں ہوں؟

اس پر مہدی (عباسی) نے حاضر سے پوچھا: وہ کہاں روپوش ہیں، تمھاری ان سے آخری ملاقات کب ہوئی؟ اور تم نے کس کے پاس ان سے ملاقات کی؟

حاضر نے جواب دیا: وہ جب سے روپوش ہوئے ہیں میری ان سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور مجھے ان کے متعلق کچھ خبر نہیں ہے۔

یہ سن کر مہدی (عباسی) نے کہا: خدا کی قسم! تمھیں مجھے عیسیٰؑ بن زید کے ٹھکانے کا بتانا ہی پڑے گا، ورنہ میں اسی وقت تمھاری گردن اُڑا دوں گا۔

حاضر نے کہا: جو تمھارا جی چاہتا ہے وہ کرو، کیا میں تمھیں رسولؐ خدا کے بیٹے کے ٹھکانے کے متعلق بتاؤں تاکہ تم انھیں قتل کر دو اور جب میں خدا اور اس کے رسولؐ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو وہ مجھ سے ان کے خون کا قصاص طلب کریں۔ خدا کی قسم! اگر وہ میرے لباس اور میری جلد کے درمیان ہوتے تو بھی میں ان سے کپڑا نہ اُٹھاتا۔

یہ سن کر مہدی (عباسی) نے کہا: اس کی گردن اُڑا دو۔ پھر انھوں نے قتل ہونے کے لیے اپنی گردن آگے کر دی اور ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

پھر مہدی (عباسی) نے مجھے بلا کر کہا: کیا تم شعر بیان کرو گے یا میں تمھیں بھی اس کے

ساتھ ملحق کر دوں۔

میں نے کہا: میں اشعار بیان کروں گا۔ پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے رہا کر دو۔

محمد بن قاسم بن مہرویہ کہتا ہے: ابوالعتاھیہ نے حاضر سے جو وہ اشعار سنے تھے وہ اس نے اسی وقت ہمیں سنائے تھے۔

ابوالفرج اصفہانی (مولف کتاب) بیان کرتے ہیں: ابن مہرویہ کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی اس روایت کو ان استاد کے علاوہ دیگر سند سے بیان کیا ہے اور ان دیگر راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ حاضر، عیسیٰؑ بن زیدؒ کے بیٹے احمد کی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے اور ان کا ابوالعتاھیہ کے ساتھ یہ درج بالا قصہ ہارون الرشید کے دورِ خلافت میں پیش آیا تھا۔ ہارون الرشید نے ان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ احمدؒ بن عیسیٰؑ بن زیدؒ کو میرے سامنے پیش کرنے یا اس کے ٹھکانے کے بارے میں آگاہ کرے لیکن حاضر کے انکار پر ہارون الرشید نے انھیں قتل کر دیا تھا۔

مولف کہتے ہیں: میرے نزدیک پہلا قول درست ہے (کہ یہ واقعہ مہدی عباسی کے دور میں عیسیٰؑ بن زیدؒ کے متعلق پیش آیا اور انھیں مہدی عباسی نے قتل کروایا تھا)۔

موسیٰ الہادی بن محمد المہدی بن ابوجعفر منصور کے دورِ خلافت میں حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے شہید ہونے والے افراد

حسینؑ بن علیؑ بن حسنؑ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ صاحبِ فخ

حسینؑ صاحبِ فخ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ جنابِ زینب بنت عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں، اور جنابِ زینب کی والدہ ہند بنت ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود ہیں۔ (الاغانی: ج ۱۸، ص ۲۰۸)

حسینؑ صاحبِ فخ کی والدہ جنابِ زینبؑ، محمدؑ، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی مادری و پدری بہن ہیں۔ زینبؑ اپنے بیٹے حسینؑ اور ان کے بھائی حسنؑ کو بچپن میں لوری دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھتیں:

تَعَلَّمُ یابن زینبٍ وَ هِنْدٖ کم لك بالبطحاء من مَعَدّ
من خال صدق ماجد وجدّ

"اے زینب اور ہند کے بیٹے! یہ جان لو کہ بطحاء میں تمھارے پہلو میں رہنے والے تمھارے خاندان کے کئی افراد ہیں۔ ان میں تمھارے ماموں اور نانا بھی ہیں جو سچائی کا پیکر اور بزرگی و شرف والے ہیں"۔

- جنابِ زینبؑ اور ان کے شوہر علیؑ بن حسنؑ کو ان دونوں کی کثرتِ عبادت کی وجہ سے "نیک و صالح جوڑا" کہا جاتا تھا۔ جب ابوجعفر (منصور) نے آپ کے والد، آپ کے بھائی، چچا اور چچا کی اولاد اور آپ کے شوہر کو قتل کر دیا تو اس کے بعد آپ ہمیشہ کھردرا لباس پہنتی تھیں اور اپنے جسم اور اس کھردرے لباس کے درمیان کوئی نرم و پرسکون لباس زیب تن نہیں کرتی تھیں۔ اسی طرح آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کی طرف کوچ کر گئیں۔

آپ اپنے خاندان کے افراد کا غم مناتے ہوئے اس قدر آہ و زاری کرتیں کہ بے ہوش ہو جاتی تھیں اور آپ ابوجعفر (منصور) کا برے الفاظ سے تذکرہ نہ کرتیں تاکہ اس سے کوئی نقصان نہ ہو اور آپ اس کے ذکر کو ناپسند کرتی تھیں کیونکہ اپنے نفس کو گناہ گار ٹھہرا کر انھیں تسلی ملتی تھی۔ آپ اپنے خاندان کے مقتولین کے قاتلوں کے لیے خدا سے یوں التجا کرتیں:

یا فاطر السماوات والارض، یا عالم الغیب والشهادة، الحاکم بین عبادہ احکم بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الحاکمین

"اے زمین و آسمان کو خلق کرنے والے، اے غائب اور حاضر کے جاننے والے! اے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہمارے اور ہماری اس (جفاکار) قوم کے درمیان اپنا برحق فیصلہ نافذ فرما۔ بے شک تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی رقیہ بنت موسیٰ سے سنا کہ انھوں نے بیان کیا: میری پھوپھی زینب بنت عبداللہ نے مرتے دم تک سخت اور کھردرا لباس پہنا۔ مولف کہتے ہیں: ہم پہلے اِن افراد کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان کے خاندان میں سے ان کے ہمراہ شہید ہوئے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں یہ شرط عائد کر رکھی ہے۔ پھر دیگر ان مقتولین کے حالات و واقعات تحریر کریں گے۔

سلیمانؒ بن عبداللہ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالملک بن حارث شاعر بن خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ہے۔

جناب عاتکہ نے حج کے دوران ابوجعفر (منصور دوانیقی) سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: اے امیر (منصور)! عبداللہ بن حسن کے بچے جو یتیم ہو چکے ہیں وہ تنگ دست ہیں اور ان کے پاس مال و اسباب میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر اس (ابوجعفر منصور) نے ان کے جو اموال غصب کیے تھے، وہ واپس کر دیے۔

حسنؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام اُمِ سلمہ بنت محمد بن حسن بن حسن (مثنیٰ) بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ واقعۂ فخ کے بعد آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن (مثنیٰ) بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام رقیہؒ بنت عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ عبداللہ بن اسحاق کو جزری بھی کہا جاتا ہے اور آپ واقعۂ فخ کے دوران شہید ہوئے تھے۔

حسینؒ بن علیؒ بن حسنؒ صاحبِ فخ کے متعلق روایات

ربطہ بنت عبداللہ بن محمد حنفیہ نے زیدؒ بن علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ خدا مقامِ فخ① پر پہنچے تو آپؐ نے وہاں پر اپنے اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد فرمایا: اس جگہ پر میرے اہل بیتؑ کا ایک فرد مومنوں کی جماعت کے ہمراہ شہید کیا جائے گا اور ان کے لیے جنت سے کفن اور حنوط کے لیے کافور نازل ہوگا۔ ان کی روحیں ان کے جسموں سے پہلے جنت میں پہنچ جائیں گی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر شہید ہونے والے افراد کی شان میں مزید فضائل بھی بیان فرمائے تھے جو جناب ربطہ کو یاد نہ رہے۔

ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے منقول ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ فخ کے مقام سے گزرے تو وہاں سواری سے اتر کر نماز ادا کی۔ آپؐ پہلی رکعت مکمل کرنے کے بعد جب دوسری رکعت ادا کر رہے تھے تو نماز کے دوران گریہ کیا۔ جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد لوگوں سے پوچھا: تم لوگ کیوں رو رہے تھے؟

انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم نے آپؐ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھ کر گریہ کیا ہے۔

---

① یہ جگہ مکہ مکرمہ سے چھ میل کی مسافت پر ہے۔ (مترجم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے پہلی رکعت ادا کی تو جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ کی اولاد میں سے ایک شخص اس جگہ پر شہید ہوگا اور جو اس شخص کے ہمراہ منصبِ شہادت پر فائز ہوگا اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

نصر بن قرواش سے مروی ہے کہ میں نے جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) کو مدینہ سے مکہ کے لیے کرائے پر اُونٹ دیا۔ جب ہم بطن مر (ایک جگہ کا نام) سے روانہ ہوئے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: نصیر! جب تم مقامِ فخ پہنچو تو مجھے بتا دینا۔

میں نے عرض کیا: کیا آپؑ کو فخ کا پتا نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے لیکن میں نے تمھیں اس لیے کہا ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میری آنکھ لگ جائے گی۔

جب ہم فخ پہنچے تو میں نے محمل کے قریب ہوکر دیکھا تو آپؑ سو رہے تھے۔ میں نے آپؑ کو جگانے کے ارادے سے کھنکھارتے ہوئے گلے سے آواز نکالی لیکن آپؑ بیدار نہیں ہوئے۔ پھر میں نے محمل کو ہلایا تو آپؑ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور میں نے عرض کیا: ہم فخ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے محمل کو کھولو تو میں نے اسے کھول دیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اُونٹوں کی قطار کو سیدھا کرو تو میں نے انھیں ایک ساتھ جوڑ کر راستے سے ہٹ کر بٹھا دیا۔ پھر میں نے ان کی سواری کے اُونٹ کو بھی بٹھا دیا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے چمڑے کا چھوٹا ظرف اور پانی جمع کرنے کے لیے ایک برتن دو۔ پھر انھوں نے وضو کرکے نماز پڑھی اور دوبارہ اُونٹ پر سوار ہوئے تو میں نے آپؑ سے پوچھا:

میری جان! آپؑ پر قربان ہو! میں نے آپؑ کو جو عمل کرتے دیکھا ہے، کیا یہ عمل حج کے اعمال میں شامل ہے؟

آپؑ نے جواب فرمایا: نہیں!، بلکہ میں نے یہاں پر اس لیے نماز پڑھی ہے کیونکہ اس مقام پر ہمارے خاندان کے ایک فرد کو ایک جماعت کے ہمراہ شہید کیا جائے گا اور ان کی روحیں ان کے جسموں سے پہلے جنت میں پہنچ جائیں گی۔

موسیٰ بن عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حج کے لیے گیا اور جب ہم فخ کے مقام پر پہنچے تو محمد بن عبداللہ نے اپنا اُونٹ بٹھا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر میرے والد نے مجھ سے کہا: اسے کہو کہ یہاں سے اپنا اُونٹ اُٹھالے تو انھوں نے اپنا اُونٹ اُٹھالیا۔ پھر میں نے اپنے والد سے پوچھا: بابا جان! آپ نے ان کے وہاں اُونٹ بٹھانے کو ناپسند کیوں محسوس کیا تھا۔

انھوں نے جواب دیا: یہاں پر میرے خاندان کا ایک فرد شہید ہوگا جس پر حجاج ہجوم کریں گے اور میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ کہیں وہ شخص یہی نہ ہو۔

علی بن حسین حضرمی کہتا ہے: میں نے حسن بن ہذیل کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے حسین بن علی صاحب فخ کو ایک باغ چالیس ہزار دینار کے عوض فروخت کیا جب کہ انھوں نے اسے اپنے گھر کے باہر ہی لوگوں پر نچھاور کر دیا اور اس میں سے ایک دانہ بھی اپنے گھر میں نہ لے گئے۔ وہ مجھے ایک ایک مٹھی کر کے دیتے اور میں اسے مدینہ کے فقراء میں تقسیم کرتا۔

حسن بن ہذیل سے منقول ہے کہ حسین بن علی صاحب فخ نے مجھ سے کہا: میرے لیے کسی سے چار ہزار درہم قرض طلب کرو۔ میں نے اپنے ایک دوست کے پاس جا کر اس کا مطالبہ کیا تو اس نے مجھے دو ہزار درہم دے کر کہا کہ تم کل آنا اور مزید دو ہزار درہم لے جانا۔ میں یہ دو ہزار درہم لے کر حسین بن علی صاحب فخ کے پاس آیا اور انھیں دے دیے تو انھوں نے اس رقم کو اپنی جائے نماز کے نیچے رکھ دیا۔

میں اگلے دن دوبارہ اپنے دوست کے پاس گیا اور اس سے مزید دو ہزار درہم لے کر آیا۔ میں نے حسین بن علی صاحب فخ کو ادا کیے ہوئے گذشتہ دن کے دو ہزار درہم کو ان کی جائے نماز کے نیچے سے تلاش کیا تو انھیں وہاں پر موجود نہ پایا۔ یہ دیکھ کر میں نے ان سے پوچھا: اے فرزند رسولؐ! آپ نے گذشتہ دن والے دو ہزار درہم ہم نے کہاں کیے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: تم ان دو ہزار درہم کے متعلق سوال نہ کرو۔

میں نے دوبارہ یہی سوال دُہرایا تو انھوں نے کہا: میں نے وہ رقم مدینہ کے ایک تنگدست وغریب شخص کے حوالے کر دی ہے جو مجھ سے رقم کا تقاضا کر رہا تھا۔

یہ سن کر میں نے کہا: کیا آپ کو مزید رقم کی ضرورت ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں! لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمھارا دست راست بنوں اور تم سے رشتۂ عاطفت میں جڑا رہوں لہٰذا میں نے یہ رقم تجھے دے دی۔ اگرچہ میرے خیال کے مطابق مجھے اس پر وہ اجر نہیں ملے گا جیسا کسی پسندیدہ چیز کو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ملتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورہ آل عمران: آیت ۹۲)

"تم اس وقت تک نیکی نہیں کما سکتے جب تک اسے راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو چیز تمھیں زیادہ پسند ہے"۔

ہاشم بن قریش سے منقول ہے کہ حسینؑ بن علیؑ صاحب فخ کے پاس ایک سائل آیا تو آپ نے اسے جواب دیا: میرے پاس تمھیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن تم یہیں پر بیٹھو، ابھی میرا بھائی حسن مجھے ملنے کے لیے آئے گا تو تم اس کی سواری کا گدھا لے لینا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حسن آگئے اور وہ اپنے گدھے سے اتر کر حسینؑ بن علی صاحب فخ کی جانب روانہ ہوئے اور گدھے کو اپنے غلام کے حوالے کیا جبکہ یہ حسن نابینا تھے۔

حسینؑ بن علی صاحب فخ نے سائل کو اشارہ کیا کہ وہ اُٹھ کر جائے اور گدھا لے لے۔ جب سائل اس غلام کے پاس گیا تو اس نے اسے گدھا دینے سے انکار کر دیا۔ پھر حسینؑ بن علی صاحب فخ نے غلام کو اشارہ کیا کہ یہ گدھا اس کو دے دو تو اس نے دے دیا اور وہ سائل وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حسنؑ آکر بیٹھ گئے اور ان سے محوِ گفتگو رہے۔ پھر اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اپنے غلام سے کہا کہ گدھا لاؤ۔ غلام نے جواب دیا: میری جان آپ پر قربان ہو! آپ کے بھائی نے مجھے حکم دیا تھا کہ یہ گدھا اس سائل کو دے دو تو میں نے گدھا اسے دے دیا ہے۔

یہ سن کر حسنؑ نے اپنا چہرہ اپنے بھائی حسینؑ بن علی کی طرف پھیر کر کہا: میری جان آپ پر قربان ہو، کیا آپ نے اسے گدھا اُدھار دیا ہے یا بخش دیا ہے؟

حسینؑ بن علی صاحب فخ نے کہا: خدا کی قسم! میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مجھ جیسا شخص یہ گدھا کسی کو اُدھار پر دے۔ پھر حسنؑ نے اپنے غلام سے کہا: مجھے پکڑ کر لے چلو۔

حمدون المقرا سے منقول ہے کہ جب حسینؑ بن علیؑ صاحب وقعؑ بہت زیادہ مقروض ہو گئے تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور قرض خواہوں سے کہا کہ تم مجھے مہدی (عباسی) کے دروازے پر ملو۔ پھر حسینؑ بن علی صاحب وقعؑ وہاں سے نکل کر مہدی (عباسی) کے دروازے پر آئے اور دربان سے کہا: مہدی (عباسی) سے کہو کہ اس کا چچازاد بھائی دروازے پر اجازت کا منتظر ہے۔ اس وقت حسینؑ بن علی اُونٹ پر سوار تھے۔ مہدی (عباسی) نے یہ سن کر دربان سے کہا: وائے ہو تم پر، انھیں اُونٹ سمیت اندر بھیج دو۔

پھر اس دربان نے انھیں اندر بھیجا اور انھوں نے گھر کے درمیان اپنا اُونٹ بٹھا دیا تو مہدی (عباسی) تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور سلام کرنے کے بعد گلے سے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر ان کے خاندان کی احوال پرسی کی اور پھر کہا: اے میرے چچازاد بھائی! آپ کا میرے پاس کیسے آنا ہوا؟

آپ نے جواب دیا: میں اس وجہ سے تمھارے پاس آیا ہوں کہ اب مدینہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھے ایک درہم بھی بطورِ قرض دے۔

یہ سن کر مہدی (عباسی) نے کہا: آپ نے یہ ماجرہ مجھے خط میں کیوں نہیں تحریر کیا؟

آپ نے کہا: میں یہ چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کرنے کے بعد یہ بات بیان کروں۔

پھر مہدی (عباسی) نے دس ہزار دینار اور دس ہزار درہم کی ایک تھیلی منگوائی اور کپڑے کا جامہ دان منگوایا یہاں تک کہ اس نے دس ہزار درہم کی دس تھیلیاں، دس ہزار دینار کی دس تھیلیاں اور دس جامہ دان منگوائے اور یہ سب حسینؑ بن علی صاحب وقعؑ کے حوالے کیا۔ آپ یہ سب مال لے کر وہاں سے باہر نکلے اور بغداد میں ایک گھر میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں ان کے قرض خواہ آئے تو آپ ایک ایک قرض خواہ سے پوچھتے کہ تمھارا ہم پر کتنا قرض ہے؟

وہ جواب دیتا کہ اتنا قرض ہے تو آپ اسے اس کے قرض کی رقم ادا کرنے کے بعد مزید درہم و دینار عنایت کرتے اور کہتے: یہ ہماری طرف سے تمھیں اجر عطا کیا گیا ہے۔ آپ اسی طرح لوگوں میں درہم و دینار بانٹتے رہے یہاں تک کہ جب تھوڑا سا مال باقی رہ گیا

تو آپ کوفہ کے راستے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ نے راستے میں قصر ابن ہبیرہ میں ایک سرائے میں قیام کیا تو اس سرائے کے مالک کو کسی نے بتایا کہ یہ شخص رسولؐ خدا کی اولاد میں سے ہے۔ اس سرائے کے مالک نے ایک مچھلی لے کر بھونی اور وہ بھنی ہوئی مچھلی اور پتلی روٹی لے کر آپ کے پاس آیا اور کھانا پیش کرتے ہوئے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! (معاف کیجیے) میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔

پھر آپ نے اپنے غلام سے پوچھا کہ اس مال میں سے کتنا تمھارے پاس باقی ہے؟ تو اس نے کہا: تھوڑا سا مال ہے اور راستہ بہت ڈور کا ہے۔ پھر آپ نے کہا: وہ تھوڑا سا مال بھی اس شخص کو دے دو تو وہ بھی اسے دے دیا گیا۔

اسماعیل بن ابراہیم واسطی سے منقول ہے کہ ایک شخص سوالی بن کر حسینؑ بن علیؑ صاحب فخ کے پاس آیا جب کہ اس وقت آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، لہٰذا آپ نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور ایک شخص کو اپنے گھر والوں کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ ان سے کہو کہ جو اپنے کپڑے دھلوانا چاہتا ہے، وہ باہر نکال دے اور یوں ان کے گھر والوں نے اپنے کپڑے دھونے کے لیے باہر نکال کر دیے۔ جب یہ سارے کپڑے اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اس سوالی سے کہا کہ یہ سب کپڑے تم لے لو۔

حسن بن ہذیل سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں حسینؑ بن علیؑ صاحب فخ کے ہمراہ عازم سفر ہوا۔ جب آپ بغداد پہنچے تو انھوں نے وہاں اپنی جائیداد نو ہزار دینار میں فروخت کی۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر بازار اسد میں آئے تو انھوں نے ہمیں ایک دکان کے سامنے لے جا کر اپنی سخاوت سے نوازا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں پر آیا جس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی اور اس نے ان سے کہا: اے جوان! آگے بڑھو اور مجھ سے یہ ٹوکری لے لو۔

انھوں نے اس شخص سے پوچھا: تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا: میں طیب ولذیذ کھانا تیار کرتا ہوں۔ جب کوئی بامروت اور مردانہ صفات کا مالک اس گاؤں میں آتا ہے تو میں اسے یہ تحفہ کے طور پر دیتا ہوں۔

یہ سن کر حسینؑ بن علی نے مجھ سے کہا: اس سے کھانے کی یہ ٹوکری لے لو کیوں کہ

اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ میں بعد میں تم سے اپنی ٹوکری واپس لے جاؤں گا۔

پھر ہمارے پاس ایک اور شخص آیا جس نے بوسیدہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ہم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم پر جو انعام و اکرام کیا اور رزق عطا کیا ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی عطا کرو۔

حسینؓ بن علی نے مجھ سے کہا: وہ ٹوکری اسے دے دو۔ پھر ٹوکری اسے دے کر کہا: اس کے اندر جو کھانے کے برتن موجود ہیں وہ لے لو۔ اس کے بعد حسینؓ بن علی نے مجھ سے کہا: جب یہ سائل ٹوکری واپس کرنے کے لیے آئے تو اسے پچاس دینار عطا کر دینا اور جب اس ٹوکری کا مالک آئے تو اُسے بھی سو دینار عطا کرنا۔

یہ سن کر میں نے ان پر مہربان ہوتے ہوئے کہا: میری جان آپ پر قربان ہو! آپ نے اپنی جائیداد اس لیے فروخت کی تا کہ اپنا قرض ادا کر سکیں جبکہ یہ سائل آپ کے پاس سوالی بن کر آیا تو آپ نے اسے کھانا دیا جس پر وہ راضی ہو گیا لیکن آپ اس پر رضامند نہ ہوئے اور یہ حکم بھی دے دیا کہ اسے پچاس دینار بھی دیے جائیں اور وہ شخص جو آپ کے لیے ایک یا دو دینار کی مالیت کا کھانا لے کر آیا، آپ نے اسے سو دینار دینے کا حکم دے دیا؟

یہ سن کر انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: حسن! ہمارا رب ہماری نیکیوں کو خوب جانتا ہے۔ اب جب وہ سائل آئے تو اسے سو دینار اور اس ٹوکری کے مالک کو دو سو دینار عطا کرنا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں میرا رب میری اس کاوش کو قبول نہ فرمائے کیونکہ میرے نزدیک سونے چاندی اور مٹی کی ایک ہی قدر و منزلت ہے۔

حسینؓ بن علی صاحب فخؒ کی مقتل کا تذکرہ

بکر بن صالح نے عبداللہ بن ابراہیم الجعفری سے روایت نقل کی ہے کہ حسینؓ بن علیؓ بن حسنؓ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کے خروج کا سبب یہ تھا کہ جب موسیٰ الہادی خلیفہ بنا تو اس نے اسحاق بن عیسیٰ بن علی کو مدینے کا گورنر مقرر کیا۔ جب اسحاق مدینہ

سے باہر گیا تو اس نے عمر بن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ تھا، اسے اپنے جانشین کے طور پر مدینے کا گورنر مقرر کیا۔

یہ شخص (عبدالعزیز بن عبداللہ) اولاد ابوطالب کو ستاتا اور حد سے زیادہ اذیت و تکالیف میں مبتلا رکھتا تھا اور انھیں ہر روز مقصورہ میں پیش ہو کر اپنی حاضری لگوانے کا حکم دیتا۔[1] یہ لوگ ہر روز منصورہ میں پیش ہوتے تھے اور اس نے ان میں سے ہر ایک کی ان کے مصاحب اور قریبی رشتہ دار سے ضمانت لے رکھی تھی جب کہ حسینؒ بن علیؒ اور یحیٰیؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ نے حسنؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کی ضمانت دی تھی۔

حج کے موسم کے شروع میں تقریباً ستر افراد جو شیعہ تھے، وہ مدینہ میں آئے اور بقیع کے قریب ابن افلح کے گھر میں قیام کیا۔ ان افراد نے حسینؒ بن علی وغیرہ سے ملاقات کی جو مقرر کردہ گورنر (عبدالعزیز بن عبداللہ) کو ناگوار گزری۔ اس سے قبل اس شخص (عبدالعزیز بن عبداللہ) نے حسنؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ ابن جندب ہذلی شاعر اور عمر بن خطاب کے ایک غلام کو اس وقت گرفتار کیا جب یہ تینوں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے جبکہ ان کے متعلق یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ اس نے انھیں شراب پیتے ہوئے پکڑا ہے۔ پھر حسن بن محمد بن عبداللہ کو اسی کوڑے، ابن جندب ہذلی شاعر کو پندرہ اور عمر بن خطاب کے غلام کو سات کوڑے لگوائے۔ ان کو کوڑے لگوانے کے بعد یہ حکم دیا کہ انھیں مدینہ کی گلیوں میں ننگی کمر کے ساتھ پھراؤ تاکہ ان کی رُسوائی ہو۔

اس کی اس حرکت کو دیکھ کر محمدؒ بن عبداللہ کے زمانے میں سیاہ پرچم بلند کرنے والی ہاشمیہ خاتون نے اسے یہ پیغام بھجوایا کہ ایسا مت کرو، ایسا کرنے میں ہرگز تمھارے لیے عزت و بزرگی کی بات نہیں ہے۔ بنوہاشم کے کسی شخص کی عزت سر بازار پامال نہ کرو اور انھیں برا بھلا مت کہو حالانکہ تم ایک ظالم ہو۔ پھر اس نے ان کو مزید رُسوا نہ کیا اور آزاد کر دیا۔

جب شیعوں میں سے کچھ افراد ابن افلح کے گھر میں جمع ہوئے تو عبدالعزیز بن عبداللہ کو (ان کا ایک جگہ جمع ہونا) کو ناگوار محسوس ہوا اور اس نے حضرتِ ابوطالبؑ کی اولاد کے افراد

---

[1] آج کی جدید اصطلاح کے مطابق گویا اس نے اولادِ ابوطالبؑ کے نام ایگزٹ لسٹ آف کنٹرول میں ڈال رکھے تھے کہ یہ مدینہ سے باہر نہیں جاسکتے اور وہاں کے حفاظتی افسر کو ہر روز اپنی موجودگی سے مطلع کریں۔ (مترجم)

کو پیش ہونے کا حکم دیا اور اولادِ ابوطالبؑ پر انصار کے موالی ابوبکر بن عیسیٰ الحائک کو نگران مقرر کیا۔ جب یہ افراد جمعہ کے دن اس کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے انھیں واپس جانے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ مسجد میں نماز کے لیے لوگ آنا شروع ہو گئے تو انھیں بھی نماز کی اجازت دی گئی۔ یہ لوگ وضو کرنے کے بعد نماز کے لیے مسجد کی طرف گئے اور جب سب نے نماز پڑھ لی تو انھیں عصر تک مقصورہ میں ہی روک کر رکھا، پھر ان سب کو پیش کیا گیا۔

جب حسنؑ بن محمدؑ کا نام پکارا گیا تو وہ غیر حاضر تھے۔ اس پر ابوبکر بن عیسیٰ الحائک نے یحییٰؑ اور حسینؑ بن علیؑ سے کہا: تم دونوں اسے میرے سامنے حاضر کرو ورنہ میں تم دونوں کو قید خانے میں ڈال دوں گا کیوں کہ وہ تین دن سے یہاں پیش ہو کر حاضری نہیں لگوا رہا اور یہاں سے نکل کر کہیں غائب ہو گیا ہے۔ پھر ان میں باہمی تلخ کلامی ہوئی اور یحییٰؑ نے ابوبکر بن عیسیٰ الحائک کو سب و شتم کیا تو وہ وہاں سے اُٹھ کر عبدالعزیز بن عبداللہ اس کے پاس گیا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔ اس نے یحییٰؑ اور حسینؑ بن علیؑ کو بلا کر ان کی سرزنش کی اور انھیں ڈرایا دھمکایا تو حسینؑ بن علیؑ نے اس کے سامنے قہقہہ لگایا اور کہا: ابوحفص! تم غصے میں ہو۔

یہ سن کر عبدالعزیز بن عبداللہ نے ان سے کہا: کیا تم میرا مذاق اُڑا رہے ہو اور مجھے میری کنیت سے بلا رہے ہو؟

اس پر حسینؑ بن علیؑ نے کہا: خلیفہ اوّل اور خلیفہ دوم تم سے بہتر تھے؟ اس لیے کہ اگر ان دونوں کو کنیت سے پکارا جاتا تو انھیں برا محسوس نہیں ہوتا تھا جبکہ تمھیں کنیت سے مخاطب کرنا برا محسوس ہوتا ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ تمھیں گورنر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔

یہ سن کر عبدالعزیز بن عبداللہ نے ان سے کہا: تمھاری آخری بات تمھاری پہلی بات سے بھی زیادہ شر انگیز اور خطرناک ہے۔

اس پر حسینؑ بن علیؑ نے کہا: خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ مجھے شرارت سے بچائے اور مجھے شریر لوگوں میں سے قرار نہ دے۔

یہ سن کر عبدالعزیز بن عبداللہ نے حسینؑ بن علی سے کہا: کیا میں نے اس لیے تمھیں اپنے پاس بلایا ہے کہ تم مجھ پر فخر و مباہات کرو اور مجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کرو؟

تو اس کی اس بات پر یحییٰؒ بن عبداللہؒ کو غصہ آ گیا اور اسے متوجہ کرتے ہوئے کہا: تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ گورنر نے جواب دیا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم دونوں حسنؒ بن محمدؒ کو میرے سامنے حاضر کرو۔

یحییٰؒ بن عبداللہؒ نے کہا: ہم اسے تمہارے سامنے حاضر کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور وہ بھی وہاں ہوگا، جہاں باقی لوگ ہیں لہٰذا تم عمر بن خطاب کی آل (اولاد) کے پاس اپنا بندہ بھیج کر ان سب کو یوں ہی اکٹھا کرو جیسے ہمیں اکٹھا کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک ایک مرد کو یوں ہی پیش کرو اور ان سے ہر روز استفسار کرو۔ اگر تم کو ان میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ملے جو حسنؒ کے غائب ہونے کی خبر دے جو مدت (تین دن) سے زیادہ تیری نظروں سے اوجھل رہیں تو پھر تم نے ہم سے عدل و انصاف کیا ہے (اور تم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہو کہ حسنؒ بن محمدؒ کہاں ہے)۔

اس پر گورنر نے حسینؒ کو یہ قسم دے کر کہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق اور تمام غلاموں کو آزاد کر دے گا اور وہ صرف اسی صورت میں اسے وہاں سے جانے دے گا۔ جب وہ ایک دن اور رات کے اندر حسنؒ کو لے کر اس کے پاس حاضر ہوگا۔ اگر وہ حسن کو لے کر نہ آیا تو اس کی جائے پناہ کو جلا کر خاکستر کر دے گا اور حسینؒ کو ایک ہزار کوڑے مارے گا۔ نیز گورنر نے مذکورہ قسم کھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اگر میری حسنؒ بن محمدؒ پر نظر پڑی تو میں اسے اسی لیے قتل کر دوں گا۔

گورنر کی یہ باتیں سن کر یحییٰؒ غصے میں اس کی جانب بڑھے اور کہا: میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اگلے ایک رات اور دن کے اندر اندر حسنؒ بن محمدؒ کو تیرے پاس نہ لاؤں تو میرے تمام غلام آزاد ہوں اور اگر وہ مجھے نہ مل سکا تو میں خود تمہارا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تاکہ تمہیں پتا چل جائے کہ میں تمہارے پاس واپس آ گیا ہوں۔

اس کے بعد حسینؒ اور یحییٰؒ غصے کی حالت میں اس گورنر کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے جبکہ گورنر بھی غضبناک تھا۔ حسینؒ نے یحییٰ بن عبداللہ سے کہا: آپ نے اپنی زندگی کا برا فیصلہ اس وقت کیا جب آپ نے یہ قسم کھائی کہ حسنؒ کو اس کے پاس لے آئیں گے تو آپ حسنؒ کو کہاں موجود پائیں گے؟

یحیٰیؒ بن عبداللہؒ نے جواب دیا: خدا کی قسم! میرا ہرگز اس کے پاس حسنؒ کو لانے کا ارادہ نہیں تھا، اگر میں ایسا کروں تو میرا رسولِ خدا اور حضرت علی علیہ السلام سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رہا بلکہ میں نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ اس وقت تک نہیں سوؤں گا، جب تک اپنی تلوار کے ساتھ اس (گورنر) کے دروازے پر دق الباب کرتے ہوئے اسے اپنے سامنے قتل نہ کر دوں۔

حسینؒ نے یحیٰیؒ سے کہا: یہ تو آپ کا صحیح عمل نہیں ہوگا بلکہ اس سے ہمارا بنایا ہوا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔

یحیٰیؒ نے حسینؒ سے کہا: میں آپ کا منصوبہ کیسے ناکام کر رہا ہوں۔ ابھی تو میرے اور اس کے درمیان دس دنوں کا فاصلہ ہے جب کہ میں دس دنوں کے بعد اپنا کام کروں گا اور آپ اس عرصے میں مکہ کی طرف کوچ کر جائیں۔

پھر حسینؒ نے حسنؒ بن محمدؒ سے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! کیا آپ کو اس بات کی خبر ملی ہے جو میرے اور اس فاسق (گورنر) کے درمیان گفتگو ہوئی۔ آپ اس کی پروا نہ کریں بلکہ آپ کا جہاں جی چاہتا ہے چلے جائیں۔

اس پر حسنؒ بن محمدؒ نے کہا: خدا کی قسم! میں ہرگز کہیں نہیں جاؤں گا، اے میرے چچا کے بیٹے! بلکہ میں اسی وقت آپ کے ہمراہ اس کے پاس جا کر خود کو اس کے حوالے کر دیتا ہوں۔

تو حسینؒ نے انھیں جواب دیا: اللہ تعالیٰ مجھے اس امر سے دوچار نہ کرے۔ اگر میں آپ کو اس کے سپرد کر دوں تو نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انھیں کیا منہ دکھاؤں گا جب حضور اکرمؐ مجھ سے آپ کے خون کے بارے میں پوچھیں گے لیکن میں اپنی جان کے عوض آپ کی حفاظت کروں گا شاید کہ اللہ مجھے اس کے بدلے جہنم کی آگ سے بچائے۔

پھر حسنؒ وہاں سے واپس چلے گئے تو حسینؒ کے پاس یحیٰی، سلیمان، ادریس "عبداللہ بن حسن کے بیٹے" عبداللہ بن حسن افطس، ابراہیم بن اسماعیل طباطبا، عمر بن حسن بن علی بن حسن بن حسین بن حسن، عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن بن حسنؑ بن علیؑ اور عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب آئے۔ پھر یہ اپنے دیگر جوانوں اور غلاموں

کی جانب روانہ ہوئے جبکہ ان لوگوں میں حضرت علی علیہ السلام کی اولاد میں سے چھبیس افراد، دس حاجی اور کچھ ان کے غلام اکٹھے ہوئے۔ جب مؤذن نے فجر کی اذان دی تو یہ سب مسجد میں داخل ہوئے اور باآواز بلند صدا دی: احد، احد۔

عبداللہ بن حسن افطس جنازہ رکھنے والی جگہ کے قریب نبی اکرمؐ کے سر کی طرف جو مینار تھا (جہاں پر کھڑے ہو کر اذان دی جاتی تھی) اس پر چڑھ گئے اور مؤذن سے کہا: حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کے ساتھ اذان دو۔ جب مؤذن نے عبداللہ بن حسن افطس کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کے ساتھ اذان دی۔ جب گورنر عبدالعزیز بن عبداللہ نے یہ سنا تو محسوس کیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے تو وہ ڈر گیا اور حواس باختہ ہو کر بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا: دروازے پر جانور کو چارہ ڈالو اور مجھے پانی کا اناج کھلاؤ!

علی بن ابراہیم کی روایت میں مذکور ہے کہ اس گورنر کی اولاد کو اب تک مدینہ میں پانی کے اناج کی اولاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے دار عمر بن خطاب پر دھاوا بول دیا اور وہ یہ گورنر ایک گلی جو زقاق عاصم بن عمر کے نام سے معروف تھی، وہاں سے نکل کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا اور یوں اپنی جان بچائی۔

حسینؑ بن علی صاحب فخ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھانے کے بعد ان عادل گواہوں کو طلب کیا جنھیں گورنر عبدالعزیز بن عبداللہ نے ان کے سامنے گواہ بنایا تھا کہ یہ حسنؑ کو اس کے پاس لائیں گے۔ پھر آپ نے حسنؑ کو بلایا اور ان گواہوں سے کہا: یہ حسنؑ ہیں جنھیں میں لے آیا ہوں اور اب تم لوگ اس گورنر کو لے آؤ ورنہ خدا کی قسم! میں اپنی قسم سے آزاد ہو جاؤں گا کیونکہ میں نے اسے پورا کر دیا ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے صرف حسنؑ بن جعفرؑ بن حسنؑ بن حسنؑ اور موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ (ظاہری طور پر) حسینؑ صاحب فخ کی تحریک سے الگ رہے جبکہ حسنؑ بن جعفرؑ بن حسنؑ بن حسنؑ نے ان سے اس حوالے سے معذرت کی اور انھوں نے ان کے ساتھ نہ دینے کو ناپسند نہیں کیا۔

عنیزہ قصبانی سے منقول ہے کہ میں نے ایک دفعہ رات کی تاریکی چھا جانے کے بعد

موسیٰ بن جعفرؑ (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کو حسینؓ صاحب فخ کے پاس آتے ہوئے دیکھا اور وہ ان کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے یوں جھکے جیسے ایک انسان نماز کی حالتِ رکوع میں جھکتا ہے۔

آپؑ نے حسینؓ سے کہا: مَیں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس حوالے سے فراغت دیں اور مجھ سے اپنی تحریک سے پیچھے رہنے پر رضامند رہیں۔

یہ سن کر حسینؓ صاحب فخ کافی دیر تک سر جھکا کر سوچتے رہے اور انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ پھر انھوں نے سر اُٹھا کر کہا: آپؑ کو اس حوالے سے مکمل آزادی ہے۔

عباد بن یعقوب نے عنیزہ قصبانی سے روایت نقل کی ہے کہ جہاں پر اولادِ ابوطالبؑ کے واقعات کے متعلق گفتگو تمام ہوئی تھی، اب دوبارہ وہاں سے اسی کے متعلق گفتگو ہوگی۔

جب حسینؓ نے موسیٰ بن جعفرؑ (حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے اپنے خروج کے حوالے سے گفتگو کی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: آپ شہید ہو جائیں گے۔ بے شک یہ قوم (جو آپ کے مدِمقابل ہے) یہ ظاہری طور پر ایمان کا دکھاوا کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں نفاق اور شرک پنہاں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ـــ اور میں خدا کی بارگاہ میں آپ لوگوں کو نیکوکار اور برگزیدہ شمار کرتا ہوں۔

راوی بیان کرتا ہے: حسینؓ بن علیؓ صاحب فخ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد کہا:

مَیں رسولؐ خدا کا بیٹا، رسولؐ خدا کے منبر پر اور رسولؐ خدا کے حرم (مسجدِ نبویؐ) میں تم سب لوگوں کو رسولؐ خدا کی سنت اور طریقے کی طرف بلا رہا ہوں۔

اے لوگو! تم سفر و حضر میں رسولؐ خدا کے ان آثار اور نشانیوں کے طلب گار ہوتے ہو، جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں اور تم ان کے ذریعے برکت حاصل کرتے ہو جبکہ رسولؐ خدا کے ٹکڑے (اولاد) کو ضائع کر رہے ہو!

راوی کہتا ہے: حسینؓ بن علی کی اس گفتگو کے دوران مَیں نے آہستہ سے اپنے آپ سے کہا کہ ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، یہ شخص اپنی ذات کے متعلق کیا کہنا چاہتا ہے کہ اتنے میں مدینہ کی ایک بوڑھی عورت جو میرے ساتھ کھڑی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: تجھ پر افسوس ہے!

کیا تم فرزندِ رسولؐ کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے؟

میں نے جواب دیا: خدا تم پر رحم کرے۔ خدا کی قسم! میں نے تو یہ جملہ ان پر شفقت اور ہمدردی کے اظہار کے طور پر کہا ہے۔ جب یہ سب لوگ مسجد میں جمع تھے تو خالد البربری جو مدینہ کی مقرر کردہ باقاعدہ مسلح فوج کا سربراہ تھا، وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان لوگوں کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ مسجد کے باب جبرائیلؑ پر دونوں گروہ آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: میں نے یہ تمام واقعہ اپنی آنکھوں سے خود دیکھا (جو اس طرح ہے) کہ میں نے اس دوران یحییٰؒ بن عبداللہؒ کو خالد البربری کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ یحییٰؒ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور خالد نے سواری سے نیچے اترنے کا ارادہ کیا تھا کہ یحییٰؒ نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر وار کیا جبکہ اس نے سر پر خود اور ٹوپی پہن رکھی تھی۔ ان کے وار نے ان تمام حفاظتی اشیاء کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس کا سر کٹ کر دور جا گرا اور یہ اپنی سواری سے نیچے گر گیا۔ پھر حسینؒ، یحییٰؒ اور ان کے ساتھیوں نے خالد البربری کے ساتھیوں پر حملہ کرتے ہوئے انھیں پسپا کر دیا۔ (تاریخ طبری: ج ۱۰، ص ۳۰)

اسی سال "مبارک ترکی" نے بھی حج کیا اور وہ سب سے پہلے مدینہ آیا۔ جب حسینؒ بن علی کو اس کے مدینہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو مبارک ترکی نے انھیں رات کے وقت یہ پیغام بھجوایا۔ خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے کسی آزمائش میں ڈالو، یا میں تمھیں کسی امتحان اور آزمائش میں ڈالوں۔ تم رات کے وقت میری طرف اپنے کچھ ساتھیوں کو بھیجو اگرچہ ان کی تعداد دس ہی کیوں نہ ہو۔ وہ لوگ میرے لشکر پر شب خون ماریں تا کہ میں پسپائی اختیار کروں اور اپنے لشکر پر شب خون مارنے کا عذر پیش کروں۔ حسینؒ بن علی نے ایسے ہی کیا اور ان کے ساتھیوں میں سے دس افراد "مبارک ترکی" کی طرف نکل گئے اور انھوں نے اس کے لشکر کے گرد خوب شور و غوغا اور چیخ و پکار کی۔ یہ منظر دیکھ کر "مبارک ترکی" نے ایک راستہ دکھانے والے رہنما کو طلب کیا تو اس کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جو اسے معروف راستے سے ہٹ کر یہاں سے مکہ کی طرف لے جائے۔ پھر اس شخص کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو کر مکہ چلا گیا۔

اسی سال (بنو عباس میں سے) عباس بن محمد، سلیمان بن ابی جعفر اور موسیٰ بن عیسیٰ بھی

حج کے لیے مکہ آئے اور "مبارک ترکی" مکہ میں ان کے ساتھ جا ملا اور ان کے سامنے یہ بہانہ پیش کیا کہ مدینہ میں اس کے لشکر پر شب خون مارا گیا، اس لیے وہ جلد یہاں پر آ گیا۔

حسینؑ بن علیؑ اپنے خاندان کے افراد، اپنے غلاموں اور ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ان لوگوں کی تعداد تین سو افراد پر مشتمل تھی۔ جب کہ حسینؑ نے مدینہ میں دینار الخزاعی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب یہ لوگ مکہ کے قریب فخ اور بلدح (یہ مکہ سے پہلے ایک وادی ہے) کے درمیان پہنچے تو حکومت کی افواج سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔ عباس نے حسینؑ بن علی کو امان نامہ اور صلہ رحمی کی پیش کش کی، جسے حسینؑ بن علی نے سختی سے ٹھکرا دیا۔

سلیمان بن عباد سے منقول ہے کہ جب حسینؑ بن علی نے لشکر والوں کو دیکھا تو انھوں نے ایک شخص اونٹ پر بٹھا رکھا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی جو اُسے لہرا رہا تھا۔ حسینؑ اسے ایک ایک حرف لکھوا رہے تھے کہ تم یہ کہہ کر ندا دو تو اس نے یہ ندا دی: اے لوگو! یہ رسولؐ خدا کے فرزند حسینؑ بن علی، صاحب فخ ہیں اور یہ ان کے چچا زاد ہیں جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسولؐ خدا کی سنت کی طرف بلا رہے ہیں۔

❁ محمد بن مروان نے ارطاہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حسینؑ بن علیؑ صاحب فخ کی بیعت ہو رہی تھی تو اس وقت انھوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میں تم لوگوں سے کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ پر بیعت لے رہا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تم لوگ اطاعت کرو گے، اس کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ میں تمھیں آلِ محمدؐ کی خوشنودی کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تم سے ان شرائط پر بیعت لے رہا ہوں کہ ہم تمھارے درمیان کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے احکامات کو عملی طور پر نافذ کریں گے۔ لوگوں میں عدل و انصاف قائم کریں گے اور ان کے درمیان مساویانہ طور پر مال تقسیم کریں گے۔ تم ہمارے ساتھ قیام کرو گے اور ہمارے دشمن کے خلاف برسرِپیکار ہو گے، اگر ہم نے تم سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کیا تو تم بھی ہم سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرو گے۔ اگر ہم نے اپنے وعدوں کو وفا نہ کیا تو تمھاری گردنوں میں ہماری بیعت کا طوق نہیں رہے گا"۔

اسحاق بن ابراہیم سے منقول ہے کہ میں نے جمعہ کی شب جب ہم بطن مر میں موجود تھے، حسنؒ کو یہ بیان کرتے سنا کہ ہماری صید بن یقطین اور مفضل الوصیف جو ستر سواروں کے ہمراہ تھے، سے ملاقات ہوئی اور حسینؒ بن علی نے ادریس بن عبداللہ کے گدھے پر سوار ہو کر کہا:

اے عراق کے لوگو! دو خصلتوں کو یاد رکھنا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جنت کا گھر عزت دار لوگوں کے لیے ہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ کوئی شخص بھی نہ ہوا تو میں تنہا خدا کی بارگاہ میں تم لوگوں کی شکایت کروں گا اور میں اس وقت تک میدان عمل میں رہوں گا جب تک اپنے گزشتگان کے ساتھ ملحق نہ ہو جاؤں۔

اب ہم دوبارہ اپنی پہلے والی گفتگو کی طرف واپس آتے ہیں۔

حسینؒ بن علی کا فخ کے مقام پر بنوعباس کے خلیفہ کی فوجوں سے آمنا سامنا ہوا جب کہ اس فوج کی قیادت عباس بن محمد، موسیٰ بن عیسیٰ، سلیمان کے بیٹے جعفر اور محمد، مبارک ترکی، منارہ، حسن حاجب اور حسین بن یقطین کر رہے تھے۔ دونوں لشکروں کی یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو صبح کے وقت مڈبھیڑ ہوئی۔ موسیٰ بن عیسیٰ نے لشکر کو جنگ کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا اور محمد بن سلیمان کو میمنہ، موسیٰ کو میسرہ، سلیمان بن ابی جعفر اور عباس بن محمد کو قلب لشکر کا سردار مقرر کیا۔

حکومت کے لشکر میں سب سے پہلے موسیٰ بن عیسیٰ آگے بڑھا اور حسینؒ بن علی کے ساتھی اس پر حملہ آور ہوئے اور وہ بھاگنے کا بہانہ کر کے ایک طرف ہو گیا تو حسینؒ بن علی کے ساتھی نیچے وادی میں اتر گئے۔ پھر محمد بن سلیمان پیچھے سے ان پر حملہ آور ہوا اور انھیں ایک ہی حملے میں پیس کر رکھ دیا یہاں تک کہ حسینؒ بن علی کے اکثر ساتھی اس حملے میں مارے گئے۔ عباسی لشکر کے سردار چیختے رہے کہ اے حسینؒ! تیرے لیے امان ہے (تم ہتھیار ڈال دو) لیکن حسینؒ بن علی نے جواب میں کہا: مجھے تمھاری امان نہیں چاہیے اور پھر مخالف لشکر پر حملہ آور ہوئے اور لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

حسینؒ بن علی کے ہمراہ سلیمانؒ بن عبداللہ بن حسنؒ اور عبداللہؒ بن ابراہیمؒ بن حسنؒ بھی شہید ہو گئے۔ حسنؒ بن محمدؒ کو جنگ کے دوران آنکھ میں تیر لگا جو انھوں نے اپنی آنکھ میں ہی پیوست رہنے دیا اور بڑھ بڑھ کر حملے کرتے رہے۔ پھر محمد بن سلیمان نے حسنؒ کو بلند آواز میں کہا:

اے میرے ماموں کے بیٹے! اپنی جان کے بارے میں خدا سے ڈرو، تمھارے لیے امان ہے۔

اس پر حسنؓ بن محمد نے جواب دیا: خدا کی قسم! تم لوگوں کی طرف سے دی گئی امان کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن میں تمھاری امان کو قبول کرتا ہوں۔ پھر انھوں نے اپنی اس ہندوستانی تلوار کو توڑ دیا جو ان کے ہاتھ میں تھی اور ان لوگوں کے پاس چلے گئے۔ یہ منظر دیکھ کر عباس بن محمد نے اپنے بیٹے عبداللہ کو چلاتے ہوئے کہا: اگر تم اسے قتل نہ کرو تو خدا تمھیں قتل کرے۔ کیا اس کو لگے ہوئے نو زخموں کے باوجود بھی تم اسے قتل کرنے کا انتظار کر رہے ہو؟

پھر موسیٰ بن عیسیٰ نے عبداللہ سے کہا: ہاں، خدا کی قسم! اسے قتل کرنے میں جلدی کرو۔ اس کے بعد عبداللہ نے حسنؓ پر حملہ کر کے انھیں نیزہ مارا اور عباس بن محمد نے اپنے ہاتھ سے ان کی گردن پر آرام سے ضرب لگائی۔ اس وجہ سے عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان کے درمیان سخت تلخ کلامی ہوئی اور محمد بن سلیمان نے کہا: میں نے اپنے ماموں زاد کو امان دی تھی اور تم لوگوں نے اُسے قتل کر دیا۔ اس پر باقی سب نے کہا: ہم تمھیں اپنے خاندان سے ایک شخص دیتے ہیں تم اس کے بدلہ میں اسے قتل کر دو۔

احمد بن حارث کی روایت میں مذکور ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے حسنؓ بن محمدؓ کی گردن پر وار کر کے اسے تن سے جدا کیا تھا۔

یزید بن عبداللہ الفارسی سے مروی ہے کہ حماد ترکی ان افراد میں سے ہے جو معرکۂ فخ میں بنفسِ نفیس موجود تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا: مجھے حسینؓ بن علی دکھاؤ کہ وہ کون سا شخص ہے۔ تو انھوں نے اسے حسینؓ بن علی دکھائے پھر اس نے انھیں تیر مار کر شہید کیا اور محمد بن سلیمان نے اسے اس کے اس فعل پر ایک لاکھ درہم اور ایک سو لباس انعام کے طور پر دیے۔

موسیٰ ہادی (عباسی خلیفہ) مبارک ترکی سے بہت ناراض ہوا کہ اس نے حسینؓ بن علی کے مقابلے میں پسپائی کیوں اختیار کی اور (اس کی تنزلی کرتے ہوئے) اسے گھوڑوں کو سدھانے اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپ دی۔

موسیٰ ہادی (عباسی خلیفہ)، موسیٰ بن عیسیٰ پر حسنؓ بن محمدؓ کو بے دردی سے قتل کرنے کی وجہ سے بہت برہم ہوا اور اس نے اس کی تمام املاک اور اموال کو ضبط کر لیا۔ (تاریخ طبری:

ج ۱۰، ص ۲۹)

قاسم بن ابراہیم نے ایک راوی سے نقل کیا ہے کہ اس نے بیان کیا: میں نے معرکۂ فخ کے دوران حسینؑ بن علی صاحب فخ کو کچھ دفن کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ ان کی کوئی قیمتی شے ہے لیکن یہ بات ایسی نہ تھی کیونکہ جب ہم نے غور سے دیکھا تو ان کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ گیا تھا، انھوں نے اسے زمین میں دفن کیا اور پھر واپس میدان کی طرف بڑھے اور دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوئے۔

ابوالعرجاء الجمال بیان کرتا ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے مجھے بلا کر کہا: میرے پاس اپنے اُونٹ لاؤ، تو میں سو اُونٹ اس کے پاس لے آیا اور ان کی گردنوں پر مہریں لگا دیں (تاکہ ان کی پہچان ہو سکے)۔ اس نے کہا: میں ان اُونٹوں میں سے کوئی اُونٹ نہیں کھونا چاہتا، اگر کوئی اُونٹ گم ہوا تو تیری گردن اُڑا دوں گا۔ پھر وہ حسینؑ بن علی صاحب فخ کی طرف چلنے کے لیے آمادۂ سفر ہوا اور اپنا سفر شروع کیا یہاں تک کہ ہم چلتے ہوئے بنو عامر کے باغ تک پہنچے تو اس نے وہاں قیام کیا اور مجھ سے کہا: تم حسینؑ بن علی کے لشکر کی طرف جاؤ تاکہ انھیں دیکھ کر مجھے ان کے متعلق بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔

پھر میں وہاں سے نکل کر ان لوگوں کے درمیان گیا تو کسی کو سست اور بے کار نہ پایا۔ میں نے جسے بھی دیکھا کوئی نماز میں مشغول ہے تو کوئی تسبیح و تہلیل کر رہا ہے۔ کوئی قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی اپنے ہتھیاروں کو جنگ کے لیے تیار کر رہا ہے۔ میں وہاں سے واپس موسیٰ بن عیسیٰ کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں ان لوگوں کے متعلق یہی کہتا ہوں کہ انھیں فتح و کامیابی نصیب ہوگی۔

یہ سن کر اس نے کہا: اے بدکردار ماں کے بیٹے! ان کو فتح و کامیابی کیسے ہوگی؟

میں نے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا تو اس نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور گریہ و زاری کرنے لگا۔ میں نے اسے روتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھا کہ اب یہ ان سے جنگ نہیں کرے گا اور واپس چلا جائے گا۔

پھر اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ لوگ خدا کی بارگاہ میں معزز و محترم لوگ ہیں اور وہ

اس حکومت و خلافت کے ہم سے زیادہ حق دار ہیں جو ہمارے قبضے میں ہے۔ لیکن اس حکومت و بادشاہت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اگر اس قبر میں موجود شخص (نبیؐ) نے ہم سے حکومت کے حوالے سے جھگڑا کیا ہوتا تو ہم تلوار سے ان کے ناک کے بانسے پر بھی ضرب لگاتے۔ اے لڑکے! اب تم جاؤ اور جنگ کا طبل بجاؤ۔ پھر میں لشکر والوں کے پاس چلا گیا۔ خدا کی قسم! انھوں نے ان نیک و صالح لوگوں کو قتل کرنے میں کوئی نرمی نہ اختیار کی۔

ہم دوبارہ اس گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں جہاں سے ہمارا سلسلہ منقطع ہوا تھا۔

جس وقت شہدائے فخ کے سر موسیٰ اور عباس کے پاس لائے گئے تو اس وقت ان لوگوں کے پاس حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں سے کچھ افراد بھی موجود تھے اور ان میں سے موسیٰ بن جعفرؑ (امام موسیٰ کاظمؑ) کے سوا کسی نے کوئی بات نہ کی۔ موسیٰ بن عیسیٰ نے ان سے کہا: یہ حسین کا سر ہے۔

تو موسیٰ بن جعفرؑ (امام موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا: ہاں! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم! وہ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ وہ اللہ کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے والے، نیک و صالح، روزہ دار، عبادت گزار، نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے تھے، ان کے خاندان میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ آپؑ کا یہ کلام سن کر ان لوگوں نے آپؑ کو کوئی جواب نہ دیا۔

اسیروں کو قید کر کے موسیٰ ہادی (عباسی خلیفہ) کے پاس لے جایا گیا۔ ان قیدیوں میں عذافر صیرفی، علی بن سابق قلانسی اور حاجب بن زرارہ کی اولاد میں سے ایک شخص تھا۔ موسیٰ ہادی نے ان کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا اور پھر ان کے سر تن سے جدا کر دیے گئے۔

اس کے سامنے قیدیوں میں سے ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔ اس نے موسیٰ ہادی سے کہا: اے امیر! میں آپ کا غلام ہوں۔

یہ سن کر موسیٰ ہادی نے کہا: میرا غلام میرے خلاف خروج کرتا ہے۔ جب کہ اس وقت موسیٰ ہادی کے پاس ایک چھری تھی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اس چھری سے تیرا ایک ایک جوڑا کاٹ دوں گا۔

اس کے بعد موسیٰ ہادی پر بیماری کا غلبہ ہوا اور وہ کافی دیر تک بستر بیماری پر پڑا رہا بالآخر مر گیا۔ یوں وہ شخص اس کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گیا۔

عمر بن خلف الباھلی نے اولادِ ابوطالبؑ کے بعض افراد سے نقل کیا ہے کہ جب اصحاب فخ کی شہادت ہوگئی تو موسیٰ بن عیسیٰ مدینہ میں تھا اور اس نے لوگوں کو آلِ ابوطالبؑ کے خلاف جنگ کے وثیقے پر دستخط کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اس پر دستخط کرنا شروع کر دیے یہاں تک کہ کوئی شخص باقی نہ بچا۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے ان لوگوں سے کہا: ابھی ایک شخص باقی ہے تو اسے بتایا گیا کہ وہ موسیٰ بن عبداللہ ہیں۔ پھر موسیٰ بن عبداللہ اس حالت میں اس کے پاس آئے کہ انھوں نے جبہ اور کھردرے کپڑے کا پاجامہ زیب تن کر رکھا تھا۔ ان کے پیروں میں اُونٹوں کے چمڑے کا جوتا اور ان کے بال غبار آلود بکھرے ہوئے تھے۔ وہ لوگوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئے اور اسے سلام نہ کیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ کے پہلو میں سری بن عبداللہ بیٹھا ہوا تھا جو حارث بن عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سری بن عبداللہ نے موسیٰ بن عیسیٰ سے کہا: مجھے اجازت دیں تاکہ میں تمھارے سامنے اس کے دل کی بات آشکار کراؤں اور اسے اس کی ذات کی پہچان کراؤں۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے کہا: مجھے اس سے یہ ڈر ہے کہ وہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

اس نے کہا: مجھے اجازت دیجیے تو موسیٰ بن عیسیٰ نے سری بن عبداللہ کو اجازت دے دی۔ سری بن عبداللہ نے موسیٰ بن عبداللہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے موسیٰ؟

موسیٰ بن عبداللہ نے جواب دیا: ہاں! بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟

سری بن عبداللہ نے کہا: تم نے اس باغی و سرکش کی موت کو کیسے پایا ہے کہ جو تمھارے چچا کی اولاد کو تم پر انعام و اکرام کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

اس پر موسیٰ بن عبداللہ نے کہا کہ میں اس حوالے سے یہ کہتا ہوں:

بنی عمّنا ردّوا فضول دمائنا ... ینم لیلکم أولا یَلُمنا اللّوائم

فإنا وإیّاکم وما کان بیننا ... کذی الدین یقضی دینه وهو راغم

"ہمارے چچا کی اولاد (بنو عباس) نے ہمارے ان افراد کا خون بہایا ہے
جو بے پناہ فضیلتوں کے مالک تھے۔ تم لوگ رات کو سو جاؤ تا کہ کوئی ملامت
و سرزنش کرنے والا ہمیں ملامت و سرزنش نہ کرے۔ ہمارے اور تمہارے
درمیان ایسا کچھ نہیں ہے کہ جیسے قرض دار نے اپنا کوئی قرض چکانا ہو اور
وہ اس قرض چکانے کو ناپسند کرتے ہوئے اپنی رُسوائی سمجھتا ہو"۔

یہ سن کر سری بن عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم! تم لوگوں کی بغاوت و سرکشی تمہاری ذلت و رُسوائی میں اضافہ کرے گی۔ اگر تم لوگ بھی اپنے چچازاد بھائیوں کے مانند ہوتے تو محفوظ اور سلامت رہتے۔ (اس کی مراد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی ذات تھی)۔ لیکن تم لوگ حسینؒ بن علی (صاحب فخ) کی طرح ہو۔ اس (امام موسیٰ کاظمؑ) نے اپنے چچازاد بھائیوں کے حق کو پہچانا اور ان کو خود پر فضیلت عطا کی اور وہ اس شے (حکومت و خلافت) کے طلب گار نہیں ہوئے جو ان کے لیے نہیں تھی۔

اس پر موسیٰ بن عبداللہ نے سری بن عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

فَإِنَّ الأُولٰى تشنى عليهم تعيبنى   أولائك بنو عمّى وعمُّهم أبى

فإنك إن تمدحهُمْ بمديحة   تصدق وإن تمدح اباك تكذب

"بے شک! اگر تمہارے نزدیک ان کی تعریف کرنا زیادہ بہتر ہے اور
میری عیب جوئی کرنا زیادہ مناسب ہے۔ یا اگر میرے چچا کی اولاد (ہم
پر) نکتہ چینی کرتی ہے (تو یاد رکھو!) ان کے چچا بھی میرے والد ہی
ہیں۔ اگر تم اس تعریف و توصیف سے ان کی مدح کر رہے ہو تو سچ کہہ
رہے ہو اگر اپنے باپ کی مدح بیان کر رہے ہو تو جھوٹ بول رہے ہو"۔

جب مدینہ کے گورنر عبدالعزیز بن عبداللہ کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ حسینؒ بن علیؒ صاحب فخ قتل ہو گئے ہیں تو یہ ان کے اور ان کے خاندان والوں کے گھروں کی جانب روانہ ہوا اور انھیں آگ لگا کر جلا دیا۔ ان کی املاک، اموال اور باغات کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

حسینؒ بن علی کے ہمراہ خروج کرنے والوں کا تذکرہ

احمد الحارث الخزاز نے مدائنی سے نقل کیا ہے کہ حسینؒ بن علی (صاحب فخ) کے ہمراہ ان کے خاندان کے افراد میں سے یحییٰؒ، سلیمانؒ، ادریسؒ، بنو عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰؒ) بن حسنؑ، علیؒ بن ابراہیمؒ بن حسنؒ جو کہ مکہ میں تھے۔ ابراہیمؒ بن اسماعیل طباطبا، حسنؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰؒ)، اسحاقؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن حسینؒ کے دو بیٹے عبداللہؒ اور عمرؒ، اور عبداللہؒ بن اسحاقؒ بن ابراہیمؒ بن حسنؒ نے خروج کیا۔

مدائنی نے جو حسینؒ بن علی صاحب فخ کے خاندان میں سے ان کے ہمراہ خروج کرنے والے افراد کے نام ذکر کیے ہیں، ہم نے اس روایت کو حسینؒ بن علی کے حالات کے شروع میں بیان کر دیا ہے لہٰذا ہم اس کا دوبارہ تکرار نہیں کرنا چاہتے۔

سعید بن خیثم سے منقول ہے کہ معرکۂ فخ کے دوران علی بن ہشام بن برید اور یحییٰ بن یعلی، حسینؒ بن علی صاحب فخ کے ہمراہ تھے۔

علی بن احمد الباہلی سے مروی ہے کہ میں نے کوفہ میں ابوالسرایا کے ہم نشین محمد بن ابراہیم کو عامر بن کثیر السراج سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کیا تم نے حسینؒ بن علیؒ صاحب فخ کے ہمراہ خروج کیا تھا؟ تو عامر بن کثیر السراج نے جواب دیا: جی ہاں۔

ابراہیم بن اسحاق القطان سے یہ مروی ہے کہ میں نے حسینؒ بن علیؒ اور یحییٰؒ بن عبداللہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے اپنے خاندان کے افراد سے مشاورت کے بعد خروج کیا جب کہ ہم نے موسیٰؒ بن جعفرؒ (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ) سے بھی اس حوالے سے مشورہ کیا اور انھوں نے ہمیں خروج کا حکم دیا تھا۔

نصر الخفاف سے منقول ہے کہ میں معرکہ فخ کے دوران حسینؒ بن علیؒ صاحب فخ کے ہمراہ موجود تھا اور اس دوران مجھے ایک ایسی ضرب لگی کہ میرا گوشت اور ہڈی کٹ گئی۔ میں

ان کے کٹنے کی وجہ سے رات کو کراہتا اور فریاد کرتا رہا جبکہ مجھے یہ بھی ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں حکومت کے افراد میری آواز سن کر مجھے گرفتار نہ کرلیں کہ اسی دوران مجھ پر نیند غالب آگئی تو میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا میرے پاس تشریف لائے ہیں اور انھوں نے ایک ہڈی لے کر اُسے میرے بازو پر رکھا۔ جب میں صبح کے وقت اُٹھا تو مجھے تھوڑا سا بھی درد نہیں ہو رہا تھا۔

عمر بن مساور اھوازی کہتا ہے: مجھے محمد بن سلیمان (جس نے عباسیوں کی طرف سے حسین بن علی سے جنگ کی تھی اور حسنؒ بن محمدؒ کو جنگ کے دوران امان دی تھی لیکن وہ اس کے باوجود شہید کر دیے گئے تھے) کے غلاموں میں سے ایک گروہ نے خبر دی کہ جب محمد بن سلیمان کی موت کا وقت قریب آیا اور اس کے پاس موجود لوگوں نے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی تو وہ یہ اشعار پڑھتا تھا:

ألالیت أمی لم تلدنی ولم أکن لقیت حسینًا یوم فخ ولا الحسن

"اے کاش! میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا اور معرکۂ فخ کے دوران میں نے حسینؒ اور حسنؒ سے جنگ نہ کی ہوتی"۔

وہ اسی شعر کو دُہراتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

ابوالفرج اصفہانی (مؤلف کتاب) بیان کرتے ہیں: ہمارے مشائخ نے بھی اس حکایت کو یوں ہی ذکر کیا ہے لیکن انھوں نے اس بیت الشعر کو یوں ذکر کیا ہے کہ اس وقت محمد بن سلیمان یہ کہتا تھا:

ألالیت أمی لم تلدنی ولم أشهد حسینًا یوم فخ

"اے کاش! میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا اور میں معرکہ فخ میں حسینؒ کو شہید نہ کرتا"۔

مؤلف بیان کرتے ہیں: محمد بن سلیمان نے اپنے بھائی جعفر بن سلیمان کو (موت کے وقت) اس حالت میں دیکھا کہ وہ کراہتے ہوئے فریاد کر رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ألاليت أمي لم تلدني ولم أشهد حسينًا يوم فخ

"اے کاش! میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا اور میں معرکہ فخ کے دوران حسینؑ کو شہید نہ کرتا"۔

عیسیٰ بن عبداللہ نے حسینؑ صاحبِ فخ کی شہادت پر یہ مرثیہ کہا:

فلأبكين على الحسين بعولة و على الحسن
وعلى ابن عاتكة الذي أثووه ليس بذي كفن
تُركوا بفخ غدوة في غير منزلة الوطن
كانوا كرامًا فانقضوا لا طائشين ولا جُبُنْ
غسلوا المذلة عنهم غسل الثياب من الدَّرن
هُدى العباد بجدّهم فلهم على الناس المنن

"میں حسینؑ پر ضرور بہ ضرور چیختے چلاتے ہوئے گریہ کروں گا۔ اسی طرح میں حسنؑ اور عاتکہ کے اس بیٹے پر بھی زور زور سے گریہ کروں گا جسے انھوں نے بے کفن ہونے سے متہم کر دیا۔ ان کے لاشوں کو صبح کے وقت وطن سے دُور عالمِ غربت میں فخ کے میدان میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ لوگ صاحبانِ عزت وکرامت تھے اسی لیے ان کو شہید کر دیا گیا۔ ان لوگوں کی عقلیں کمزور نہ تھیں اور نہ ہی یہ بزدل تھے۔ ان ہستیوں نے اپنے دامن سے ذلت کے داغ کو یوں دھو دیا ہے جیسے کپڑوں سے میل کچیل دھو کر صاف کر دی جاتی ہے۔ ان کے آباء و اجداد سے ہی ہدایت یافتہ بندگانِ خدا چلے آ رہے ہیں اور ان کے لوگوں پر احسانات ہیں"۔

راوی کہتا ہے: مجھے اس بارے میں شک ہے کہ علی بن ابراہیم العلوی نے مجھے اس حوالے سے یا کسی دوسرے کے متعلق یہ بتایا تھا کہ انھوں نے کہا: میں نے عالمِ خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو مجھے درج بالا اشعار سنانے کو کہہ رہا تھا اور میں نے اسے وہ اشعار سنائے تو اس نے مجھ سے کہا: ان اشعار میں اس شعر کا بھی اضافہ کرلو۔

قوم كرام سادة منهم ومن هم ثم من

"یہ ایسے لوگ ہیں جو باعزت و باکرامت ہیں۔ یہ سیّد و سردار ہیں اور اسی طرح یہ دیگر فضائل و کمال کے مالک افراد ہیں"۔

ابوصالح الفزاری سے منقول ہے کہ جب حسینؑ بن علی صاحب فخ شہید ہو گئے تو میں نے میاہ غطفان کے مقام پر ساری رات ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ألا یاالقوم للسواد والمصبّح ومقتل أولاد النبی ببلدح

لبیك حسینًا كل كهل وأمرد من الجن ان لم یبكك من إنسبی نوح

فإنی لجنی وان معرّسی لبلبرقة السوداء من دون زحزح

"اے تاریکی کے بعد صبح کی روشنی دیکھنے والو! بلدح کے مقام پر نبی کی اولاد کو شہید کر دیا گیا۔ اگر انسانوں نے تم پر نوحہ نہ کیا تو جنوں میں سے ہر بوڑھا اور جوان حسینؑ (بن علی صاحب فخ) پر گریہ و نوحہ کرتے ہوئے لبیک کہے گا۔ اگرچہ میں جن ہوں لیکن رات کے پچھلے پہر سیاہ پتھریلی زمین پر اتر کر ان کے دشمنوں کو ان سے دُور کروں گا"۔

دیگر لوگوں نے بھی ان اشعار کو سنا لیکن وہ کسی خبر سے مطلع نہیں ہوئے یہاں تک کہ انہیں یہ خبر آ گئی کہ حسینؑ بن علی (فخ اور بلدح کے درمیان) شہید ہو گئے ہیں۔

ہارون الرشید بن مہدی بن ابی جعفر منصور کا دورِ حکومت

ہارون بن مہدی بن ابی جعفر منصور کے دورِ حکومت میں شہید ہونے والی اولادِ ابوطالبؑ

یحییٰؒ بن عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰؒ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

یحییٰؒ بن عبداللہؒ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کی والدہ قریبہ بنت عبداللہ ہے اور یہ عبداللہ، ذبیح بن ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ یہ "قریبہ" ہند بنت ابی عبیدہ کی بھتیجی ہیں۔

یحییٰؒ بن عبداللہؒ مذہب کے انتہائی پابند اور ہدایت یافتہ تھے۔ آپ اپنے خاندان کے نمایاں اور صفِ اول کے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور آپ ہر قسم کی عیب جوئی اور تہمت سے دُور تھے۔ آپ نے احادیث و روایات بھی نقل کی ہیں جبکہ آپ نے زیادہ تر احادیث جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) سے نقل کی ہیں۔

آپ نے اپنے والد، اپنے بھائی محمدؒ اور ابانؒ بن تغلب سے بھی روایات کو نقل کیا ہے۔ آپ سے مخول بن ابراہیم، بکار بن زیاد، یحییٰ بن مساور اور عمرو بن حماد نے روایات نقل کرتے ہوئے بیان کی ہیں۔ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ نے یحییٰؒ بن عبداللہ، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور اپنی اُمِ ولد زوجہ (حمیدہ خاتون) کو وصیت کی تھی۔ آپ نے ان کے ترکہ کے اُمور کی نگرانی اور ان کی چھوٹی اولاد کی دیکھ بھال کی تھی۔

حرب بن حسن طحان سے منقول ہے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم نے یحییٰؒ بن عبداللہ بن حسنؒ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام) نے مجھے، حضرت موسیٰ (امام موسیٰ کاظمؑ) اور اپنی اُمِ ولد زوجہ (حمیدہ خاتون) کو وصیت کی تھی اس لیے ہم سب ان کے وصی قرار پائے۔

علی بن حسان نے اپنے چچا عبدالرحمن بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ جعفرؑ بن محمدؑ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے یحییٰؒ بن عبداللہؒ کی پرورش کی اور یحییٰؒ آپؑ کو شدید محبت کی وجہ سے "حبیبی" (میرا محبوب) کہا کرتے تھے۔ یحییٰؒ بن عبداللہ جب بھی آپؑ سے کوئی بات نقل کرتے تو یوں کہتے تھے:

حَدَّثَنِیْ حَبِیْبِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ

"مجھے میرے محبوب اور پیارے جعفرؑ ابن محمدؑ نے یہ بات بتائی ہے"۔

اسماعیل بن موسیٰ الفزاری سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا: یحییٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ مدینہ میں مالک بن انس کے پاس تشریف لائے تو مالک بن انس ان کے احترام میں اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔

راوی کہتا ہے: میں نے بازار میں اور مکہ کے راستے پر بھی انھیں دیکھا کہ ان کا قد چھوٹا، رنگ گندم گوں، چہرہ اور بدن خوبصورت تھا اور ان کے چہرے سے انبیاءؑ کی وجاہت اور ان کی نسل سے ہونے کا پتا چلتا تھا۔

یحییٰؒ بن عبداللہ کی مقتل کا تذکرہ

محمد بن اسحاق النحوی نے اپنے والد اور اپنے دیگر مشائخ سے اور ابراہیم بن بنان الخثعمی نے محمد بن ابی الخنساء سے روایات نقل کی ہیں۔ مؤلف نے ان تمام روایات کو یکجا کر کے بیان کیا ہے اور جہاں پر ان روایات میں اختلاف موجود تھا، اُن روایات کو الگ ذکر کیا ہے۔

درج بالا راویوں سے منقول ہے کہ جب اصحابِ فخ شہید ہو گئے اور یحییٰؒ بن عبداللہ بن حسنؒ بھی معرکۂ فخ میں موجود تھے تو وہ ایک عرصے تک مختلف علاقوں میں در بدر پھرتے اور چھپتے رہے اور وہ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں انھیں پناہ مل سکے۔

فضل بن یحییٰ کو کسی طرح ان کے ٹھکانے کا پتا چل گیا تو اس نے انھیں وہاں سے کسی

اور جگہ چلے جانے کا کہا۔ یوں آپ دیلم ① کی طرف روانہ ہو گئے اور اس نے آپ کو ایک شاہی فرمان لکھ دیا تھا تا کہ کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ آپ اپنا بھیس بدل کر سفر کرتے ہوئے دیلم پہنچے۔ جب آپ راستے میں تھے تو ہارون رشید کو آپ کے دیلم جانے کی اطلاع ملی۔ اس نے فضل بن یحییٰ کو مشرق کی طرف کئی علاقوں کا گورنر نامزد کرتے ہوئے اسے یحییٰ بن عبداللہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

جعفر بن یحییٰ الاحول نے ادریس بن زید سے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے امیر! میرے پاس آپ کے لیے ایک نصیحت ہے۔ تو ہارون نے ہرثمہ سے کہا کہ اس شخص کی بات سنو، یہ کیا کہتا ہے۔ اس پر وہ شخص بولا: یہ بات خلافت کے رازوں میں سے ایک راز ہے، لہٰذا میں اسے صرف خلیفہ کے سامنے ہی بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ یہ بات عام نہ ہو جائے۔

جب ظہر کا وقت ہوا تو ہارون الرشید نے اس شخص کو بلایا اور لوگوں سے کہا: سب لوگ یہاں سے چلے جائیں اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔ پھر وہ اپنے دونوں بیٹوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا: تم دونوں بھی چلے جاؤ تو وہ بھی وہاں سے چلے گئے۔ اس وقت ہارون الرشید کے سرہانے صرف خاقان اور حسن موجود تھے۔ اس شخص نے ان دونوں کی طرف دیکھا تو ہارون الرشید نے بھی ان دونوں کی طرف دیکھا اور ہارون الرشید نے ان دونوں سے کہا: تم بھی یہاں سے چلے جاؤ۔

پھر ہارون نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اب بتاؤ تمھارے پاس کیا خبر ہے؟

وہ شخص بولا: اگر آپ مجھے ہر طرح کی موت سے امان دیں تو میں بیان کروں۔

ہارون رشید نے کہا: ہاں! میں نے تمھیں امان دی اور تیرے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔

اس پر اس شخص نے کہا: میں حلوان کی ایک سرائے (مسافر خانے) میں موجود تھا تو میں نے وہاں یحییٰ بن عبداللہ کو دیکھا جس نے کھردرا اُون کا جبہ پہن رکھا تھا اور سرخ اُونی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ان کے ہمراہ ایک جماعت تھی جو ان کے ٹھہرنے پر رُک جاتی اور اس کے چلنے پر چل پڑتی۔ لوگوں کی یہ جماعت ان سے تھوڑا ہٹ کر رہتی تھی۔ اگر کوئی شخص اس جماعت کو

① دیلم، ایران کے صوبہ گیلان میں قزوین شہر کے مغرب میں ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ (مترجم)

دیکھتا تو اسے یہی گمان ہوتا کہ یہ لوگ یحییٰ بن عبداللہ کو نہیں جانتے اور نہ ہی پہچانتے ہیں جبکہ یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ لوگ یحییٰ کے اعوان و مددگار ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس سفید رنگ کا شاہی فرمان موجود تھا۔ یہ (فرمان) جب بھی یحییٰ بن عبداللہ کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ امن و اطمینان محسوس کرتے تھے۔

یہ سن کر ہارون رشید نے کہا: کیا تم یحییٰ بن عبداللہ کو جانتے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا: میں انھیں پرانا جانتا ہوں لیکن میری ان سے شناسائی کل ہوئی ہے۔

ہارون الرشید نے کہا: مجھے ان کا حلیہ بتاؤ؟

اس شخص نے کہا: ان کا قد درمیانہ، رنگ گندمی لیکن انسان کو بھانے والا ہے۔ ان کے سر کے دونوں طرف سے بال گرے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں خوب صورت (بڑی بڑی) اور پیٹ بھاری ہے۔

اس پر ہارون نے کہا: ہاں! وہی یحییٰ ہے، تم نے اسے کیا کہتے ہوئے سنا تھا؟

اس شخص نے جواب دیا: میں نے انھیں کوئی بات کرتے ہوئے نہیں سنا لیکن میں نے انھیں اور ان کے ایک غلام کو دیکھا جس نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور شناسائی کروائی۔ میں نے یہ دیکھا کہ جب نماز کا وقت ہوا تو یہ غلام ان کے لیے ایک صاف ستھرا دھلا ہوا لباس لایا اور اس لباس کو ان کی گردن پر ڈال دیا اور ان کا اُونی جبہ اُتار لیا تاکہ اسے دھو دے۔ زوال کے وقت کے بعد انھوں نے نماز پڑھی تو میں نے یہ سمجھا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں کیونکہ انھوں نے پہلی دو رکعتیں لمبی کر کے پڑھی تھیں اور آخری دو رکعتیں ان سے مختصر پڑھی تھیں۔

یہ سن کر ہارون الرشید نے کہا: جو تمھیں یاد ہے وہ اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ وہ عصر کی نماز ہی تھی کیونکہ ان لوگوں (اہل بیتؑ کے مذہب) کے مطابق اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بہترین بدلہ عطا کرے۔ تمھاری اس کاوش اور جدوجہد کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں، تم کون ہو اور تمھاری اصل کیا ہے؟

اس شخص نے کہا: میں بھی اسی ملک کا رہنے والا ہوں لیکن میرا سابقہ تعلق "مرو" سے تعلق ہے اور میرا گھر مدینۃ السلام میں ہے۔ پھر ہارون رشید تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا:

تمھیں یہ احتمال کیسے ہوا کہ میں تمھیں کوئی نقصان پہنچاؤں گا، کیا تم اس کے ذریعے میری اطاعت کا امتحان لے رہے ہو؟

اس شخص نے کہا: اس حوالے سے امیر جو فرمائیں وہی درست اور مجھے قبول ہے۔

پھر ہارون الرشید نے کہا: تم اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہو، میں ابھی واپس آتا ہوں۔

ہارون الرشید اپنے دربار سے اٹھ کر ایک حجرے میں گیا جو اس کے پیچھے ہی واقع تھا اور وہاں سے ایک تھیلی نکال کر لایا جس میں ایک ہزار دینار تھے اور اس مرد سے کہا: یہ تھیلی لے لو اور میں تمھارے بارے میں کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ اس شخص نے تھیلی لے کر اپنے لباس میں چھپالی۔ پھر ہارون الرشید نے آواز لگائی: اے غلام! تو اس کی آواز پر مسرور، خاقان اور حسین نے جواب دیا تو ہارون نے ان سے کہا: اس گندی ماں کے بچے کی گدی پر سو تھپڑ مارو تو انھوں نے اسے گدی پر سو تھپڑ رسید کیے۔

ان کے اس عمل سے یہ بات مخفی رہی کہ اس مرد نے خلیفہ سے کیا بات کی ہے۔ انھوں نے یہی سمجھا کہ اس شخص نے خلیفہ سے کوئی ایسی بات کی ہے، جس کی اسے ضرورت نہیں تھی، اس لیے خلیفہ نے اسے سو تھپڑ رسید کروائے ہیں۔ جب ہارون رشید نے برامکہ کے متعلق اپنے اوامر کا نفاذ کروایا تو اس وقت اس بات کی حقیقت آشکار ہوئی کہ اس شخص نے ہارون الرشید کو کیا بات بتائی تھی۔

اب ہم دوبارہ یحییٰ بن عبداللہ کے متعلق جو گفتگو ہو رہی تھی اس کی طرف واپس آتے ہیں۔ جب فضل بن یحییٰ کو یحییٰ بن عبداللہ کے ٹھکانے کا پتا چل گیا تو اس نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کی طرف یہ تحریر کیا:

"میں تم سے ایک عہد کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تمھاری میرے ذریعے اور میری تمھارے ذریعے آزمائش اور امتحان ہو"۔

پھر فضل بن یحییٰ نے دیلم کے حاکم کو خط لکھا اور کہا: میں نے تمھیں اس لیے یہ خط تحریر کیا ہے کہ اگر یحییٰ تمھارے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دو۔

یحییٰ بن عبداللہ کے ہمراہ کوفہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان کوفیوں میں حسن بن صالح بن حی کا بیٹا بھی تھا جو زیدیہ بتریہ مذہب کا پیروکار تھا۔ وہ اپنی گورنری کے پچھلے سالوں میں خلفاء ثلاثہ کی تفضیل کا قائل رہا اور اپنی باقی عمر میں ان کی تکفیر کرتا رہا۔ یہ نبیذ (کھجوروں یا انگوروں سے بنی ہوئی شراب) پیتا تھا اور موزوں پر مسح کرتا تھا۔ یہ کئی اُمور میں یحییٰ بن عبداللہ کی مخالفت کرتا اور ان کے ساتھیوں کو بھی خراب کرتا تھا۔

یحییٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

ایک دن مؤذن نے اذان دی اور میں ابھی طہارت میں ہی مشغول تھا کہ اس نے نماز پڑھانا شروع کر دی اور میرا انتظار نہ کیا۔ وہ میرے ساتھیوں کو نماز کی امامت کروا رہا تھا۔ جب میں باہر آیا اور اسے نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا تو میں ایک طرف کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھنے لگا اور میں نے اس کے ساتھ باجماعت نماز ادا نہ کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ موزوں پر مسح کرتا ہے۔ جب اس نے نماز پڑھالی تو یحییٰ کے ساتھیوں سے کہا: ہم کس وجہ سے اپنی جانوں کو اس مرد کے ہمراہ قربان کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ہمارا اس کے ساتھ وہی حال ہے جو کسی دوسرے کے مذہب سے خوش نہ ہو؟!

یحییٰ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجھے کسی نے شہد کا تحفہ دیا۔ اس وقت میرے کچھ ساتھی بھی میرے پاس موجود تھے تو میں نے انھیں بھی شہد کھانے کی دعوت دی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ بھی وہاں پر آ گیا اور کہا: یہ اچھا کام ہے کہ تم اور تمھارے کچھ ساتھی تو شہد کھا رہے ہیں اور کچھ شہد کھانے سے محروم ہیں، کیوں؟

تو میں نے اسے کہا: یہ شہد مجھے کسی کی طرف سے تحفہ ملا ہے، یہ مال نے نہیں ہے کہ جس کو ہمارا یوں کھانا جائز نہ ہو اور ہم یہ سب میں تقسیم کریں۔ اس پر حسن بن صالح بن حی نے کہا: نہیں، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، اگر تم نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تو خود کو دوسروں پر ترجیح دو گے اور عدل و انصاف نہیں کرو گے۔

یہ شخص اسی طرح کے اکثر اعتراض کرتا رہتا تھا۔ ہارون رشید نے فضل بن یحییٰ کو مشرق کے تمام علاقوں اور خراسان کا گورنر مقرر کیا نیز اسے یہ حکم دیا کہ وہ یحییٰ بن عبداللہ کی طرف

روانہ ہو جائے اور اسے مختلف مکر و حیلہ سے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرے۔ اگر وہ قبول کرے تو اس کے سامنے مال، امان اور صلہ رحمی کا مطالبہ پیش کرے۔ اس کے بعد فضل بن یحییٰ وہاں (بغداد) سے روانہ ہوا جب کہ اس کے ہمراہ لڑائی کے لیے فوج بھی تھی۔

فضل بن یحییٰ اور یحییٰ بن عبداللہؑ کے درمیان باہمی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا بالآخر جب یحییٰ بن عبداللہ نے اپنے ساتھیوں کو پراگندہ، ان کی کمزور رائے اور ان کے بہت زیادہ آپس میں اختلافات کو دیکھا تو اس سے صلح اور امان کو قبول کر لیا لیکن یحییٰ بن عبداللہ نے فضل بن یحییٰ کی عائد کردہ شرائط اور معین کردہ گواہوں کی گواہیوں کو قبول نہ کیا بلکہ آپ نے خود شرائط اور گواہوں کے نام تحریر کر کے فضل کو بھجوائے جو اس نے (بغداد) ہارون رشید کو بھجوائے تو ہارون الرشید نے اسے جواب میں یہ تحریر کیا: ان کی شرائط اور معین کردہ گواہوں کو اس کے ارادے کے مطابق قبول کرتے ہوئے امان نامہ دے دو۔

عبیداللہ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن نے عبداللہ بن موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن موسیٰ نے کہا: جب میرے چچا یحییٰ بن عبداللہؑ کو امان مل گئی اور وہ دیلم سے واپس آ گئے تو میں ان کے پاس گیا اور کہا: چچا جان! نہ میرے بعد آپ کو ہماری کوئی خبر ملی اور نہ ہی آپ کے بعد ہمیں کوئی آپ کے متعلق خبر ملی لہٰذا آپ مجھے اپنے حالات سے باخبر کیجیے کہ وہاں پر آپ کے ساتھ کیا گزری؟ انھوں نے کہا: میری وہاں پر ایسی حالت تھی جیسا کہ حی ابن اخطب یہودی نے اپنے اشعار میں کہا ہے:

لعمرك مالامَ ابنُ أَخطَبَ نفسهُ ولكن من لا ينصر الله يخذلِ
فجاهد حتّى أبلغَ النفس عذرها وقلقلَ يبْغِي العزّ كلَّ مقلقلِ

”تیری زندگی کی قسم! ابن اخطب نے کوئی ایسی بات یا کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جو اس کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ جس کی مدد اللہ نہ کرے وہ بے یار و مددگار رہ جاتا ہے۔ میں نے غلبہ و کامیابی کے حصول کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور نہ ہی طلب عزت کے لیے کوئی جتن باقی چھوڑا“۔

اب دوبارہ یحییٰ بن عبداللہ کے متعلق جو گفتگو ہو رہی تھی، اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

جب فضل بن یحییٰ دیلم کے شہروں میں وارد ہوا تو یحییٰ بن عبداللہ نے خدا کی بارگاہ میں یوں دعا کی:

"بارِ الہا! ظالموں کے دلوں میں میرا خوف اور ڈر پیدا کر کے مجھے شکر کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے ہمیں ان پر فتح و کامرانی عطا فرمائی تو اس کے بدلے دین کو عزت و شرف بخشنا چاہیں گے اور اگر تو نے انھیں فتح عطا فرمائی تو یقیناً تو اس کے عوض اپنے اولیاء اور ان کی اولاد کے لیے بہترین ٹھکانے اور بلند مرتبہ اجر و ثواب کا انتخاب کرے گا"۔

جب فضل بن یحییٰ کو ان کے متعلق اطلاع ملی تو اس نے کہا: اس نے خدا سے اپنی سلامتی کی دُعا مانگی جو مستجاب ہوئی اور اللہ نے اسے امان اور سلامتی عطا کی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہارون الرشید کا خط فضل بن یحییٰ کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس خط میں یحییٰ بن عبداللہ کی تجویز کردہ عبارت اور اس کے مقرر کردہ گواہوں کے مطابق سب کچھ تحریر ہے۔ اس نے دو نسخوں پر امان نامہ تحریر کیا تھا۔ ان میں سے ایک نسخہ یحییٰ اور دوسرا خود فضل بن یحییٰ کے پاس تھا۔ پھر یحییٰ بن عبداللہ، فضل بن یحییٰ کے ہمراہ دیلم سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ بغداد پہنچے تو ان کے ہمراہی محجروں پر سوار عماریہ میں داخل ہوئے۔

محمد بن اسحاق العلوی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ جب ہم یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھ تھے تو ایک شخص نے جو ہمارے ساتھ تھا، یحییٰ سے سوال کیا کہ آپ نے گردونواح کے تمام علاقوں کو چھوڑ کر دیلم کا انتخاب کیوں کیا؟

یحییٰ بن عبداللہ نے کہا: دیلم کے لوگ بھی ہماری طرح حکومت کے خلاف خروج کرنا چاہتے تھے تو میں نے یہ چاہا کہ یہ لوگ میرے ہمراہ خروج کریں۔

ہم دوبارہ گفتگو کو اس کے سیاق کی طرف لوٹاتے ہیں:

جب یحییٰ بن عبداللہ بغداد میں ہارون الرشید کے پاس پہنچے تو اس نے انھیں قیمتی

تحائف سے نوازا۔ کہا جاتا ہے کہ ان تحائف کی قیمت دو لاکھ دینار تھی اور اس نے ان بیش قیمت تحائف کے علاوہ انھیں خلعتیں اور بار برداری کرنے والے جانور بھی عطا کیے۔ یحییٰ بن عبداللہ ایک مدت تک ہارون الرشید کے پاس مقیم رہے جبکہ اس کے دل میں یحییٰ کے خلاف حیلہ و کینہ موجود تھا اور اس کے اظہار کے لیے موقع کی تاک میں تھا۔ وہ یحییٰ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ان اسباب کی تلاش میں تھا، جس کی بنا پر انھیں اپنے انتقام کا نشانہ بنا سکے۔

ہارون الرشید نے ایک شخص کو گرفتار کیا جس کا نام فضالہ تھا۔ ہارون کو یہ خبر ملی کہ فضالہ لوگوں کو یحییٰ بن عبداللہ کی بیعت کے لیے آکسا رہا ہے تو اس نے اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا اور پھر ایک دن اسے قید خانے سے بلوا کر یہ کہا کہ وہ یحییٰ کو ایک خط میں یہ تحریر کرے کہ ہارون الرشید کی فوج کے سرداروں اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ آپ کی بیعت کے لیے آمادہ ہیں تو فضالہ نے یحییٰ بن عبداللہ کی طرف خط تحریر کر دیا۔ جب قاصد یہ خط لے کر یحییٰ بن عبداللہ کے پاس آیا تو انھوں نے اسے پکڑ کر یحییٰ بن خالد کے حوالے کر دیا اور یحییٰ بن خالد سے کہا: یہ میرے پاس ایسے شخص کا خط لایا ہے جسے میں نہیں جانتا اور پھر وہ خط بھی اس کے حوالے کر دیا۔

یہ دیکھ کر ہارون الرشید خوش ہو گیا اور فضالہ کو قید خانے میں ڈال دیا۔ کسی نے ہارون سے کہا: تم اس شخص کو یحییٰ بن عبداللہ کی وجہ سے قید میں ڈال کر اس پر ظلم کر رہے ہو؟

ہارون نے جواب دیا: میں یہ جانتا ہوں لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ قید خانے سے باہر نہیں آسکتا۔

فضالہ نے کہا: خدا کی قسم! مجھ سے یحییٰ بن عبداللہ نے کوئی ناانصافی نہیں کی۔ میرا یحییٰ کے ساتھ یہ عہد و پیمان تھا کہ اگر میری طرف سے آپ کو کوئی خط ملے تو آپ نے اسے قبول نہیں کرنا ہے اور قاصد کو حاکم کے سپرد کر دینا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ میرے ساتھ اس حیلے سے کام کریں گے۔

راویوں کا بیان ہے کہ جب یحییٰ بن عبداللہ پر یہ آشکار ہوا کہ ہارون الرشید ان کے

متعلق ناپاک عزائم رکھتا ہے تو آپ نے اس سے حج پر جانے کی اجازت طلب کی اور اس نے آپ کو سفر حج کی اجازت دے دی۔

علی بن ابراہیم کی روایت کے مطابق یحییٰ بن عبداللہ نے ہارون الرشید سے سفر حج کی اجازت طلب نہیں کی تھی بلکہ آپ نے فضل بن یحییٰ سے ایک دن کہا: مجھے قتل کرنے کے حوالے سے خدا سے ڈرو اور اس بات سے احتیاط کرو کہ حضرت محمد ﷺ کل (بروز قیامت) میرے بارے میں تم سے سوال کریں اور تمہارے خلاف خدا کی عدالت میں مقدمہ پیش کریں۔ آپ کے ان کلمات سے فضل بن یحییٰ کا دل نرم ہو گیا اور اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔

ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ پر ایک جاسوس مقرر کر رکھا تھا جس نے یہ ماجرا ہارون کو سنایا تو اس نے فضل بن یحییٰ کو بلایا اور اس سے کہا: یحییٰ بن عبداللہ کے متعلق کیا خبر ہے؟

فضل بن یحییٰ نے جواب دیا: وہ اپنی جگہ پر ہی میرے پاس موجود ہے۔

ہارون الرشید نے کہا: تمہیں میری زندگی کی قسم! کیا یہ سچ ہے؟

فضل بن یحییٰ نے جواب دیا: آپ کی زندگی کی قسم سچ یہ ہے کہ میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ اس نے رسولؐ خدا کے ساتھ اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر میرے آگے سوال کیا تو میرا دل اس کے لیے موم ہو گیا۔

یہ سن کر ہارون الرشید نے کہا: بہت خوب! میرا بھی یہ پختہ ارادہ تھا کہ میں اسے آزاد کر دوں۔

جب فضل بن یحییٰ اس کے پاس سے اُٹھ کر باہر نکلا تو اس نے اپنی نظروں سے اس کا تعاقب کیا اور کہا: اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے۔

سابقہ راویوں کا بیان ہے: اہل حجاز میں سے کچھ افراد نے یحییٰ بن عبداللہ کے خلاف چغل خوری کرتے ہوئے ان کے خلاف قسم اُٹھا کر یہ گواہی دی کہ یحییٰ بن عبداللہ لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں لہٰذا اب ان کے امان نامے کا عہد ٹوٹ گیا ہے۔ ان لوگوں کی اس (جھوٹی) قسم اور گواہی سے ہارون رشید کو اپنے دل میں چھپے ہوئے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی فرصت مل گئی۔

جن لوگوں نے یحییٰ بن عبداللہ کے خلاف گواہی دی ان میں عبداللہ بن مصعب زبیری، ابوالبختری وھب بن وھب، بنو زھرہ کا ایک شخص اور بنو مخزوم کا ایک شخص شامل تھا۔ ان لوگوں نے ہارون رشید کی منشاء کو پورا کر دیا اور انھوں نے یہ مکر و حیلہ بھی کیا کہ وہ یحییٰ بن عبداللہ کے سامنے بھی اس بات کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو اپنے پاس بلوا کر مسرور الکبیر کے پاس ایک تہہ خانے میں قید کر دیا۔

ہارون رشید اکثر یحییٰ بن عبداللہ کو قید خانے سے بلوا کر ان سے مناظرہ کرتا تھا، یہاں تک کہ اسی قید خانے میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔

لوگوں میں ان کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ ان کی وفات کیسے ہوئی تھی، مولف کہتے ہیں کہ میں عنقریب اپنے مقام پر اس کا ذکر کروں گا۔

سلیمان بن ابی شیخ وغیرہ سے منقول ہے کہ ایک دن ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو دربار میں بلایا اور اس کے سامنے ان شکایات کو بیان کیا جو یحییٰ بن عبداللہ کے خلاف لوگوں نے اس سے بیان کی تھیں کہ یہ اپنی بیعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پھر ہارون الرشید نے ان خطوط کو باہر نکالا جو اس کے پاس موجود تھے تاکہ اس طرح ان پر حجت تمام کر سکے۔ پھر ہارون الرشید ان خطوط کو پڑھنے لگا جبکہ ان خطوط کے کونے یحییٰ بن عبداللہ کے ہاتھ میں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حاضرین میں سے ایک شخص نے بطور مثال یہ شعر پڑھا:

أنى أتيح له حرباء تنضبة   لا يرسل الساق إلا ممسكا ساقا

"میں نے اس کے لیے گرگٹ کی طرح حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ اسی سے چمٹا رہوں گا جیسے وہ جب شاخ کو پکڑ لیتا ہے تو ایک شاخ کو چھوڑنے کے بعد فوراً دوسری پکڑ لیتا ہے"۔

یہ سن کر ہارون رشید کو غصہ آگیا اور اس شخص سے کہا: کیا تم اس کی تائید اور نصرت کر رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: نہیں! بلکہ میں تو صرف اس کو اس کے مناظرہ اور اتمامِ حجت کے طور پر شاعر کے اس قول سے تشبیہ دے رہا ہوں۔ پھر ہارون، یحییٰ بن عبداللہ کی طرف متوجہ

ہو کر بولا: یہ بات چھوڑ دو یحییٰ! ہم دونوں میں سے کس کا چہرہ زیادہ خوب صورت ہے، میرا یا تمھارا؟

یحییٰؒ بن عبداللہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ کا چہرہ زیادہ خوب صورت ہے کیونکہ آپ کا رنگ انتہائی سفید اور چہرے پر کافی حُسن ہے۔

ہارون الرشید نے پوچھا: ہم دونوں میں سے زیادہ سخی کون ہے، میں یا تم؟

یحییٰؒ نے جواب دیا: اے امیر! یہ کیا ہے؟ آپ مجھ سے یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ تمھارے پاس زمین کے خزانے ہیں جبکہ میں ایک سال سے دوسرے سال کی روزی بڑی مشکل سے حاصل کرتا ہوں۔

ہارون نے پوچھا: ہم دونوں میں سے رسولؐ خدا کا زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟

یحییٰؒ نے کہا: میں نے آپ کے دو سوالات کے جوابات دیے ہیں۔ آپ مجھے اس سوال کا جواب دینے سے معاف کریں۔

ہارون نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! تمھیں اس کا جواب ضرور دینا پڑے گا۔

تو یحییٰؒ نے ہارون سے کہا: اے امیر! اگر رسولؐ خدا زندہ ہوتے اور وہ تم سے تمھاری بیٹی کا رشتہ مانگتے تو کیا تم اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دیتے؟

ہارون نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم! میں اپنی بیٹی کی شادی رسولؐ خدا سے کر دیتا۔

اس پر یحییٰؒ نے کہا: اگر رسولؐ خدا زندہ ہوتے اور وہ مجھ سے میری بیٹی کے رشتے کے لیے خواستگاری کرتے تو کیا میرے لیے اپنی بیٹی کی ان سے شادی کرنا حلال ہوتا؟

ہارون نے جواب دیا: نہیں۔

یحییٰؒ نے کہا: پھر یہی تمھارے سوال کا جواب ہے (کہ اس سے تم خود اندازہ کر لو کہ نبیؐ کا زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جب کہ میری بیٹی نبیؐ پر حرام ہے کیونکہ یہ ان کی اپنی بیٹی ہے اور وہ تمھاری بیٹی سے عقد کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان کے لیے حلال ہے)۔

یحییٰؒ بن عبداللہ کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید کو غصہ آ گیا اور وہ اپنی مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد فضل بن ربیع یہ کہتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں

اس مجلس پر اپنی آدھی املاک قربان کر دوں۔

سابقہ راوی بیان کرتے ہیں: پھر اسی دن یحییٰ بن عبداللہ کو دوبارہ قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ پھر ایک دن ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو بلایا اور عبداللہ بن مصعب زبیری اور یحییٰ بن عبداللہ کو ساتھ ایک ساتھ جمع کیا تا کہ یہ اُن شکایات کے بارے میں ایک دوسرے سے مناظرہ کریں جو عبداللہ بن مصعب زبیری نے ان کے خلاف ہارون الرشید کو کی تھیں۔ مصعب کے بیٹے نے ہارون رشید کی موجودگی میں یحییٰ سے سخت رویہ اپناتے ہوئے ہارون سے کہا: ہاں اے امیر! اس نے مجھے اپنی بیعت کی دعوت دی تھی۔

اس پر یحییٰ بن عبداللہ نے ہارون الرشید سے کہا: اے امیر! کیا تم اس کی بات کی تصدیق کرتے ہو اور کیا اسے اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہو؟ یہ شخص اُس عبداللہ ابن زبیر کا بیٹا ہے جس نے آپ کے والد اور ان کی اولاد کو ایک گھاٹی میں داخل کر کے ان پر آگ کو روشن کرتے ہوئے آگ کو بھڑکا دیا تھا یہاں تک کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھی ابو عبداللہ الجدلی نے زبردستی انھیں عبداللہ بن زبیر کے چنگل سے چھڑایا۔

یہی وہ عبداللہ ابن زبیر تھا جس نے چالیس جمعہ تک خطبۂ جمعہ کے دوران نبی اکرمؐ پر درود شریف نہیں پڑھا تھا۔ پھر جب لوگوں نے اس سے درود نہ پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا: نبیؐ کے اہلِ بیتؑ بہت بُرے ہیں۔ جب میں نبیؐ پر درود پڑھتا یا نبیؐ کا ذکر کرتا ہوں تو ان کی گردنیں اکڑ جاتی ہیں اور یہ ان کے ذکر پر فخر و مباہات کرتے اور اس سے خوش ہوتے ہیں لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ نبیؐ پر درود پڑھ کر یا آپؐ کا ذکر کر کے ان کے اہلِ بیتؑ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں۔

یحییٰ بن عبداللہ نے کہا: عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ ابن عباس کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ آپ پر مخفی نہیں ہے یہاں تک کہ جب ایک دن عبداللہ ابن عباس کے سامنے گائے ذبح کی گئی اور انھوں نے اس گائے کے کلیجے کو دیکھا کہ اس میں سوراخ ہو چکے ہیں اور وہ ختم ہو چکا ہے تو آپ نے اپنے بیٹے علی بن عبداللہ سے کہا: بیٹا جان! کیا تم اس گائے کا کلیجہ (جگر) دیکھ رہے ہو؟ اس زبیر کے بیٹے نے تمھارے باپ کا کلیجہ اسی طرح (رنج و غم کی وجہ سے بے کار)

کردیا ہے۔ پھر عبداللہ ابن زبیر نے انھیں طائف کی طرف شہر بدر کر دیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے علی سے کہا: بیٹا جان! تم شام میں بنو عبدمناف میں سے اپنی قوم کے افراد کے پاس چلے جانا اور اس شہر میں مت ٹھہرنا جہاں زبیر کے بیٹے کی حکومت ہو۔ پھر علی بن عبداللہ نے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ رہنے پر یزید بن معاویہ (جیسے بدبخت) کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔

خدا کی قسم! اس شخص کی ہم سب کے ساتھ (اولادِ ابوطالبؑ اور اولادِ عباس سے) عداوت اور دشمنی برابر ہے لیکن یہ مجھ پر الزام تراشی کرتے ہوئے تمھارے نزدیک اپنی قدرومنزلت بڑھا رہا ہے اور میری عزت کو تمھاری نظر میں پامال کر رہا ہے۔ یہ میرے ذریعے تمھارے قریب آنا چاہتا ہے تاکہ پھر یہ جو چاہے تم سے اپنا مقصد نکال سکے جبکہ اس جیسا شخص تم پر اپنا تصرف قائم نہیں کر سکتا اور نہ ہی تمھارے لیے یہ مناسب ہے کہ تم اس کی باتوں میں آ کر میرے متعلق کوئی غلط فیصلہ کرو۔ سنو! معاویہ بن ابی سفیان جو نسب میں ہم سے تمھاری نسبت زیادہ دُور ہے، ایک دفعہ اس نے حضرت حسنؑ ابن علیؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے انھیں بے وقوف (العیاذ باللہ من ذٰلک) کہا جب کہ عبداللہ ابن زبیر نے جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے حضرت امام حسنؑ کے متعلق مزید نازیبا کلمات ادا کیے تو معاویہ نے اسے منع کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن زبیر نے کہا: میں نے تو تمھارے مقصد میں معاونت کی ہے اور یہ کلمات ادا کیے ہیں۔ معاویہ نے کہا: حسنؑ! میرا عزیز و رشتہ دار ہے، میں تو ان کی غیبت کر سکتا ہوں لیکن کسی دوسرے کو اِن کی غیبت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ سن کر عبداللہ بن مصعب نے کہا: عبداللہ بن زبیر نے حکومت کے لیے کوشش کی اور اسے پا لیا لیکن امام حسن علیہ السلام نے تو درہموں کے عوض معاویہ کو خلافت بیچ دی تھی۔ کیا تم عبداللہ بن زبیر کے متعلق ایسی گفتگو کر رہے ہو جو صفیہ بنت عبدالمطلب (نبیؐ کی پھوپھی) کا بیٹا ہے؟

اس پر یحییٰ بن عبداللہ نے جواب دیا: اے امیر! اس نے ہم سے انصاف نہیں کیا کیونکہ یہ ہمارے خاندان (بنوہاشم) کی عورتوں میں سے ایک عورت کے ذریعے ہم پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔ اسے تو اپنی قوم پر یوں فخر کرنا چاہیے تھا کہ ان کے خاندان میں تو یہ،

اسامیہ اور حمریہ جیسی خواتین ہیں!

تو عبداللہ بن مصعب نے کہا: کیا تم لوگ بغاوت اور ظلم و زبردستی کے ذریعے ہماری حکومت اور سلطنت کو ہم سے چھیننا چاہتے ہو؟

اس کی یہ بات سن کر یحییٰؒ بن عبداللہ نے اپنے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا جب کہ اس سے قبل وہ عبداللہ بن مصعب کو مخاطب کرتے ہوئے گفتگو نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے عبداللہ بن مصعب کی گفتگو کا جواب دے رہے تھے۔ اب یحییٰؒ بن عبداللہ نے عبداللہ بن مصعب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیا ہم نے ظلم اور زبردستی سے تمھاری حکومت و سلطنت کو چھینا تھا؟ تم کون ہو؟ مجھے اپنا تعارف کراؤ، میں تم کو نہیں جانتا؟

یحییٰؒ بن عبداللہ کی یہ گفتگو سن کر ہارون الرشید اپنا سر چھت کی طرف اُٹھا کر اپنی ہنسی کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر تھوڑی دیر کے لیے وہ خوب ہنسا جس سے عبداللہ ابن مصعب شرمسار ہو گیا۔ پھر یحییٰؒ بن عبداللہ نے ہارون الرشید کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: اے امیر! ان تمام باتوں کے ساتھ یہ بھی سن لو کہ اس شخص نے میرے بھائی (محمدؒ بن عبداللہؒ) کے ساتھ تمھارے باپ (ابوجعفر منصور دوانیقی) کے خلاف خروج کیا تھا[1] اور اس شخص نے میرے بھائی کو اپنے طویل اشعار میں یہ شعر بھی سنایا تھا:

قوموا ببیعتکم ننهض بطاعتنا   إن الخلافة فیکم یابني الحسن

"تم لوگ اپنی بیعت لینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہو اور ہم اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ (تمھارا ساتھ دینے کے لیے) اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اے (حضرت امام) حسنؑ کی اولاد! یقیناً خلافت تمھارا حق ہے"۔

یہ شعر سن کر ہارون الرشید کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور عبداللہ ابن مصعب خدائے وحدہٗ لاشریک اور اپنے ایمان کی قسمیں اُٹھا کر کہنے لگا کہ یہ شعر اس کا نہیں بلکہ شاعر سدیف کا ہے۔

یہ سن کر یحییٰؒ بن عبداللہ نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم! یہ شعر اس کے علاوہ کسی نے نہیں کہا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی اللہ تعالیٰ کے نام کی سچی یا جھوٹی قسم نہیں کھائی، اگر

---

[1] مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۸۹۔

کوئی بندہ قسم اُٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمان و رحیم، طالب و غالب صفات کے ذریعے توصیف و تمجید بیان کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص پر عذاب دیتے ہوئے شرم آتی ہے لہٰذا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ایسی قسم اُٹھاتا ہوں اگر کوئی بھی شخص اس طرح جھوٹی قسم اُٹھائے تو خدا اسے عذاب دینے میں جلدی کرے گا۔

اس پر ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ سے کہا: آپ اس سے وہ قسم اُٹھوائیں تو یحییٰ نے عبداللہ بن مصعب زبیری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کہو! اگر میں نے یہ شعر کہا ہو تو میں خود کو اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت سے نکال کر اپنی قوت و طاقت کے سپرد کرتا ہوں اور میں یہ قوت و طاقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس لیے خود کے حوالے کر رہا ہوں کہ میں اس کی ذات پر تکبر کرتے ہوئے، اس سے بے نیازی کرتے ہوئے اور اس پر غالب آتے ہوئے ایسا کر رہا ہوں۔

عبداللہ بن مصعب زبیری نے یہ قسم اُٹھانے سے انکار کر دیا تو ہارون الرشید کو اس پر سخت غصہ آیا۔ اس نے فضل بن ربیع سے کہا: اے عباسی! اگر یہ (عبداللہ بن مصعب) سچا ہے تو پھر قسم کیوں نہیں اُٹھاتا؟ یہ میری سبز چادر جو مجھ پر ہے اور یہ میرا لباس جو میں نے پہن رکھا ہے اگر وہ مجھ سے یہ قسم اُٹھوائے تو میں یہ قسم اُٹھالوں گا۔

یہ سن کر فضل بن ربیع نے اسے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو، یہ قسم کھاؤ (فضل اسے ناپسند کرتا تھا)۔ اس کے بعد عبداللہ بن مصعب زبیری نے یہ قسم اُٹھائی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔

پھر یحییٰ بن عبداللہ نے اس کے دونوں شانوں پر زور سے ہاتھ مار کر کہا: اے مصعب کے بیٹے! خدا کی قسم! تم نے اپنی زندگی ختم کر لی ہے۔ خدا کی قسم! اس جھوٹی قسم کے بعد تمہیں نجات اور کامیابی نہیں مل سکتی۔ وہ زبیری ابھی اپنی جگہ سے اُٹھا بھی نہیں تھا کہ جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور اس کے اعضاء کٹنے لگے اور وہ تیسرے دن مر گیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۰)

فضل بن ربیع نے عبداللہ بن مصعب زبیری کے جنازے میں شرکت کی اور اس کے جنازے کے ساتھ چلتا رہا جبکہ دیگر لوگ بھی فضل بن ربیع کے ہمراہ جنازے کے پیچھے چلتے ہوئے قبرستان تک گئے۔ جب یہ اس کی قبر کے پاس پہنچے اور اسے قبر میں اُتار کر اس کے اُوپر

اینٹیں رکھیں تو اس کی قبر نیچے بیٹھ گئی یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی اور قبر کے اندر سے انتہائی بدبودار ہوا نکلی۔

یہ منظر دیکھ کر فضل بن ربیع نے بلند آواز میں چیختے ہوئے کہا: مٹی لاؤ، مٹی لاؤ۔ جب مٹی کو اس کی قبر پر ڈالا گیا تو وہ بھی نیچے بیٹھ گئی۔ پھر فضل بن ربیع نے کانٹوں کے گٹھوں کو منگوا کر کانٹے اس گڑھے میں پھینک دیے تو وہ کانٹے ابھی مکمل بھی نہ ہوئے تھے کہ قبر پھر بیٹھ گئی۔ پھر فضل بن ربیع نے کہا کہ کچھ لکڑی کے تختے لاؤ اور ان تختوں کو قبر پر رکھ کر اسے اوپر سے برابر کر دیا گیا اور شکستہ دل سے قبرستان سے واپس آ گیا۔ اس کے بعد ہارون الرشید اکثر فضل بن ربیع سے کہا کرتا تھا: اے عباسی! تو نے دیکھا تھا کہ مصعب کے بیٹے کے مقابلے میں یحیٰیؑ بن عبداللہ کی دُعا کس قدر جلد قبول ہوئی اور کیسے اسے فتح نصیب ہوئی۔

اب ہم دوبارہ یحیٰیؑ بن عبداللہؑ کی مقتل کے متعلق جہاں سے گفتگو چھوڑی تھی وہاں سے شروع کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے فقہاء کو جمع کیا۔ ان فقہاء میں ابو یوسف قاضی کے ساتھ محمد بن حسن، حسن بن زیاد لولوی اور ابوالبختری وھب بن وھب شامل تھے۔ ہارون الرشید نے انھیں ایک جگہ پر اکٹھا کیا اور مسرور الکبیر (جس کے پاس یحیٰیؑ بن عبداللہ قید خانے میں قید تھے اور یہ ان پر نگران مقرر تھا) ان کے پاس وہ امان نامہ لے کر گیا جو ہارون الرشید نے انھیں دیا تھا۔ سب سے پہلے محمد بن حسن نے اس امان نامے کو دیکھا اور کہا: یقیناً یہ امان نامہ نافذ العمل ہے۔ اس میں کسی حیلہ سازی کی گنجائش نہیں ہے۔ یحیٰیؑ بن عبداللہؑ نے یہ امان نامہ مدینہ میں مالک، ابن الدراوردی وغیرہ کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے یحیٰیؑ بن عبداللہ سے کہا کہ یہ امان نامہ بالکل درست ہے، اس میں کوئی سقم نہیں ہے۔

محمد بن حسن کے درج بالا قول کو سن کر مسرور نے باآواز بلند چلاتے ہوئے کہا: امان نامہ ادھر لاؤ۔ پھر یہ امان نامہ محمد بن حسن کے ہاتھ سے لے کر حسن بن زیاد لولوی کو دیا اور حسن بن زیاد لولوی نے یہ امان نامہ دیکھنے کے بعد کمزور سی آواز میں کہا: ہاں! یہ امان نامہ درست ہے۔ پھر ابوالبختری وھب بن وھب نے اس امان نامہ کو کھینچتے ہوئے دیکھ کر کہا:

یہ امان نامہ باطل اور ٹوٹ چکا ہے کیوں کہ اس (یحییٰ) نے خلیفہ کی اطاعت سے خروج کرتے ہوئے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا اور خون بہایا، لہٰذا اسے قتل کر دو اور اس کا قتل میری گردن پر ہوگا۔

ابوالبختری کا یہ جواب سن کر مسرور، ہارون الرشید کے پاس گیا اور اسے اس سے آگاہ کیا تو ہارون نے اس سے کہا: ابوالبختری کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اگر یہ امان نامہ باطل ہو گیا ہے تو تم اسے اپنے ہاتھ سے پھاڑ دو۔ پھر مسرور نے ابوالبختری کو ہارون الرشید کا پیغام دیا تو اس نے جواب دیا: ابوہاشم! (مسرور الکبیر کی کنیت) تم ہی اسے پھاڑ دو۔ مسرور نے ابوالبختری سے کہا: نہیں! اگر یہ امان نامہ ٹوٹ چکا ہے تو تم ہی اسے پھاڑو۔

یہ سن کر ابوالبختری نے ایک چھری لے کر اس امان نامے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ جب وہ یہ امان نامہ چاک کر رہا تھا تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پھر مسرور، ابوالبختری کو ہارون الرشید کے پاس لے گیا تو ہارون الرشید نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے وہ امان نامہ لے لیا۔ ہارون الرشید اس وقت بہت خوش تھا اور اس نے خوشی کے عالم میں کہا: مبارک ہو، مبارک ہو۔ ہارون الرشید نے ابوالبختری کو اس کے عوض ایک کروڑ ساٹھ لاکھ درہم تحفے کے طور پر دیے اور اسے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا دیا۔ ہارون الرشید نے باقی فقہاء سے اپنی نظریں پھیر لیں اور محمد بن حسن کو ایک مدت تک فتویٰ دینے سے بھی روکے رکھا۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہؒ کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں: اس بات میں اختلاف ہے کہ یحییٰ بن عبداللہؒ کی شہادت کیسے ہوئی؟

عمرو بن حماد نے اس شخص سے روایت نقل کی ہے جو یحییٰ بن عبداللہؒ کے ساتھ تہہ خانے میں قید تھا، وہ بیان کرتا ہے:

میں یحییٰ بن عبداللہؒ کے قریب واقع بیرک میں قید تھا جب کہ یہ بیرکیں انتہائی تنگ اور تاریک تھیں۔ ایک رات ہم لوگ اپنی اپنی بیرک میں موجود تھے کہ ہمیں کچھ تالوں کے

کھلنے کی آواز آئی، اس وقت رات کا ایک حصّہ گزر چکا تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اس وقت ہارون رشید ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آیا اور پھر وہ باہر ہی کھڑا ہو گیا اور کہا: یحییٰ بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) کہاں ہے؟

اس کے سپاہیوں نے اسے بتایا کہ وہ اس بیرک میں ہے تو ہارون الرشید نے کہا: اسے میرے پاس لے آؤ تو یحییٰ بن عبداللہ کو اس کے پاس لے جایا گیا اور ہارون الرشید نے ان سے کوئی بات کی جو میں نہ سمجھ سکا۔ پھر اس نے سپاہیوں سے کہا: اسے لے جاؤ، تو وہ یحییٰ بن عبداللہ کو وہاں سے لے گئے اور انھیں ایک سو چھڑیاں ماریں جبکہ یحییٰ بن عبداللہ نے ہارون کو اللہ تعالیٰ کی قسم اور رسولؐ خدا سے اپنی رشتہ داری اور قرابت داری کا واسطہ دے کر کہا: تم مجھ سے اپنی رشتہ داری کا ہی خیال کرو؟

ہارون الرشید نے جواب دیا: میرے اور تمھارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔

پھر یحییٰ بن عبداللہ کو وہاں سے اٹھا کر ان کی بیرک میں لے جایا گیا تو ہارون الرشید نے سپاہیوں سے پوچھا: تم نے اس کا کتنا کھانا اور پانی مقرر کر رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: چار روٹیاں اور آٹھ رطل پانی۔ ہارون الرشید نے کہا: اس کے کھانے اور پانی کی مقدار آدھی کر دو۔

اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا اور ہم نے کافی دنوں کے بعد پھر یہ سنا کہ ہارون الرشید قیدخانے میں آیا ہے اور اسی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے کہا: یحییٰ بن عبداللہ کو میرے پاس لے آؤ تو انھیں اس کے پاس لے جایا گیا اور اس نے پہلے کی طرح ان سے سلوک کیا اور انھیں ایک سو چھڑیاں لگوائیں اور یحییٰ بن عبداللہ اسے خدا کی قسمیں اور واسطے دیتے رہے۔ پھر ہارون الرشید نے سپاہیوں سے پوچھا: تم نے اس کا کتنا کھانا اور پانی مقرر کر رکھا ہے۔ انھوں نے جواب دیا: دو روٹیاں اور چار رطل پانی۔

ہارون الرشید نے کہا: اس کے کھانے اور پانی کی مقدار آدھی کر دو۔ پھر ہارون وہاں سے چلا گیا اور جب وہ تیسری دفعہ وہاں واپس آیا تو یحییٰ بن عبداللہ بیمار اور نحیف ہو چکے تھے۔ اس نے قیدخانے میں آکر کہا: یحییٰ بن عبداللہ کو میرے پاس لے آؤ تو سپاہیوں نے

جواب دیا کہ وہ بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے قریب الموت ہے۔

ہارون الرشید نے پوچھا: تم لوگ اسے کتنا کھانا اور پانی دیتے ہو؟

سپاہیوں نے جواب دیا: ایک روٹی اور دو رطل پانی۔

اس نے کہا: اب اس سے بھی آدھا کر دو۔

پھر ہارون وہاں سے چلا گیا اور یحییٰ بن عبداللہ کچھ دنوں کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو انھیں قید خانے سے نکال کر ان کی میت لوگوں کے درمیان لائی گئی اور پھر دفنا دیا گیا۔

ابن عمار نے ابراہیم بن ریاح سے جو روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ پر ایک ستون تعمیر کروا دیا تھا جب کہ یہ ابھی زندہ تھے (یوں ان کو زندہ دیوار میں چنوا کر اوپر ستون کھڑا کر دیا گیا)۔

ابن عمار نے علی بن محمد بن سلیمان سے جو روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ اس نے رات کے وقت یحییٰ بن عبداللہ کا گلا گھونٹ کر انھیں قتل کیا۔ ایک اور روایت کے مطابق انھیں زہر دے کر شہید کیا گیا۔

محمد بن ابی الخنساء سے مروی ہے کہ ہارون الرشید نے درندوں کو بھوکا رکھا اور پھر یحییٰ بن عبداللہ کو ان درندوں کے آگے پھینک دیا تو انھوں نے انھیں چیر پھاڑ کر کھا لیا۔

عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن حفص العمری سے منقول ہے کہ ہمیں ہارون الرشید کی موجودگی میں یحییٰ بن عبداللہ بن حسنؑ سے مناظرہ کے لیے بلوایا گیا تو ہم نے یہ دیکھا کہ ہارون الرشید نے یحییٰ بن عبداللہ سے کہا: خدا سے ڈرو اور مجھے اپنے ان ستر ساتھیوں کے نام بتا دیں (جو تمھارے ساتھ ہیں) تا کہ تمھارا امان نامہ باطل نہ ہو۔ پھر ہارون الرشید نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا: یہ شخص اپنے ساتھیوں کے نام نہیں بتا رہا، جب بھی میں نے کسی شخص کو پکڑا اور مجھے اس کے متعلق کوئی ناگوار خبر ملی تو اس نے یہی کہا کہ تم نے مجھے امان دے رکھی ہے۔

یہ سن کر یحییٰ بن عبداللہ نے کہا: اے امیر! میں ان ستر افراد میں سے ایک ہوں، مجھے تمھارے امان نامے نے کیا فائدہ دیا ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو تمھارے حوالے کر دوں تا کہ تم میرے ساتھ انھیں بھی قتل کر دو۔ جبکہ میرے لیے ایسا کرنا ہرگز حلال

اور جائز نہیں ہے۔

راوی (عبدالرحمٰن) کہتا ہے: پھر ہم ہارون الرشید کے دربار سے اٹھ کر واپس چلے گئے۔ اس نے پھر ہمیں ایک دن اپنے پاس بلایا تو ہم نے وہاں جا کر یہ دیکھا کہ یحییٰؒ بن عبداللہ کا رنگ متغیر ہو کر پیلا زرد ہو گیا ہے اور ہارون الرشید ان سے کلام کر رہا تھا لیکن وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تھے تو ہارون نے کہا: کیا تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ مجھے جواب نہیں دے رہا ہے۔ یہ سن کر یحییٰؒ بن عبداللہ نے اپنی زبان باہر نکال کر ہمیں دکھائی جو کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکی تھی جبکہ وہ زبان نکال کر ہمیں یہ دکھا رہے تھے کہ وہ کلام کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ یہ دیکھ کر ہارون الرشید کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: یہ تم لوگوں کو یہ دکھا رہا ہے کہ میں نے اسے زہر دی ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے اسے قتل کرنا ہوتا تو آرام سے خود تیغ کے ساتھ اس کی گردن تن سے جدا کر دیتا۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد ہم ہارون الرشید کے دربار سے باہر نکلے۔ ابھی ہم اس کے گھر کے درمیان میں بھی نہ پہنچے تھے کہ یحییٰؒ بن عبداللہ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔

یحییٰؒ بن حسنؒ بیان کرتے ہیں کہ ادریسؒ بن محمدؒ بن یحییٰؒ بن عبداللہ بن حسنؒ بن حسنؒ بن علیؑ یہ اکثر کہا کرتے تھے: میرے دادا (یحییٰؒ) کو بھوک اور پیاس کی وجہ سے قید خانے میں مار ڈالا گیا۔

زبیر بن بکار نے اپنے چچا سے روایت نقل کی ہے کہ یحییٰؒ بن عبداللہ نے ہارون الرشید سے جو دو لاکھ دینار (تحفے کے طور پر) لیے، ان سے حسینؒ صاحب فخ کا قرض ادا کیا کیونکہ حسینؒ صاحب فخ کی شہادت کے وقت ان پر دو لاکھ دینار کا قرض تھا۔

یحییٰؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ کے ہمراہ علماء و محدثین میں سے خروج کرنے والی شخصیات

جعفر بن محمد الفزاری سے منقول ہے کہ یحییٰؑ بن مساور ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے یحییٰؑ بن عبداللہ کے ہمراہ خروج کیا۔

علی بن احمد الباہلی سے منقول ہے کہ عامر بن کثیر بن سراج سے میں نے سنا تھا کہ محمد بن ابراہیم نے یحییٰؑ بن عبداللہؑ بن حسنؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔(اغاني المقاتل: ص ۴۷)

ابو عبید محمد بن احمد المؤمل الصیرفی سے منقول ہے کہ میں نے محمد بن علی بن خلف العطار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سہل بن عامر البجلی نے یحییٰؑ بن عبداللہؑ کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

عباد بن یعقوب سے منقول ہے کہ یحییٰؑ بن عبداللہؑ نے یحییٰ بن مساور کو اس مال میں سے کچھ دیا جو ہارون الرشید نے انھیں تین مرتبہ دیا تھا۔ ایک مرتبہ یحییٰ بن مساور نے یحییٰؑ بن عبداللہ سے کہا: مجھے دو ہزار درہم قرض چاہیے۔

یحییٰؑ بن عبداللہ نے کہا: میں قاصد کو بھیج رہا ہوں جو خچر پر سوار ہوگا۔

پھر یحییٰؑ بن مساور ان کے پاس گیا تو اس نے ان کو کچھ مال دیا۔ یحییٰؑ بن عبداللہؑ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ وہ مال ہے جو آپ نے مجھے عطا کیا تھا اور میں جانتا ہوں کہ آپ کو عنقریب اس مال کی ضرورت پڑے گی۔

یحییٰؑ بن عبداللہؑ نے کہا: تم اس میں سے کچھ مال لے لو۔ اس نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! اللہ مجھے کبھی وہ دن نہ دکھلائے کہ جب میں تمھاری محبت میں ایک درہم بھی استعمال کروں۔

علی بن ہاشم بن برید سے منقول ہے کہ ہارون الرشید نے مجھے، عبد ربہ بن علقمہ اور

تحول بن ابراہیم العبدی کو گرفتار کیا کیونکہ یہ سب یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔
ہارون الرشید نے ان سب کو ایک تہہ خانے میں قید کر دیا اور یہ بارہ سال تک اس زیر زمین قید خانے میں قید رہے۔

یحییٰ بن محمد بن تحول بن ابراہیم سے مروی ہے کہ میں اپنے دادا کی پنڈلیوں کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول رہا تھا کہ میں نے ان سے کہا: دادا جان! آپ کی پنڈلیاں کس قدر کمزور اور پتلی ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: اے یحییٰ! زیر زمین قید خانے میں ہارون الرشید کی زنجیروں نے انھیں کمزور اور پتلا کر دیا ہے۔

احمد بن حازم الغفاری نے تحول سے روایت نقل کی ہے کہ تحول نے بیان کیا: میں اور عبدربہ بن علقمہ زیر زمین قید خانے میں قید تھے اور ہم وہاں پر دس سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک قید رہے۔ پھر ایک دن ہارون الرشید نے مجھے بلایا۔ جب اس کے سپاہی مجھے لے کر عبدربہ بن علقمہ کے پاس سے گزرے تو اس نے مجھے پکارتے ہوئے کہا:

اے تحول! اس بات سے ڈرو کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی بارگاہ میں اس حالت میں پیش ہو کہ تم فرزند رسولؐ (یحییٰؑ) کے قتل میں شریک ہو یا ان لوگوں کو ایسی علامات بتا دو جس سے یہ لوگ ان تک پہنچ جائیں۔ اگر تم پر یہ لوگ ظلم و تشدد کریں اور تم ان کی عقوبت سے دہشت زدہ ہو جاؤ تو موت کے وقت اور قیامت کے دن وارد ہونے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کرنا کیوں کہ آخرت کے عذاب کی نسبت اس دنیا کی مصیبت اور سختیوں کو برداشت کرنا آسان ہے۔

تحول کہتا ہے: عبدربہ بن علقمہ کے ان کلمات سے میرا دل لوہے کی طرح سخت ہو گیا۔
جب مجھے ہارون الرشید کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: تلوار اور وہ چمڑے کا فرش لے آؤ جس پر قتل کیا جاتا ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم! تم مجھے اسی وقت یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھیوں کے ٹھکانوں کے متعلق بتا دو ورنہ میں تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا؟

تو میں نے کہا: اے امیر! میں ایک ضعیف و ناتواں شخص ہوں جو چار سال سے

قید خانے میں قید ہے، میں یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھیوں کے ٹھکانوں کے متعلق کیسے جان سکتا ہوں اور وہ سب تمہارے ڈر کی وجہ سے مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں؟

پھر اس نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس موجود لوگوں نے اس سے کہا: اس نے سچ کہا ہے، یہ ان لوگوں کے ٹھکانوں کو کہاں سے جان سکتا ہے جو بھاگے ہوئے ہوں؟

اس کے بعد ہارون الرشید نے مجھے واپس قید خانے میں بھیج دیا اور میں دس سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک قید میں رہا۔

ادریسؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ بن حسنؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالملک بن حارث شاعر بن خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی ہے۔

خالد بن عاص کے متعلق ایک شاعر کا قول ہے:

لعمرك ان المجد ما عاش خالد　　　على الغمر من ذى كندة لمقيم

"تیری جان کی قسم! خالد نے جس عزت و بزرگی کے ساتھ غمر ذی کندہ کے مقام پر زندگی گزاری ہے وہ ہمیشہ یاد رہے گی"۔

غمر ذی کندہ اس جگہ کا نام ہے جہاں پر خالد بن عاص رہا کرتے تھے۔

علی بن ابراہیم العلوی سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن موسیٰ کو خط تحریر کیا تو اس نے مجھے محمد بن یوسف اور عبداللہ بن عبدالرحیم بن عیسیٰ کے حوالے سے یہ خبر دی کہ ادریسؒ بن عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؒ معرکۂ فخ میں زندہ بچ گئے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کا ایک آزاد کردہ غلام راشد بھی تھا، یہ اس کے ساتھ مصر اور افریقہ کے حاجیوں میں شامل ہو کر مکہ سے نکل پڑے۔ ادریس اس سفر کے دوران اپنے غلام راشد کی خدمت کرتے رہے اور اس کے ہر حکم کی بجا آوری کی (تاکہ لوگوں کو کوئی شک نہ گزرے) یہاں تک کہ مصر میں پہنچے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی اور یہ بنو عباس کے موالیوں میں سے ایک شخص کے گھر کے سامنے بیٹھ گئے۔ جب اس شخص نے ان دونوں کی گفتگو سنی تو پہچان لیا کہ یہ دونوں حجازی لہجے میں عربی بول رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا: میرا خیال ہے کہ تم دونوں عربی ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے کہا: کیا تم دونوں حجاز کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہم حجازی ہیں۔ پھر راشد نے اس شخص سے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تمھیں اپنے امر سے آگاہ کروں بشرطیکہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرو کہ تم یہ جاننے کے بعد ہمارے ساتھ ان دو معاملوں

میں سے ایک معاملہ پر ضرور عمل کرو گے اور وہ دو معاملے یہ ہیں: یا تو تم ہمیں پناہ اور امان دو یا ہمارے امر کو مخفی رکھو یہاں تک کہ ہم اس علاقے سے باہر نکل جائیں۔

اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر راشد نے اسے اپنا اور ادریس بن عبداللہ کا تعارف کروایا تو اس نے دونوں کو پناہ دی اور ان کی بات کو مخفی بھی رکھا۔

جب افریقہ جانے والا ایک قافلہ تیار ہو گیا تو اس شخص نے راشد کو اس قافلے کے ساتھ افریقہ کی طرف روانہ کر دیا اور اس سے کہا: اس راستے پر جابجا حکومتی چیک پوسٹیں قائم ہیں جہاں سے ہر گزرنے والے کی تلاشی اور پوچھ گچھ ہوتی ہے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ تمہیں پہچان نہ لیں جبکہ میں ادریس کو اپنے ہمراہ اس راستے کے علاوہ دوسرے غیر معروف راستے سے لے آتا ہوں اور میں کچھ دنوں کے سفر کے بعد انہیں تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ پھر اس شخص نے جیسے کہا تھا ویسے ہی کیا اور ادریس کو لے کر اس راستے کی طرف نکل پڑا۔ جب وہ افریقہ کے قریب پہنچا تو اس نے اس قافلہ کو چھوڑ دیا اور راشد کے ہمراہ ایک ایسے علاقے میں داخل ہوئے جہاں بربر قوم آباد تھی۔ یہ لوگ جس علاقے میں رہتے تھے اسے فاس وطنجہ کہا جاتا تھا۔ ادریس نے اس علاقے میں قیام کیا اور انہیں اپنی بیعت کی دعوت دی تو ان لوگوں (بربر والوں) نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ جب ہارون الرشید کو یہ خبر ملی تو وہ غمگین ہو گیا۔

نوفلی کی روایت میں ادریس کی موت کے متعلق جو وارد ہوا ہے وہ علی بن ابراہیم وغیرہ سے جو روایات مروی ہیں، اس کے برعکس ہے۔

ہارون الرشید نے ادریس کے متعلق یحییٰ بن خالد سے اپنا شکوہ اور غم بیان کیا تو یحییٰ بن خالد نے کہا: میں ادریس کے معاملے میں تمہارے لیے کافی ہوں۔ پھر اس نے سلیمان بن جریر الجزری کو بلایا جو زیدیہ بتریہ کے متکلمین اور ان کے نمایاں سرداروں میں سے تھا۔ یحییٰ بن خالد نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر وہ ادریس کو مکر و حیلے سے قتل کر دے تو وہ جو چاہے گا، اسے خلیفہ عطا کرے گا۔ پھر اس نے سلیمان بن جریر الجزری کو زہر آلود مشک و عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو دی تو وہ یہ زہر آلود خوشبو لے کر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد سلیمان نے اپنے ایک ساتھی کو ہمراہ لیا اور وہاں سے نکل پڑا یہاں تک کہ

یہ تیزی سے مختلف شہروں کو عبور کرتے ہوئے ادریسؒ بن عبداللہؒ کے پاس پہنچ گیا اور اپنے مذہب کے ذریعے ادریسؒ سے تعلق اور قرب پیدا کیا اور کہا: حاکم میرے مذہب کی وجہ سے مجھے تلاش کر رہا ہے اور میں اس سے فرار ہو کر آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ یوں اس سے ادریسؒ مانوس ہوئے اور اس سے خاص محبت کرنے لگے۔

یہ فصیح و بلیغ اور فی البدیہہ کلام کرتا تھا۔ یہ بربر کی محفل میں بیٹھ کر لوگوں کو زیدیہ مذہب کے دلائل پیش کرتا اور انھیں اہل بیتؑ کی طرف بلاتا۔ اس وجہ سے اسے ادریسؒ کو اپنی طرف مائل کرنے کا خوب موقع مل گیا۔ ایک دن اس نے فرصت کے لمحات میں ادریسؒ سے کہا: میری جان آپ پر قربان ہو! یہ مشک و عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو کی شیشی ہے جو میں آپ کے لیے عراق سے لایا ہوں کیونکہ عراق میں اس خوشبو سے زیادہ نفیس اور طیب کوئی چیز نہیں ہے۔ ادریسؒ نے اس کی طرف سے اس (زہر آلود) خوشبو کے تحفے کو قبول کیا اور اس خوشبو کو لگا کر سونگھا۔ پھر فوراً سلیمان اپنے ساتھی کے پاس لوٹ گیا۔ اس نے دو گھوڑے سفر کے لیے تیار کر رکھے تھے اور یہ دونوں ان گھوڑوں پر بیٹھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔

زہر کی شدت کی وجہ سے ادریسؒ بے ہوش ہو گئے جبکہ ان کے قریبی ساتھیوں میں سے کسی کو اس ماجرے کا پتا نہ چلا کہ انھیں کیا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے ادریسؒ کے غلام راشد کے پاس پیغام بھیج کر اسے ادریسؒ کی حالت سے آگاہ کیا تو وہ ایک گھنٹے تک ان کا علاج معالجہ کرتا رہا اور اس کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟۔ پھر ادریسؒ کو غشی سے افاقہ ہوا اور وہ سارا دن تکلیف کی شدت سے کراہتے رہے بالآخر رات کو ان کا انتقال ہو گیا۔ جب راشد کو سلیمان کے بارے میں پتا چلا کہ یہ اس کی کارستانی ہے تو راشد ایک جماعت کے ہمراہ ان کی تلاش میں نکل پڑا جب کہ راشد کے علاوہ کوئی سلیمان تک نہ پہنچ سکا اور ان کے باقی ساتھیوں کے گھوڑے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ جب راشد، سلیمان تک پہنچا تو اس نے سلیمان کے سر اور چہرے پر وار کیے اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر لٹک گئیں اور ہتھیلی کی طرف مڑ گئیں۔

یہ درج بالا روایت نوفلی سے مروی ہے۔

علی بن ابراہیم نے محمد بن موسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ ہارون الرشید نے مہدی کے غلام شماخ کو جاسوس بنا کر ادریس کے پاس روانہ کیا۔ یہ ایک طبیب تھا اور اس نے وہاں خود کو شیعہ اور طبیب ظاہر کیا۔ ایک دفعہ ادریسؒ نے اس سے اپنے دانتوں کی شکایت کی تو شماخ نے زہر میں بجھے ہوئے مسواک اسے دیئے۔ جب ادریسؒ نے اس کی ہدایت کے مطابق مسواک کو اپنے دانتوں پر خوب رگڑا تو زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور ان کا گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگا (اور یوں آپ دار فانی سے کوچ کر گئے)۔ اس کے بعد شماخ (ہارون الرشید کا جاسوس) وہاں سے بھاگ کر مصر آ گیا اور مصر سے (ابراہیم) بن اغلب (ہارون الرشید کی طرف سے افریقہ کا عامل) نے ہارون الرشید کی طرف خط لکھ کر ادریسؒ کی موت سے آگاہ کیا تو ہارون الرشید نے شماخ کو مصر کا ایلچی وخبر نویس مقرر کر دیا۔

داؤد بن قاسم جعفری سے منقول ہے کہ سلیمان بن جریر نے ایک بھنی ہوئی زہر آلود مچھلی تحفے کے طور پر ادریسؒ کو بھیجی، جس سے ادریس کی موت واقع ہوئی۔

بنوعباس کے دوستوں میں سے ایک شاعر نے ادریسؒ بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے قتل کا تذکرہ کرتے ہوئے درج ذیل اشعار بیان کیے ہیں:

أتظن یا إدریس أنك مُفلِتٌ	کیدَ الخلیفة أو یقیك فرارُ
فلیدرِ کنك أو تحلّ ببلدة	لا یهتدی فیها إلیك نهارُ
إن السیوف إذا انتضاها سُخطه	طالت و تقصر دونها الأعمار
ملك کأن الموت یتبع امره	حتی یقال تطیعه الأقدار

"اے ادریس! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو خلیفہ کے جال سے بچ نکلے گا یا فرار سے تجھے کوئی فائدہ ہوگا؟ تیرا یہ خیال غلط ہے جس طرح بھی ہو سکا تجھے پکڑ لیا جائے گا یا تجھے موت آ جائے اور اندھیری قبر میں جا چھپے تو اس سے بچ سکتے ہو۔ جب خلیفہ کے غصے کی وجہ سے تلواریں نیام سے باہر نکلتی ہیں تو ان تلواروں کی لمبائی بڑھ جاتی ہے اور ان کے سامنے عمریں کم ہو جاتی ہیں۔ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ گویا موت بھی اس کے حکم کے تابع ہوتی

ہے اور اسی بنا پر اب یہ کہاوت بن گئی ہے کہ تقدیر بھی بادشاہ کے تابع فرمان ہے"۔

ابن عمار کا قول ہے کہ میرے نزدیک یہ اشعار اشجع بن عمرو السلمی کے اشعار سے ملتے جلتے ہیں اور میرے خیال کے مطابق یہ اسی کے اشعار ہیں۔

راویوں کا بیان ہے: سلیمان پر حملہ آور ہونے کے بعد راشد اس علاقے (طنجہ) میں لوٹ آیا، جہاں ادریس رہتے تھے اور انھیں دفن کیا۔ جس وقت ادریسؒ کی وفات ہوئی تو ان کی ایک زوجہ حاملہ تھی اور راشد نے ان کی دیکھ بھال کی۔ یہاں تک کہ اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور راشد نے اس لڑکے کا نام ان کے والد کے نام پر ادریس رکھا۔ نیز یہ کہ ان کی پرورش و نگہداشت کے فرائض بھی مکمل طور پر ادا کیے۔ پھر راشد نے بربریوں کے امور کی باگ ڈور خود سنبھال لی یہاں تک کہ جب یہ لڑکا بڑا ہو گیا تو اسے بربریوں کا بہترین انداز میں حاکم درست بنا دیا۔

ادریسؒ بن عبداللہؒ کا بیٹا شہسوار، دلیر، سخی اور شاعر تھا۔ مؤلف کہتے ہیں: میں ان کے مقام پر ان کا تذکرہ کروں گا ان شاء اللہ!

عبداللہؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ

آپ کو ابن افطس کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کی والدہ اُم سعید بنت سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہیں۔ (مروج الذہب: ج ۲، ص ۲۳۴)

عبداللہ بن حسین بن زید بیان کرتے ہیں: جس شخص نے عبداللہؒ بن حسنؒ بن افطسؒ کو معرکہ فخ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس نے مجھے بتایا کہ معرکہ فخ کے دوران انھوں نے اپنے گلے میں دو تلواریں لٹکا رکھی تھیں اور یہ ان دونوں تلواروں کے ساتھ دشمن سے جنگ کر رہے تھے۔

یحییٰ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن حمزہ سے سنا وہ کہتا ہے: جس شخص نے عبداللہؒ کو معرکہ فخ کے دوران دیکھا تھا، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ فخ کے میدان میں عبداللہؒ بن حسنؒ بن علیؒ سے زیادہ خوب صورت آواز اور لحن کسی کا نہ تھا۔

عبداللہ بن محمد بن عمر سے منقول ہے کہ حسینؑ صاحب فخ نے عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن علیؑ کو یہ وصیت کی کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بعد تمام اُمور آپ کے سپرد ہیں۔

آپ کی شہادت کا تذکرہ

نوفلی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ہارون الرشید ہر وقت اولادِ ابوطالبؑ کی کھوج میں لگا رہتا اور ان کے متعلق کچھ بھی معلوم ہوتا تو اس کے بارے میں استفسار کرتا تھا۔ ایک دن اس نے فضل بن یحییٰ سے پوچھا: کیا تم نے خراسان میں اولادِ ابوطالبؑ میں سے کسی کا تذکرہ سنا ہے؟

فضل بن یحییٰ نے جواب دیا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے اس حوالے سے کافی جستجو کی ہے لیکن ان میں سے میرے سامنے کسی کا کوئی تذکرہ نہ ہوا۔ میں نے صرف ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک جگہ کے متعلق یہ بتاتے ہوئے سنا کہ یہاں پر عبداللہؒ بن حسنؑ بن علیؑ قیام کرتے ہیں اور اس نے مزید کچھ نہیں بتایا۔

ہارون الرشید مدینہ گیا تو عبداللہؒ کو پکڑ کر اس کے سامنے لایا گیا۔ جب انھیں ہارون الرشید کے پاس لے گئے تو ہارون نے ان سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم زیدیوں کو جمع کر رہے ہو اور انھیں اپنے ساتھ (حکومت کے خلاف) خروج کی دعوت دے رہے ہو؟

یہ سن کر عبداللہؒ نے کہا: اے امیر! میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرا خون بہانے سے اجتناب کرو۔ خدا کی قسم! میرا اس گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان زیدیوں میں میرا کوئی ذکر ہوتا ہے۔ جب کہ اس قسم کے تمام لوگ میرے خلاف ہیں۔ میں ایک ایسا شخص ہوں، جس نے مدینہ میں پرورش پائی ہے۔ میں مدینہ کے صحراؤں میں پیدل چلتا ہوں اور شکرا پرندوں (چھوٹی نسل کا باز) کا شکار کرتا ہوں، اس کے علاوہ میرا اور کوئی شغل نہیں۔

ہارون نے کہا: تو نے سچ کہا لیکن میں تمھیں اپنے گھر میں ٹھہرا کر تمھارے اُوپر ایک شخص کو معین کروں گا جو ہر وقت تمھارے ساتھ رہے گا اور تمھارے پاس جو شخص بھی آتا جاتا ہوگا، وہ اس سے مخفی نہیں رہے گا۔ اگر تم حمام میں کوئی تفریح کرنا چاہو تو اس میں تمھیں پوری آزادی ہوگی۔

اس پر عبداللہ نے کہا: اے امیر! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قتل کے درپے نہ ہو۔ خدا کی قسم! اگر تم میرے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گے تو میرے دل میں مختلف طرح کے وسوسے پیدا ہوں گے اور میری عقل جاتی رہے گی۔

لیکن ہارون الرشید نے عبداللہؒ کا یہ عذر قبول نہ کیا اور انھیں قید کر دیا۔ ہارون الرشید یوں ہی حیلے بہانے کرتا رہا یہاں تک کہ عبداللہؒ کا ایک رقعہ ہارون الرشید کے پاس پہنچا تو اسے اپنے مکروفریب اور ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل گیا۔ عبداللہؒ نے قیدِ شدہ ایک رقعہ ہارون الرشید کے پاس روانہ کیا جبکہ اس میں ہر قبیح کلام اور نازیبا الفاظ تحریر تھے۔

جب ہارون نے اسے پڑھا تو پڑھنے کے بعد پھینک دیا اور کہا: اس جوان کا سینہ گھٹن کا شکار ہو چکا ہے، اس لیے یہ خود کو قتل ہونے کے لیے پیش کر رہا ہے لیکن اس کا یہ فعل مجھے اس کے قتل پر نہیں اُبھارتا۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے جعفر بن یحییٰ کو بلا کر حکم دیا کہ عبداللہؒ کو اپنے پاس منتقل کرو اور اس پر قید کے دوران سختیاں کرو۔

اس سے اگلا دن نوروز کا دن تھا تو جعفر بن یحییٰ نے عبداللہؒ کو بلا کر ان کی گردن اُڑا دی اور ان کا سر دھو کر ایک رومال میں لپیٹ دیا۔ پھر ان کے سر کو دیگر تحائف کے ساتھ ہارون الرشید کو بطور تحفہ پیش کیا تو ہارون الرشید نے ان تحائف کو قبول کر لیا۔ جب اس نے رومال ہٹا کر عبداللہؒ کا سر دیکھا تو اسے یہ فعل سخت برا محسوس ہوا اور اس نے جعفر بن یحییٰ سے کہا: تجھ پر وائے ہو، تُو نے اسے کیوں قتل کیا ہے؟

جعفر بن یحییٰ نے جواب دیا: اس نے امیر (ہارون الرشید) کو جو کچھ تحریر کیا تھا میں نے اس کے ردعمل میں اسے قتل کیا ہے۔

ہارون نے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو، تمھارا میری اجازت کے بغیر اسے قتل کرنا، ان کے اس فعل سے زیادہ برا ہے۔ پھر ہارون الرشید نے حکم دیا کہ عبداللہؒ کے غسل و دفن کا انتظام کیا جائے۔

جب ہارون الرشید نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کروانے کا ارادہ کیا تو اس نے مسرور سے کہا: جب تم اسے قتل کرنے لگو تو اسے کہنا، چونکہ تم نے ہارون کے چچا کے بیٹے عبداللہؒ بن حسنؒ کو ہماری اجازت کے بعد قتل کیا تھا، لہٰذا اس کے بدلے میں تمھیں قتل کیا جا رہا ہے۔ پھر مسرور نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کرتے وقت یہی کلمات بیان کیے۔

محمدؒ بن یحییٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت ابراہیم بن طلحہ بن عمر بن عبیداللہ بن معمر التیمی ہے۔
محمدؒ بن یحییٰؒ کو بکار بن عبداللہ زبیری نے قید خانے میں قید کر دیا اور آپ قید کے دوران ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔

عمر بن عثمان زہری سے منقول ہے کہ بکار بن عبداللہ زبیری نے محمدؒ بن یحییٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ کے پاس اس وقت اپنا سپاہی بھیجا، جب وہ سویقہ میں واقع اپنے گھر میں تشریف لائے تا کہ گھر میں ماہِ رمضان کے روزے رکھیں تو یہ سپاہی انھیں گرفتار کر کے قید خانے میں لے گیا۔ جب آپ قید خانے میں تھے تو بکار بن عبداللہ زبیری پے درپے قاصد بھیج کر یہ پیغام بھجواتا رہا کہ ان پر سختی کرو۔ پھر اس نے ایک قاصد کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اس کے بعد ایک دوسرے قاصد نے ان زنجیروں اور بیڑیوں کے وزن کو مزید بڑھانے کا حکم سنایا۔ جب محمدؒ بن یحییٰؒ بن عبداللہؒ نے یہ سب پیغامات سنے تو قاصد کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ تم اپنے حاکم کو جا کر یہ میری طرف سے کہو:

إنّي من القوم الذين تزيدهم قسواً وصبراً شدة الحدثان

"میرا اس قوم سے تعلق ہے جنھیں مصائب و تکالیف کی سختیاں مزید سخت اور صابر بنا دیتی ہیں"۔

آپ کو ایک مدت تک قید خانے میں قید رکھنے کے بعد بکار بن عبداللہ زبیری نے قید خانے سے باہر نکالا اور آپ سے کہا: کون تمھاری ضمانت دے گا؟

آپ نے جواب دیا: حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں کوئی بھی شخص میری ضمانت دے گا تو ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ جس نے امیر (ہارون الرشید) کی نافرمانی کی ہو ہم اس کی ضمانت نہیں لے سکتے۔

یہ سن کر محمدؒ بن یحییٰؒ نے یہ اشعار پڑھے:

وما العود الانابت في أرومة أبي صالح العيدان أن يتقطرا
بنو الصالحين الصالحون ومن يكن لآباء صدق تلقهم حيث سيّرا

"عود (ایک خوشبودار جڑی بوٹی) صرف درخت کی جڑ کے قائم مقام ہو سکتی ہے اور انھوں نے عود سے بطور بخور دھونی دینے سے انکار کر دیا ہے جبکہ نیک و صالح افراد کی اولاد بھی نیک ہوتی ہے۔ جس نے اپنے آباؤ اجداد سے سچائی کا سبق سیکھا ہو، وہ اس سے کیسے چشم پوشی کر سکتے ہیں"۔

اس کے بعد بکار بن عبداللہ زبیری نے آپ کو دوبارہ قید خانے میں بھیج دیا اور آپ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے قید خانے میں ہی انتقال کر گئے۔

حسینؒ بن عبداللہؒ بن اسماعیلؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ

آپ کی والدہ کا نام حمادہ بنت معاویہ بن عبداللہ بن جعفر (طیارؑ) ہے۔

محمد بن علی بن حمزہ سے منقول ہے کہ بکار بن عبداللہ زبیری نے آپ کو اپنی مدینہ کی گورنری کے زمانے میں مدینہ سے گرفتار کر کے سو کوڑے وحشیانہ طریقے سے مروائے اور آپ ان کوڑوں کی مار سے انتقال کر گئے۔

عباسؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے اور آپ کی والدہ کا نام اُمِ سلمہ بنت محمدؒ بن علیؑ بن حسینؑ ہے۔ عبداللہ بن محمد سے منقول ہے کہ عباسؒ بن محمدؒ بن عبداللہ بن علیؑ بن حسینؑ، ہارون کے پاس گئے اور اس سے کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

اسی دوران ہارون الرشید نے کہا: اے بدکردار ماں کے بیٹے!

اس کے جواب میں عباسؒ نے کہا: بدکردار تمھاری ماں ہے جس کے پاس نخاسون (غلاموں اور جانوروں کے تاجر) کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

یہ سن کر ہارون الرشید کا پارہ چڑھ گیا اور اس نے حکم دیا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ جب عباسؒ کو اس کے قریب لایا گیا تو اس نے لوہے کی چھڑی یا ستون سے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ (حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کی کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں اور ان کا نام حمیدہ (خاتون) ہے۔

یحییٰ بن حسن سے مروی ہے کہ اگر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو کسی شخص کے متعلق یہ پتا چلتا کہ وہ ان کو ناپسند کرتا ہے تو آپ اس کے پاس دیناروں کی ایک تھیلی بھیج دیتے تھے اور آپ کی ان تھیلیوں میں دو سو سے تین سو دینار ہوتے تھے جب کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دیناروں والی تھیلیوں کی مثال دی جاتی تھی۔

یحییٰ سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو گالیاں دیتا تھا اور جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھتا اور ان سے سامنا ہوتا تو انھیں اذیت سے دوچار کرتا۔ یہ دیکھ کر آپؑ کے کچھ موالیوں اور شیعوں نے آپؑ سے عرض کیا: آپؑ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپؑ ایک دن گدھے پر سوار ہو کر اس کے کھیتوں کی جانب چل پڑے اور اس شخص کے کھیتوں میں گئے۔ آپؑ نے اپنی گدھی پر سوار ہو کر اس کی کھیتی سے گزرے تو اس نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا: ہماری کھیتی و زراعت کو مت خراب کرو لیکن آپؑ نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ اس کے پاس جا کر سواری سے نیچے اتر آئے۔ آپؑ اس شخص کے ساتھ بیٹھ گئے اور دونوں ہنستے مسکراتے ہوئے گفتگو کرتے رہے۔ آپؑ نے اس سے پوچھا: تم نے اپنی اس کھیتی پر کتنا خرچ کیا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: ایک سو درہم۔

آپؑ نے پوچھا: تم اس سے کتنا منافع کمانے کی اُمید کرتے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا: مجھے یہ معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ پوچھا ہے کہ تمھیں کتنے منافع کی اُمید ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: اس کھیتی سے ایک سو درہم کا منافع ہو جانے کی اُمید ہے۔

پھر آپؑ نے تین سو دینار کی ایک تھیلی نکالی اور اسے بطورِ تحفہ دی۔ پھر آپؑ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور واپس آ گئے۔ جب آپؑ مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوئے تو وہ شخص بھی تیزی سے دوڑتا ہوا آپؑ کے پیچھے مسجدِ نبویؐ میں آیا اور آپؑ کو سلام کرنے کے بعد کہا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

"یقیناً خدا ہی بہتر یہ جانتا ہے کہ اس نے کہاں (کس گھرانے میں) اپنی رسالت کو رکھنا ہے"۔

یہ منظر دیکھ کر آپؑ کے اصحاب نے اس شخص سے تعجب کرتے ہوئے کہا: یہ سب کیا ہے؟ تو اس نے ان لوگوں کو باہمی طور پر بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا جو اُس کے اس فعل پر تعجب کر رہے تھے۔ اس کے بعد جب بھی امام امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس شخص کے پاس جاتے تو وہ باہر نکل کر آپؑ کا استقبال کرتا، آپؑ کو سلام کرتا اور آپؑ کے احترام میں کھڑا ہو جاتا۔

جن لوگوں نے اس شخص کو اس کی ایذا رسانی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو تکالیف سے دوچار کرنے کی وجہ سے امام علیہ السلام سے قتل کی اجازت طلب کی تھی، انھیں امام علیہ السلام نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جو تم لوگ چاہتے تھے، وہ بہتر تھا یا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ بہتر اور کارگر ثابت ہوا۔

عبداللہ مدائنی نے بیان کیا ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے بعض نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جب ہارون الرشید حج کے لیے آیا اور حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے خچر پر سوار ہو کر اس سے ملاقات کی تو فضل بن ربیع نے آپؑ سے کہا: یہ کیسی سواری ہے جس پر سوار ہو کر آپؑ نے امیر (ہارون الرشید) سے ملاقات کی ہے؟ اگر آپؑ اس سواری پر کسی کو پیچھے سے پکڑنے کے لیے تعاقب کریں تو اسے نہیں پکڑ سکیں گے اور اگر اس نے آپ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو آپؑ اس سواری کے ذریعے اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

یہ سن کر آپؑ نے جواب دیا: یہ سواری گھوڑوں کے تکبر و غرور سے نیچے اور گدھوں کی

ذلت و رُسوائی سے بلند ہے اور بہترین اُمور وہی ہوتے ہیں جن میں میانہ روی اختیار کی جائے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری اور قید کا سبب

یحییٰ بن حسن علوی وغیرہ سے منقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا سبب یہ تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے محمد امین کی تعلیم و تربیت کے لیے اسے جعفر بن محمد بن اشعث کے حوالے کر رکھا تھا جب کہ یحییٰ بن خالد بن برمک (یحییٰ برمکی) کو اسی وجہ سے جعفر بن محمد بن اشعث سے حسد پیدا ہو گیا اور اس نے کہا: اگر محمد امین خلیفہ بن گیا تو اُمورِ مملکت میرے اور میری اولاد کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے (اور یہ جعفر کو اپنے مقربین میں رکھے گا) لہٰذا یحییٰ برمکی ان کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔

جعفر بن محمد بن اشعث (اہلِ بیتؑ کی) امامت کا قائل تھا لہٰذا یحییٰ نے ان کے اُمور میں دخل اندازی شروع کر دی، ان کے رازوں کے کھوج میں رہنے لگا اور ان کی باتوں کے متعلق ہارون الرشید کو آگاہ کرنے لگا تاکہ اس کے دل میں ان کی نفرت پیدا کر سکے۔

ایک دن ہارون الرشید نے اپنے بعض قابلِ اعتماد ساتھیوں سے پوچھا: کیا تم لوگ اولادِ ابوطالبؑ سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو مجھے موسیٰ بن جعفرؑ کے تمام ان حالات سے آگاہ کرے جن کو میں جاننا چاہتا ہوں؟ یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید سے کہا: علی بن اسماعیل بن جعفرؑ بن محمدؑ تم کو ان کے حالات سے باخبر کر سکتا ہے۔ پھر یحییٰ بن خالد برمکی نے علی بن اسماعیل کے لیے کچھ مال بھجوایا اور اپنے پاس بغداد آنے کو کہا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے ساتھ کافی پیار و محبت سے پیش آتے اور اس سے صلہ رحمی کرتے تھے شاید وہ اس کے متعلق ان اسرار سے واقف تھے۔ جب علی بن اسماعیل مدینہ سے روانہ ہونے لگا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے بلوا کر پوچھا: اے میرے بھتیجے! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: بغداد جا رہا ہوں۔ آپؑ نے پوچھا: بغداد کیا کرنے جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں مقروض ہوں اور انتہائی تنگدست ہوں اس لیے وہاں جا رہا ہوں تو آپؑ نے فرمایا: میں تمھارا قرض ادا کر دیتا ہوں اور تمھاری ہر ضرورت پوری کرتا ہوں لیکن

علی بن اسماعیل آپ کی اس پیش کش کو نظر انداز کرتے ہوئے بغداد جانے کے لیے آمادۂ سفر ہوا۔

ابوالحسن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے بلوایا اور فرمایا: تو پھر تم بغداد جا رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: جی ہاں! میرا وہاں جانا ضروری ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بھتیجے! غور سے سنو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا۔ پھر آپؑ نے اسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

علی بن اسماعیل مدینہ سے روانہ ہوا اور بغداد میں یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس آیا تو یحییٰ برمکی نے اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تمام حالات دریافت کیے، پھر یہ تمام حالات ہارون الرشید کو بتائے اور اس نے ہارون الرشید کو وہ باتیں بتاتے وقت کچھ باتوں کا اپنی طرف سے اضافہ بھی کر دیا تھا۔

اس کے بعد یحییٰ برمکی، علی بن اسماعیل کو ہارون الرشید کے پاس دربار میں لے گیا اور ہارون نے اس سے اس کے چچا (امام موسیٰ کاظمؑ) کے حالات دریافت کیے تو اس نے تمام حالات سے آگاہ کیا اور مزید یہ بھی کہا کہ مشرق ومغرب سے خراج ان کے پاس آتا ہے اور ان کے حجرے مال سے بھرے ہوئے ہیں۔ نیز انھوں نے تیس ہزار دینار کے عوض ایک جائیداد خریدی ہے اور اس کا نام "یسیرہ" رکھا ہے۔ اس جائیداد کے مالک نے ان سے کہا تھا کہ میرے پاس اتنی مقدار میں مال نقد لاؤ تو میں اس نقد رقم کے عوض آپؑ کو یہ جائیداد بیچوں گا۔ پھر آپؑ نے حکم دیا اور اسی وقت اس جائیداد کے مالک کو تیس ہزار دینار نقد ادا کر دیے گئے۔ جب ہارون الرشید نے اس سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے حوالے سے یہ باتیں سنیں تو اس نے حکم دیا کہ گرد ونواح سے جو مال میرے پاس آتا ہے، اس سے دو لاکھ درہم اسے عطا کیے جائیں۔ پھر اس نے مشرق کی طرف اپنے قاصد روانہ کیے کہ وہ یہ مال لوگوں سے وصول کر کے لائیں۔

ایک دن علی بن اسماعیل بیت الخلاء میں گیا تو اسے پیچش کی شکایت ہونے کی وجہ سے اس کی تمام انتڑیاں باہر نکل کر زمین پر آگریں اور لوگوں نے بہت کوشش کی کہ انھیں واپس

اندر کر دیا جائے لیکن وہ ناکام رہے اور وہ اسی تکلیف کی کیفیت میں گر پڑا۔ ہارون الرشید نے اسے جو مال دینے کا حکم دیا تھا، وہ مال اس وقت اسماعیل کے پاس آیا جب یہ جان کنی (نزاع کی حالت) میں تھا۔ علی بن اسماعیل نے یہ مال دیکھ کر کہا: اب میں اس مال کو کیا کروں گا میں تو موت کا سامنا کر رہا ہوں؟

اسی سال ہارون الرشید نے حج کیا اور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے مدینہ آیا تو اس نے قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں جو کام کرنا چاہ رہا ہوں اس پر آپ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ میں موسیٰؑ ابن جعفرؑ کو قید کرنا چاہ رہا ہوں کیونکہ وہ آپؐ کی اُمت کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کر رہے ہیں اور ان کا ناحق خون بہا رہے ہیں۔

پھر ہارون الرشید نے انھیں گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا تو آپؑ کو مسجد نبویؐ سے گرفتار کر لیا گیا۔ آپؑ کو ہارون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے آپ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں اور اپنے گھر سے دو محمل روانہ کیے (جو گنبد نما خیمے سے ڈھکے ہوئے تھے)۔ ان میں سے ایک میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بٹھایا گیا اور دونوں کے ساتھ گھڑسوار سپاہی روانہ کیے۔ ان میں سے ایک بصرہ کے راستے پر چل پڑا اور دوسرا کوفہ کے راستے پر چل پڑا تا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا معاملہ لوگوں پر مخفی اور مشتبہ رہے۔

ان دونوں میں سے جو محمل بصرہ کی طرف رواں دواں تھا اس میں آپ تشریف فرما تھے۔ ہارون الرشید نے اپنے پیغام رساں کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ انھیں بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالے کرنا کیونکہ اس وقت یہ عیسیٰ بصرہ کا گورنر تھا۔

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس پہنچے تو اس نے آپؑ کو ایک سال قید خانے میں رکھنے کے بعد ہارون الرشید کو یہ خط تحریر کیا:

"انھیں (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) مجھ سے لے کر کسی اور کے حوالے کر دو جسے تمھارا جی چاہتا ہے ورنہ میں انھیں رہا کر دوں گا۔ میں نے ان کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن اس میں ناکام رہا ہوں۔ جب وہ دعا مانگتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ مجھے یا تمھیں

بددعا نہ دے دیں۔ مَیں نے جب بھی انھیں دُعا مانگتے ہوئے دیکھا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات کے لیے رحمت اور مغفرت کے طلب گار ہوتے ہیں"۔

پھر ہارون الرشید نے عیسیٰ بن جعفر بن منصور سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو لے کر فضل بن ربیع کے پاس بغداد میں قید کر دیا اور آپؑ ایک طویل مدت تک فضل بن ربیع کی قید میں رہے۔

ہارون الرشید نے فضل بن ربیع کے ذریعے اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا تو فضل بن ربیع نے انکار کر دیا۔ اس نے فضل بن ربیع کو یہ تحریر کیا کہ انھیں فضل بن یحییٰ کے سپرد کر دو تو فضل بن یحییٰ نے انھیں اپنی تحویل میں لے لیا۔ پھر ہارون نے اس کے ذریعے اپنے ناپاک ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہا لیکن فضل بن یحییٰ نے ایسا کچھ نہ کیا۔

ہارون الرشید کو یہ خبر ملی کہ فضل بن یحییٰ کے پاس (حضرت امام) موسیٰ (کاظمؑ) نہایت ہی آرام و سکون سے ہیں جبکہ اس وقت ہارون خود رقہ میں موجود تھا لہٰذا اس نے فوراً اپنے خادم مسرور کو ایلچی اور ڈاک کا انچارج بنا کر بغداد کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ بغداد پہنچ کر فوراً (حضرت امام) موسیٰ (کاظمؑ) کے پاس جانا اور ان کے حالات دریافت کرنا۔ اگر ہم کو جیسے فضل بن یحییٰ کے متعلق خبر موصول ہوئی ہے، ویسا ہی ہو تو تم میرا یہ خط (حکم کا پروانہ) عباس بن محمد کے حوالے کرنا اور اسے اس حکم کو بجا لانے کی تاکید کرنا۔ پھر میری طرف سے یہ دوسرا خط سندی بن شاہک کے حوالے کرنا اور سندی سے کہنا کہ وہ عباس بن محمد کے حکم کی فرمانبرداری کرے۔

اس کے بعد مسرور بغداد آیا تو وہ سیدھا فضل بن یحییٰ کے گھر گیا جبکہ کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس ارادے سے یہاں پر آیا ہے۔ پھر مسرور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گیا تو اس نے آپؑ کو آرام و سکون کی حالت میں دیکھا جیسا کہ ہارون کو خبر ملی تھی۔ پھر وہ فوراً عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کی طرف چل پڑا اور ان دونوں کو ہارون کے خط پہنچائے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ عباس بن محمد نے قاصد کو فضل بن یحییٰ کی طرف روانہ کیا جو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا فضل کے پاس پہنچا اور اسے اپنے ساتھ سوار کیا جبکہ فضل حیران و پریشان اور خوف کی حالت میں اس کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ جب یہ عباس بن محمد

کے پاس پہنچا تو اس نے کوڑا اور سزا دینے والے افراد کو بلوایا۔ پھر اسے سندی بن شاہک کے حوالے کر دیا اور اس نے فضل کا قمیص اتروا کر اسے سو کوڑے لگوائے۔

فضل بن یحییٰ جس ہیبت اور وقار کے ساتھ اندر گیا تھا، ویسے باہر نہیں نکلا بلکہ اس کا رُعب و دبدبہ جاتا رہا اور وہ باہر نکل کر خود ہی دائیں بائیں موجود لوگوں کو سلام کرتا رہا۔

مسرور نے ہارون الرشید کو خط لکھ کر تمام حالات سے باخبر کیا تو اس نے یہ حکم جاری کیا کہ (حضرت امام) موسیٰ (کاظمؑ) کو سندی بن شاہک کے سپرد کر دیا جائے۔

ایک دن ہارون الرشید اپنے بھرے دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے لوگوں سے کہا: اے لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی اور میری حکم عدولی کی ہے اور میں اس پر لعنت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس پر لعنت کرو۔ پھر ہر طرف سے لوگ اس پر لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ اس پر لعنت سے در و دیوار تک ہلنے لگے۔

جب یحییٰ بن خالد کو یہ خبر ہوئی تو وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر ہارون الرشید کی طرف چل پڑا اور دربار کے اُس دروازے سے اندر داخل نہ ہوا جہاں سے باقی لوگ اندر آتے تھے۔ یہ ہارون الرشید کے پیچھے سے ہوتے ہوئے اس کے پاس یوں آ کر کھڑا ہو گیا کہ اسے محسوس تک نہ ہوا۔ پھر اس نے ہارون سے کہا: اے امیر! میری طرف توجہ کیجیے پھر وہ گھبرا کر اس کی طرف متوجہ ہوا تو یحییٰ بن خالد نے کہا: یقیناً فضل نے (آپ کی حکم عدولی کر کے) ایک نیا کام کیا ہے لیکن تمہارے ارادے کو پورا کرنے کے لیے میں تمہارے لیے کافی ہوں۔ یہ سن کر ہارون کے چہرے پر اطمینان اور خوشی کی لہر دوڑی۔ پھر یحییٰ بن خالد نے ہارون سے کہا: اے امیر! آپ نے فضل پر لعنت کر کے لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت کو کم کر دیا ہے لہٰذا اب آپ اسے معاف کر دیں اور اسے عزت عطا کرتے ہوئے اس کی ذلت و رُسوائی کا ازالہ کر دیں۔

ہارون لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا: فضل نے ایک چیز کے بارے میری نافرمانی کی تھی اور میں نے اس کی وجہ سے اس پر لعنت کی ہے لیکن اب وہ تائب ہو کر دوبارہ میری فرمانبرداری کی طرف لوٹ آیا ہے لہٰذا اب تم لوگ بھی اس سے دوستی اور محبت کا اظہار کرنا۔

یہ سن کر حاضرین نے جواب دیا: ہم ہر اُس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہے اور ہر اُس شخص کے دشمن ہیں جس نے آپ سے دشمنی کی۔ پس اگر اب فضل آپ کے دوستوں میں شامل ہو گیا ہے تو ہم نے بھی اسے اپنا دوست اور محبوب بنا لیا ہے۔

پھر ایک دن یحییٰ بن خالد خود لوگوں کی نقل و حرکت اور اُمور سے آگاہی کے لیے باہر نکل کر بغداد میں پہنچا اور اسے دیکھ کر لوگ مضطرب ہو گئے اور ہر شے میں ایک بھونچال آ گیا جبکہ اس نے یہی ظاہر کیا کہ وہ کساد بازاری کو ختم کرنے اور حکومتی کارندوں کے اعمال و افعال کو دیکھنے کے لیے شہر میں آیا ہے۔

پھر یہ سندی بن شاہک کے پاس گیا اور اسے بلا کر کہا کہ (حضرت) موسیٰ (کاظمؑ) کا کام تمام کر دو۔ پھر سندی نے انھیں ایک چٹائی میں لپیٹ دیا اور ان کے منہ پر بستر بچھانے والے عیسائی ملازمین بیٹھ گئے یوں آپؑ دنیا سے کوچ کر گئے۔ ①

یحییٰ بن خالد نے سندی بن شاہک کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت واقع ہو جانے پر یہ حکم دیا کہ ان کا غلام مشرفۃ المنتصب میں عباس بن محمد کے گھر جا کر انھیں غسل دے تو پھر اس نے آپؑ کو غسل دیا۔ یحییٰ نے ان کے غلام سے کہا کہ وہ مجھے اجازت دے تو میں انھیں اپنے مال سے کفن پہناتا ہوں تو اس نے انکار کر دیا اور کہا: ہم خاندان اہلبیتؑ اپنے مُردوں کو اپنے پاک و طاہر مال سے کفن دیتے ہیں اور میرے پاس میرا کفن موجود ہے۔

آپؑ کی شہادت کے بعد بغداد کے فقہاء اور بزرگ شخصیات کو آپؑ کے پاس لایا گیا۔ ان میں ہیثم بن عدی وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں نے آپؑ کو دیکھا تو انھیں کوئی ایسی علامت نظر نہ آئی جس سے یہ کہا جاتا کہ آپؑ کو حکومت نے شہید کروایا ہے لہٰذا ان لوگوں نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ آپؑ کی وفات طبیعی طور پر ہوئی ہے۔ پھر آپؑ کی میت کو پل بغداد پر رکھ کر یہ صدا لگائی گئی: یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو وفات پا چکے ہیں۔ تمام لوگ آئیں اور

---

① نور الابصار: ص ۱۳۷، شواہد النبوت: ص ۱۹۳ اور ارجح المطالب: ص ۴۵۴ سمیت کئی کتب کے مؤلفین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کو ہارون الرشید نے سندی بن شاہک کے ذریعے زہر دلوایا اور آپؑ اس زہر کی شدت سے تین دن تڑپتے رہے اور تیسرے دن شہید ہو گئے۔ (مترجم)

اپنی آنکھوں سے انھیں اس حالت میں دیکھ لیں تو لوگ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے اور نظریں جما کر آپؑ کے چہرے کو دیکھنے لگے کہ واقعاً آپؑ وفات پا چکے ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں: ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے حضرتِ ابوطالبؑ کی اولاد میں سے ایک شخص سے خبر نقل کی ہے کہ پلِ بغداد پر یہ صدا لگائی گئی:

"یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کے متعلق رافضہ (شیعوں) کو یہ گمان تھا کہ یہ کبھی فوت نہیں ہوں گے لہٰذا لوگو! آؤ اور اپنی آنکھوں سے انھیں دیکھ لو کہ یہ فوت ہو چکے ہیں اور لوگوں نے آ کر دیکھا تو انھیں فوت ہوئے پایا"۔

مذکورہ راویوں سے منقول ہے کہ پھر آپؑ کا جنازہ وہاں سے اُٹھایا گیا اور آپؑ کو قبرستانِ قریش میں دفن کر دیا گیا۔ آپؑ کی قبر مبارک نوفلیوں کے ایک شخص عیسیٰ بن عبداللہ کی قبر کے ساتھ واقع ہے۔

اسحاقؒ بن حسنؒ بن زیدؒ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

محمد بن علی بن حمزہ سے منقول ہے کہ ہارون الرشید نے آپؒ کو قید کر دیا تھا اور آپؒ نے اس کے قید خانے میں ہی وفات پائی۔

محمد امین ابن ہارون الرشید کا دورِ حکومت

محمد امین کا اولادِ ابوطالبؑ کے ساتھ برتاؤ اپنے سابقہ (بنوعباس کے) بادشاہوں کے برعکس تھا۔ اس کی یہ وجہ تھی کہ یہ ہر وقت لہوولعب اور عیش و عشرت میں مشغول رہتا تھا اور پھر اس کے اور (اس کے سوتیلے بھائی) مامون الرشید کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور یہ قتل ہو گیا۔ اس کے دورِ حکومت میں حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے کسی کو قید یا شہید نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کے دورِ حکومت میں اولادِ ابوطالبؑ میں سے کسی نے اس کے خلاف خروج کیا۔

مامون الرشید کے دورِ حکومت میں قتل یا زہر سے شہید ہونے والی اولادِ ابوطالبؑ

محمدؓ بن محمدؓ بن زیدؓ

آپؓ کا نام ونسب یہ ہے: محمدؓ بن محمدؓ بن زیدؓ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کی والدہ فاطمہؓ بنت علیؓ بن جعفرؓ بن اسحاقؓ بن علیؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ ہیں۔ آپؓ نے ابوالسرایا کے زمانے میں خروج کیا تھا۔

مؤلف کہتے ہیں: ہم نے ان افراد کا یہاں پر تذکرہ کیا ہے جو ابوالسرایا کے زمانے میں اور محمد بن ابراہیم کے خروج کے دوران اولادِ ابوطالبؑ میں سے شہید ہوئے ہیں اور ان شہدا کے حالات کی اس قدر ہی تفصیلات بیان کی ہیں جس قدر ان کی ضرورت ہے تاکہ ان تمام کے واقعات میں ہم آہنگی پیدا ہوسکے جبکہ یہ محمدؓ بن محمدؓ بن زیدؓ ان افراد میں سے ہیں جن کے حالات ابوالسرایا کے حالات وواقعات کے ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں۔

حسنؓ بن حسینؓ بن زیدؓ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؓ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ آپؓ هرثمہ اور ابوالسرایا کے درمیان کوفہ کے پُل پر ہونے والی جنگ میں شہید ہوئے۔

حسنؓ بن اسحاقؓ بن علیؓ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؓ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ آپ ابوالسرایا کے ہمراہ معرکہ سوس میں شہید ہوئے جب کہ انھوں نے کوفہ سے خروج کیا تھا۔

محمدؓ بن حسینؓ بن حسنؓ بن علیؓ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؓ کی والدہ کا نام امینہ بنت حمزہ بن منذر بن زبیر ہے۔

آپؑ ابوالسرایا کے زمانے میں یمن میں شہید ہوئے۔

علیؒ بن عبداللہؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ

آپؒ بھی ابوالسرایا کے زمانے میں یمن میں شہید ہوئے۔

ابوالسرایا کے خروج کا سبب

مؤلف بیان کرتے ہیں: اس حوالے سے نصر بن مزاحم اور علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے زیادہ تر روایات منقول ہیں لیکن راویوں نے علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے اتنا ہی نقل کیا ہے جس کی انھوں نے ضرورت محسوس کی ہے کیونکہ علی بن محمد اہل بیتؑ کی امامت کے قائل تھے، اس لیے لوگ ان سے تعصب کی بنا پر ان کی روایت کو جھٹلا دیتے تھے۔ ان کی جن روایات میں اس مذہب کے پیروکاروں کی طرف قبیح اعمال و افعال کی جو نسبت منقول ہے، ایسی روایات زیادہ تر بلکہ تمام تر حکایات ان کے والد سے مذکور ہیں۔

ان کے والد اس وقت بصرہ میں مقیم تھے اور انھیں مذہب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کی حقیقت کا کوئی علم نہ تھا بلکہ انھوں نے عام لوگوں کی زبانی جو جھوٹی اور لغو خبریں سنیں، انھیں تحقیق کیے بغیر اپنی کتاب میں درج کرتے رہے۔ مؤلف کہتے ہیں: میں نے نصر بن مزاحم کی روایات پر اعتماد کیا ہے جب کہ وہ بیان اور نقل کے معیار پر بھی پوری اترتی ہیں۔

راویوں نے محمدؒ بن ابراہیمؒ کے خروج کا سبب ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ محمدؒ بن ابراہیمؒ بن اسماعیلؒ بن ابراہیمؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ جو ابن طباطبا کے نام سے مشہور ہیں اور ابوالسرایا نے یوں خروج کیا: نصر بن شبیب جو حجاج کے ہمراہ حج کے لیے آیا جب کہ وہ شیعیت کا دعوے دار تھا اور جزیرہ میں رہا کرتا تھا۔ جب یہ مدینہ میں آیا تو اس نے اہل بیتؑ کے خاندان سے زندہ بچ جانے والی نمایاں شخصیات کے متعلق دریافت کیا تو ان کے سامنے تین شخصیات کا تذکرہ کیا گیا جو درج ذیل ہیں:

۱- علیؒ بن عبیداللہؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

۲- عبداللہؒ بن موسیٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ

۳-محمدؒ بن ابراہیمؒ بن اسماعیل بن ابراہیمؒ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ۔

ان میں سے علیؒ بن عبداللہؒ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے، ان کے پاس کوئی نہیں جاسکتا تھا اور یہ کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔

عبداللہ بن موسیٰؒ حکومت کو مطلوب تھے اس لیے حکومت ہر وقت ان کی تلاش میں ان کے پیچھے لگی رہتی اور آپ اس ڈر کی وجہ سے کسی کو نہیں ملتے تھے۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ لوگوں سے میل جول رکھتے اور ان سے حکومت کے خلاف قیام کرنے کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔

نصر ابن شبیب آپ کے پاس آیا اور ان کو ان کے خاندان کے شہدا کی شہادت اور لوگوں نے خاندان اہل بیتؑ کے جو حقوق غصب کیے تھے، وہ سب یاد دلائے۔

نصر بن شبیب نے کہا: ان تمام حالات و واقعات کے بعد آپ کب اس ذلت و رسوائی کو کچل ڈالیں گے اور اپنے شیعوں کو اپنے گرد جمع کر کے اپنے حقوق کو ان ظالموں سے چھین لیں گے؟ جب اس حوالے سے بہت زیادہ گفتگو ہوئی تو محمدؒ بن ابراہیمؒ نے اس کی دعوت پر لبیک کہا اور اس سے جزیرہ میں ملاقات کا وعدہ کیا۔

جب تمام حجاج اپنے وطن واپس چلے گئے تو محمدؒ بن ابراہیمؒ نے اپنے اصحاب اور شیعوں کے ہمراہ جزیرہ کی طرف کوچ کیا یہاں تک کہ آپ اپنے وعدے کے مطابق نصر بن شبیب کے پاس پہنچے۔ نصر نے اپنے خاندان اور قبیلے کے افراد کو ان کے پاس اکٹھا کرنے کے بعد ان لوگوں کو محمدؒ بن ابراہیمؒ کی بیعت اور ان کا ساتھ دینے کی پیش کش کی تو ان کے قبیلے کے بعض افراد نے حامی بھر لی اور بعض نے انکار کر دیا۔ جب ان لوگوں میں آپس میں زیادہ اختلاف ہوا تو یہ جوتوں اور چھڑیوں سے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور باہم لڑنے لگے۔ پھر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔

اس کے بعد نصر بن شبیب کا ایک قریبی رشتہ دار جو اس کا چچازاد بھائی تھا، وہ نصر سے تنہائی میں ملا اور اس سے کہا: تم نے اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ یہ کیا ہے؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم نے (ان کے ہمراہ) خروج اور حاکم کے خلاف قیام کیا تو حاکم تمھیں اپنے ارادے

کو پورا کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دے گا؟ نہیں خدا کی قسم! وہ تمھیں آزاد نہیں چھوڑے گا بلکہ تمھارے خلاف اپنا ہر حربہ آزمائے گا اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکے گا۔ اگر تمھارا یہ ساتھی (محمدؐ بن ابراہیمؑ) کامیاب ہو گیا اور یہ شخص عادل ہوا تو اس کے ساتھیوں کے درمیان تم بھی غیر معروف ہو گے اور اگر یہ عادل نہ ہوا تو پھر تمھیں خود کو اور اپنے خاندان والوں کو کسی ایسے امر میں الجھانے کی ضرورت نہیں ہے جس میں ان کے لیے بہتری اور پائیداری نہ ہو؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس شہر کے تمام لوگ آلِ ابوطالبؑ کے دشمن ہیں۔ اگر انھوں نے اس وقت فرمانبرداری و اطاعت کرتے ہوئے تمھاری باتوں پر لبیک کہہ بھی دیا تو یہ لوگ کل تمھیں اس وقت دشمنوں میں چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے جب تمھیں ان کی مدد کی ضرورت ہوگی کیونکہ یہ لوگ اس مقصد میں تمھارا ساتھ دینے سے زیادہ تمھارے ساتھ (فکری و عقائدی) اختلاف رکھتے ہیں۔ پھر اس کے چچازاد نے یہ اشعار پڑھے:

إذا كان لي بالخير في الناس مكرما   وابذل لابن العم نصحي ورأفتي

قلبت له ظهر المِجَنّ ليندما   فإن رَاغَ عن نصحي وخالف مذهبي

"میں اپنے چچازاد کے لیے اپنی نصیحت اور ہمدردی کا اظہار کر رہا ہوں کیونکہ لوگوں میں مجھے اچھائی کے ذریعے عزت و احترام دیا جاتا ہے۔ اگر اس نے میری نصیحت سے منہ پھیر لیا اور میرے بتائے ہوئے راستے کے برعکس چلا تو میں بھی اس سے اپنی دیرینہ محبت کا لحاظ نہ رکھوں گا تا کہ یہ اپنے کیے پر پشیمان ہو"۔

اس شخص نے نصر بن شبیب کی رائے کو بدل دیا اور اس کی نیت و سوچ کو کمزور کر دیا۔ پھر نصر اس بات کی معذرت اور معافی طلب کرنے کے لیے محمدؐ بن ابراہیمؑ کے پاس گیا اور کہا: لوگوں میں آپ (محمدؐ بن ابراہیمؑ) کی ذات پر اختلاف ہے اور یہ لوگ اہلِ بیتؑ سے دُور ہیں اور اگر مجھے ان کی اس سوچ کا علم ہوتا تو میں آپ لوگوں کی نصرت کا وعدہ نہ کرتا۔ نصر نے اشارہ کیا کہ محمدؐ بن ابراہیمؑ کو کچھ مال دے دیا جائے تا کہ یہ ان پانچ ہزار دینار کے ذریعے

خود کو مزید مضبوط کریں۔ نصر کی یہ باتیں سن کر محمدؑ بن ابراہیم وہاں سے غصے کی حالت میں واپس چل پڑے۔

جب آپ واپس حجاز آ رہے تھے تو آپ کی راستے میں بنو ربیعہ بن ذہل بن شیبان کے ایک شخص ابوالسرایا السری سے ملاقات ہوئی۔ یہ حاکم (عباسی خلیفہ مامون الرشید) کے مخالف اور اس سے دشمنی پر کمربستہ تھے۔ آپ شہر کے اردگرد کی بستیوں میں قیام پذیر رہتے اور آپ شہر سے ہٹ کر اس لیے رہتے تھے کیونکہ آپ کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ ابوالسرایا کے ہمراہ ان کے غلام ابوالشوک، سیار اور ابوالہرماس بھی تھے۔

ابوالسرایا کا عقیدہ حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں والا تھا اور آپ پکے شیعہ تھے۔ محمدؑ بن ابراہیمؒ نے ابوالسرایا کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انھوں نے لبیک کہا اور اس سے محمدؑ خوش ہوئے اور کہا: تم فرات کی طرف نکل جاؤ یہاں تک کہ میں کوفہ کے باہر پہنچ جاؤں تو تم بھی کوفہ پہنچ جانا اور پھر ہماری تم سے کوفہ میں ملاقات ہوگی۔

ابوالسرایا نے ایسا ہی کیا اور محمدؑ بن ابراہیمؒ کوفہ میں پہنچ گئے تو وہاں لوگوں کے حالات دریافت کرتے اور اپنی انقلابی تحریک کے لیے تیاریاں کرتے رہے۔ آپ کو جس پر اعتماد و بھروسہ ہوتا اسے اپنے ہدف و مقصد کی طرف بلاتے یہاں تک کہ آپ کے گرد کافی زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ اس دوران ابوالسرایا اور ان کے ہمراہیوں کا انتظار کرتے رہے۔

ایک دن محمدؑ بن ابراہیمؒ کوفہ کے ایک راستے سے گزر رہے تھے تو آپ نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو زمین پر گری ہوئی کھجوروں کو اٹھا کر جمع کر رہی تھی اور انھیں اپنی بوسیدہ چادر میں جمع کر رہی تھی جو اس نے اپنے سر پر کر رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس بڑھیا سے پوچھا: تم ان کھجوروں کو کیوں جمع کر رہی ہو؟ اس بڑھیا نے جواب دیا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے کوئی مرد نہیں ہے جب کہ میری بیٹیاں بھی ہیں اور وہ خود اپنی روزی کا انتظام کرنے کے لیے باہر نہیں نکل سکتیں، لہٰذا میں اس راستے پر آ کر کھانے پینے کی گری ہوئی چیزوں کو اٹھا کر اپنے اور اپنی اولاد کی غذا کا انتظام کرتی ہوں۔

یہ سن کر محمدؑ بن ابراہیمؒ نے بہت گریہ کیا اور کہا: خدا کی قسم! تم اور تمھارے جیسے دیگر

پس ماندہ طبقے مجھے کل ہی اس (ظالم) حکومت کے خلاف خروج کر دینے پر مجبور کر رہے ہیں، یہاں تک کہ میرا خون ناحق بہا دیا جائے۔

آپ نے حکومت کے خلاف قیام کرنے میں بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ ابوالسرایا اپنے وعدے کے مطابق دریا کے راستے سے کوفہ کی طرف آئے (محمدؒ بن ابراہیمؒ اور ابوالسرایا میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ محمدؒ خشکی کے راستے اور ابوالسرایا دریا کے راستے کوفہ کی جانب روانہ ہوں گے اور وہاں دونوں ملیں گے)۔ ابوالسرایا گھڑسواروں کے ہمراہ عین التمر پہنچے جبکہ ان کے ساتھیوں میں کوئی پیادہ نہ تھا۔ وہ نہرین کے راستے سے ہوتے ہوئے نینوا پہنچے اور وہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔

نصر بن مزاحم کہتا ہے: مجھے مدائن کے ایک شخص نے بتایا کہ جب ابوالسرایا (کربلا میں) حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے آئے تو اس رات میں بھی قبر حسینؑ کے پاس موجود تھا اور اس رات ہوا چل رہی تھی، بجلی چمک رہی تھی اور بارش برس رہی تھی۔ اتنے میں کچھ گھڑسوار آگے بڑھے اور وہ اپنے گھوڑوں سے اتر کر پیدل قدموں کے سہارے چلتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب آئے اور آپؑ پر سلام کیا۔ ان میں سے ایک مرد کافی دیر تک آپؑ کی زیارت میں مشغول رہا اور پھر اس نے منصور بن زبرقان نمری کے درج ذیل اشعار بطور تمثیل پڑھے:

نفسی فداء الحسین یوم غدا	إلی المنایا غدو لاقافل
ذاک یوم أنحی بشفرته	علی سنام الاسلام والکاهل
کأنما أنت تعجبین ألا	ینزل بالقوم نقمة العاجل
لا یعجل الله إن عجلت وما	ربک عما ترین بالغافل
مظلومة والنبی والدها	یدیر أرجاء مقلة جافل
إلّا مَسَا عزٌ یغضبون لها	بسلة البیض والقنا الذابل

”میری جان حضرت امام حسینؑ پر قربان ہو، جس دن دشمن حسینؑ پر مصائب و تکالیف آنا شروع ہوں گے تو انھیں کوئی دور نہیں کر سکے گا۔

ان دشمنانِ حسینؑ نے اس دن (روزِ عاشور) اسلام کی کوہان (امام حسینؑ کی ذاتِ مبارکہ) اور گردن کے نیچے کمر کے بالائی حصّے میں اپنا خنجر گھونپا تھا۔ آپ اس پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس (بدبخت) قوم پر جلد عذاب کیوں نازل نہ ہوا۔ اگرچہ آپ کو انھیں عذاب دینے پر جلدی ہے لیکن خدا کو جلدی نہیں ہے اور آپ جو (ان لوگوں کی سرکشی اور ظلم و بربریت) دیکھ رہے ہیں خدا اس سے غافل نہیں ہے۔ اس مظلومہ بی بی کے والد گرامی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (حضرت محمدؐ) ہیں۔ آگاہ رہو کہ جنگ کی آگ کو گرمانے والے افراد نبیؐ کی بیٹی کی مظلومیت کی وجہ سے انتہائی غضب ناک ہیں جبکہ ان کی تلواریں اور باریک نیزے (ظالموں سے ان کے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے) تیار ہیں"۔

وہ شخص کہتا ہے کہ پھر اس مرد نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

مَیں نے جواب دیا: میں مدائن کے کسانوں میں سے ہوں۔

اس نے کہا: سبحان اللہ! ایک دوست اپنے دوست اور آقا و مولا کی زیارت کا اسی طرح مشتاق ہوتا ہے جیسے اُونٹنی اپنے دودھ پیتے بچے کی مشتاق ہوتی ہے اور اس سے لگاؤ رکھتی ہے۔ اے شیخ! یہ ایسا مقام و مشہد ہے جہاں تمھیں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر اور اس کے اجرِ عظیم کا طلب گار ہونا چاہیے۔

پھر وہ شخص (ابوالسرایا) وہاں سے تیزی سے اُٹھا اور کہا: زیدیوں میں سے جو یہاں پر موجود ہیں وہ میری طرف بڑھیں تو لوگوں کے کئی گروہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ جب وہ لوگ ان کے قریب ہوئے تو آپ نے ایک طولانی خطبہ دیا جس میں اہلِ بیتؑ کے فضائل اور صفات کا تذکرہ کیا اور اُمت نے ان کے ساتھ جو سلوک اور ظلم روا رکھا ہے، اسے بیان کیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا: "اے لوگو! تم لوگ امام علیہ السلام کے دور میں موجود نہیں تھے اس لیے ان کی مدد نہ کر سکے لیکن اب ان کے اہلِ بیتؑ کے خاندان کے

جس فرد کو (ظلم کے خلاف قیام کرتے ہوئے) پایا ہے، اس کا ساتھ کیوں نہیں دیتے ہو اور اس سے پیچھے کیوں ہو؟ وہ کل اپنے مقتولین کے خون کا انتقام اپنا حق لینے، اپنے آباء و اجداد کی وراثت کو پانے اور دین خدا کو قائم کرنے کے لیے قیام کر رہا ہے، تمھیں کس شے نے ان کی مدد و نصرت سے روک رکھا ہے؟ میں اسی وقت اللہ کے امر کو قائم کرنے، اس کے دین کا دفاع اور اہل بیتؑ کی نصرت کرنے کے لیے سیدھا کوفہ جا رہا ہوں۔ پس! تم میں سے جو شخص اس (محمدؒ بن ابراہیمؒ) کا ان مقاصد کی خاطر ساتھ دینے پر آمادہ ہے وہ میرے ساتھ ملحق ہو جائے"۔

اس کے بعد ابوالسرایا فوراً اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کربلا سے کوفہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔

ابوالسرایا نے جس دن محمدؒ بن ابراہیمؒ سے کوفہ میں ملنے کا وعدہ کیا تھا، اسی دن محمدؒ بن ابراہیمؒ نے خروج کر دیا اور خود کو منظر عام پر لائے اور کوفہ کے باہر ظاہر ہوئے۔ اس وقت کوفہ کے باہر آپ کے ہمراہ علیؒ بن عبیداللہؒ بن حسینؒ بن علیؑ بن حسینؑ اور کوفہ کے دیگر لوگ ٹڈیوں کی طرح بکثرت بکھرے ہوئے تھے لیکن یہ لوگ منظم اور طاقتور نہ تھے جب کہ ان کے ہاتھوں میں چھڑیوں، چھریوں اور اینٹوں کے سوا کوئی اور اسلحہ نہ تھا۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ اور ان کے ہمراہ کافی دیر تک ابوالسرایا کا پُرامید ہو کر انتظار کرتے رہے۔ جب انھیں دُور دُور تک ان کا کوئی نشان نظر نہ آیا تو ان کے آنے سے مایوس ہو گئے۔ بعض کوفی انھیں گالیاں دینے لگے اور محمدؒ بن ابراہیمؒ کو ابوالسرایا سے مدد طلب کرنے پر ملامت کرتے رہے۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ بھی ان کی تاخیر سے غمگین ہو گئے جب کہ ابھی یہ لوگ اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ نہر کے اس کنارے کی طرف سے پیلے رنگ کے دو پرچم ظاہر ہوئے جو کنارہ پانی کے بہاؤ کی وجہ سے نشیب میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگے، نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ان لوگوں کو دیکھنے لگے جبکہ یہ ابوالسرایا اور ان کے ساتھی تھے۔

جب ابوالسرایا نے محمدؒ بن ابراہیمؒ کو دیکھا تو وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑے اور پیادہ چلتے ہوئے ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پاس پہنچ کر انھیں گلے سے لگایا اور پھر محمدؒ سے

کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپ یہاں پر کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ آپ کوفہ شہر میں داخل ہو جائیں آپ کو شہر میں داخل ہونے سے کوئی نہیں روکے گا۔

اس کے بعد محمدؒ کوفہ میں داخل ہوئے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے انھیں آلِ محمدؐ کی خوشنودی کی خاطر اپنی بیعت کی دعوت دی۔ آپ نے ان لوگوں کو کتابِ خدا، سنتِ رسولؐ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور قرآن مجید کے مطابق عمل کرنے کی طرف بلایا۔ پھر کوفہ کے تمام لوگوں نے بڑھ چڑھ کر ان کی بیعت کی۔ کوفہ میں جس مقام پر آپ کی بیعت کا انعقاد ہوا تھا، وہ "قصر الضرتین" کے نام سے معروف ہے۔

سعید بن خیثم بن معمر سے منقول ہے کہ میں نے زیدؒ بن علیؑ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انھوں نے کہا: ہمارے خاندان میں سے ایک شخص کی ۱۰ جمادی الاول ۱۹۹ھ کو قصر الضرتین کے مقام پر لوگ بیعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فرشتوں پر فخر و مباہات کرے گا۔

حسن بن حسین کہتے ہیں: جب میں نے اس بات کی خبر محمدؒ بن ابراہیمؒ کو دی تو وہ گریہ کرنے لگے: جابر جعفی نے ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) نے فرمایا: اے کوفہ والو! تمھاری ان لکڑیوں پر کھڑے ہو کر ہم اہلِ بیتؑ کے خاندان میں سے ایک مرد جمادی الاوّل ۱۹۹ھ میں خطاب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد کے ذریعے فرشتوں پر فخر و مباہات کرے گا۔

عمر بن شبہ کی سے بھی درج بالا مذکورہ روایت منقول ہے۔

اب ہم دوبارہ ابوالسرایا کے حالات کی طرف لوٹتے ہیں۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ نے فضل بن عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس اپنا قاصد بھیجا تاکہ اسے میری بیعت کی طرف بلائے اور ان سے اسلحہ اور طاقت میں مدد طلب کرے۔ اس قاصد نے وہاں پر یہ دیکھا کہ فضل بن عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ کوفہ سے نکل چکا ہے جب کہ اس نے گھر کے گرد ایک خندق کھود رکھی ہے اور اس کے غلام اسلحہ کے ہمراہ جنگ کے لیے تیار کھڑے ہیں۔

قاصد نے واپس آ کر محمدؒ کو تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا تو انھوں نے ابوالسرایا کو یہ حکم دے کر ان لوگوں کی طرف بھیجا کہ انھیں بیعت کی دعوت دیں اور ان سے جنگ

کرنے میں پہل نہ کریں۔

جب ابوالسرایا اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو کوفہ کے لوگ بھی بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح ان کے پیچھے چل پڑے۔ ابوالسرایا نے ان لوگوں کو محمدؒ کی بیعت و اطاعت کی دعوت دی لیکن انھوں نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور جواب دینا بھی گوارا نہ کیا جب کہ ابوالسرایا کے ساتھیوں پر باڑ کے پیچھے سے تیر اندازوں نے تیر برسائے جس سے ان کے ساتھیوں میں سے ایک مرد قتل یا زخمی ہو گیا۔ پھر ابوالسرایا، محمدؒ بن ابراہیمؒ کے پاس واپس آئے اور انھیں تمام ماجرا سنایا تو محمدؒ نے انھیں ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس حفاظتی باڑ کے اوپر، دو برجیوں کے درمیان ایک سیاہ فام نوکر کھڑے ہو کر تیر برسا رہا تھا، جس کے تیر کا کوئی نشانہ خطا نہیں جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ابوالسرایا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے تیر مار کر ڈھیر کر دے تو ان کے غلام نے اسے تیر مارا جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیوست ہو گیا اور وہ سیاہ فام نوکر زمین پر سر کے بل آ گرا اور مر گیا۔ اس کے بعد فضل بن عباس کے دیگر غلام بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے کوئی وہاں پر باقی نہ رہا۔

جب دروازہ کھول کر ابوالسرایا کے ساتھی فضل بن عباس کے گھر میں داخل ہوئے تو گھر کو لوٹنا اور اس سے قیمتی سامان کو باہر نکالنا شروع کر دیا۔ جب ابوالسرایا نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو انھیں متنبہ کیا اور سب کو وہاں سے کسی قسم کی کوئی چیز باہر لے جانے سے روک دیا یہاں تک کہ ان کے پاس جو کچھ تھا، وہ بھی ان سے واپس لے لیا گیا اور ان کی جامہ تلاشی لی گئی۔ پھر وہ لوٹ مار کرنے سے رُک گئے۔

فضل بن عباس کوفہ سے فرار ہو کر سیدھا حسن بن سہل[1] کے پاس گیا اور اسے اپنی ذلت و رُسوائی کی داستان شکوے کے انداز میں سنائی تو اس نے اس کی مدد اور پشت پناہی کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو بلایا اور اس کو کئی افراد اور مال دے کر کہا کہ وہ اسی وقت ابوالسرایا کی طرف کوچ کرے اور یہاں سے سیدھا کوفہ جائے اور راستے میں کہیں قیام نہ کرے۔ (تاریخ طبری: ج ۱۰، ص ۲۲۷)

---

[1] یہ فضل بن سہل کا بھائی اور عراق کا والی عام تھا۔ (مترجم)

موت سے بچنے کے لیے فرار اختیار کرے گا موت اس کو چاروں طرف سے گھیر لے گی، پھر انھوں نے یہ شعر پڑھا:

من لم یمت عبطة یمت هرمًا

الموت کأس والمرء ذائقها

ان دنوں محمدؒ بن ابراہیمؒ بیمار تھے اور اسی بیماری کے سبب آپ کی وفات ہوئی۔ حسن بن سہل علم النجوم سے راہ نمائی لیتا تھا، جب اس نے محمدؒ کے ستارے کو (اپنے علم نجوم کے قواعد کے مطابق) دیکھا تو اسے چلتے ہوئے دیکھا لہٰذا پھر فوراً ان کی تلاش کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو

"جو شخص بہ حالت تندرستی و جوانی میں نہیں مرے گا وہ بڑھاپے میں تو بہر حال مرے گا۔ موت شراب کا ایک پیالہ ہے اور انسان اس کا ذائقہ چکھنے والا ہے"۔

ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں: یہ حسن بن ہذیل، حسین صاحب فخ کے ساتھی ہیں اور انھوں نے حسینؑ سے روایات کو نقل کیا ہے۔

پھر بغداد والوں کے لشکر میں سے ایک شخص میدان میں آیا جس نے زرہ پہن رکھی تھی اور جنگی اسلحہ لگا رکھا تھا۔ اس نے میدان میں آ کر کوفہ والوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہا: ہم تمھاری عورتوں سے زنا کریں گے اور ہم تمھارے ساتھ بدکرداری کریں گے۔

اس کی یہ غلیظ گفتگو سن کر دواذار (باب الکوفہ کے قریب ایک گاؤں) کا ایک مرد اس کی طرف مقابلے کے لیے نکلا، جس نے سرخ پاجامہ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ اس نے خود کو دریائے فرات میں گرا دیا اور تھوڑی دیر تیرنے کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے قریب جا کر اس نے اپنی زرہ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا اور اسے زمین پر پچھاڑ دیا۔ پھر چھری سے اس کی گردن پر وار کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔ یہ اسے قتل کرنے کے بعد ایک دفعہ اس کی ٹانگ اوپر کرتا پھر نیچے کرتا اور یوں ہی اسے گھسیٹتے ہوئے کوفہ والوں کی طرف لے گیا۔ اسے قتل پا کر کوفہ کے لوگوں نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، ان کی دعاؤں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

(کوفہ والوں کے لشکر سے) اشعث بن قیس کی نسل میں سے ایک شخص باہر نکلا اور بغداد والوں کی طرف روانہ ہوا اور اپنے مقابلے کے لیے بہادر طلب کیا۔ بغداد والوں کی طرف سے ایک شخص اس کے مقابلے پر آیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر تیسرا آیا تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا یہاں تک کہ اس نے کئی افراد کو قتل کیا۔

ابوالسرایا اس کے پاس میدان میں گئے تو اس کی سرزنش کی اور کہا: تمھیں میدان میں آ کر للکارنے کا کس نے کہا تھا؟ تم واپس چلے جاؤ تو وہ واپس چلا گیا۔ اس نے اپنی تلوار کو مٹی

کرنے میں پہل نہ کریں۔

جب ابوالسرایا اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو کوفہ کے لوگ بھی بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح ان کے پیچھے چل پڑے۔ ابوالسرایا نے ان لوگوں کو محمدؒ کی بیعت و اطاعت کی دعوت دی لیکن انھوں نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور جواب دینا بھی گوارا نہ کیا جب کہ ابوالسرایا کے ساتھیوں پر باڑ کے پیچھے سے تیر اندازوں نے تیر برسائے جس سے ان کے ساتھیوں میں سے ایک مرد قتل یا زخمی ہو گیا۔ پھر ابوالسرایا، محمدؒ بن ابراہیمؒ کے پاس واپس آئے اور انھیں تمام ماجرا سنایا تو محمدؒ نے انھیں ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس حفاظتی باڑ کے اُوپر دو برجیوں کے درمیان ایک سیاہ فام نوکر کھڑے ہو کر تیر برسا رہا تھا، جس کے تیر کا کوئی نشانہ خطا نہیں جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ابوالسرایا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے تیر مار کر ڈھیر کر دے تو ان کے غلام نے اسے تیر مارا جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیوست ہو گیا اور وہ سیاہ فام نوکر زمین پر سر کے بل آ گرا اور مر گیا۔ اس کے بعد فضل بن عباس کے دیگر غلام بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے کوئی وہاں پر باقی نہ رہا۔

جب دروازہ کھول کر ابوالسرایا کے ساتھی فضل بن عباس کے گھر میں داخل ہوئے تو گھر کو لوٹنا اور اس سے قیمتی سامان کو باہر نکالنا شروع کر دیا۔ جب ابوالسرایا نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو انھیں متنبہ کیا اور سب کو وہاں سے کسی قسم کی کوئی چیز باہر لے جانے سے روک دیا یہاں تک کہ ان کے پاس جو کچھ تھا، وہ بھی ان سے واپس لے لیا گیا اور ان کی جامہ تلاشی لی گئی۔ پھر وہ لوٹ مار کرنے سے رُک گئے۔

فضل بن عباس کوفہ سے فرار ہو کر سیدھا حسن بن سہل [1] کے پاس گیا اور اسے اپنی ذلت و رُسوائی کی داستان شکوے کے انداز میں سنائی تو اس نے اس کی مدد اور پشت پناہی کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو بلایا اور اس کو کئی افراد اور مال دے کر کہا کہ وہ اسی وقت ابوالسرایا کی طرف کوچ کرے اور یہاں سے سیدھا کوفہ جائے اور راستے میں کہیں قیام نہ کرے۔ (تاریخ طبری: ج ۱۰، ص ۲۲۷)

---

[1] یہ فضل بن سہل کا بھائی اور عراق کا والی عام تھا۔ (مترجم)

ان دنوں محمدؒ بن ابراہیم بیمار تھے اور اسی بیماری کے سبب آپ کی وفات ہوئی۔ حسن بن سہل علم النجوم سے راہ نمائی لیتا تھا، جب اس نے محمدؒ کے ستارے کو (اپنے علمِ نجوم کے قواعد کے مطابق) دیکھا تو اسے بجھتے ہوئے دیکھا لہٰذا یہ فوراً ان کی تلاش کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو دیکھنے کے لیے بیتاب ہوا اور اسی وجہ سے اپنے لشکر کے اُمور سے غافل ہو گیا۔

زہیر بن مسیب چلتے ہوئے قصر ابن ہبیرہ پہنچا اور وہاں جا کر قیام کیا۔ اس نے اپنے بیٹے ازہر بن زہیر کو لشکر کے اگلے حصے کا سردار متعین کیا اور سوقِ اسد میں جا کر قیام کیا۔

ابوالسرایا عصر کے وقت کوفہ سے ان کے مقابلے کے لیے نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے سوقِ اسد میں ازہر بن زُہیر کی لشکرگاہ تک جا پہنچے اور ان پر ہجوم کر دیا اور اس کے لشکر کو پیس کر رکھ دیا۔ ازہر بن زُہیر کے لشکر کے اکثر افراد قتل ہو گئے اور ان کی سواری کے جانوروں اور اسلحے کو مالِ غنیمت کے طور پر اپنے قبضے میں لے لیا گیا۔ اس کے لشکر کے زندہ بچ جانے والے افراد رات کی تاریکی میں شکست خوردہ حالت میں تتر بتر ہو گئے یہاں تک کہ جب یہ خبر قصر ابن ہبیرہ میں زُہیر بن مسیب کو ملی تو وہ اس بات پر سخت غضب ناک ہوا۔

ازہر بن زُہیر کے لشکر کو ناکوں چنے چبوانے کے بعد ابوالسرایا واپس کوفہ لوٹ گئے۔ اُدھر زُہیر بن مسیب آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور اسے حسن بن سہل کا حکم یاد آیا کہ وہ کوفہ کے علاوہ کہیں قیام نہ کرے۔ پھر یہ چلتا رہا یہاں تک کہ قنطرہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔

ابوالسرایا نے بھی اپنے ساتھیوں کو ان کے مقابلے کے لیے نکلنے کا حکم دیا تو یہ لوگ کوفہ سے قنطرہ انتہائی سرد رات میں زُہیر کے مقابلے پر آ گئے۔ ان لوگوں نے قنطرہ میں آگ روشن کی تاکہ اس سے خود کو گرم رکھ سکیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول رہے۔ ابوالسرایا ان کے ان نیک اعمال سے سکون و اطمینان محسوس کر رہے تھے اور انھیں ان اعمال کے ساتھ جنگ پر بھی برانگیختہ کر رہے تھے۔

بغداد کے لوگ (زُہیر کے لشکر والے) کوفہ والوں کو چھیڑتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

"کوفیو! اپنی عورتوں، بہنوں اور بیٹیوں کو گناہ کے لیے آراستہ کرو۔ خدا کی قسم! ہم ان کے ساتھ اس طرح اس طرح کریں گے"۔

یہ لوگ اشاروں سے نہیں بلکہ واضح طور پر بدگوئی اور غلیظ گفتگو کر رہے تھے۔ اس کے جواب میں ابوالسرایا نے انھیں کہا: اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور توبہ کرو اور اس سے اپنے گناہوں کی بخشش اور مدد طلب کرو۔

یہ (ابوالسرایا کے لشکر والے) لوگ پوری رات اپنی حفاظت کرتے رہے تا کہ دشمن رات کی تاریکی میں حملہ آور نہ ہو یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو ابوالسرایا اپنے لشکر کے درمیان جا کر کھڑے ہوئے جبکہ ان کے لشکر والوں کی زرہ، تلواروں کی چمک سے روشن تھیں اور وہ اچھی طرح جنگ کے لیے تیار تھے جبکہ آسمانی بجلی کی طرح جنگ کے طبل اور نقارہ بج رہے تھے۔ ابوالسرایا نے اپنے لشکر والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے کوفہ والو! اپنی نیتوں کو درست اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لو اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کرو اور اپنی طاقت و قوت کو اس کی طرف پھیر دو اور قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ جو اشعار پڑھنا چاہتا ہے وہ عنترہ عبسی کے اشعار پڑھے"۔

راوی کہتا ہے کہ اس دوران حسن بن ہذیل ہمارے قریب سے گزرے تو وہ لوگوں سے یہ کہہ رہے تھے:

"اے زیدیو! یہ وہ مقام ہے جہاں قدم لڑکھڑا جاتے اور اعمال زائل ہو جاتے ہیں۔ خوش بخت ہے وہ انسان جو اپنے دین کے حصار میں رہے اور ہدایت یافتہ ہے وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت و اولاد کی حفاظت کی۔ آگاہ رہو کہ موت کا ایک وقت معین ہے اور دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ جو شخص موت سے بچنے کے لیے فرار اختیار کرے گا موت اس کو چاروں طرف سے گھیر لے گی، پھر انھوں نے یہ شعر پڑھا:

من لم یمت عبطة یمت ھرمًا

الموت کأس والمرء ذائقھا

"جو شخص بہ حالت تندرستی و جوانی میں نہیں مرے گا وہ بڑھاپے میں تو
بہر حال مرے گا۔ موت شراب کا ایک پیالہ ہے اور انسان اس کا ذائقہ
چکھنے والا ہے"۔

ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں: یہ حسن بن ہذیل، حسینؑ صاحب فخ کے ساتھی ہیں اور انھوں نے حسینؑ سے روایات کو نقل کیا ہے۔

پھر بغداد والوں کے لشکر میں سے ایک شخص میدان میں آیا جس نے زرہ پہن رکھی تھی اور جنگی اسلحہ لگا رکھا تھا۔ اس نے میدان میں آ کر کوفہ والوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہا: ہم تمھاری عورتوں سے زنا کریں گے اور ہم تمھارے ساتھ بدکرداری کریں گے۔

اس کی یہ غلیظ گفتگو سن کر دوازہر (باب الکوفہ کے قریب ایک گاؤں) کا ایک مرد اس کی طرف مقابلے کے لیے نکلا، جس نے سرخ پاجامہ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ اس نے خود کو دریائے فرات میں گرا دیا اور تھوڑی دیر تیرنے کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے قریب جا کر اس نے اپنی زرہ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا اور اسے زمین پر پچھاڑ دیا۔ پھر چھری سے اس کی گردن پر وار کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔ یہ اسے قتل کرنے کے بعد ایک دفعہ اس کی ٹانگ اُوپر کرتا پھر نیچے کرتا اور یوں ہی اسے کھینچتے ہوئے کوفہ والوں کی طرف لے گیا۔ اسے قتل پا کر کوفہ کے لوگوں نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، ان کی دُعاؤں کی آوازیں بلند ہوئیں۔

(کوفہ والوں کے لشکر سے) اشعث بن قیس کی نسل میں سے ایک شخص باہر نکلا اور بغداد والوں کی طرف روانہ ہوا اور اپنے مقابلے کے لیے بہادر طلب کیا۔ بغداد والوں کی طرف سے ایک شخص اس کے مقابلے پر آیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر تیسرا آیا تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا یہاں تک کہ اس نے کئی افراد کو قتل کیا۔

ابوالسرایا اس کے پاس میدان میں گئے تو اس کی سرزنش کی اور کہا: تمھیں میدان میں آ کر للکارنے کا کس نے کہا تھا؟ تم واپس چلے جاؤ تو وہ واپس چلا گیا۔ اس نے اپنی تلوار کو مٹی

سے صاف کیا، اسے نیام میں ڈالا اور اپنے گھوڑے کو واپسی کے لیے موڑا پھر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابوالسرایا کے ہمراہ کسی جنگ میں شریک نہ ہوا۔

ابوالسرایا کافی دیر تک قطرہ کے مقام پر کھڑے رہے۔ اتنے میں اہل بغداد میں سے ایک شخص اپنے لشکر سے باہر نکلا اور انھیں غلیظ، زنازادہ ہونے کی گالیاں دینے لگا لیکن ابوالسرایا اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہے اور وہاں سے حرکت نہ کی۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر تک اس سے بے اعتنائی برتی تاکہ یہ واپس چلا جائے لیکن جب وہ اپنی قبیح حرکت پر مصر رہا تو آپ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر ان بغداد والوں کے لشکر پر ایسا حملہ کیا کہ ان کے لشکر کے پیچھے سے باہر نکل گئے اور پھر ان پر پیچھے سے حملہ کر کے دوبارہ اسی جگہ پر واپس آ گئے جہاں سے حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ آپ اس جگہ پر آ کر کھڑے ہو گئے اور آپ اس شجاعت پر فخر کر رہے تھے جب کہ اس وقت خون کے قطرے آپ کی زرہ سے ٹپک رہے تھے۔

پھر آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور اپنے ساتھیوں میں سے کچھ افراد اسے دیتے ہوئے یہ حکم دیا کہ وہ دشمن کے لشکر کے پیچھے چلا جائے اور وہاں سے ان پر حملہ آور ہو۔ پھر یہ غلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لشکر کے پیچھے کی طرف نکل گیا تاکہ وہاں سے ان پر حملہ آور ہو سکے جبکہ ابوالسرایا قطرہ پر اپنے سیاہ و سفید نشانات والے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنے نیزے سے ٹیک لگاتے ہوئے گھوڑے کی پشت پر ہی سو گئے جبکہ کوفہ والے زہیر کے لشکر کے غلط تصرفات دیکھ کر چیخ و پکار کر رہے تھے۔ زہیر کا لشکر انھیں دھمکیاں اور برے انجام سے دوچار کرنے کی دھمکیاں سنا رہا تھا جبکہ کوئی تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کر رہے تھے تاکہ ابوالسرایا ان کی آوازیں سن کر بیدار ہو جائیں۔

جب ابوالسرایا بیدار ہوئے تو انھوں نے ان آوازوں کو سن کر یہ سمجھا کہ میں نے جو دستہ دشمن کے لشکر کی پچھلی طرف روانہ کیا ہے جو گھات لگا کر انھیں اپنا نشانہ بنائے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے لہٰذا آپ نے اپنے گھوڑے سے چلاتے ہوئے کہا: جنگ کرو۔ پھر اپنے گھوڑے کو دشمن کی طرف موڑا اور دشمن پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر آپ

نے اس کمین گاہ کی طرف اشارہ کیا جہاں اپنے غلام کو ساتھیوں کے ہمراہ بھیجا تھا اور کوفیوں کو بلند آواز میں کہا: دشمن پر حملہ کردو۔ پھر خود بھی دشمن پر حملہ آور ہوئے تو کوفہ کے لوگ بھی آپ کے پیچھے حملہ آور ہو گئے اور زہیر کا کوئی ساتھی اس حملے کی زد سے نہ بچ سکا۔

ابوالسرایا اور ان کا غلام سیار لشکر میں گڈمڈ ہو گئے جب کہ آپ کے پیچھے کوفہ کے لوگ بھی تھے۔ آپ نے اپنے غلام کو چلاتے ہوئے کہا: اے سیار! تجھ پر وائے ہو کیا تم مجھے نہیں دیکھ رہے ہو۔ پھر سیار نے زہیر کے لشکر کے علم بردار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور علم نیچے زمین پر آ گرا تو اس کے لشکر کے افراد پسپا ہو گئے۔

ابوالسرایا اور ان کے ساتھی ان پسپا ہونے والوں کے تعاقب میں نکلے اور ان سے کہا: تم میں سے جو شخص اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے گا، وہ امان میں ہوگا۔

یہ سن کر وہ لوگ گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے جبکہ ابوالسرایا کے ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے اور انھوں نے ان کا "شاہی" کے مقام سے آگے تک تعاقب کیا۔ یہ دیکھ کر زہیر بن مسیب نے ابوالسرایا کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تجھ پر افسوس ہے! کیا تم ہمیں اس سے بھی زیادہ شکست و پسپائی سے دوچار کرنا چاہتے ہو؟ تم کہاں تک ہمارا تعاقب کرو گے؟ یہ سن کر ابوالسرایا واپس لوٹ آئے اور انھیں چھوڑ دیا۔

اس معرکہ میں کوفیوں کو اس قدر مال غنیمت ملا کہ اس سے پہلے کبھی کسی کے ہاتھ اتنا مال غنیمت نہیں لگا۔ کوفی زہیر بن مسیب کی لشکرگاہ اور کیمپ میں گئے جہاں کھانا تیار حالت میں رکھا تھا جب کہ ابوالسرایا نے انھیں قسم دی کہ سب لوگ مسجد کوفہ میں دوپہر کا کھانا کھائیں گے مگر پھر وہ کھانا کھانے لگے اور اسلحہ و دیگر مال و اسباب لوٹنے لگے۔ کیوں کہ اس وقت وہ سخت بھوک سے دوچار تھے۔

زہیر بن مسیب پسپا ہونے کے بعد سیدھا بغداد آیا اور چھپ چھپا کر بغداد میں داخل ہوا۔ جب حسن بن سہل کو اس کی شکست کی خبر ملی تو اس نے زہیر کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب زہیر اس کے سامنے آیا تو اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک راڈ تھا جو اس نے اسے دے مارا اور زہیر کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ پھر دربار میں موجود افراد کو مخاطب کرتے ہوئے حسن بن سہل نے

کہا: اسے باہر نکالو تاکہ میں اس کی گردن اُڑا دوں تو باقی لوگوں نے اسے معاف کر دینے کی سفارش کی جب کہ وہ اس کے خلاف مسلسل باتیں کرتا رہا بالآخر اسے معاف کر دیا گیا۔

جب ابوالسرایا کوفہ میں داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ بہت زیادہ قیدی اور مقتولوں کے سر تھے جو نیزوں پر بلند تھے جب کہ ان قیدیوں کو گھوڑوں کی گردنوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ کوفہ کے جو لوگ ان کے ہمراہ تھے، وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ اس بات پر انتہائی مسرور تھے کہ انھیں بہت بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔

حسن بن سہل اور عباسی خاندان کے جو افراد اس کے پاس موجود تھے، انھیں زُہیر کے لشکر کی پسپائی کا انتہائی صدمہ ہوا۔ اب اس نے ان کا کوئی دیرپا انتظام کرنے کا سوچا لہٰذا حسن بن سہل نے عبدوس بن عبدالصمد کو بلایا اور اس کو ایک ہزار گھڑسوار اور تین ہزار پیادہ افراد کی فوج دی اور اس پر خوب نوازشات کیں اور کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی نیک نامی کا خیال کرو اور اس بارے میں غور کرو کہ تمھیں اپنے بارے میں کیا لائحۂ عمل اپنانا ہے۔ حسن بن سہل نے اسے ضروری نصیحتیں کیں اور یہ حکم دیا کہ وہ ان کی طرف کوچ کرنے میں زیادہ انتظار نہ کرے۔

جب عبدوس بن عبدالصمد اس کے دربار سے باہر نکلا تو وہ قسم اُٹھا رہا تھا کہ وہ کوفہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دے گا اور جنگ کرنے والے کوفیوں کے خاندان کو بھی تہہ تیغ کر دے گا اور ان کی اولاد کو قیدی بنائے گا۔

اس کے بعد یہ سیدھا بغداد سے جامع کے راستے کوفہ روانہ ہوا کیوں کہ حسن بن سہل نے اسے یہ تجویز اور حکم دیا کہ تم اس راستے سے کوفہ مت جانا جہاں پر زُہیر کو شکست ہوئی تھی تاکہ تمھارے ساتھی زُہیر کے لشکر والوں میں سے قتل ہونے والے افراد کی باقیات دیکھ کر بزدل نہ ہو جائیں۔ اس لیے وہ جامع کے راستے سے عازمِ سفر ہوا۔ جب وہ جامع پہنچا تو ابوالسرایا کو اس کی پیش قدمی کی اطلاع ملی اور ابوالسرایا نے کوفہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر اپنے ساتھیوں میں سے بہادر اور قابلِ اعتماد افراد کو الگ کیا اور ان کے ہمراہ تیزی سے عبدوس بن عبدالصمد کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ جامع کے قریب پہنچے تو اپنے ساتھیوں کو تین گروہوں میں بانٹا اور کہا: تمھارا نعرہ "یا فاطمی یا منصور" ہے اور پھر آپ سوق

کے ایک طرف ہو گئے۔

اس کے بعد آپ کا غلام سیار جامع کی طرف چل پڑا اور آپ نے ابوالهرماس سے کہا: تم اپنے ساتھیوں کو لے کر قریہ میں دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہو اور ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہ جانے پائے۔ پھر تم لوگوں نے یکبارگی عبدوس کے لشکر پر مختلف اطراف سے حملہ آور ہونا ہے۔ پھر انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کو بہت بڑی ہلچل کا سامنا کرنا پڑا جب کہ دشمن کے لشکر کے سپاہی اپنے آپ کو بچانے کے لیے دریائے فرات میں کود پڑے یہاں تک کہ ان میں سے زیادہ تر دریا میں ہی ڈوب کر مر گئے۔

ابوالسرایا کا جامع کی فرودگش میں عبدوس سے سامنا ہوا تو آپ نے اپنے سر سے خود کو ہٹاتے ہوئے چلا کر کہا: میں ابوالسرایا، بنوشیبان کا شیر ہوں۔ پھر آپ نے عبدوس پر حملہ کیا لیکن وہ آپ کے ہاتھ سے بچ نکلا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ ابوالسرایا نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر شگافتہ ہو گیا اور وہ اپنے گھوڑے سے مردہ ہو کر نیچے آ گرا۔

ابوالسرایا کے ساتھیوں اور جامع کے باشندوں نے عبدوس کے لشکر میں لوٹ مار شروع کر دی اور ان سے بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد طاقت اور اسلحہ کے ساتھ واپس کوفہ پلٹ آئے۔

ابوالسرایا، محمدؒ بن ابراہیمؒ کے پاس گئے جبکہ ان دنوں محمدؒ سخت بیمار تھے اور وہ اپنی جان خدا کے سپرد کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ انھوں نے ابوالسرایا کو اس بات پر ملامت کیا کہ عبدوس کے لشکر پر یوں شب خون کیوں مارا تھا اور آپ نے کہا:

"تم نے جو کچھ کیا ہے میں خدا کی بارگاہ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ تمھارے لیے یہ سزاوار نہیں تھا کہ ان پر شب خون مارتے اور تمھیں اس وقت تک ان سے جنگ نہیں کرنی چاہیے تھی جب تک انھیں بیعت کی دعوت نہ دے دیتے۔ ان لوگوں نے ہم پر جس اسلحے کے ذریعے حملہ کیا تھا اس کے علاوہ ان کے لشکر سے کوئی مال و اسباب نہیں لوٹنا چاہیے تھا۔"

یہ سن کر ابوالسرایا نے جواب دیا: اے فرزند رسولؐ! یہ جنگ کی ایک تدبیر کے طور پر

میں نے حربہ استعمال کیا تھا اور میں آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا۔ پھر ابوالسرایا نے محمدؒ بن ابراہیمؒ کے چہرے پر موت کی علامات دیکھیں تو ان سے کہا: اے فرزند رسولؐ! ہر زندہ کو موت آنی ہے اور ہر نئی شے کو پرانا ہونا ہوتا ہے لہٰذا آپ مجھے اپنی وصیت فرمادیں۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ نے وصیت کرتے ہوئے کہا: میں تمھیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے دین کا دفاع کرو۔ اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کی نصرت کرنا بے شک تمھاری ذات کے ذریعے ان تک رسائی ہوگی۔ اولادِ علیؑ میں سے نیک و صالح شخص کو میرا نائب و جانشین مقرر کرنا اور اگر اس حوالے سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوجائے تو علی بن عبداللہ کو یہ ذمہ داری سونپنا اور وہی میرے جانشین ہوں گے کیونکہ میں نے ان کو آزما رکھا ہے اور میں ان کے دین سے راضی وخوش ہوں۔

پھر ابوالسرایا نے ان کی زبان کو اندر کر کے منہ بند کیا، ان کے اعضا کو سیدھا کیا اور آنکھیں بند کیں۔ آپ نے محمدؒ کی موت کو چھپائے رکھا۔ جب رات ہوئی تو آپ نے ان کے جنازے کو زیدیوں کے بعض افراد کے ہمراہ باہر نکالا اور انھیں ''غری'' کے مقام پر جا کر دفن کردیا۔

محمدؒ بن ابراہیمؒ کی وفات کے اگلے دن آپ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا اور انھیں محمدؒ کی وفات کی خبر سنائی اور حاضرین کو ان کی وفات پر تعزیت پیش کی تو لوگ ان کی وفات کی خبر سن کر بلند آواز میں گریہ کرنے لگے۔ پھر آپ نے خطاب کرتے ہوئے مزید یہ کہا:

> ''ابوعبداللہ (محمدؒ بن ابراہیمؒ) نے اپنے جیسی شخصیت کے متعلق وصیت کی ہے اور انھوں نے ابوالحسن علی بن عبداللہ کو اپنا نائب وجانشین منتخب کیا ہے اگر تم ان پر راضی ہو تو یہی ان کی بھی رضا تھی، ورنہ تم جسے جی چاہتا ہے چن لو''۔

یہ سن کر حاضرین ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ابھی ان میں سے کسی شخص نے کوئی بات نہیں کی تھی کہ محمد بن محمد بن زید جو ایک نوجوان

تھے، نے کھڑے ہو کر کہا: اے آلِ علیؑ! ہلاک ہونے والے شخص کو نجات دلاؤ جبکہ دوسری شخصیت (علی بن عبداللہ) اپنی عزت و اکرام کے ساتھ موجود ہے۔ بے شک! دینِ خدا ان کی نصرت کے طفیل ناکام و نامراد نہیں ہوگا اور ہمارے نزدیک اس شخص کا ہاتھ برا نہیں ہے (کہ ہم اس کی بیعت نہ کریں) یقیناً بیمار کو شفا مل گئی اور مقتولین کے خون کا انتقام لے لیا گیا۔

پھر محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ نے علیؒ بن عبداللہؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے ابوالحسن! خدا آپ سے راضی ہو۔ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ ہمیں آپ کی بیعت کے متعلق وصیت کی گئی ہے لہٰذا آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

یہ سن کر علیؒ بن عبداللہؒ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد کہا:

ابوعبیداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس منصب کے لیے منتخب کیا ہے لیکن میں اس منصب کے لیے خود کو سزاوار نہیں سمجھتا اور راہِ خدا میں انھوں نے جو جدوجہد کی ہے اُسے خراب نہیں کرنا چاہتا۔ ابوعبداللہ (محمدؒ بن ابراہیم) کے حکم کی توہین و تحقیر کے ڈر سے میں ان کی وصیت کو بھی رد نہیں کرتا اور نہ ہی بزدلی کی بنا پر پیچھے ہٹتا ہوں لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میری بیعت سے کسی اور کا حق نہ مارا جائے جو مجھ سے بہتر ہو اور اس کی عاقبت بھی مجھ سے افضل و بہتر ہو لہٰذا خدا تم پر رحم کرے تم امرِ بیعت کے لیے رضامندی ظاہر کرو اور اپنے شہزاد کے مقصد کی تکمیل کی خاطر اتفاق کرو۔ یقیناً ہم اس ریاست کے اُمور کی ذمہ داری تمھارے کندھوں پر ڈالتے ہیں اور ہم تم پر راضی ہیں اور ہمیں تم پر بھروسہ و اعتماد ہے۔

پھر علیؒ بن عبداللہؒ نے ابوالسرایا سے کہا: آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ کی بیعت پر راضی ہیں؟

ابوالسرایا نے جواب دیا: میں آپ کی رضا پر راضی ہوں اور میرا وہی قول اور رائے ہے جو آپ کا قول اور رائے ہے۔ پھر سب لوگوں نے محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ کے ہاتھ کو کھینچا اور ان کی بیعت کی۔ پھر آپ نے مختلف شہروں میں مختلف اُمور کے متعلق اپنے نگران مقرر کیے۔

اسماعیل بن علی بن اسماعیل بن جعفر کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ روح بن حجاج کو سپاہیوں کا انچارج (چیف) مقرر کیا۔ عامر بن عامر کو قاضی (جج) مقرر کیا۔ نصر بن مزاحم کو سوق

کا والی بنایا۔ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کو یمن کا گورنر بنایا۔ زید بن موسیٰ بن جعفر کو اہواز کا گورنر بنایا۔ عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ کو بصرہ کا گورنر نامزد کیا۔۔۔ اس شرط پر کہ جب وہ ان کے زیرنگیں آجائے گا۔

حسن بن حسن الافطس کو مکہ کا گورنر نامزد کیا۔ جعفر بن محمد بن زید بن علی اور حسین بن ابراہیم بن حسن بن علی کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ یہ دونوں واسط کو زیرنگیں کرنے کے بعد اس کے گورنر اور کلیدی عہدے پر متمکن ہوں گے۔ پھر یہ سب اپنے اپنے علاقوں کی طرف نکل گئے۔ ابن افطس کو کسی نے مکہ کی گورنری سے نہیں روکا اور انھوں نے اسی سال ۱۹۹ھ میں بیت اللہ کا حج بھی ادا کیا۔

ابراہیم بن موسیٰ کو اس مختصر سے معرکے کے بعد یمن کے لوگوں نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا جو ان کے مابین رونما ہوا تھا۔ جن دو حضرات کو واسط کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان دونوں کے متعلق جب واسط کے (عباسی) گورنر نصر بجلی کو اطلاع ملی تو وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور ان سے گھمسان کی جنگ کی لیکن ان دونوں نے استقامت و ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اسے شکست دے کر واسط میں داخل ہو گئے۔ پھر ان دونوں نے وہاں کا خراج جمع کرنا شروع کر دیا اور بظاہر وہاں کی عوام سے پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔

حضرت جعفر طیارؑ کی اولاد میں سے جس شخص کو بصرہ کا گورنر نامزد کیا گیا، وہ علیؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؑ کے ہمراہ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور زیدؒ بن موسیٰ بن جعفرؒ جو اہواز کی طرف گورنر بن کر عازم سفر تھے، وہ بھی ان سے آملے۔ انھوں نے مل کر حسن بن علی المعروف مامونی (یہ عباسی خلیفہ مامون کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا اور اس کا تعلق باذغیس سے تھا) کا سامنا کیا اور اس سے جنگ کر کے اسے شکست سے دوچار کیا اور اس کے لشکر کو اپنے قبضے میں لے کر اپنے ماتحت کر لیا۔

زیدؒ بن موسیٰ نے بصرہ میں موجود بنو عباس کے گھروں کو آگ لگا دی جس کی وجہ سے ان کا لقب زید النار قرار پایا اور یہ زید النار کے نام سے معروف ہوئے۔

محمدؒ بن محمدؒ کو ہر طرف سے فتوحات کے متعلق مسلسل خطوط اور خبریں آتی رہیں۔ شام

اور جزیرہ کے لوگوں نے محمد بن محمد کو خط تحریر کیا کہ ہم لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ اپنا نمائندہ ہماری طرف بھیجیں تا کہ ہم وہ لوگ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

حسن بن سہل پر ابوالسرایا کی فتوحات شاق گزریں اور اسے اِن کے متعلق خبریں پہنچتی رہیں لہٰذا اس نے ابوالسرایا کا راستہ روکنے کے لیے طاہر بن حسین کو خط لکھا کہ وہ ابوالسرایا کی طرف روانہ ہو اور اس سے جنگ کرے۔

پھر حسن بن سہل نے اپنی یہ رائے تبدیل کر دی اور ہرثمہ بن اعین کو خط تحریر کر کے یہ حکم دیا کہ وہ فوراً اس کی طرف پیش قدمی کرے۔ حسن بن سہل نے سندی بن شاہک کو بلا کر یہ خط اس کے حوالے کیا اور اسے کہا کہ کسی چیز کا مت انتظار کرو اور جلدی سے اس کی طرف روانہ ہو جاؤ جب کہ یہ سندی بن شاہک، حسن بن سہل کا مددگار و معاون تھا۔

حسن بن سہل اور ہرثمہ کے درمیان کینہ و عداوت تھی اس لیے اسے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ ہرثمہ اس کے ارادے کے مطابق جواب نہ دے لہٰذا اس نے سندی کو یہ ذمہ داری سونپی اور پھر سندی بن شاہک، ہرثمہ کی طرف روانہ ہو گیا اور حلوان کے مقام پر ہرثمہ سے جا ملا اور اسے حسن بن سہل کا خط پہنچایا۔ ہرثمہ نے اس کا خط پڑھا تو غصے میں آ گیا اور کہا:

”ہم ایک خلافت کو کچل ڈالنے کے بعد ان لوگوں کے لیے کرسی خلافت تیار کرتے ہیں اور پھر وہ اسے صرف اپنے لیے ہی مخصوص کر لیتے ہیں اور اپنی حیلہ سازیوں کی بنا پر خود کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب ان کی غلط تدبیروں کی وجہ سے معاملات بگڑ جاتے ہیں اور ان کے اُمور پراگندہ ہو جاتے ہیں تو یہ ہمارے ذریعے انھیں سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہیں! خدا کی قسم! میں ہرگز اس معاملے میں اس کی مدد نہیں کروں گا تا کہ مامون الرشید کو ان کے برے اثرات اور قبیح افعال سے آگاہی حاصل ہو“۔

سندی بن شاہک کہتا ہے: اس نے مجھے خود سے دُور کر دیا اور اس حوالے سے مجھے اپنی ذات سے مایوس کر دیا کہ اسی دوران اس کے پاس منصور بن مہدی کی طرف سے خط آیا اور یہ اس خط کو پڑھ کر کافی دیر تک روتا رہا اور پھر کہا:

اللہ تعالیٰ نے حسن بن سہل کو اس امر سے دوچار کیا ہے کیونکہ اس نے حکومت وخلافت کو دوسروں کے ہاتھ میں دینے کے لیے اپنا کردار ادا کیا ہے اور اس ریاست کے درست اُمور کو خراب کر دیا۔

پھر ہرثمہ نے حلوان سے کوچ کرنے کا حکم دیا تو روانگی کا نقارہ بجادیا گیا اور وہ فوراً بغداد لوٹ آیا۔ جب ہرثمہ نہروان پہنچا تو بغداد کے عوام، حکومت کے سرکردہ رہنماؤں اور حکومت کے تمام دوستداران نے اس کا خوشی استقبال کیا اور وہ اس کے آنے پر بے حد مسرور تھے۔ جب انھوں نے ہرثمہ کو دیکھا تو سواریوں سے اُتر کر پیدل چلنے لگے اور ہرثمہ بہت بڑی جمعیت کے ہمراہ بغداد میں داخل ہوا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

حسن بن سہل نے یہ حکم دیا کہ ہرثمہ کے سامنے فوج کے دیوان رکھ دیے جائیں تاکہ یہ اس میں سے اپنی مرضی کے افراد منتخب کرے اور اس نے ہرثمہ کے لیے بیت المال کا منہ کھول دیا کہ وہ اس میں سے جو لینا چاہے لے سکتا ہے۔ اس نے نان ونفقہ کے لیے غلہ اور نوازشات کی اس پر بارش کردی۔ پھر ہرثمہ بغداد سے نکل کر یاسریہ پہنچا اور وہاں اپنی لشکرگاہ قائم کی۔

ہیثم بن عدی کہتا ہے: میں یاسریہ میں ہرثمہ کے پاس گیا اور اسے سلام کیا۔ پھر ہنسی مذاق کرتا رہا جب کہ اس کے ہمراہ تیس ہزار گھڑسوار اور پیادہ افراد تھے۔ میں نے اس سے کہا: اے سردار! اگر تم نے اپنے سر پر خضاب کرلیا ہوتا تو یہ منظر دشمن کے لیے انتہائی ہیبت ناک اور خوب صورت ہوتا۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑا اور کہا: اگر یہ سر میرا ہے تو میں اسے خضاب کروں گا اور اگر کوفیوں نے یہ معاملہ اُلٹ کردیا تو وہ اسے خضاب نہیں کریں گے۔

اس کے بعد ہرثمہ نے کوفہ کی طرف کوچ کرنے کی منادی کروادی اور سب لوگ کوفہ کی طرف چل پڑے۔ اس وقت ابوالسرایا قصر (ابن ہبیرہ) میں موجود تھے۔ محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ ارقط بن عبداللہ بن علیؑ بن حسینؑ کو مدائن کی گورنری کا پروانہ دیا گیا اور ان کے ہمراہ عباس طبطبی اور مسیب بھی تھے۔ یہ لوگ بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہوئے تو ان کا حسین بن علی المعروف ابوالبط (عباسی گورنر) سے آمنا سامنا ہوگیا۔ یہ دونوں لشکر مدائن کے پیچھے ہوئے راستے پر آپس میں آمنے سامنے ہوئے اور ان میں سخت لڑائی ہوئی جس

میں ابوالہط کو شکست ہوئی اور محمدؒ بن اسماعیلؒ نے مدائن پر اپنا تسلط جما لیا اور گورنری سنبھال لی۔

محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؒ

مامون الرشید کے دورِ خلافت میں مدینہ میں محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ نے خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور مدینہ کے لوگوں نے امیر المومنین کے طور پر آپ کی بیعت کی۔ ان لوگوں نے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کے بعد محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ کے علاوہ کسی کی بھی بیعت نہیں کی تھی۔[1]

محمدؒ بن جعفرؒ کی والدہ اُمِ ولد تھیں اور آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ عالم و فاضل اور اپنے خاندان کے سرکردہ افراد میں سے تھے۔ مامون الرشید نے خراسان میں اولادِ ابوطالبؒ سے یہ کہا کہ وہ محمدؒ بن جعفرؒ کے علاوہ اولادِ ابوطالبؒ کے کسی فرد کا ساتھ دیں تو انھوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان کو چھوڑ کر کسی اور کے ہمرکاب نہیں ہوں گے۔ اس کے باوجود مامون الرشید نے انھیں (آلِ ابی طالبؒ کو) آرام وچین سے زندگی گزارنے دی۔

آپ نے احادیث و روایات بھی نقل کی ہیں جبکہ آپ نے زیادہ تر اپنے والد سے روایات نقل کی ہیں اور آپ سے کئی محدثین جیسے محمد بن ابی عمر العبدی، محمد بن سلمہ اور اسحاق بن موسیٰ وغیرہ نے روایات نقل کرتے ہوئے آگے بیان کی ہیں۔

ابوالفرج بیان کرتے ہیں کہ محمد بن منصور سے منقول ہے کہ ابوطاہر احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ کی مجلس میں محمدؒ بن جعفرؒ کا تذکرہ ہوا تو ہم نے یہ سنا کہ وہ ان کی بہترین انداز میں تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے یہ بیان کر رہے تھے:

محمدؒ بن جعفرؒ ایک عابد اور عالم و فاضل شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن خدا کی نعمتوں کو تناول کرتے تھے۔

یحییٰ بن حسن سے منقول ہے کہ میں نے مؤمل کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ انھوں نے

---

[1] مزید تفصیل کے لیے تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۵ پر ان کے حالات کے ضمن میں اور تاریخ طبری: ج ۱۰، ص ۲۳۳ کی طرف رجوع کریں۔

بیان کیا: میں نے محمدؒ بن جعفرؒ کو جارودیہ کے ایک شخص کے ہمراہ مکہ معظمہ میں ۲۰۰ ہجری میں نماز کے لیے جاتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اُونی لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے چہرے سے نیکوکار لوگوں کی علامات ظاہر ہو رہی تھیں۔

یحییٰ سے یہ مروی ہے کہ خدیجہ بنت عبیداللہ بن حسین بن علیؑ بن حسینؑ، محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؑ کی زوجہ تھیں اور وہ بیان کرتی ہیں: وہ (محمدؒ) جب بھی ان کے پاس سے کوئی لباس زیب تن کر کے جاتے تو اس کیفیت میں واپس آتے کہ وہ لباس کسی کو ہبہ کر دیتے تھے۔

موسیٰ بن سلمہ سے مروی ہے کہ ابوالسرایا کے زمانے میں ایک شخص نے ایک خط میں رسولؐ خدا کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور تمام اہلِ بیتؑ کو سب و شتم کیا۔ محمدؒ بن جعفرؒ ان تمام حکومتی اُمور سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اولادِ ابوطالبؑ کے افراد ان کے پاس آئے اور انھیں وہ توہین آمیز خط پڑھ کر سنایا تو انھوں نے انھیں کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس حالت میں گھر سے باہر تشریف لائے کہ آپ نے زرہ پہن رکھی تھی اور گلے میں تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ آپ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور اسے خلافت سے موسوم کیا۔ آپ اس وقت یہ اشعار بطورِ تمثال پڑھ رہے تھے:

لم أكن من جناتها علم الله

وإني بحرها اليوم صالي

"خدا جانتا ہے کہ میں اس جماعت (خروج کرنے والوں) میں سے نہیں تھا
لیکن آج اس چیز کی گرمائش نے مجھے بھی اس میں کودنے پر مجبور کر دیا ہے"۔

یحییٰ بن حسن سے مروی ہے کہ میں نے ابراہیم بن یوسف کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ محمدؒ بن جعفرؒ کی ایک آنکھ میں چوٹ لگی اور اس کا نشان باقی رہ گیا تو آپ اس سے مسرور ہوئے اور کہا: میں آرزو کرتا ہوں کہ میں ہی مہدی قائمؑ ہوں کیونکہ مجھے پتا چلا ہے کہ ان کی ایک آنکھ بھی متاثر ہوگی اور وہ بامرِ مجبوری حکومت و خلافت کے اُمور میں (عدل کو رائج کرنے اور ظلم کو نابود کرنے کے لیے) دخل اندازی کریں گے۔

اسحاق بن موسیٰ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے محمدؒ بن جعفرؒ سے سنا کہ وہ بیان

کررہے تھے: میں نے مالک بن انس سے عوام کی زبوں حالی اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا شکوہ کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ صبر کیجیے یہاں تک کہ اس آیت کی تاویل آجائے۔

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (سورۂ قصص: آیت ۵)

"ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں کمزور کردیا گیا اور ہم انھیں امام وہادی اور اس زمین کا وارث بنائیں"۔

علی بن حسین بن علی بن حمزہ علوی نے محمد سے اور محمد نے اپنے چچا سے روایت نقل کی ہے کہ نسلِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت محمدؒ بن جعفرؒ کے ساتھ جمع ہوئی اور ان لوگوں نے مکہ میں ہارون بن مسیب کے ساتھ گھمسان کی جنگ کی۔ ان اولادِ ابوطالب میں حسین بن حسن الافطس، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن (مثنیٰ) بن حسینؑ، محمد بن حسن المعروف سلق، علی بن حسین بن عیسیٰ بن زید، علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفرؒ بن محمدؒ شامل تھے۔

محمدؒ بن جعفرؒ کے ساتھیوں نے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ محمدؒ بن جعفرؒ کے ایک ساتھی خصی نے ہارون بن مسیب کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا تو اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر ہارون کو اس کے شکنجے سے چھڑایا۔ پھر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور ایک مدت تک ثبیر کے مقام پر ایک پہاڑ میں ٹھہرے رہے۔

ہارون الرشید نے اس دوران محمدؒ بن جعفرؒ کو جنگ بندی کا پیغام بھجوایا تو محمدؒ بن جعفرؒ نے یہ پیغام اپنے بھائی علیؒ بن موسیٰ الرضاؑ کو بھجوایا لیکن کسی نے اس کے خط پر کوئی توجہ نہ دی اور وہ جنگ پر ڈٹے رہے۔ پھر ہارون نے محمدؒ بن جعفرؒ کے مقابلے کے لیے گھڑسواروں کو روانہ کیا جنھوں نے اس جگہ کا محاصرہ کرلیا جہاں پر یہ مقیم تھے کیونکہ وہ جگہ قلعہ نما تھی اس لیے وہاں تک رسائی ممکن نہ تھی۔

جب محمدؒ بن جعفرؒ کے ساتھی تین دن تک حصار میں رہے اور ان کے کھانے پینے کی اشیاء اور پانی ختم ہوگیا تو ان کے ساتھی آہستہ آہستہ دائیں بائیں کھسکنے لگے۔ جب محمدؒ بن جعفرؒ نے اپنے ہمراہیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے ایک چادر اُوڑھی اور اپنے جوتے پہن کر

ہارون کے خیمے کی طرف چل دیئے اور ہارون کے پاس جا کر اس سے اپنے ساتھیوں کے لیے امان طلب کی تو ہارون نے انھیں امان دے دی۔

یہ درج بالا روایت نوفلی نے ذکر کی ہے۔ لیکن محمد بن علی بن حمزہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ عیسیٰ الجلودی نے انھیں امان دی تھی، ہارون نے نہیں دی تھی۔ پھر عیسیٰ الجلودی نے ان اولادِ ابوطالبؑ کو زنجیروں میں جکڑ کر محمل کے بغیر اُونٹوں پر سوار کر کے خراسان کی طرف روانہ کیا جب کہ بنو نبھان نے راستے میں اس قافلے پر دھاوا بول دیا۔

علی بن محمد نوفلی بیان کرتے ہیں: زُبالہ کے مقام پر غاضریوں نے اس قافلے پر دھاوا بول کر انھیں ایک مشکل اور طویل جنگ کے بعد ان لوگوں کے شکنجے سے آزاد کروایا۔ پھر یہ لوگ ان افراد کو خود حسن بن سہل (بغداد پر مامون کی طرف سے متعین گورنر) کے پاس لے گئے اور اس نے انھیں مامون الرشید کے پاس خراسان روانہ کر دیا۔ محمدؒ بن جعفرؒ کا خراسان میں ہی انتقال ہوا اور جب ان کا جنازہ دفنانے کے لیے باہر لایا گیا تو مامون الرشید ان کی چارپائی کے دونوں پایوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان کے جنازے کو کندھا دیتا رہا۔ پھر اس نے انھیں قبر میں اُتارا اور کہا: یہ وہ رشتہ داری ہے جس میں دو سو سال سے دراڑ پڑی ہوئی تھی۔ پھر مامون نے ان کا قرض ادا کیا جو تقریباً تیس ہزار دینار تھا۔

ابوالسرایا کے حالات و واقعات کے متعلق مزید گفتگو

جب ہرثمہ بغداد سے روانہ ہو کر یاسریہ پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر نہر صرصر کے مشرق کی طرف اپنی لشکرگاہ میں ٹھہرا تو ابوالسرایا نہر صرصر کے مغرب کی طرف اپنے لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔

حسن بن سہل نے علی بن ابی سعید اور حماد ترکی کو ایک جماعت کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ کیا جنھوں نے محمد بن اسماعیل (ابوالسرایا کی جماعت کی طرف سے مدائن کا گورنر) سے جنگ کرتے ہوئے اُسے شکست سے دوچار کیا اور مدائن پر اپنی حکومت و تسلط کو قائم کر لیا۔ ابوالسرایا رات کے وقت جلدی سے نہر صرصر سے روانہ ہو گئے جبکہ ہرثمہ کو ان کی روانگی کا علم نہ تھا کیونکہ دونوں کے درمیان نہر صرصر کا پُل حائل تھا۔

ابوالسرایا مدائن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن انھیں راستے میں پتا چلا کہ ان کے ساتھیوں کو مدائن سے نکال دیا گیا ہے اور اب دشمن کا مدائن پر قبضہ ہے۔ اسی دوران ابوالسرایا کے غلام ابوالشرماس کو پتھر پھینکنے والے آلہ سے ایک پتھر لگا اور وہ وہیں پر انتقال کر گیا تو ابوالسرایا اسے وہاں پر ہی دفن کرنے کے بعد قصر ابن ہبیرہ کی طرف نکل پڑے۔ جب آپ کوفہ کے قریب کشادہ زمین میں پہنچے تو ہرثمہ بھی وہاں پر آپ سے آملا اور وہاں پر دونوں لشکروں میں شدید لڑائی ہوئی جس میں ابوالسرایا کو شکست ہوئی اور ان کا بھائی بھی اس معرکہ میں قتل ہو گیا۔

پھر ابوالسرایا وہاں سے چلتے ہوئے جازیہ پہنچے جب کہ ہرثمہ بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ ہرثمہ نے اپنے لشکر کو دریائے فرات کے بند پر ٹھہرایا اور ابوالسرایا کے لشکر کو پانی سے محروم کر دیا۔ اس نے کوفہ کے مشرقی علاقے میں جہاں جھاڑیاں اور پانی جمع ہونے کی جگہ تھی وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور دریائے فرات کا پانی بند کر دیا۔ اس پر کوئی چیخ اُٹھے اور یہ ان کے لیے

مشکل مرحلہ تھا، کیونکہ یہ ان کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔

کوفیوں نے ہرثمہ اور اس کے لشکر کا مقابلہ اور اس سے برسرِ پیکار ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا جبکہ وہ اسی کیفیت میں تھے کہ ہرثمہ کے لشکر نے انھیں پانی سے محروم رکھنے کے لیے جو بند باندھا تھا وہ خود بخود ٹوٹ گیا اور اس میں شگاف پڑ گیا اور لکڑیوں کے نیچے سے پانی بہنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی بہت زیادہ توصیف اور شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جس عنایت سے نوازا، اس پر بے حد مسرور ہوئے۔

پھر ہرثمہ کوفہ کی طرف نکل گیا جو رصافہ کے بعد واقع تھا۔ ابوالسرایا لوگوں کے ہمراہ ہرثمہ سے جنگ کے لیے نکلے اور اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ آپ نے حسن بن ہذیل کو میمنہ، جریر بن حصین کو میسرہ کا سردار متعین کیا اور خود قلبِ لشکر میں کھڑے ہو گئے۔

ہرثمہ نے اپنے لشکر کو ترتیب دیتے ہوئے گھڑسواروں کو خشکی کی طرف رکھا تو ابوالسرایا نے بھی اپنے چند افراد کو ان کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ گھڑسوار کمین گاہ سے (گھات لگا کر چھپے سے) ان پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔

پھر ابوالسرایا نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہرثمہ کے لشکر پر حملہ کیا جس میں ہرثمہ کے ساتھیوں کو معمولی پسپائی ہوئی۔ پھر آپ کے ساتھیوں نے اپنی سواریوں کا رُخ ان کی طرف کر دیا تا کہ ان کا تعاقب کر سکیں تو ابوالسرایا نے چلاتے ہوئے کہا: ان کا تعاقب نہ کرو اور ان کے پیچھے مت جانا کیونکہ یہ صرف ایک جنگی چال اور فریب ہے۔

یہ سن کر ان کے ساتھی رُک گئے لیکن ابوکتلہ نے کافی دُور تک ان کا پیچھا کیا، پھر واپس لوٹ آیا اور ابوالسرایا کو بتایا کہ وہ لوگ دریائے فرات عبور کر چکے ہیں۔

پھر ابوالسرایا لوگوں کے ساتھ واپس کوفہ لوٹ گئے اور دوبارہ ۲۱ ذیقعدہ پیر کے دن لوگوں کے ہمراہ دشمن کے خلاف جنگ کے لیے نکلے۔ ابوالسرایا کو ان کے جاسوس نے خبر دی کہ ہرثمہ آج آپ سے لڑائی پر کمربستہ ہے۔ پھر آپ نے رصافہ کے قریب اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیار کیا اور خود قنطرہ کے نچلی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی آپ زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ہرثمہ کے گھڑسوار آپ کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تو ابوالسرایا فوراً واپس پلٹے۔ اس

وقت آپ غضب ناک و پُرجوش اُونٹ کے مانند نظر آرہے تھے اور قریب تھا کہ آپ غصے میں خود کو زین سے لوگوں کی طرف گرا دیتے۔

پھر آپ نے کہا: اپنے لشکر کو آمادہ کرو، اپنے اُمور کو یکجا کرو اور اپنی صفوں کو قائم کرلو۔ پھر ھرثمہ اور ان کا لشکر آمنے سامنے آیا تو دونوں لشکروں میں اس قدر شدید لڑائی ہوئی کہ کبھی ایسی لڑائی کے بارے میں نہیں سنا گیا۔

ابوالسرایا نے روح بن حجاج کو دیکھا کہ وہ واپس پلٹ رہا ہے تو آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اگر تم میدان سے واپس لوٹے تو میں تمھاری گردن اُڑا دوں گا۔ پھر وہ میدان میں یوں دیدہ دلیری سے لڑا کہ اپنی جان قربان کردی۔

اسی دن حسنؓ بن حسینؓ بن زیدؓ بن علیؓ بن حسینؓ بھی اس معرکے میں شہید ہوئے اور اسی معرکہ میں ابوالسرایا کے غلام ابوکتلہ بھی مارے گئے۔ پھر جنگ میں شدت آگئی اور ابوالسرایا نے اپنے سر کو ننگا کردیا اور کہا: اے لوگو! تھوڑی دیر کے لیے صبر کرو اور ٹھہر جاؤ اور تھوڑی ثابت قدمی و استقامت دکھاؤ۔ خدا کی قسم یہ لوگ ناکام ہوگئے ہیں اور ان کی شکست قریب ہے۔

پھر آپ حملہ آور ہوئے اور ھرثمہ کے لشکر کے سرداروں میں سے ایک سردار آپ کے مقابلے پر آیا اور اس نے زرہ اور خود پہن رکھی تھی۔ دونوں میں تھوڑی دیر تک باہمی مقابلہ ہوتا رہا۔ پھر ابوالسرایا نے اس کے سر پر اپنی تلوار سے ایسی کاری ضرب لگائی جو اس کی خود کو لمبائی میں چیرتی ہوئی زین پر بیٹھنے والے اگلے اور پچھلے کوہان نما حصے تک جا پہنچی۔

ھرثمہ کے لشکر کے سردار کو بہت بڑی شکست ہوئی۔ ان کی پسپائی پر ابوالسرایا کے لشکری ان کا تعاقب کرتے ہوئے اور انھیں تہ تیغ کرتے ہوئے صحب تک پہنچ گئے تو ابوالسرایا نے بلند آواز میں ان سے کہا: ''اے کوفہ والو! ان لوگوں کے فرار کے بعد ان کے دوبارہ لوٹ کر حملہ کرنے سے چوکنا اور ہوشیار رہنا کیوں کہ یہ عجمی قوم انتہائی زیرک و چالاک ہے''۔

اس وقت ھرثمہ کو قید کرلیا گیا لیکن ابوالسرایا کو اس کے قیدی بنائے جانے کا علم نہ تھا۔ جب کہ اسے ایک سندھی غلام نے قید کیا تھا۔ اس سے پہلے ھرثمہ نے اپنے لشکر میں پانچ ہزار

ایسے گھڑسوار رکھے ہوئے تھے کہ اگر اس کے تمام ساتھی پسپا ہو جائیں تو وہ اس مرحلے میں اس کی مدد کریں گے اور ان پر عبیداللہ بن وضاح کو سردار مقرر کر رکھا تھا۔ جب ہرثمہ کا لشکر پسپا ہو کر فرار ہو گیا اور ابوالسرایا نے صدا دی: کہ ان کا پیچھا نہ کرو تو عبیداللہ بن وضاح سامنے آیا اور اپنا سر باہر نکالا جبکہ اس کے تمام ساتھی یہ کہہ رہے تھے: امیر (ہرثمہ) قتل ہو گئے ہیں، امیر قتل ہو گئے ہیں۔

یہ سن کر عبیداللہ بن وضاح نے کہا: اگر امیر قتل ہو گئے تو کیا ہوا؟ اے خراسانیو! میری طرف بڑھو، میں عبیداللہ بن وضاح ہوں، تم ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو۔ خدا کی قسم! یہ لوگ صرف شور و غوغا کر رہے ہیں۔ یہ سن کر ایک گروہ اس کے ساتھ مل گیا تو اس نے کوفیوں پر حملہ کر کے ان کے بہت سے افراد کو قتل کر دیا اور ان کا تعاقب کرتے ہوئے صعتب سے بھی آگے تک چلا گیا۔ خراسانیوں نے دیکھا کہ ہرثمہ ایک سیاہ غلام کے ہاتھ میں اسیر ہے تو انھوں نے فوراً اس غلام کو قتل کر دیا اور ہرثمہ کی زنجیروں کو کھولا اور ہرثمہ اپنے لشکر میں واپس لوٹ گیا۔ اسی طرح ہر ایک یا دو دن بعد وقفے وقفے سے آپس میں لڑائی ہوتی رہی اور دونوں کے درمیان لڑائی کا پانسہ بدلتا رہتا۔

ابوالسرایا نے علی بن محمد بن جعفر المعروف بصری کو گھڑسواروں کے ہمراہ یہ حکم دے کر ہرثمہ کی طرف روانہ کیا کہ وہ ہرثمہ کے پیچھے کی طرف سے اس کی طرف پیش قدمی کرے۔ پھر وہ اس کی طرف پیش قدمی کرنے لگے جبکہ ہرثمہ اس کو محسوس نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ وہ ہرثمہ کے قریب پہنچ گئے۔

ابوالسرایا نے ہرثمہ پر حملہ کر دیا تو ہرثمہ نے چلاتے ہوئے کہا:

اے کوفیو! تم لوگ ہمارا اور اپنا خون کیوں بہا رہے ہو؟ اگر تم لوگ اس وجہ سے ہم سے جنگ کر رہے ہو کہ تم ہمارے امام و پیشوا (خلیفہ) کو ناپسند کرتے ہو تو یہ منصور بن مہدی ہے جس سے ہم اور تم سبھی خوش ہیں تو چلو ہم سب اس کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اگر تم عباس کی اولاد سے خلافت کو باہر لے جانا چاہتے ہو تو تم اپنے امام و پیشوا کا تقرر کرو اور ہم سے اس بات پر اتفاق کر لو کہ پیر کے دن اس شخص کے بارے میں مناظرہ کریں گے لہٰذا تم لوگ ہمیں اور

خود کو قتل نہ کرو۔

ہرثمہ کے یہ کلمات سن کر کوفیوں نے حملے سے ہاتھ روک لیے۔ یہ دیکھ کر ابوالسرایا نے انھیں صدا دیتے ہوئے کہا: تم لوگوں پر وائے ہو! یہ ان عجمیوں کا صرف ایک مکروفریب ہے کیونکہ انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا ہے لہٰذا ان پر حملہ کرو لیکن کوفیوں نے ان پر حملہ آور ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب ان لوگوں نے ہماری بات پر رضامندی ظاہر کر دی ہے تو اب ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ سن کر ابوالسرایا غضب ناک حالت میں کوفہ والوں کے ہمراہ میدان سے واپس پلٹ آئے۔ اس سے پہلے ابوالسرایا کا ارادہ تھا کہ وہ ہرثمہ کو یہ جواب دیں گے کہ میرے ساتھ محمدؑ بن محمدؑ بن زیدؒ کے پاس چلو اور ان سے امان طلب کرو لیکن پھر انھیں ان لوگوں سے غداری اور دھوکے کا اندیشہ لاحق ہوا تو ایسا نہ کیا۔

جمعہ کے دن ابوالسرایا نے کوفہ والوں کو خطبے کے دوران اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یوں خطاب کیا:

"اے کوفہ والو! اے علیؑ کے قاتلو! اے حسینؑ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والو! بے شک جو تمھاری وجہ سے خود پر فخر کرے، وہ دھوکے میں مبتلا ہوا اور جو تمھاری طاقت و مدد پر بھروسہ کرے، وہ ذلیل و رُسوا ہوا اور جسے تم نے عزت بخشی وہ ذلیل ہوا۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمھارے امر کی تعریف نہیں کی ہے کہ ہم تمھارے امر کی تعریف کرتے اور وہ تمھارے طور طریقے سے راضی نہیں ہوا کہ ہم تمھارے طور طریقے سے راضی ہوتے۔ جس نے تمھیں حکم (فیصلہ کرنے والا) بنایا۔ تم نے اس کے خلاف فیصلہ کیا جس نے تمھیں امین بنایا تم نے اس سے خیانت کی۔ جس نے تم پر اعتماد کیا، تم نے اسی کے اعتماد کو توڑا۔ پھر تم ابھی اس سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس سے اختلاف کرنے لگے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو ترک کر کے بیعت کو توڑ دیا۔ اگر وہ جنگ کے لیے قیام کرے تو تم صلح

کرتے۔ اگر وہ صلح کرتے تو تم جنگ کے لیے آمادہ ہو جاتے۔ اگر وہ پیش قدمی کرتے تو تم پیچھے رہ جاتے اور اگر وہ پیچھے رہتے تو تم آگے بڑھ جاتے تھے۔ تم صرف ان کی مخالفت اور ان کے حکم کی نافرمانی کی خاطر ایسا کرتے تھے یہاں تک کہ سب سے پہلے تم لوگوں میں ان کا پیغام پہنچا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے تمھاری مدد نہ کی کیونکہ تم لوگوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اپنے دشمن سے فرار اختیار کرنے کے لیے تمھارے پاس کیا عذر ہے۔ اب جب کہ تم خندق عبور کر چکے ہو اور جس معرکے میں پڑ چکے ہو، اس سے پیچھے ہٹنے کا کیا بہانہ ہے؟ جب کہ تمھارے قبائل کو بلندی و بزرگی ملنے کے بعد تمھارے ان افعال کا تمھارے پاس کیا عذر ہے؟ یہ لوگ تمھارے اموال کو چھین کر غصب کرلیں گے اور تمھاری عورتوں کو (کنیزی کے لیے) زندہ چھوڑ دیں گے۔ یقیناً تمھارے پاس حقارت اور ذلت و رُسوائی پر راضی ہو جانے کے سوا کوئی عذر نہیں ہے۔ بے شک تم لوگ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہو۔ تم لوگوں کو غداروں کی آوازوں سے شکست ہو جاتی ہے اور تمھارے دل مکمل طور پر سیاہ ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ضرور تمھارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاؤں گا جو صحیح معنوں میں خدا کی معرفت رکھتی ہوگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت و عترت کی حفاظت کرنے والی ہوگی"۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

وَمَا رَسْتُ أقطارَ البلادِ فلم أجد	لكم شبهًا فيما وطئتِ من الأرض
خلافًا وجهلًا وانتشارَ عزيمةٍ	ووهنًا وعجزاً في الشدائد والخفض
لقد سبقت فيكم إلى الحشرِ دعوة	فلا عنكم راضٍ ولا فيكم مُرْضِي
سأبعد داري من قلى عن دياركم	فذوقوا إذا وليت عاقبة البغض

"میں نے کئی شہروں میں وقت گزارا ہے لیکن میں روئے زمین میں جہاں

بھی گیا ہوں تم (کوفیوں) کی طرح اختلاف کرنے والے، جاہل اور منتشر آرا و ارادوں کے لوگ کہیں نہیں دیکھے جو مصائب و مشکلات میں کمزور اور انتہائی عاجز و ناتواں ہوں۔ حشر کے میدان میں تمھارے خلاف یہ پکار پہنچ چکی ہے کہ کوئی بھی تم سے راضی نہیں ہے اور نہ کوئی تم کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ میں تم لوگوں سے بغض و نفرت کی بنا پر عنقریب اپنا گھر تمھارے گھروں سے دُور لے جاؤں گا اور جب میں نے تم سے منہ پھیر لیا تو کینہ و عداوت کے انجام کا مزہ چکھنا"۔

یہ سن کر کوفہ کے لوگوں میں سے ایک گروہ نے کھڑے ہو کر کہا: آپ نے اپنی گفتگو کے دوران ہم سے انصاف نہیں کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ نے پیش قدمی کی ہو اور ہم ڈر کر پیچھے رُک گئے ہوں۔ آپ نے بڑھ بڑھ کر حملے کیے ہوں اور ہم فرار ہو گئے ہوں۔ آپ نے اپنے وعدے کو پورا کیا ہو اور ہم نے آپ سے دھوکہ و فریب کیا ہو۔ ہم نے آپ کے ہم رکاب ہو کر صبر کا مظاہرہ کیا اور آپ کے پرچم تلے استقامت و ثابت قدمی دکھائی لیکن اس کے باوجود آپ نے ہماری رائے کو کمزور کہا اور ہماری جڑ سے بیخ کنی کی۔ اس کے بعد ہمارا ہدف و مقصد صرف موت ہے لہٰذا آپ اپنے ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ ہم موت پر آپ کی بیعت کریں۔ خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں پلٹیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں فتح یاب نہ کر دے یا ہمیں موت سے ہمکنار نہ کر دے۔

ابوالسرایا نے ان لوگوں سے اعراض کیا اور لوگوں کو خندق کھودنے کے لیے صدا دی تو وہ سب باہر نکل آئے اور خندق کھودی۔ جب کہ ابوالسرایا نے ان لوگوں کے ہمراہ سارا دن خندق کھودنے میں گزارا۔ جب رات ہوئی تو یہ لوگ خندق سے باہر نکل آئے اور رات کے ایک تہائی حصے تک وہاں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے خچروں کو تیار کیا اور گھوڑوں پر زینیں کسیں۔ پھر یہ لوگ اور محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ، علوی، عربوں میں سے کچھ افراد اور کوفہ کے کچھ باشندے کوفہ سے روانہ ہوئے۔ یہ اتوار کا دن تھا اور محرم الحرام کی ۱۳ تاریخ تھی۔

آپ نے تین دن تک قادسیہ میں قیام کیا تا کہ آپ کے تمام ساتھی آپ سے آملیں۔

پھر آپ قادسیہ سے خفان روانہ ہو گئے اور وہاں سے دریائے فرات کے نیچے سے ہوتے ہوئے خشکی کے راستے پر پہنچ گئے۔

کوفہ میں اشعث بن عبدالرحمن الاشجعی گدی نشین ہوا اور اس نے لوگوں کو ھرثمہ کی طرف بلایا۔ کوفہ کے سردار اور روسا کوفہ کے باہر ھرثمہ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے لیے امان طلب کی تو اس نے انھیں امان دے دی اور ان سے پیار و محبت سے پیش آیا۔

منصور بن مہدی کوفہ میں داخل ہوا جب کہ ھرثمہ کوفہ کے باہر ہی مقیم رہا۔ اس نے کوفہ کے گرد کھودی گئی خندق اور شہر کے مختلف دروازوں پر مکر و فریب کے ڈر سے اپنی فوج کو پھیلا کر متعین کیا۔ جب کہ منصور بن مہدی نے کوفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔

ھرثمہ نے غسان بن فرج کو کوفہ کا والی (گورنر) مقرر کیا اور خود کئی دنوں تک شہر کے باہر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب لوگ پرسکون ہو گئے اور جنگ کی وحشت سے ان کے دل قرار و تسکین میں آ گئے تو پھر یہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابوالسرایا بصرہ کے ارادے سے کوفہ سے نکل کر عازم سفر ہوئے کہ ان کی بصرہ کے ایک اعرابی سے راستے میں ملاقات ہوئی اور آپ نے اس سے بصرہ کے حالات دریافت کیے تو اس نے آپ کو بتایا کہ بصرہ پر حاکم (عباسی خلیفہ) کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور اب وہ اس کے زیر تسلط ہے۔

یہ سن کر ابوالسرایا نے بصرہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور واسط کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے بتایا کہ واسط کے حالات بھی بصرہ جیسے ہیں کیوں کہ وہ بھی حاکم (عباسی خلیفہ مامون) کے زیر تسلط آ چکا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا: تمھاری کیا رائے ہے کہ میں کہاں جاؤں؟

اس نے جواب دیا: میری رائے یہ ہے کہ آپ دریائے دجلہ کو عبور کریں تو آپ جوخی اور جبل کے درمیان ہوں گے جب کہ اس علاقے کے اکراد (کردی قبائل) آپ کا ساتھ دیں گے اور وہاں کے سیاہ بدوؤں اور کردوں میں سے جس کا ارادہ آپ کا ساتھ دینے میں ہوگا، وہ آپ کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔ آپ نے اس کی رائے کو مان لیا اور پھر اسی راستے پر

چل پڑے۔ جس علاقے سے بھی گزرتے وہاں کا خراج وصول کر لیتے اور ان علاقوں کی زمین کے ماحصل کو فروخت کر دیتے۔

پھر ابوالسرایا اہواز کی طرف روانہ ہوئے اور سوس کے مقام تک جا پہنچے تو وہاں پر آپ کے لیے شہر کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ آپ نے بلند آواز میں کہا: دروازہ کھولو، تو انھوں نے دروازہ کھول دیا اور آپ شہر میں داخل ہو گئے۔ اہواز کے تمام علاقوں کا عامل حسن بن علی مامونی تھا۔ اس نے ابوالسرایا کو آگاہ کیا کہ وہ اس سے جنگ نہیں کرنا چاہتا لہٰذا اس کا جہاں جی چاہتا ہے یہاں سے وہاں پر چلا جائے لیکن ابوالسرایا نے اس کے اس قول کو قبول نہ کیا اور اس سے جنگ پر آمادگی ظاہر کی تو مامونی ان کے مقابلے پر فوج کے ہمراہ نکلا اور دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی۔

محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ کی سرکردگی میں، زیدیوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور علویوں نے بھی ان کے ہمراہ استقامت دکھائی جب کہ ان میں سے کچھ افراد مارے گئے۔ سوس کے لوگ ان پر حملہ آور ہونے کے لیے ان کے پیچھے سے آئے تو ابوالسرایا کا غلام ان سے لڑائی کے لیے ان کی طرف (پیچھے) مڑا تو ان کے ساتھیوں نے یہ سمجھا کہ انھیں پسپائی ہوئی ہے اس لیے یہ پیچھے ہٹ رہے ہیں اور یوں ان کے ساتھی بھی پسپا ہو گئے۔ پھر مامونی کے ساتھیوں نے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا گئی تو یہ لوگ منتشر ہو گئے اور ان کی سواریاں ان سے جدا ہو گئیں۔

ابوالسرایا سوس سے نکل کر خراسان کے راستے پر سفر کرنے لگے اور انھوں نے راستے میں ایک گاؤں "برقانا" میں پڑاؤ ڈالا۔ حماد الکندغوش جسے عباسی حکومت کی طرف سے اس علاقے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، جب اسے ابوالسرایا اور ان کے ساتھیوں کے وہاں پر پڑاؤ ڈالنے کی اطلاع ملی تو یہ گھڑسواروں کی جمعیت کے ہمراہ ان کی طرف روانہ ہوا اور خود ان سے جا کر ملا۔ حماد الکندغوش نے انھیں اس شرط پر امان دی کہ وہ ان لوگوں کو حسن بن سہل کے پاس بھیج دے گا تو ان لوگوں نے حماد الکندغوش کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ پھر اس نے اس مخبر کو دس ہزار درہم دیے جس نے ان لوگوں کی خبر اس تک پہنچائی تھی، اس کے بعد ان لوگوں کو

حسن بن سہل کی طرف روانہ کر دیا۔

محمدؒ بن محمدؒ نے حسن بن سہل کی طرف ایک خط تحریر کیا، جس میں امان طلب کی گئی اور اس سے مہربانی و شفقت کی استدعا کی تو حسن بن سہل نے جواب میں کہا: یہ ضروری ہے کہ تیری گردن اُڑا دوں۔ اس کے مشیروں اور نصیحت کرنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے گورنر! ایسا مت کرنا کیونکہ جب ہارون الرشید کا برامکہ (برمکی خاندان) پر قہر و غضب برسا تو اس نے ان کو قتل کرنے کے لیے یہ کہہ کر اتمامِ حجت کی کہ تم لوگوں نے ابن افطس کو قتل کیا تھا۔ ''ابن افطس سے مراد عبداللہؒ بن حسنؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ ہیں''۔ ہارون الرشید نے ابن افطس کے قتل کے بدلے میں ان کو قتل کروا دیا تھا۔ لہٰذا میرا یہ مشورہ ہے کہ تم اسے (محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ کو) امیر (مامون الرشید) کے پاس بھیج دو۔ پھر حسن بن سہل نے ایسا ہی کیا اور اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ ابوالسرایا کو ضرور قتل کرے گا۔

جب ابوالسرایا کو پکڑ کر حسن بن سہل کے پیغام رساں اس کے پاس لائے تو اس وقت اس نے مدائن میں اپنی چھاؤنی میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟

ابوالسرایا نے جواب دیا: سری بن منصور۔

حسن بن سہل نے کہا: نہیں! تم نذل (حقیر) ابن نذل اور مخذول (جس کی مدد چھوڑ دی گئی ہو) ابن مخذول ہو۔

پھر اس نے ہارون بن ابی خالد سے کہا: اُٹھو اور اپنے بھائی عبدوس بن عبدالصمد کے قتل کے عوض اس کی گردن اُڑا دو۔ ہارون اُٹھا اور ان کی گردن اُڑا دی۔ پھر ان کا سر کاٹ کر شہر کے مشرقی جانب اور ان کے بدن کو شہر کے مغربی جانب سولی پر لٹکا دیا گیا۔ جب کہ ابوالسرایا کے غلام ابوالشوک کو بھی قتل کرنے کے بعد ان کے ہمراہ سولی پر چڑھا دیا گیا۔

حسن بن سہل نے محمدؒ بن محمدؒ کو (مامون الرشید کی طرف) خراسان روانہ کر دیا۔ جب آپ کو مامون کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا تو فضل بن سہل نے بلند آواز میں کہا: اس کے سر سے کپڑا ہٹاؤ تو آپ کے سر کو عریاں کیا گیا۔ مامون الرشید کو آپ کی کم عمری اور جوانی پر تعجب ہوا (کہ اس عمر میں یہ حکومت کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے) پھر اس نے حکم دیا کہ انھیں ایک گھر میں

ٹھہرایا جائے اور اس گھر میں ان کے لیے بستر اور خادم کا بھی اہتمام کیا جائے جبکہ یہ اس گھر میں نظر بندی کے طور پر قیام پذیر رہے اور ان پر نگران مقرر کیے گئے تھے۔ محمدؒ بن محمدؒ بن زیدؒ تھوڑی مدت کے لیے وہاں پر مقیم رہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ چالیس دن تک وہاں پر مقیم رہے پھر آپ کو زہر آلود شربت پلایا گیا جس سے آپ کا جگر اور انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر آنے لگی اور آپ اسی کے اثر سے دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمدؒ بن جعفرؒ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے مروی ہے کہ محمدؒ بن محمدؒ کو مرو کے مقام پر زہر دیا گیا جس کے اثر سے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے باہر آنے لگے اور آپ موت سے ہمکنار ہوئے۔

جب حکومت کے دیوانوں (رجسٹر) میں یہ دیکھا گیا کہ ابو السرایا سے ہونے والے معرکوں میں حکومت کے کتنے افراد (سپاہی) قتل ہوئے ہیں تو ان کی تعداد دو لاکھ مذکور تھی۔

ابوالسرایا کے ہمراہ خروج اور ان کی بیعت کرنے والوں کا تذکرہ

محمد بن حسین اشانی نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ ابوالسرایا کے ہمراہ زیادہ تر کوفہ کے اُن افراد نے خروج کیا تھا جو بافضیلت اور بزرگان میں سے نہ تھے جب کہ ان میں سے بھی کئی افراد نے اُن کا ساتھ نہ دیا نیز یہ کہ ان کا ساتھ دینے والے افراد کی تعداد تقریباً دو لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھی۔

یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی سے مروی ہے کہ میں نے شیبہ کے دو بیٹوں ابوبکر اور عثمان کو دیکھا کہ انھوں نے ابوالسرایا کے ہمراہ خروج کیا تھا جب کہ دونوں میں سے ایک کے سر پر پیلا عمامہ اور دوسرے کے سر پر سرخ عمامہ تھا۔ ان دونوں نے کہا: لوگ ہماری سیرت پر چلیں (اور ابوالسرایا کے ہمراہ قیام کریں) راوی کہتا ہے: اس سے پہلے ان دونوں کا یہ موقف نہیں تھا۔

محمدؑ بن ابراہیمؑ کی کوفہ کے اکابرین اور سرداروں نے بیعت کی تو اس حوالے سے ابوشیبہ کے دونوں بیٹوں سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس دوران یحییٰ بن آدم نے ان کی بیعت کی تو محمدؑ نے ان پر (ساتھ دینے کی) شرط عائد کی۔ یحییٰ نے کہا: جس قدر میری استطاعت ہوگی میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس پر محمدؑ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس پر استثنا دیا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۂ تغابن: آیت ۱۶)

"پس جس قدر تم استطاعت وقدرت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو"۔

احمد بن حازم غفاری سے مروی ہے کہ مخول بن ابراہیم نے بھی ابوالسرایا کے ہمراہ خروج کیا تھا۔ عاصم بن عامر، عامر بن کثیر سراج، ابونعیم فضل بن دکین، عبدربہ بن علقمہ، یحییٰ

بن حسن بن فرات القزاز سمیت ان جیسے دیگر افراد نے بھی ان کے ہمراہ خروج کیا تھا۔

موسیٰ بن احمد القطلوانی سے بھی یہی مروی ہے کہ یحییٰ بن آدم، محمدؒ بن ابراہیمؒ کی بیعت کے لیے آیا۔ اس کے بعد درج بالا روایت کی عبارت مذکور ہے۔

ابن نمیر کہتا ہے: میرے ہاتھ سے ابومعاویہ کی اکثر وہ کتابیں ضائع ہوگئیں جو ابومعاویہ نے اعمش سے نقل کی تھیں اور جب یحییٰ بن عیسیٰ میرے پاس آیا تو میں نے اس سے اعمش کی گفتگو تحریر کی۔ اس نے کہا: تمام حمد وثنا اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے ابومعاویہ کی کارگزاری کی توفیق دی اور میں اس بات کے ذریعے یحییٰ بن عیسیٰ پر اترانے لگا۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد ابوالسرایا نے خروج کیا تو یحییٰ بن عیسیٰ نے بھی ان کے ہمراہ خروج کیا۔ میں نے ان سے کہا: تم اپنی بات سے فرار اختیار کر گئے ہو اور اس شخص کے ساتھ معرکہ میں شریک ہو گئے ہو۔

معنی بن عاصم سے منقول ہے کہ میں نے ابوالسرایا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے کبھی بے حیائی اور فحش افعال کے ذریعے خدا کی معصیت و نافرمانی نہیں کی۔ اور میں نے انھیں یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ میں کبھی کسی سے اس قدر ہیبت زدہ نہیں ہوا جس قدر میرے نزدیک محمدؒ بن ابراہیمؒ کی ہیبت تھی۔

ابوعبیدہ الصیرفی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا ہے: میں نے ایک مرتبہ ابوالسرایا کو دیکھا کہ ان کے پاس جَو کے دو پیالے لائے گئے۔ ان میں سے ایک پیالہ آپ نے اپنے لیے رکھ لیا اور دوسرا اپنے گھوڑے کے آگے ڈال دیا۔ آپ اپنے گھوڑے کے لیے جَو کا پورا خیال رکھتے تھے۔

ابراہیم بن سلیمان المقری سے منقول ہے کہ میں کوفہ میں قنطرہ کے مقام پر ابوالسرایا کے ہمراہ کھڑا تھا جب کہ محمدؒ بن محمدؒ صحرائے اثیر (کوفہ میں اثیر بن عمرو السکونی طبیب کی طرف منسوب ایک مقام) میں موجود تھے کہ اسی دوران ایک شخص ان کے پاس آیا جو ہرثمہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اس نے ابوالسرایا سے کہا: ہرثمہ کے لشکر کے سردار پل کی طرف سے کوفہ شہر میں داخل ہو گئے ہیں اور انھوں نے محمدؒ بن محمدؒ کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ شخص دراصل (پروپیگنڈہ کرتے ہوئے) اس بات کے ذریعے ابوالسرایا کو ان کی جگہ (قنطرہ) سے ہٹانا چاہتا تھا۔

جب ابوالسرایا نے محمدؒ کی گرفتاری کی خبر سنی تو فوراً اپنا گھوڑا صحرائے اثیر کی طرف بھگا دیا جب کہ ہرثمہ پیش قدمی کرتا ہوا کوفہ شہر میں داخل ہو گیا یہاں تک کہ وہ اس جگہ تک پہنچ گیا جو "دارالحسن" کے نام سے معروف تھی۔

جب ابوالسرایا صحرائے اثیر میں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ محمدؒ بن محمدؒ منبر پر کھڑے ہو کر خطاب کر رہے ہیں اور وہ سمجھ گئے کہ یہ صرف دشمن کی ایک چال تھی۔ پھر وہ فوراً واپسی کے لیے تیزی سے مڑے اس وقت ان کے ہمراہ ایک شخص تھا جو مسافر طائی کے نام سے معروف تھا لیکن اس کا تعلق بنوشیبان سے تھا اور قبیلہ طئی کے لوگوں میں رہنے کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے دشمن کے مقدمۃ الجیش پر حملہ کرتے ہوئے انھیں واپس دھکیل دیا۔

ایک شخص نے ابوالسرایا سے آ کر کہا: ہرثمہ کے لشکر میں سے ایک گروہ یہاں پر ویرانے میں گھات لگا کر آپ پر حملے کی تاک میں ہے۔ آپ نے کہا: مجھے وہ لوگ دکھاؤ۔ اس شخص نے آپ کو وہ ویران جگہ دکھائی تو پھر آپ اس ویران اور غیر آباد جگہ کی طرف چلے گئے اور کافی دیر تک وہاں ہی رہے۔ جب آپ وہاں سے باہر نکلے تو آپ اپنی تلوار سے خون صاف کر رہے تھے اور خود سے خون کے لوتھڑوں کو جھاڑ رہے تھے۔ پھر آپ ہرثمہ کی طرف نکل گئے تو میں اس ویران جگہ پر گیا تو دیکھا کہ وہ سب لوگ موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور ان کے گھوڑے ایک دوسرے پر گرے ہوئے پڑے ہیں۔ جب میں نے ان مردہ لوگوں کو شمار کیا تو یہ ایک سو یا ایک کم سو مرد تھے۔

محمد بن منصور سے مروی ہے کہ میں نے قاسمؒ بن ابراہیمؒ کو بیان کرتے ہوئے سنا تھا کہ جب ہم ان کے ہمراہ حسینیین کی منزل جو وریمنہ کے نام سے معروف ہے، میں موجود تھے تو انھوں نے کہا: جب میرے پاس میرے بھائی محمدؒ (بن ابراہیمؒ) کی موت کی خبر آئی تو اس وقت میں مغرب (مراکش) میں تھا۔ میں ان کی موت کی خبر سن کر بلند آواز میں رونے لگا اور میری آنکھوں سے اشکوں کی برسات شروع ہو گئی۔ پھر میں نے ان کی موت پر ایک مرثیہ کہا تا کہ میں اس حوالے سے کچھ تشفیہ بیان کروں۔

راوی کہتا ہے کہ پھر انھوں نے میرے سامنے ایک کاغذ نکال کر وہ مرثیہ پڑھا اور مَیں نے اسے تحریر کر لیا جبکہ اس کا پہلا شعر یہ تھا:

یا دارُ دارَ غرورٍ لاوفاءَ لها حیثُ الحوادث بالمکروہ تَسْتَبِقُ

"اے ایسا گھر جو دھوکے کا گھر (دنیا) ہے تجھ میں کوئی وفا نہیں ہے جبکہ یہاں ناخوشگوار حادثات تیزی سے انسان کی طرف بڑھتے ہیں"۔

محمد بن منصور سے منقول ہے کہ مَیں نے قاسمؑ بن ابراہیمؑ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مَیں ایک ایسے مرد کو جانتا ہوں جو بیت اللہ میں ایک رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دُعا مانگ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِالاسْمِ الَّذِی دُعاك به سلیمان فجاءہ السریر فتهدل البیت علیه رطبًا

"اے اللہ! میں تجھ سے اس نام کے واسطے سے دُعا مانگتا ہوں جس نام کے واسطے حضرت سلیمانؑ نے تجھ سے دعا مانگی تھی تو ان کے لیے تخت آیا تھا۔ پھر اس شخص کے لیے بیت اللہ میں تازہ خرمے لٹکنے لگے"۔

محمد بن منصور کہتا ہے: مَیں نے قاسمؑ بن ابراہیمؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک ایسے شخص کو بھی جانتا ہوں جس نے خدا سے یوں دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِالاسْمِ الَّذِی مِن دُعاك به أجبته

"بارِالٰہا! میں تجھ سے تیرے اس نام کے وسیلے سے دُعا مانگتا ہوں کہ جس نے بھی تجھ سے اس نام کے وسیلے سے دُعا مانگی تو تُو نے اس کی دُعا کو مستجاب فرمایا"۔

راوی کہتا ہے: جب کہ وہ شخص دُعا مانگ رہا تھا تو وہ ظلمت و تاریکی میں تھا، پھر اس گھر میں چار سو روشنی پھیل گئی اور وہ گھر منور ہو گیا۔ محمد بن منصور کہتے ہیں: اس سے مراد ان کی اپنی ذات تھی۔

جب قاسمؒ بن ابراہیمؒ نے حکومت کے خلاف قیام کرنے کا ارادہ کیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کر لی اور ان کے ہمراہ خروج کے لیے آمادہ ہو گئے تو خروج کے وقت آپ نے اپنے لشکر میں ستار (لہو ولعب کا آلہ) کی آواز سنی تو آپ نے کہا: اس قوم کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی اور پھر آپ انھیں چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے۔

عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابراہیمؒ بن جعفرؒ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؒ کی والدہ کا نام آمنہؒ بنت عبیداللہؒ بن حسینؒ بن علیؑ بن حسینؑ ہے۔

آپ مامون الرشید کے دورِ خلافت میں فارس کی طرف جا رہے تھے کہ خوارج کے ایک گروہ نے راستے میں ہی آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ (حضرت امام علی رضا علیہ السلام)

آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کی کنیت ابوبکر تھی۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ ابوصلت الھروی سے مروی ہے کہ ایک دن مامون الرشید نے مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو مَیں نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا: ابوبکر نے اس مسئلے میں یہ قول بیان کیا ہے۔ مامون نے کہا: کون سے ابوبکر؟ ہمارے ابوبکر یا عام لوگوں (اہلِ سنت) کے ابوبکر؟

مَیں نے جواب دیا: ہمارے ابوبکر۔

عیسیٰ بن مہران نے ابوصلت سے پوچھا: آپ کے ابوبکر کون سے ہیں؟ تو ابوصلت ھروی نے جواب دیا: حضرت امام علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ اور یہ ان کی کنیت تھی اور ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ مامون الرشید نے انھیں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا کہ میرے بعد یہ خلیفہ بنیں گے لیکن پھر اس نے انھیں زہر دلوا کر شہید کر دیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حالات کا تذکرہ

مؤلف کہتے ہیں کہ ان کے متعلق بعض روایات علی بن حسین بن علی بن حمزہ نے اپنے چچا محمد بن علی بن حمزہ علوی سے نقل کرتے ہوئے مجھ سے بیان کی ہیں اور بعض روایات احمد بن محمد بن سعید نے یحییٰ بن حسن علوی سے نقل کرتے ہوئے بیان کی ہیں جب کہ مَیں نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے۔

مامون الرشید نے اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کو اپنے پاس مدینے سے بلوایا، ان میں حضرت امام علیؑ ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام بھی شامل تھے۔ وہ لوگ انھیں بصرہ کے راستے مامون الرشید کے پاس (خراسان) لائے۔ ان لوگوں کو مدینہ سے خراسان لانے کے لیے

خراسان کے ایک شخص جو جلودی کے نام سے معروف تھا، کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ (عیسیٰ) جلودی اولادِ ابوطالبؑ کو مامون الرشید کے پاس لایا تو مامون الرشید نے ان سب کو ایک گھر میں ٹھہرایا جب کہ حضرت علیؑ ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو دوسرے گھر میں ٹھہرایا۔

مامون الرشید نے فضل بن سہل کو بتایا کہ وہ علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے اور وہ اس حوالے سے اپنے بھائی حسن بن سہل کے ساتھ مشاورت کرے، پھر فضل نے ایسے ہی کیا اور مامون کی موجودگی میں دونوں بھائی اس کے پاس اکٹھے ہوئے جب کہ حسن بن سہل پر مامون کا یہ فیصلہ گراں گزرا لہٰذا اس نے مامون سے دریافت کیا کہ آپ یہ امر اپنے خاندان (بنوعباس) سے ان کی طرف کیوں منتقل کر رہے ہیں؟

مامون نے اسے جواب دیا: کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ میں اپنے بعد اس شخص کو یہ خلافت منتقل کروں گا جو اولادِ ابوطالبؑ میں سب سے افضل ہوگا بشرطیکہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں اور میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس مرد (حضرت امام علی رضا علیہ السلام) سے افضل ہو۔

پھر فضل بن سہل اور حسن بن سہل نے مامون الرشید کے ارادے کے مطابق مامون کے ساتھ اتفاق کیا اور مل بیٹھے تو مامون الرشید نے ان دونوں کو حضرت علیؑ ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ انھوں نے آپؑ کو مامون کے ارادوں سے باخبر کرتے ہوئے خلافت کی پیش کش کی، جسے آپؑ نے ٹھکرا دیا مگر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے اور آپؑ اس عہد کو قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے امام علیہ السلام سے کہا: آپؑ اسے قبول کرلیں ورنہ ہمیں آپ کے خلاف کوئی کارروائی کرنا پڑے گی یعنی انھوں نے امام علیہ السلام کو دھمکی دی۔

پھر دوسرے نے امام علیہ السلام سے کہا: خدا کی قسم! مامون الرشید نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آپؑ اس کے ارادے کی مخالفت کریں تو آپؑ کی گردن اُڑا دی جائے۔ پھر مامون نے خود امام علیہ السلام کو بلایا اور اس حوالے سے گفتگو کی لیکن آپؑ نے حکومت کو ٹھکرا دیا تو اس نے آپؑ سے دھمکی آمیز گفتگو کی اور کہا: حضرت عمر نے آپؑ کے دادا (حضرت علی علیہ السلام) کو شوریٰ کے چھے افراد میں رکھا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ان میں سے جو بھی مخالفت کرے اس کی گردن

اُڑا دیتا۔ لہٰذا آپؑ کے لیے ضروری ہے کہ آپؑ ولی عہدی کو قبول کریں۔ تب مجبوراً امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے مامون کی درخواست کو قبول کیا۔

اس کے بعد جمعرات کے دن مامون الرشید اپنے دربار میں مسند نشین ہوا تو فضل بن سہل نے لوگوں کو حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے متعلق مامون الرشید کی رائے سے آگاہ کیا کہ اس نے انھیں اپنا ولی عہد (جانشین) مقرر کیا ہے اور ان کو "رضا" کا لقب دیا ہے۔ پھر مامون نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ اب (سیاہ لباس کے بجائے جو بنوعباس کا لباس تھا) سبز لباس زیب تن کیا جائے اور آیندہ جمعرات کو ان کی بیعت کرنے کے ساتھ ساتھ پورے سال کے لیے رزق بھی لے جاؤ۔

اگلی جمعرات کو حکومت کے تمام قائدین، سردار، قاضی اور دیگر لوگ سبز لباس پہن کر دربار میں آئے۔ مامون الرشید اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے امام علی رضا علیہ السلام کے لیے دو بڑے تکیے دربار میں رکھوائے تاکہ آپؑ اس کے دربار میں آئیں تو ان تکیوں سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوں۔ یہاں تک کہ جب آپؑ تشریف لائے تو مامون نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اپنی محفل میں ان تکیوں پر عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا۔ اس وقت آپ نے عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا اور تلوار گلے میں حمائل کر رکھی تھی۔

پھر مامون الرشید نے اپنے بیٹے عباس بن مامون کو ان کی بیعت کرنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے اس کے بیٹے نے امام علیہ السلام کی بیعت کی۔ آپؑ نے بیعت کے لیے اپنے ہاتھ کی پشت کو اپنے چہرے کے سامنے کیا اور ہتھیلی کو لوگوں کے چہروں کی طرف کیا تو مامون الرشید نے آپؑ سے کہا: آپؑ بیعت کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔

اس پر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ پھر تمام لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی۔ اسی طرح ایک بڑے طشت میں پانی ڈالا گیا اور امام علی رضا علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس طشت میں رکھا اور عورتیں بھی اس پانی والے طشت میں امام علیہ السلام کی بیعت کا اقرار کرتیں۔ پھر خطباء اور شعراء نے کھڑے ہوکر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے فضائل بیان کیے جبکہ مامون الرشید نے انھیں آپؑ کی شان بیان کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

اس کے بعد ابوعباد نے عباس بن مامون کو بلایا تو وہ جلدی سے اُٹھا اور اپنے باپ کے قریب ہو کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ پھر مامون الرشید نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؒ کو ندا دی گئی تو فضل بن سہل نے ان سے کہا: اُٹھو، تو آپ اُٹھ کر مامون کے پاس گئے لیکن اس کے ہاتھ پر بوسہ نہیں دیا۔ پھر آپؒ نے آگے بڑھ کر اس سے انعام وصول کیا۔ پھر مامون نے ان سے کہا: اے ابوجعفر! اب تم اپنی جگہ پر واپس جا کر بیٹھ جاؤ تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔

اس کے بعد ابوعباد ایک ایک علوی اور عباسی کو صدا دے کر بلاتا رہا اور وہ اپنا انعام وصول کرتے رہے یہاں تک کہ تمام مال ختم ہو گیا۔ پھر مامون الرشید نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا: آپؑ کھڑے ہوں اور لوگوں سے خطاب کریں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اِنَّ لَنَا عَلَیکُم حقًا بِرَسُول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَکُم عَلَینَا حق به فَاِذَا أدیتم اِلَینَا ذٰلِكَ وَجب عَلَینَا الْحَق لَکُم

"بے شک! رسولؐ خدا سے ہماری نسبت کی وجہ سے ہمارا تم پر حق ہے اور اسی وجہ سے تمہارا ہم پر بھی حق ہے۔ پس اگر تم نے ہمارے حق کو ادا کیا تو ہم پر بھی تمہارا حق ادا کرنا واجب ہے"۔

اس مجلس میں امام علی رضا علیہ السلام سے اس کے علاوہ کچھ منقول اور مذکور نہیں ہے۔ پھر مامون الرشید نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ درہم کے سکوں پر امام علی رضا علیہ السلام کا نامِ مبارک کندہ کیا جائے۔ مامون نے اسحاق بن موسیٰؑ بن جعفرؑ کی شادی اپنے چچا اسحاق بن جعفر بن محمد (عباسی) کی بیٹی سے کروائی تھی، مامون نے ان سے کہا: آپ لوگوں کے پاس جائیں اور ہر شخص میں یہ اعلان کر دیں کہ حضرت (امام) رضا علیہ السلام کو ولی عہد مقرر کر دیا گیا ہے۔

یحییٰ بن حسن علوی بیان کرتا ہے: جس شخص نے عبدالجبار بن سعید سے یہ سنا تھا اس نے مجھے یہ بتایا کہ عبدالجبار بن سعید نے اس سال مدینہ میں منبرِ رسولؐ پر خطبہ دیتے ہوئے امام علی رضا علیہ السلام کے لیے دعا میں یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ وَأصلح ولی عھد المسلمین ، علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی {1}

ستة آباءھم ماھم ھم خیر من یشرب صوب الغمام {1}

"اے اللہ! مسلمانوں کے ولی عہد جو کہ علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ہیں، کو صحت و سلامتی عطا فرما۔ ان کے چھے آباء و اجداد وہ ہستیاں ہیں جو اَبرِ کرم و رحمت سے افضل ہیں اور اس سے زیادہ انسانیت کو فیض بخشا"۔

مامون الرشید نے اپنی بیٹی اُم الفضل کی شادی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بیٹے حضرت امام محمد (تقی) علیہ السلام سے کی تھی حالانکہ ان کا رنگ سیاہ تھا اور پھر اپنی بیٹی کو ان کے حوالے کر دیا اور وہ انھی کے پاس رہی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام ایک مرض میں مبتلا ہوئے جس کی وجہ سے وہ دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپؑ اپنی زندگی میں مامون سے سہل کے دونوں بیٹوں کے حوالے سے بتایا کرتے تھے کہ یہ میرے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں اور مجھے اُمور کی حقیقت کے بارے میں نہیں بتاتے۔ آپؑ مامون الرشید کو ان دونوں سے باز رہنے کے لیے کہتے اور ان کی غلط باتوں اور افعال کا اس سے تذکرہ کرتے رہتے تھے۔

ایک دن آپؑ نے یہ دیکھا کہ مامون الرشید نماز کے لیے وضو کر رہا ہے جب کہ اس کا غلام وضو کے لیے اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے تو آپؑ نے مامون الرشید سے فرمایا: اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو مت شریک کرو۔

جب مامون الرشید امام علی رضا علیہ السلام کو اپنے لیے بوجھ سمجھنے لگا تو آپؑ سے چھٹکارا پانے کی تدبیر کرنے لگا۔ اس نے بیمار ہونے کا بہانہ کیا اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ ہم دونوں (مامون الرشید اور امام علی رضا علیہ السلام) نے مل کر کھانا کھایا تھا اور وہ کھانا ضرر رساں تھا،

{1} یہ بیت اشجع السلمی شاعر کا ہے جیسا کہ الشعر والشعراء: ج ۱، ص ۱۰۹ اور خزانۃ الادب: ج ۲، ص ۱۱۸ پر مذکور ہے اور ان دونوں کتابوں میں دوسرے شعر میں من یشرب البدا مر ہے۔

لہٰذا ہم دونوں بیمار ہو گئے اور حضرت علی رضاعلیہ السلام اسی بیماری میں وفات پا گئے ہیں۔

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی وفات (شہادت) کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپؑ کو کس طرح زہر دیا گیا۔

محمد بن علی بن حمزہ سے منقول ہے کہ منصور بن بشیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: ایک مرتبہ مامون الرشید نے مجھے ناخن بڑھانے کا حکم دیا تو میں نے اپنے ناخن بڑھا دیے۔ پھر اس نے ایک دن مجھے املی کی طرح کوئی چیز دیتے ہوئے کہا: اسے اچھی طرح سے کھرچو اور پھر اس کو مکمل طور پر پیس کر آٹے کی طرح باریک کر دو تو میں نے ایسے ہی کیا۔

پھر مامون الرشید امام علی رضاعلیہ السلام کے پاس گیا اور کہا: آپؑ کا کیا حال ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اُمید کرتا ہوں کہ میں ٹھیک اور تندرست ہو جاؤں گا۔

پھر مامون الرشید نے آپؑ سے پوچھا: کیا آج آپؑ کے پاس آپؑ کے خدمت گاروں میں سے کوئی آیا تھا؟

آپؑ نے جواب دیا: نہیں۔ تو مامون الرشید اپنے غلاموں اور خادموں پر برسنے لگا اور امام علیہ السلام سے کہا: آپؑ آج انار کا شربت پئیں کیونکہ یہ اس قدر لذیذ ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس نے انار منگوایا اور عبداللہ بن بشیر کو یہ انار دے کر کہا: اپنے ہاتھ سے اس انار کا جوس بنا کر لاؤ۔ تو وہ اپنے (زہر آلود) ہاتھوں سے انار کا جوس بنا لایا۔ مامون الرشید نے اپنے ہاتھ سے آپؑ کو یہ زہر آلود انار کا شربت پیش کیا اور آپؑ نے اسے پی لیا۔ اس زہر آلود انار کے شربت کو پینے سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اس شربت کو پینے کے دو دن بعد آپؑ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابوصلت الھروی (امام علی رضاعلیہ السلام کے باوفا صحابی) بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں امام علی رضاعلیہ السلام کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا:

یا ابا الصلت قد فعلوھا

"اے ابوصلت! ان لوگوں نے (مجھے زہر آلود شربت پلا کر) اپنا کام کر دیا ہے"۔

اس وقت امام علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی تسبیح و تمجید کر رہے تھے۔

محمد بن علی سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن الجہم سے سنا کہ امام علی رضا علیہ السلام کو انگور بہت پسند تھے لہٰذا مامون الرشید نے آپؑ کے لیے کچھ خاص انگور منگوائے اور ان انگوروں کے اُوپر ڈنڈی والی جگہ پر سوئی کے ذریعے انھیں زہر آلود کیا۔ پھر یہ انگور کچھ دن یوں ہی پڑے رہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے بیماری کے دوران ان انگوروں کو تناول فرمایا تو آپؑ کی شہادت واقع ہوگئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اِن انگوروں کو مخفی طور پر زہر آلود کیا گیا تھا۔

جب امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو مامون الرشید آپؑ کی موت کی خبر کو اس وقت منظر عام پر نہ لایا بلکہ اس نے ایک دن اور رات انھیں یوں ہی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مامون الرشید نے محمدؒ بن جعفرؒ بن محمدؑ اور اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کو اپنے پاس بلا کر انھیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو دکھایا کہ دیکھ لو! ان کا جسم صحیح و سالم ہے اور ان کے جسم پر کسی قسم کے تشدد کے نشانات موجود نہیں ہیں (لہٰذا گواہ رہنا کہ ان کی طبعی موت واقع ہوئی ہے)۔ اس کے بعد وہ رونے لگا اور کہا: ”اے میرے بھائی! یہ بات میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے کہ میں آپؑ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ میں آپ سے پہلے دنیا سے کوچ کرنے کی اُمید رکھتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ نہیں تھا“۔

اس کے بعد وہ بلند آواز میں چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو انتہائی غمگین اور افسردہ ظاہر کر رہا تھا۔ پھر وہ امام علیہ السلام کے جنازے کے ساتھ ساتھ آپؑ کا جنازہ اُٹھاتے ہوئے اس جگہ پر آیا، جہاں پر آج حضرت امام علی رضا علیہ السلام مدفون ہیں اور اس نے آپؑ کو ہارون الرشید (کی قبر) کے ایک طرف دفن کر دیا۔

حسن بن علی الخفاف نے ابوالصلت الھروی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: (امام علی رضا علیہ السلام کو زہر دینے کے بعد) مامون، امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا تاکہ آپؑ کی تیمارداری کر سکے اور وہ (امامؑ کے بدلے) اپنی جان دینے کا کہہ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ پھر مامون الرشید نے کہا: اے میرے بھائی! میرے لیے یہ انتہائی تکلیف دہ بات ہے کہ میں آپ کی موت کا دن دیکھنے کے لیے زندہ رہوں جب کہ آپؑ کی بقا میں میرے لیے ایک اُمید تھی۔ یہ امر

میرے لیے بہت گراں ہوگا جب لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے آپ کو زہر دیا ہے لیکن میں اس حوالے سے خدا کی بارگاہ میں بری الذمہ ہوں۔ امام علی رضاعلیہ السلام نے اس سے کہا: تُو نے سچ کہا ہے کہ تُو خدا کی بارگاہ میں بری الذمہ ہے۔

پھر مامون الرشید ان کے پاس سے اُٹھ کر باہر آ گیا اور آپؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپؑ کی قبر کھودنے سے پہلے مامون ان کے پاس آیا اور کہا کہ میرے باپ کے پہلو میں ان کی قبر کھودو۔ پھر اس نے ہم حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس مرنے والے (امام علی رضاعلیہ السلام) نے مجھے بتایا تھا کہ جب میری قبر کھودی جائے گی تو اس کے اندر پانی اور مچھلی ظاہر ہو گی، لہٰذا ان کی قبر کھودو اور جب انھوں نے قبر کھودی تو اندر سے پانی پھوٹ پڑا اور اس پانی میں مچھلی بھی موجود تھی۔ پھر وہ پانی خود بخود نیچے اُتر گیا (اور مچھلی بھی غائب ہو گئی) اس کے بعد امام علی رضاعلیہ السلام کو اس لحد میں دفن کر دیا گیا۔

محمدؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن علیؒ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ

آپ کی کنیت ابوجعفر ہے اور آپؒ کی والدہ کا نام زینب بنت موسیٰ بن عمر بن علیؑ بن حسینؑ ہے۔

ابراہیم بن ابی محمد البریدی سے منقول ہے کہ مامون الرشید کے دورِ خلافت میں جب معتصم اس کا ولی عہد تھا تو ہم معتصم کے پاس موجود تھے کہ معتصم نے لوہے کا ایک راڈ لیا اور اسے بلند کرتے ہوئے اس کے آٹھ ٹکڑے کر دیے۔ پھر اس نے لوہے کا یہ راڈ اپنے ہاتھ سے عباس بن علی بن ریطہ کی طرف اُچھال کر پھینکا تو اس نے اپنے ہاتھ سے اس کے سات ٹکڑے کر دیے۔ پھر اس نے یہ راڈ پھینک دیا جبکہ وہ لوگ اسے ہاتھ سے یوں ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں فضل وقدر ومنزلت سمجھتے تھے۔

معتصم نے محمدؒ بن عبداللہؒ بن افطسؒ سے کہا: اے ابوجعفر! کیا آپ اس کے ٹکڑے نہیں کرو گے، کیا آپ کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے؟

محمدؒ بن عبداللہ بن افطسؒ نے کہا: کیا تم مجھے یہ بات کہہ رہے ہو؟ یہ راڈ مجھے پکڑاؤ۔

معتصم نے لوہے کا راڈ ان کی طرف پھینکا تو آپ نے فضا میں اُچھالتے ہوئے اور مختلف جانب پلٹاتے ہوئے اس کے سولہ ٹکڑے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر معتصم کا رنگ زرد اور سرخ ہو گیا۔ معتصم، مامون الرشید سے ان کے حوالے سے بات چیت کیا کرتا تھا کہ انھیں بھی کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو مامون نے انھیں بصرہ کی ذمہ داری سونپ دی۔ جب محمدؒ بن عبداللہ نے اپنے ہاتھ سے یہ راڈ پھینکا تو معتصم نے ان سے کہا: اب آپ مجھے الوداع کہہ کر اپنے مشن پر روانہ ہو جائیں اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب محمدؒ بن عبداللہ روانہ ہونے کے لیے باہر نکلے تو معتصم بھی زہر آلود شربت لے کر ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور ان کے پاس پہنچ کر کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ شربت پی لیں کیونکہ مجھے آپ کی یاد آئی تو مجھے یہ اچھا لگا۔ میں نے یہ چاہا کہ آپ اس جام کو نوش کریں اور پھر میں یہ جام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ جب آپ نے یہ شربت پیا تو اسی وقت دنیا سے رخصت ہو گئے۔

معتصم کا دورِ حکومت اور اس میں قیام کرنے والے اولادِ ابوطالبؑ کے افراد محمدؒ بن قاسمؒ بن علیؒ

آپ کا نام و نسب یہ ہے: محمدؒ بن قاسمؒ بن علیؑ بن عمرؒ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپؒ کی والدہ کا نام صفیہ بنت موسیٰ بن عمر بن علیؑ بن حسینؑ ہے۔ آپؒ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ عامہ (غیر شیعہ) آپ کو صوفی کا لقب دیتے تھے کیونکہ آپ سفید اُون کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ آپ عالم، فقیہ، دین دار، زاہد اور بہترین مذہبی شخصیت کے مالک تھے۔

مؤلف کہتے ہیں: آپ اللہ تعالیٰ کی عدالت (عادل ہونا) اور وحدانیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کا اس حوالے سے زیدیہ جارودیہ فرقے والا نظریہ تھا۔ آپ نے معتصم کے دورِ حکومت میں طالقان میں خروج کیا اور وہاں پر آپ کے اور عبداللہ بن طاہر کے درمیان ہونے والے کئی معرکوں کے بعد عبداللہ بن طاہر نے آپ کو پکڑ کر معتصم کے پاس بھیج دیا۔

عبداللہ بن حمدون نے ابراہیم بن عبداللہ العطار سے نقل کیا ہے جب کہ ابراہیم بن عبداللہ العطار جو طالقان[1] میں ابوجعفر محمدؒ بن قاسم کے ہمراہ تھا۔ اس نے محمد بن قاسمؒ کے خراسان میں مختلف علاقوں میں نقل مکانی کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

ابوجعفر محمدؒ بن قاسمؒ نے مرو میں قیام کیا تو ہم کوفیوں میں سے بھی تقریباً دس کے لگ بھگ افراد ان کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے آپؒ ''رقہ اور روذ'' کی طرف نکل گئے جہاں پر ان کے ہمراہ زیدیوں کے سرکردہ افراد کی ایک جماعت تھی۔ ان زیدیوں میں یحییٰ بن حسن بن فرات القزاز اور عباد بن یعقوب الرواجنی بھی شامل تھے۔ ان زیدیوں نے جب محمدؒ بن قاسمؒ کو ان کے ایک فرد سے معتزلہ کے مذہب کی ایک بات کرتے ہوئے سنا تو تمام کوفی ان سے جدا

---

[1] معجم البلدان: جلد ۶، ص ۹۷

ہو گئے اور ہم دس کے لگ بھگ کوفہ کے باشندے ان کے پاس باقی بچ گئے۔ ہم لوگوں میں پھیل گئے اور انھیں ان کی بیعت کی طرف بلایا تو تھوڑے ہی عرصے میں چالیس ہزار افراد نے ان کی بیعت کی حامی بھر لی اور ہم نے ان لوگوں سے ان کی بیعت لی۔

ہم نے ابوجعفر محمدؒ بن قاسمؒ کو مرو کے ایک گاؤں میں ٹھہرایا تھا جبکہ اس گاؤں کے تمام باشندے شیعہ تھے اور انھوں نے آپ کو ایک ایسے قلعے میں ٹھہرا دیا جہاں کوئی پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا تھا جب کہ یہ قلعہ "جبل حریز" میں واقع تھا۔ جب تمام لوگ آپؒ کی بیعت اور خلافت پر متفق ہو گئے تو وہ لوگ اسی رات ان کے پاس آئے تو آپ بھی قلعہ سے نیچے ان لوگوں کی طرف آئے۔

ابھی ہم آپ کے پاس موجود ہی تھے کہ اچانک ایک شخص کے رونے اور فریاد کرنے کی آواز آئی تو ابوجعفر محمدؒ بن قاسمؒ نے مجھ سے کہا: ابراہیم اٹھو اور باہر جا کر دیکھو کہ یہ رونے کی آواز کیوں آ رہی ہے؟

پھر میں اس جگہ کی طرف آ کر کھڑا ہوا جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر میں اس جگہ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں پر ایک اچھی شکل وصورت کا مرد موجود ہے جس سے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس کی زین کے نیچے کا عرق گیر چھین لیا ہے اور وہ اس عرق گیر سے چمٹا ہوا بیٹھا ہے۔ تو میں نے اس رونے والے سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو اور تمھارا کیا ماجرا ہے؟

اس نے جواب دیا: تمھارے ساتھیوں نے میرا عرق گیر چھین لیا ہے۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس شخص کو اس کا عرق گیر واپس کر دو کیونکہ اس کے رونے کی آواز ابوجعفر نے سن لی ہے۔

اس شخص نے مجھ سے کہا: ہم لوگ اس لیے تمھارے ہمراہ قیام کرنے کے لیے آمادہ ہوئے تھے تاکہ مال واسباب اور نفع حاصل کریں اور اپنی ضرورت کی اشیاء پا سکیں۔ جب سے میں تم لوگوں کے ساتھ شامل ہوا ہوں تب سے اب تک صرف یہ ایک عرق گیر ہی لیا ہے، جسے تم نے اس کے مالک کو واپس لوٹا دیا ہے۔

اس کے بعد میں محمدؒ بن قاسمؒ کے پاس واپس آ گیا اور انھیں تمام حقیقت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ میں نے وہ عرق گیر اس شخص سے زبردستی لے کر اس کے مالک کو واپس کر دیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے مجھ سے کہا: ابراہیم! کیا ایسے لوگ بھی دین خدا کی نصرت و مدد کرتے ہیں؟ پھر انھوں نے مجھ سے کہا: تمام لوگوں کو مجھ سے دُور کر دیں تا کہ میں اپنی رائے اور فیصلے کے بارے میں غور وفکر کروں۔

پھر مَیں نے لوگوں کے پاس جا کر ان سے کہا کہ اب یہ صورتِ حال ناگزیر ہو چکی ہے کہ تم لوگ اسی وقت یہاں سے منتشر ہو جاؤ۔ پھر وہ سب وہاں سے تتر بتر ہو گئے۔

اس کے بعد اسی وقت محمدؒ بن قاسمؒ وہاں سے طالقان کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب کہ طالقان اور مرو کے درمیان چالیس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ آپ نے طالقان میں قیام کیا جب کہ ہم لوگوں کو ان کی طرف بلانے کے لیے منتشر ہو گئے۔ ہم نے ان کے لیے بہت بڑی جمعیت کو جمع کر لیا اور پھر ہم ان کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ اپنے امر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں اور خروج پر آمادہ ہیں تو اس قوم (عباسی فوج) سے مقابلہ کریں۔ ہمیں اُمید ہے کہ خدا ہماری مدد کرے گا۔ اگر آپ کو فتح و کامیابی نصیب ہوئی تو پھر آپ اپنے لشکر اور فوج میں سے جسے پسند کریں اُسے انھیں اپنے لیے چُن لیں۔ اگر آپ نے اب بھی ویسے ہی کرنا ہے جیسے مرو میں کیا تھا تو عبداللہ بن طاہر آپ کی پشت پر ہے۔ لہٰذا اس سے صلح کر لیں تا کہ اس سے ہماری اور آپ کی جان بخشی ہو۔ پھر آپ اپنے گھر میں اپنے خاندان کے دیگر افراد کی طرح بیٹھ کر زندگی کے اُمور کے لیے تگ و دو کریں۔ پھر محمدؒ بن قاسمؒ نے دشمن سے لڑنے کا مضبوط ارادہ کیا اور لوگوں کے ہمراہ حکومت کے خلاف خروج کر دیا۔

جب عبداللہ بن طاہر کو آپؒ کے خروج کی اطلاع ملی تو اس نے حسین بن نوح جو اس کے سپاہیوں کا سردار (چیف) تھا، اُسے ان کی طرف روانہ کیا۔ جب ہم نے اس کا سامنا کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی تو ہم نے اسے بہت بری شکست سے دوچار کیا۔ جب عبداللہ کو اس کی شکست کی خبر ملی تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک قائد کو الگ کیا جس کا نام نوح بن حبان بن جبلہ یا حبان بن نوح بن جبلہ تھا، اُسے ایک

جماعت کا سردار مقرر کر کے محمدؓ بن قاسمؓ کی طرف روانہ کیا۔

جب ہمارا اس سے آمنا سامنا ہوا تو ہم نے اسے حسین بن نوح سے بھی زیادہ بری طرح شکست دی اور وہ وہیں سے طالقان کے گردونواح کی طرف پسپا ہو کر نکل گیا اور وہ عبداللہ بن طاہر کے پاس واپس نہیں گیا۔ اس نے عبداللہ بن طاہر کو خط لکھ کر اپنے پسپا ہونے پر معذرت کی اور یہ قسم کھائی کہ وہ صرف اس صورت میں اس کے پاس واپس لوٹے گا، جب اسے کامیابی ملے گی یا قتل ہو جائے گا اور اس کی لاش اس کے پاس آئے گی۔

اس کے بعد عبداللہ بن طاہر نے ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا جو آہستہ آہستہ محمدؓ بن قاسمؓ کی طرف بڑھا اور ان کے سامنے جا کر پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر نے کئی جگہوں پر کمین گاہیں نصب کیں اور جب ہماری ان سے لڑائی شروع ہوئی تو ہم نے ایک گھنٹے تک انتہائی جوانمردی سے لڑائی کی۔ پھر وہ ہم پر حملہ کرتے ہوئے پسپا ہو گئے تو ہمارے ساتھی ان کا تعاقب کرنے کے لیے ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب ہم سب ان کے بھاگے ہوئے سپاہیوں کی تلاش میں منتشر ہو گئے تو ان کمین گاہوں میں ان کے چھپے ہوئے سپاہیوں نے ہمارے ساتھیوں پر ہر طرف سے حملہ کر دیا اور ہمیں شکست سے دوچار کیا۔ محمدؓ بن قاسمؓ ان کے ہاتھ سے بچ نکلے اور وہ "نسا" کی طرف چھپتے ہوئے نکل گئے جبکہ ہم مرو کے گردونواح کے علاقوں میں ہی مقیم رہے اور لوگوں کو ان کی طرف بلاتے رہے۔

علی بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن طاہر کے ساتھی ابراہیم بن غسان بن فرج العودی نے یہ خبر دی تھی کہ ایک دن مجھے میرے امیر عبداللہ بن طاہر نے بلایا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے جب کہ اس کے پہلو میں ایک کرسی پر ایک مہر شدہ خط رکھا ہوا ہے جس پر کوئی عنوان تحریر نہ تھا۔ وہ اپنی داڑھی میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے کھیل رہا تھا اور اس کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھا کہ وہ اس وقت غصے میں ہے لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ کی دعا مانگی۔ پھر میں اس کے قریب ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: اے ابراہیم! میرے حکم کی مخالفت سے ڈرنا، اگر تم نے میری حکم عدولی کی تو میرا قہر تم پر یوں برسے گا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

یہ سن کر میں نے کہا: میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے اس قدر دھمکی سننا پڑے اور آپ کے غضب کا سامنا کروں۔

پھر عبداللہ بن طاہر نے کہا: میں نے لشکرگاہ سے ایک ہزار شہسوار تمھارے لیے منتخب کیے ہیں اور میں نے یہ حکم دیا ہے کہ تمھارے ہمراہ ایک لاکھ درہم بھی روانہ کیے جائیں تاکہ تم اپنے اُمور میں انھیں جہاں استعمال کرنا چاہو وہاں خرچ کر سکو۔ تم اسی وقت کوچ کا نقارہ بجاؤ اور وہ شہسوار بھی تمھارے پیچھے چل پڑیں گے۔ لہٰذا باہر جاؤ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ جب کہ میرے خاص گھوڑوں میں سے تین گھوڑے بھی لے لو اور انھیں بھی اپنے ساتھ رکھنا اور ان پر منتقل ہوتے رہنا۔ راستہ دکھانے کے لیے اس رہنما کو بھی اپنے ہمراہ لے لو، جسے میں نے تمھارے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔

پس! تم اسے ایک ہزار درہم دے دو اور ان تین گھوڑوں میں سے کسی ایک پر سوار کر دو تو وہ تمھارے آگے گھوڑا دوڑاتا ہوا جائے گا۔ جب تم مقامِ نسا سے ایک فرسخ کے فاصلے پر پہنچو تو یہ خط کھول کر پڑھنا اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، اس پر عمل کرنا اور اس مکتوب کا ایک حرف بھی بے عمل نہ رہے۔ میں نے اس خط میں تمھارے لیے جو منصوبہ بندی کی ہے اس کی ہرگز مخالفت نہ کرنا۔ جان لو کہ تمھارے ساتھیوں میں ہی میرے جاسوس موجود ہیں جو تمھاری سانسوں کے متعلق بھی مجھے باخبر رکھیں گے لہٰذا ہوشیار رہنا، ہوشیار رہنا، ہوشیار رہنا اور تم یہ زیادہ بہتر جانتے ہو۔

ابراہیم بن غسان کہتا ہے: پھر میں اس کے پاس سے باہر نکلا اور نقارہ بجایا۔ پھر وہ تمام شہسوار "شادیاخ" جو آلِ طاہر کے محلات کی جگہ ہے وہاں پر مجھ سے آملے جبکہ عبداللہ ایک بلند جگہ سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے فوراً اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا چل پڑا۔ اور وہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ ہم تیسرے دن "نسا" سے ایک فرسخ کی دوری پر پہنچے تو وہاں پر میں نے وہ خط کھول کر پڑھا۔ اس میں یہ مکتوب تھا:

"اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد سے آگے بڑھو۔ جب تم "نسا" سے ایک
فرسخ پر پہنچ جاؤ تو اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیار کرو اور "نسا" میں

داخل ہو جانا۔ "نسا" میں پہنچ کر اپنے تین سو ساتھیوں پر لشکر کے سرداروں میں سے ایک سردار متعین کر کے ان کو یہ ذمہ داری سونپنا کہ وہ محکمہ ڈاک کی عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور مزید پانچ سو گھڑسواروں پر ایک اور سردار متعین کر کے انھیں وہاں کے گورنر کے دروازے کی طرف روانہ کر دینا تا کہ وہاں کے لوگوں کی گردنوں میں محمدؒ بن قاسمؒ کی بیعت کا جو طوق ہے وہ اس وجہ سے کوئی مکروفریب نہ کر سکیں اور تم اپنے باقی ساتھیوں کے ہمراہ فلاں محلہ کی فلاں گلی کے کشادہ دروازے سے، فلاں ابن فلاں کے گھر کی طرف نکل جانا اور وہاں پہنچ کر پہلے گھر میں داخل ہونا پھر پہلے گھر سے دوسرے گھر میں چلے جانا۔ پھر دوسرے گھر سے تیسرے گھر میں داخل ہونا۔ جب تم تیسرے گھر میں داخل ہو گے تو اندر دائیں طرف ایک سیڑھی ہوگی تم نے اس سیڑھی سے اُوپر چلے جانا ہے اور وہاں پر ایک کمرہ ہوگا جس میں محمد بن قاسم علوی صوفی ہوگا اور اس کے ہمراہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص ہوگا جس کا نام ابوتراب ہوگا۔ تم نے ان دونوں کو لوہے کی زنجیروں میں سختی سے جکڑ دینا ہے۔ پھر تم نے مجھے اپنی اور محمد بن قاسم کی انگوٹھی خط تحریر کرنے سے بھی پہلے ارسال کر دینی ہے تا کہ مجھے تمھاری کامیابی کا علم ہو جائے اور تم نے ایک قاصد کے ہاتھ یہ دونوں انگوٹھیاں میری طرف روانہ کرنی ہیں اور اس قاصد کو فوراً وہاں سے میری طرف روانہ کر دینا ہے تا کہ وہ تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا تیسرے دن ان شاء اللہ میرے پاس پہنچ جائے گا۔ پھر اس کے بعد تم مجھے اپنے حالات تفصیل کے ساتھ خط میں لکھ بھیجنا اور اس ساری مہم میں تم نے انتہائی محتاط اور بیدار رہنا ہے تا کہ تم محمدؒ بن قاسمؒ اور اس کے ساتھی کے ہمراہ میرے پاس خیریت سے پہنچ جاؤ"۔

ابراہیم کہتا ہے: میں نے کبھی اس طرح کی کوئی خبر نہیں سنی تھی گویا یہ خبر وحی کے

مانند تھی۔ پھر میں اُس جگہ کی طرف اس کے حکم کے مطابق چل پڑا تو میں نے اُس گھر میں سیڑھی کے شروع میں محمدؒ کو کھڑا ہوا پایا۔ انھوں نے عمامہ پہن رکھا تھا جب کہ سیڑھی کے نیچے ان کا مجر بندھا ہوا تھا اور وہ خوارزم کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو میں نے انھیں پکڑ لیا۔ اس پر انھوں نے مجھ سے کہا: تم کون ہو اور تم کس شخص کو ملنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: محمدؒ بن قاسمؒ کو۔

انھوں نے کہا: میں ہی محمدؒ بن قاسمؒ ہوں۔

تو میں ہی نے کہا: اپنی انگوٹھی مجھے دے دو۔ انھوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دے دی تو میں نے فوراً ان کی انگوٹھی اور اپنی انگوٹھی کو ایک قاصد کے ذریعے عبداللہ بن طاہر کی طرف روانہ کردیا جس مرد کو میں نے ان تین گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا دیا تھا۔ وہ فوراً سوار ہو کر عبداللہ بن طاہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب کہ میں نے اس کے ہمراہ ایک فوجی دستہ بھی روانہ کر دیا تاکہ اس سے کوئی گھوڑا نہ چھین لے۔

پھر میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو یہ حکم دیا کہ وہ کمرے میں داخل ہوں تو محمدؒ بن قاسمؒ نے کہا: تم کمرے کے اندر سے کیا چاہتے ہو؟ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ اب وہاں کوئی نہیں ہے لیکن میں ان کی طرف متوجہ نہ ہوا اور اپنے ساتھیوں کو کمرے میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ وہ سب کمرے میں داخل ہو گئے اور اس کی تلاشی لی تو لکڑی کے ایک حوض کے نیچے سے ابوتراب مل گیا جس میں آٹا پیسا جاتا تھا یا اس میں انگور کی شراب بنائی جاتی تھی۔

پھر میں نے ان دونوں کو پکڑ کر بھاری لوہے کی زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑ دیا اور ان دونوں کے متعلق عبداللہ بن طاہر کو خط تحریر کیا۔ ہم چھ دنوں میں نیشاپور پہنچے تو میں محمدؒ بن قاسمؒ کو سیدھا اپنے گھر لے گیا اور وہاں اسے ایک کمرے میں رکھا اور اس پر اپنے ایک قابل اعتماد ساتھی کو نگران مقرر کیا جبکہ ابوتراب کی نگرانی عبداللہ شعرانی کو سونپی۔

وہاں پہنچ کر محمدؒ بن قاسمؒ نے اپنی عبا کے بغیر ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھی جبکہ عبداللہ "شادیاخ" میں موجود ایک کمرے کے اُوپر سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے تمام حفاظتی اُمور سے فراغت پائی تو عبداللہ بن طاہر کے پاس گیا اور اسے تمام قصہ سنایا تو اس نے مجھ سے

کہا: میں بھی اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت اس حالت میں میرے پاس آیا کہ اس نے قمیص اور پائجامہ پہن رکھا تھا۔ اس کے پیروں میں جوتا اور اس نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی یعنی اس نے اپنا بھیس بدل رکھا تھا۔

جب اس نے محمدؒ بن قاسمؒ اور اس کی وزنی زنجیروں کو دیکھا تو مجھ سے کہا: ابراہیم! تجھ پر افسوس ہے! کیا تمھیں اپنے اس فعل پر خدا کا ڈر نہیں؟ کیا اس نیک و صالح مرد کو اس طرح کی وزنی زنجیروں میں جکڑ کر قید کیا جاتا ہے؟

میں نے جواب دیا: اے امیر! تمھارے خوف نے مجھے خدا کا خوف بھلا دیا اور جو وعید تم نے مجھے سنائی تھی، اس سے میری عقل اُڑ گئی تھی۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: اس کی ان زنجیروں کا وزن کم کرو۔ یہ تمام زنجیریں اُتار کر تم اسے ایسی ہلکی زنجیریں پہناؤ جن کا وزن صرف ایک رطل نیشاپوری ہوتا ہے (ایک رطل نیشاپوری سو درہم کے برابر ہوتا ہے) ان زنجیروں کا عمود طولانی ہو اور اس کے (پیروں میں ڈالنے والے) دونوں حلقے چوڑے ہوں تاکہ یہ اس میں آسانی سے چل سکے۔ پھر عبداللہ بن طاہر وہاں سے چلا گیا۔

عبداللہ بن طاہر نے تین ماہ تک محمدؒ بن قاسمؒ کو نیشاپور میں ہی ٹھہرایا اور انھیں یہاں پر ٹھہرانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان کی خبر لوگوں سے چھپی رہے اور لوگ اس پر دھاوا نہ بول دیں کیونکہ خراسان کے علاقوں میں محمدؒ بن قاسمؒ کی بیعت کرنے والے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے۔

عبداللہ بن طاہر اپنے اصطبل سے اس حالت میں خچروں کے ساتھ نکلتا کہ ان پر گنبد نما خیمے ہوئے رکھے ہوتے تھے تاکہ لوگ یہ گمان کریں کہ اس نے محمدؒ بن قاسمؒ کو ان خچروں پر نکالا ہے اور پھر وہ ان خچروں کو واپس اصطبل میں لے آتا یہاں تک کہ اسے نیشاپور سے رات کی تاریکی میں چپکے سے نکال دیا۔ اس نے محمدؒ بن قاسمؒ کے ساتھ ابراہیم بن غسان کو بھی روانہ کیا جس نے اسے "نسا" سے قید کیا تھا اور یہ اسے نیشاپور سے رَے میں لے آیا۔

عبداللہ بن طاہر نے ابراہیم کو یہ حکم دیا کہ وہ رَے میں اسی طرح کی چال چلے جیسے

اس نے نیشاپور میں لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے چلی تھی۔ ابراہیم تین راتوں تک مسلسل گنبد نما خیموں سے آراستہ محملوں اور فوج کے ساتھ رَے سے نکلتا اور رَے سے چند فرسخ دُور جانے کے بعد واپس پلٹ آتا یہاں تک کہ پھر ایک شب کو رات کی تاریکی میں چپکے سے وہاں سے محمدؑ بن قاسمؑ کو لے کر نکل گیا جبکہ وہ یہ چال اس لیے چلتا تھا کیونکہ اسے یہ ڈر تھا کہ محمدؑ بن قاسمؑ کی کافی لوگوں نے بیعت کی ہے، کہیں وہ اس پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ یوں اس نے انھیں رَے سے باہر نکالا کہ کسی کو ان کے وہاں سے جانے کی خبر تک نہ ہوئی۔ پھر خود ان کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا انھیں بغداد میں (عباسی خلیفہ) معتصم کے پاس پہنچا دیا۔

ابراہیم بن غسان کہتا ہے: محمدؑ بن قاسمؑ کو اربابِ اقتدار نے مال و جواہرات میں سے ہر قیمتی و نفیس شے پیش کی لیکن انھوں نے صرف عبداللہ بن طاہر کے ایک قرآن مجید کو قبول کیا۔ جب آپ نے اس قرآن مجید کو قبول کیا تو عبداللہ بہت خوش ہوا۔ آپ نے قرآن مجید کو اس لیے قبول کیا کیونکہ آپ قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اور وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مَیں نے ان سے زیادہ اُمورِ خیر میں جدوجہد کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی مَیں نے ان کے علاوہ اس قدر خضوع و خشوع اور حضورِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرتے ہوئے کسی کو پایا ہے۔ ان پر جو مصائب و تکالیف کے پہاڑ ٹوٹے انھوں نے ان پر کبھی واویلا اور آہ و زاری نہیں کی۔ ہم لوگوں نے انھیں صرف ایک مرتبہ مزاح کرتے اور مسکراتے ہوئے دیکھا جب ہم لوگ "عقبہ حلوان" سے چلنے لگے اور محمدؑ بن قاسمؑ سوار ہونا چاہتے تھے کہ اتنے میں ابراہیم بن غسان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے ان کو سوار کرانے کے لیے اپنی کمر جھکا دی تو آپ اس کی کمر کا سہارا لیتے ہوئے محمل میں سوار ہوئے، یہاں تک کہ جب آپ صحیح طرح بیٹھ گئے تو جس شخص نے آپ کو اپنی کمر کے ذریعے سوار کروایا تھا آپ نے اس سے مزاح میں کہا: تم بنوعباس سے تنخواہ لیتے ہو اور بنوعلی بن ابی طالبؑ کی خدمت گزاری کرتے ہو اور پھر مسکرا دیے۔

اس شخص کا نام محمد شعرانی تھا اور وہ عباس خراسانی کی اولاد میں سے شیعہ تھا تو اس شخص نے ان سے کہا: میری جان آپ پر فدا ہو! میرے نزدیک اولادِ علیؑ اور اولادِ عباسؓ برابر ہیں۔

ہم نے اس دن سے پہلے اور اس کے بعد کبھی انھیں مزاح کرتے اور مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہم نے انھیں صرف اس دن غم زدہ دیکھا جب معتصم نے اپنے خط میں ان سے توہین آمیز برتاؤ کے متعلق تحریر کیا تھا۔ وہ ایسے ہوا تھا، جب ہم انھیں (نیشاپور سے رَے اور رَے سے) لے کر نہروان پہنچے تو ہم نے معتصم کو وہاں سے خط لکھ کر تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا اور شہر (بغداد) میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو اس نے ہمیں خط کے جواب میں یہ تحریر کیا کہ ان کی سواری سے محمل اُتار لو اور یہ سرِ عام شہر میں داخل ہوں، نیز یہ کہ نہرین کے مقام پر ان سے عمامہ بھی لے لیں اور یہ کھلے سر بغداد میں داخل ہوں اور یہ سر من رای (سامرہ) شہر کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے۔

جب ہم نے نہروان سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو ہم نے محمل کو اُتار لیا۔ انھوں نے ہم سے اس کی وجہ پوچھی تو ہم نے حقیقت بتائی اور وہ یہ سن کر غمگین ہو گئے۔ جب ہم نہرین کے پاس پہنچے تو ہم نے ان سے کہا:

اے ابوجعفر! آپ اپنا عمامہ اُتار دیں کیونکہ امیر (معتصم عباسی) کا حکم ہے کہ آپ کھلے سر بغداد میں داخل ہوں تو انھوں نے اپنا عمامہ میری طرف پھینک دیا۔ پھر یہ نوروز کے دن قریہ شماسیہ میں داخل ہوئے اور یہ ۲۱۹ ہجری کا سال تھا جب کہ آپ سرِ عام ننگے سر سواری پر قُبہ میں بیٹھے ہوئے تھے جس قبے کا بالائی حصہ اُتار دیا گیا تھا۔ آپؑ کے برابر عبداللہ بن طاہر کے ساتھیوں میں سے ایک بوڑھا چل رہا تھا جب کہ حکومتی درباری لوگ آپ کے سامنے کھیل تماشا اور فراغنہ (فارس کے ایک گاؤں فرغان کے باشندے) رقص کر رہے تھے۔

جب محمدؑ بن قاسم نے ان لوگوں کو یوں دیکھا تو آپؑ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ لہو و لعب کی ان محفلوں کو ناپسند کرتا ہوں اور اس ثقافت کو بدلنے کا خواہش مند رہا ہوں۔

فراغنہ عام لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے اور آپؑ پر نجاست و غرور کی تہمتیں لگا رہے تھے جب کہ معتصم قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا اور محمدؑ بن قاسمؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور استغفار کر رہے تھے اور ان لوگوں کو بددعا دے رہے تھے جب کہ معتصم شماسیہ میں واقع اپنے محل میں بیٹھے

ہوئے ان تماش بینوں کا نظارہ کر رہا تھا اور محمدؑ (بے کسی کی تصویر بنے ہوئے) کھڑے تھے۔

جب معتصم ان کے مکمل تماشے سے فارغ ہوا تو اس کے سامنے محمدؑ بن قاسمؑ کو پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اسے مسرور الکبیر (داروغہ) کے حوالے کر دیا جائے تو انھیں اس کے حوالے کر دیا گیا۔ اس (داروغہ) نے انھیں کنواں نما تہہ خانے میں قید کر دیا جس میں قریب تھا کہ آپ کی موت واقع ہو جاتی لیکن معتصم کو ان کے اس جگہ قید ہونے کا علم ہو گیا اور اس نے انھیں وہاں سے نکالنے کا حکم جاری کیا۔

پھر آپ کو معتصم کے گھر کے ساتھ واقع موسیٰ کے بستان (باغ) میں واقع گنبد میں قید کر دیا گیا جب کہ مسرور نے اپنے کئی خدام اور بااعتماد لوگوں کو ان پر نگران مقرر کیا۔ جس گنبد نما جگہ پر آپ قید تھے، وہاں کئی بڑے بڑے روشن دان تھے جہاں سے روشنی اندر آتی تھی۔ پھر ایک دن آپ نے نگرانوں سے ایک قینچی مانگی اور کہا کہ میں اس سے اپنے ناخن کاٹنا چاہتا ہوں تو انھیں قینچی دے دی گئی۔ پھر آپ نے اپنے نیچے جو شیر کی ایال بچھی ہوئی تھی اسے نکال کر قینچی سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور اسے تسمہ کی شکل میں کاٹا اور اسے سیڑھی کی طرح بنا دیا۔

پھر آپ نے نگہبانوں سے کھجور کی ایک شاخ طلب کی اور یہ بتایا کہ میں اس سے چوہوں کو بھگانا چاہتا ہوں کیونکہ وہ ان کی روٹی کھا جاتے ہیں اور ان پر نجاست کر دیتے ہیں تو انھوں نے انھیں کھجور کی ایک شاخ لا کر دی۔ آپ نے کھجور کی اس شاخ کو کاٹ دیا اور قینچی کے ذریعے اس شاخ کے اردگرد سوراخ کر دیے یہاں تک کہ آپ نے اس شاخ کو تین ٹکڑوں میں توڑ دیا۔ پھر اس شاخ کو اپنی مسواک سے جوڑ کر اسے سیڑھی کے شروع میں نصب کیا اور باقی کو روشن دان کے قریب ایک دائرہ بنا کر اس میں لٹکا دیا۔ پھر اس رسّی کے ذریعے روشن دان سے باہر نکل گئے۔ آپ نے اُوپر چڑھ کر اس رسی کو اپنی طرف کھینچ دیا اور یوں وہاں سے نجات پائی۔

جس دن آپ وہاں سے نکلے وہ عید الفطر کی رات ۲۱۹ ہجری تھی۔ اس لیے پھل، خوشبو، جڑی بوٹیاں اور عید کے اسباب قلی (سامان اُٹھانے والے) اپنے سروں پر اُٹھا کر باغ

میں لائے۔ پھر یہ سب قلی اس گنبد نما مقام کے پاس آئے جہاں پر محمدؑ بن قاسمؑ قید تھے۔ یہ قلی اس مقام کے اِرد گرد آرام کی غرض سے لیٹ گئے اور اپنی اشیاء و اسباب کو وہاں پر رکھ کر سو گئے۔

جب محمدؑ بن قاسمؑ نے گنبد سے خود کو نیچے گرایا تو ان کے درمیان آکر سو گئے جبکہ ان کی کمر کا جوڑ ہل گیا۔ پھر آپ جلدی سے ان قلیوں کے درمیان سے اُٹھے، ان کے سامان کی ایک گٹھڑی اُٹھائی اور باہر جانے کے لیے چل پڑے۔ دروازے پر موجود نگہبانوں میں سے ایک نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟ تو آپ نے جواب دیا: میں قلی (سامان اُٹھانے والا) ہوں اور اب میں اپنے خاندان والوں کے پاس واپس جا رہا ہوں۔ اس نگہبان نے کہا: آج کی رات تم میرے پاس ہی قیام کرو تا کہ رات کو گشت کرنے والے سپاہیوں کا کوئی دستہ تمھیں نہ پکڑے۔ پھر آپ اس نگہبان کے پاس ہی سو گئے۔ جب طلوعِ فجر ہوئی تو یہ سامان اُٹھانے والے وہاں سے باہر نکلے اور آپ بھی ان کے ہمراہ وہاں سے باہر نکل گئے۔ یوں آپ ان کے چنگل سے آزاد ہوئے۔ جب صبح ہوئی اور نگہبان نے وہاں کا دروازہ کھولا جہاں پر آپ قید تھے تو انھوں نے آپ کو اس جگہ پر موجود نہ پایا۔ انھوں نے مسرور کو ان کے غائب ہو جانے کی خبر دی تو مسرور یہ سن کر ننگے پاؤں خود کو قتل ہونے کے لیے آمادہ کرتے ہوئے معتصم کے پاس گیا اور اسے ان کے غائب ہونے کی خبر سنائی۔ معتصم نے اس سے کہا: کوئی بات نہیں، اگر وہ چلا گیا ہے تو ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔ اگر وہ منظرِ عام پر آیا یا خروج کیا تو ہم اسے پکڑ لیں گے اور اگر وہ امن و سلامتی سے رہتے ہوئے مخفی رہا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

یہ سن کر مسرور نے کہا: یہ تو مجھ پر امیر (معتصم) کا احسان اور فضل ہے، اگر یہ حادثہ ہارون الرشید کے دورِ حکومت میں رُونما ہوتا تو وہ مجھے قتل کروا دیتا۔

ایک قول کے مطابق: محمدؑ بن قاسمؑ قید خانے سے نکل کر واپس طالقان چلے گئے اور پھر وہاں پر آپ کی وفات ہوئی۔

دوسرے قول کے مطابق: آپ واسط کی طرف چلے گئے اور مؤلف کے نزدیک بھی (دوسرا) قول درست ہے۔

محمد بن ازھر سے روایت منقول ہے کہ میں نے محمدؒ بن قاسمؒ کو اس دن دیکھا جس دن آپ کو بغداد میں لایا گیا۔ آپ کا قد درمیانہ، رنگ گندمی، چہرے پر چوٹ یا زخم کا نشان اور پیشانی پر سجدوں کی وجہ سے محراب کا نشان تھا۔

حسین بن موسیٰ بن منیر سے مروی ہے کہ محمدؒ بن قاسمؒ قید خانے سے فرار ہو کر (بغداد میں) قبیلہ ربیع کی جاگیر میں منیر بن موسیٰ بن منیر کے گھر آئے تو اس نے آپ کو ابراہیم بن قیس کے گھر منتقل کر دیا۔ پھر یہ دونوں ان کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہا: آپ کو جلد ہی سختی کے ساتھ تلاش کیا جائے گا اور بغداد میں کوئی ایسا گھر نہیں ہے جہاں پر آپ قیام کر سکیں (کیونکہ یہاں پر حکومتی سپاہی آپ کو ڈھونڈ نکالیں گے) لہٰذا اس سے پہلے کہ آپ کو تلاش کرنے کے لیے سختی اپنائی جائے آپ بغداد سے واسط کی طرف کوچ کر جائیں۔ پھر آپ واسط کی طرف نکل گئے لیکن کمر کے مہروں میں آپ کو جو چوٹ لگی تھی اس کی وجہ سے آپ بہت لاغر اور نحیف ہو گئے تھے اور جب واسط پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔

علی بن محمد ازدی بیان کرتا ہے: محمدؒ بن قاسمؒ کے بیٹے علیؒ بن محمدؒ بن قاسم صوفی نے مجھے خبر دی کہ جب محمدؒ بن قاسمؒ واسط پہنچے تو وہ دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے بعد شہر واسط کے مغربی جانب گئے اور وہاں پر اپنے چچازاد علیؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن عمرؒ بن علیؒ بن حسینؒ کی والدہ کے پاس قیام کیا۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھیں جو ہر وقت بیٹھی رہتی تھیں اور اٹھ بھی نہیں سکتی تھیں۔ جب انھوں نے محمدؒ بن قاسمؒ کو دیکھا تو بے حد مسرور ہوئیں اور کہا: خدا کی قسم! اے محمدؒ! میں تم پر اپنی جان اور اپنے خاندان کو قربان کر دوں، میں تمھارے زندہ و سلامت ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔

پھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئیں جب کہ اس سے پہلے کئی برسوں سے کھڑی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پھر آپ کافی عرصے تک ان کے پاس مقیم رہے جب کہ آپ کمر کی بیماری کی وجہ سے بہت زیادہ کمزور ہو گئے اور پھر اسی تکلیف میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

احمد بن حارث الخزاز سے منقول ہے کہ جب محمدؒ بن قاسمؒ شہر کے مغربی جانب سے دریا عبور کر رہے تھے تو دریائے دجلہ عبور کرتے وقت آپ نے اپنے ہمراہ کشتی میں ایک بوڑھے کو

دیکھا جو اُن افراد میں سے تھا، جنھیں آپ کی نگرانی سونپی گئی تھی۔ محمدؒ اسے دروازے کے پیچھے سے دیکھ رہے تھے اور انھیں پہچان لیا لیکن یہ بوڑھا انھیں نہ پہچان سکا۔ جب آپ نے کشتی سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو ملاح نے آپ سے کہا: مجھے میری اُجرت (کرایہ) دو تو آپ نے اس کے سامنے قسم کھائی اور کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ اُونی جبہ جو مَیں نے اس وقت پہن رکھا ہے اس کے سوا کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں ہے۔ یہ سن کر اس بوڑھے کو آپ پر ترس آیا اور اس نے اپنی طرف سے ملاح کو ان کا کرایہ ادا کر دیا۔

احمد بن حارث الخراز سے یہ بھی منقول ہے کہ محمدؒ بن قاسمؒ، معتصم اور واثق کے دورِ خلافت میں روپوش رہے، اور متوکل کے دور میں آپ کو پکڑ کر اس کے پاس بھیج دیا گیا تو اس نے آپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور آپ قید خانے میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔ احمد بیان کرتا ہے: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ متوکل نے آپ کو زہر دیا تھا اور آپ اس زہر کی وجہ سے وفات پا گئے۔

عبید بن حمدون سے منقول ہے کہ میں نے عباد بن یعقوب سے سنا کہ وہ کہتا ہے: ایک دفعہ مَیں اور یحییٰ بن حسن بن فرات القزاز، محمدؒ بن قاسمؒ کے ہمراہ چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر رقہ کی طرف سفر کر رہے تھے جب کہ ہمارے ہمراہ اس طبقہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب ہمیں یہ پتا چلا کہ ان کے مذہب کے مطابق یہ معتزلہ کی آرار رکھتے ہیں تو ہم وہاں سے نکل آئے اور انھیں چھوڑ دیا۔ وہ یہ دیکھ کر رونے لگے اور ہمیں واپس لوٹنے کے لیے کہا لیکن ہم ان کے پاس واپس نہ گئے۔

عبداللہؒ بن حسینؒ بن عبداللہؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: عبداللہؒ بن حسینؒ بن عبداللہؒ بن اسماعیلؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ۔ آپ نے سیاہ لباس پہننے سے منع کر دیا تھا اور جب عباسی خلیفہ (معتصم) نے آپ کو سیاہ لباس پہننے کا زبردستی حکم دیا تو آپ نے اسے پھاڑ دیا۔ پھر آپ کو سرمن رای (سامرہ) میں قید کر دیا گیا اور آپ وہیں قید خانے میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

واثق بن معتصم کا دَورِ خلافت اور اس کے زمانے کا تذکرہ

مؤلف کہتے ہیں: ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص (اولادِ ابوطالبؑ میں سے) نہیں ہے جسے واثق کے دَورِ خلافت میں شہید کیا گیا ہو لیکن علی بن محمد بن حمزہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ عمرو بن منبع نے علی بن محمد بن عیسیٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ کو شہید کیا تھا لیکن اس نے ان کے شہید ہونے کی وجہ ذکر نہیں کی ہے۔ اس نے جو بیان کیا ہے ہم نے ویسی ہی حکایت بیان کر دی ہے، جب کہ یہ محمد بن میکال اور محمدؒ بن جعفرؒ کے درمیان (متوکل کے دَورِ خلافت) میں رَے میں ہونے والی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

واثق کے دَورِ خلافت میں آلِ ابی طالبؑ سرمن رای (سامرہ) میں مل کر رہ رہے تھے اور ان پر خاص لطف وعنایات تھیں لیکن متوکل کے دَورِ خلافت میں یہ منتشر ہو کر بکھر گئے۔

متوکل جعفر بن محمد معتصم بن ہارون الرشید کا دورِ خلافت اور اُس کے زمانے کا تذکرہ

متوکل کا دورِ خلافت اور اس میں جن اولادِ ابوطالبؑ نے خروج کیا اور پھر وہ شہید کر دیے گئے یا قید میں ڈال دیے گئے۔

متوکل حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد سے سخت دشمنی رکھتا تھا۔ وہ ان لوگوں اور ان کے ماننے والوں کو سخت ناپسند کرتا اور ان کے حوالے سے کینہ و بغض، سوئے ظن اور تہمت کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ متوکل کا (مقرب) وزیر عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان بھی اولادِ ابوطالبؑ اور ان کے چاہنے والوں کے بارے میں برے خیالات رکھتا تھا اور اس کا ان کے متعلق برے ارادوں کو عملی جامہ پہنانا متوکل کو اچھا لگتا تھا۔

متوکل نے اولادِ ابوطالبؑ پر اس قدر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے کہ اس نے اپنے سے پہلے والے بنوعباس کے خلفاء کو ظلم و ستم میں پیچھے چھوڑ دیا۔ متوکل کے وہ مظالم جو سابقہ خلفاء بنوعباس بھی نہ ڈھا سکے تھے ان میں سے چند یہ ہیں:

متوکل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر ہل چلوا کر اس کے نشانات کو مٹا ڈالا اور کربلا کے راستے پر چیک پوسٹیں قائم کر دیں تاکہ اگر کوئی زائر قبر حسینؑ کی زیارت کے لیے آئے تو اس کے سپاہی اسے گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئیں اور وہ ان عاشقانِ حسینؑ و زائرین حسینؑ کو قتل کروا دیتا یا انھیں سخت سزا دیتا تھا۔

احمد بن جعد الوشاء جس نے خود مشاہدہ کیا تھا وہ بیان کرتا ہے: متوکل نے اس وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر ہل چلوائے کہ اس کے خلیفہ بننے سے پہلے جب یہ شراب میں مست ہوتا تھا تو گانا گانے والی ایک عورت اپنی کنیزوں کو اس کے پاس بھیجتی تھی جو

اس کے سامنے اس حالت میں گانے گایا کرتی تھیں۔

جب یہ خلیفہ بن گیا تو اس نے اس گانے والی عورت کے پاس اپنا آدمی بھیجا تو پتا چلا کہ وہ عورت غائب ہے جبکہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے (کربلا) گئی ہوئی تھی۔ جب اس عورت کو یہ پتا چلا کہ متوکل کو اس کے غائب ہونے کی خبر مل چکی ہے تو وہ جلدی سے کربلا سے واپس آئی اور اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز کو اس کے پاس بھیجا جس سے متوکل کو بے حد محبت تھی۔ جب یہ کنیز اس کے پاس پہنچی تو اس نے کنیز سے پوچھا: تم سب کہاں تھیں؟

کنیز نے جواب دیا: ہماری سردار و مالکن حج کے لیے روانہ ہوئی تو وہ ہم سب (کنیزوں) کو بھی اپنے ہمراہ حج کے لیے لے گئیں جبکہ یہ شعبان کا مہینہ تھا۔

جب متوکل نے یہ سنا تو پوچھا: تم سب شعبان کے مہینے میں کہاں حج کرنے گئی تھیں؟

اس کنیز نے جواب دیا: ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے کربلا گئی تھیں۔

یہ سن کر متوکل کا غصے سے پارہ چڑھ گیا تو اس نے اس کی مالکن کو گرفتار کر کے قید کرنے کا حکم دے دیا اور اس عورت کے تمام مال و اسباب کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر متوکل نے اپنے درباریوں میں سے ایک شخص جس کا نام دیزج تھا جو یہودی مذہب سے مسلمان ہوا تھا، اُسے قبر امام حسینؑ کی طرف (کربلا) بھیجا۔ اُسے یہ حکم دیا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلا کر اس کا نشان مٹا دو اور قبر کے گرد جو کچھ ہے، وہ سب تباہ و برباد کر دو۔

پھر دیزج اس مقصد کے لیے نکل پڑا اور کربلا میں قبر حسینؑ کے گرد ہر شے کو تباہ و برباد کر دیا اور روضے کی عمارت کو منہدم کر دیا اور آپؑ کی قبر کے اردگرد دو سو جریب [1] تک ہل چلا دیئے۔ جب وہ امام علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب پہنچا تو کسی کو آپؑ کی قبر مبارک پر ہل چلانے اور آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر یہ یہودیوں کی ایک جماعت لایا جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر کھیتی باڑی کے لیے ہل چلا دیئے اور آپؑ کی قبر مبارک پر ہل چلا کر

---

[1] ایک جریب ایک ہزار پانچ سو بانوے میٹر (۱۵۹۲) کا ہوتا ہے۔ (مترجم)

اسے برابر کرنے کے بعد اس پر پانی بہا دیا۔ کربلا کے راستے پر متوکل نے جو چیک پوسٹیں قائم کی تھیں، ان میں ہر دو چیک پوسٹوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ رکھا اور جب بھی وہاں سے کوئی زائرِ حسینؑ گزرتا تو یہ اسے پکڑ کر متوکل کے پاس لے جاتے۔

محمد بن حسین الاشنانی سے مروی ہے کہ مَیں متوکل کے دورِ خلافت میں اس کے خوف کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے (کربلا) نہ جاسکا۔ پھر مَیں اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے ہوئے قبرِ حسینؑ کی زیارت پر جانے کے لیے آمادہ ہوا جب کہ عطر فروشوں میں سے ایک شخص نے اس حوالے سے (کربلا جانے کے لیے) میری مدد کی۔

پھر ہم قبرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے نکل پڑے۔ ہم دن میں چھپ جاتے اور رات میں چلتے رہتے یہاں تک کہ ہم غاضریہ کے نواحی علاقوں میں پہنچ گئے۔ ہم اس علاقے سے آدھی رات کے وقت مزید مسافت طے کرنے کے لیے چل پڑے۔ جب ہم آخری دو چیک پوسٹوں کے درمیان سفر میں مشغول تھے تو ہم نے دیکھا کہ آخری چیک پوسٹ کے سپاہی سو رہے ہیں لہٰذا ہم چپکے سے وہاں سے نکل گئے۔ جب ہم امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مبارک کے قریب پہنچے تو آپؑ کی قبرِ مبارک ہمیں نظر نہ آئی اور قبر کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔

پھر ہمیں ایک مقام سے خوشبو کی اُٹھتی ہوئی مہک محسوس ہوئی اور ہم جہاں سے یہ خوشبو اُٹھ کر ہماری طرف آرہی تھی یہاں تک کہ ہم اس جگہ پر پہنچ گئے (یہی قبرِ حسینؑ کی جگہ تھی)۔ ہم نے دیکھا کہ قبرِ مبارک کے اردگرد جو صندوق نصب تھے، انھیں اکھیڑ دیا گیا اور جلا کر راکھ کر دیا گیا تھا۔ آپؑ کی قبرِ مبارک پر پانی بہا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اینٹوں والی جگہ زمین میں دھنس کر خندق جیسی بنی ہوئی تھی۔

پھر ہم نے اس مقام (قبرِ حسینؑ) کی زیارت کی اور خود کو اس پر گرا دیا۔ ہم نے وہاں سے خوشبو کی ایسی مہک اُٹھتے ہوئے محسوس کی کہ اس جیسی خوشبو آج تک نہیں سونگھی تھی۔ پھر مَیں نے اس عطر فروش سے پوچھا جو میرے ہمراہ آیا تھا کہ یہ کون سی خوشبو ہے؟ تو اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! مَیں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگھی ہے۔ پھر ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو الوداع کیا اور آپؑ کی قبرِ مبارک کے گرد کئی مقامات پر نشان

لگا دیے (تا کہ قبر مبارک کی پہچان ہو سکے)۔

جب متوکل قتل ہو گیا تو ہم اولادِ ابوطالبؑ کے کئی افراد اور شیعوں کے ہمراہ کربلا میں قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آئے تو پھر ہم نے وہ علامات اور نشانات تلاش کیے اور دوبارہ قبر مبارک کو پہلی حالت پر تعمیر کیا۔

متوکل نے مکہ اور مدینہ کا گورنر عمر بن فرج الرخجی کو مقرر کیا تو اس (ناصبی گورنر) نے لوگوں کو مسائل دریافت کرنے کے لیے اولادِ ابوطالبؑ کے پاس آنے سے روک دیا اور لوگوں کو ان سے نیکی کرنے سے بھی منع کر دیا۔ اگر اسے یہ خبر ملتی کہ کسی شخص نے ان کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا ہوتا ہے اگرچہ وہ معمولی سا ہی کیوں نہ ہو تو یہ اُسے سخت سزا دیتا۔ اس گورنر نے اولادِ ابوطالبؑ پر قرضوں کا بھاری بوجھ ڈال دیا اور یہ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے یہاں تک کہ اولادِ علیؑ کی مستورات کے پاس صرف ایک قمیص ہوتی تھی، جس میں وہ یکے بعد دیگرے نماز ادا کرتی تھیں اور رکوع و سجود بیٹھ کر ہی اس مختصر سے لباس میں کھلے سر کے ساتھ بجا لاتیں جب کہ متوکل کے قتل ہونے تک ان کی یہی حالت رہی۔

جب متوکل ہلاک ہو گیا تو منتصر باللہ بن متوکل نے ان پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اچھا برتاؤ کیا اور انھیں مال و اسباب فراہم کیے۔ منتصر نے ان تمام حالات میں اپنے باپ کے برعکس ان سے برتاؤ کیا اور اپنے باپ کے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ان کی مدد کی۔

ابو عبداللہ محمدؒ بن صالح بن عبداللہؒ بن موسیٰؒ بن عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپؒ اُن اولادِ ابوطالبؑ میں سے ایک ہیں جنھوں نے متوکل کے دورِ حکومت میں اس کے خلاف خروج کیا اور پھر آپ کو گرفتار کرنے کے بعد قید کر دیا گیا۔ آپ حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے بہادر، شہ سوار، زیرک، ظریف اور شعرا میں سے تھے۔ آپؒ نے سویقہ میں خروج کیا جبکہ لوگوں کی کافی جمعیت آپ کے ہمراہ خروج کرنے کے لیے اکٹھی ہوئی۔ اسی سال (آپ کے چچا) ابوالساج لوگوں کے ہمراہ حج کرنے گئے اور انھوں نے آپ کو اپنی جان، آپ کی اولاد اور آپ کے خاندان والوں کے برے انجام سے ڈرایا تو آپ نے ان کے آگے سرنڈر کر دیا اور آپ نے اس وجہ سے خود کو ان کے حوالے کیا کیونکہ آپ کے چچا نے آپ سے امان کا وعدہ کیا تھا جبکہ انھوں نے حاکم (متوکل) سے محمدؒ بن صالح کے لیے امان کا عہد و پیمان لیا تھا۔ پھر انھوں نے آپ کو سر من رای (سامرہ) روانہ کر دیا تو متوکل نے ایک مدت تک آپ کو قید میں رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ پھر آپ کئی سالوں تک سامرہ میں ہی مقیم رہے اور آپ کا وہیں پر انتقال ہوا۔

احمد بن ابی خیثمہ سے منقول ہے کہ محمدؒ بن صالح بن عبداللہؒ نے سویقہ کے مقام پر خروج کیا تو آپ کے گرد کئی لوگ جمع ہوئے۔ اسی دوران ابوالساج لوگوں کے ہمراہ حج کے لیے گئے تو انھوں نے آپ سے بھی ملاقات کی۔ آپ کے چچا موسیٰ بن عبداللہؒ بن موسیٰؒ ابوالساج نے آپ کو اپنے، اپنی اولاد اور خاندان والوں کے متعلق برے انجام اور ان پر ہونے والے مظالم سے ڈرایا۔ ابوالساج نے انھیں اس بات کی ضمانت دی کہ اگر آپ ہتھیار ڈال دیں (خود کو حکومت کے حوالے کر دیں) تو میں آپ کو امان اور سلامتی دینے کا عہد کرتا ہوں۔

پھر آپ کے چچا دوبارہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے انھیں ہتھیار ڈالنے کے بارے میں آگاہ کیا اور ان کے سامنے اسلحہ ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ ابوالساج کے پاس گئے تو انھوں نے آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کے خاندان کی ایک جماعت کے ہمراہ سامرہ روانہ کر دیا اور پھر آپ وہاں پر تین سال تک قید میں رہے۔ اس کے بعد آپ کو آزاد کر دیا گیا اور آپ اپنی وفات تک سامرہ میں ہی مقیم رہے۔ آپ کی وفات کا یہ سبب تھا کہ آپ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوئے اور پھر اسی مرض میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب آپ قید خانے میں تھے تو آپ نے درج ذیل اشعار کہے:

طرب الفؤاد و عاودت أحزانه　　وتشعبت شعبًا به أشجانه

وبدا له من بعد ما اندمل الهوىٰ　　برق تألق موْهِنًا لمعانه

”جب دل خوشی سے جھوم چکا تھا تو اس کے غموں نے دوبارہ اس دل میں ڈیرہ بسا لیا اور اس دل سے غم و اندوہ کی کئی شاخیں نکلیں۔ جب تمام خواہشات ختم ہو گئیں تو اس کے بعد آدھی رات کے وقت غموں کو منزل دکھانے کے لیے بجلی چمک پڑی“۔ (نوادر القالی: ص ۱۸۳)

احمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوعبداللہ محمدؑ بن علیؑ بن صالحؑ بن علیؑ الحسنی کے ہمراہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کے گھر موجود تھا۔ انھوں نے آدھی رات تک ہمارے پاس قیام کیا۔ پھر میں نے یہ سمجھا کہ وہ اپنی جگہ پر جا کر سو گئے ہیں۔ لیکن اچانک میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں جبکہ انھوں نے تلوار اپنے گلے میں لٹکا رکھی ہے اور پھر باہر نکل گئے۔ آدھی رات کے وقت ان کے باہر جانے کی وجہ سے میں ان کے بارے میں ڈر گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ رات کے وقت کس جگہ پر سونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے انھیں اپنے خوف سے آگاہ کیا تو وہ مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

إذا ما اشتملت السيف والليل لم أهل　　بشيء ولم تقرع فؤادي القوارع

”جب میں نے تلوار حمائل کر رکھی ہو تو رات میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور میرے دل نے ناگوار آفات و حادثات کی دستک نہیں دی“۔

احمد بن ابی طاہر سے مروی ہے کہ ایک دن محمدؒ بن صالح متوکل کی اولاد میں سے ایک شخص کی قبر کے پاس سے گزرے تو انھوں نے وہاں پر عورتوں کو ماتم اور گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے مجھے یہ اشعار سنائے:

رأيت بسامرا صبيحه جمعة عيونًا يروق الناظرين فتورها

تزور العظام الباليات لدى الثرىٰ تجاوزًا من تلك العظام غفورها

فلولا قضاء الله أن تعمر الثرىٰ إلى أن ينادى يوم ينفخ صورها

لقلت عساها أن تعيش وأنها ستنشر من جرّا عيون تزورها

"میں نے جمعہ کے دن صبح کے وقت سامرہ میں ایسی آنکھوں کو (گریہ کرتے ہوئے) دیکھا کہ جن کا تیزی سے ساکن ہونا دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال رہا تھا۔ یہ آزمائش میں مبتلا عورتیں مٹی میں موجود ہڈیوں کو ملنے کے لیے آتی ہیں۔ بہت بخشنے والا (غفور) خدا ان ہڈیوں (کے گناہوں) کو معاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ نہ ہوتا کہ جس دن منادی صور پھونکے گا اس دن تک زمین کے نیچے مٹی (قبور) کو آباد کیا جائے گا تو میں یہ کہتا کہ ہوسکتا ہے وہ مزید زندہ رہے اور پھر اسے (موت کے بعد) دوبارہ اٹھایا جائے گا تو وہ اس سے ملاقات کرے"۔

ابراہیم بن مدبر سے منقول ہے کہ محمدؒ بن صالح الحسنیؒ میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ میرا عیسیٰ بن موسیٰ بن ابی خالد الحربی کی بیٹی سے عقد کروادیں یا اس نے یہ کہا تھا کہ اس کی بہن کے ساتھ میرا عقد کروادیں (ابن عمرو یہ جس نے ابراہیم بن مدبر سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کی ہے، اسے یہ شک لاحق ہوا ہے)۔ تو میں عیسیٰ بن موسیٰ بن ابی خالد کے پاس گیا اور ان سے عقد کی درخواست کی تو انھوں نے جواب میں انھیں رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور مجھ سے کہا: خدا کی قسم! میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا، یقیناً میں انھیں رشتہ دینے سے ہرگز انکار نہ کرتا اس لیے کہ میں رشتہ داری قائم کرنے کے لیے ان سے زیادہ شریف و نجیب اور شہرت یافتہ کسی اور کو نہیں سمجھتا لیکن مجھے متوکل اور متوکل کی ہلاکت کے بعد اس کی

اولاد سے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر مَیں نے ان سے رشتہ قائم کرلیا تو وہ میرے مال و اسباب اور میری جان کے درپے ہو جائیں گے۔

پھر میں محمدؒ بن صالح الحسینیؒ کے پاس واپس آیا اور انھیں تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ پھر وہ چلے گئے اور ایک مدت تک میری ان سے کوئی ملاقات نہ ہوئی۔ پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھ سے عیسیٰ بن موسیٰ بن ابی خالد الحربی سے رشتہ مانگنے کی درخواست کی تو مَیں دوبارہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس گیا اور اسے بھی اپنے ہمراہ لیا تو اب عیسیٰ بن موسیٰ نے ہاں کردی اور ان سے (اپنی بیٹی یا بہن کی) شادی کی۔

پھر محمدؒ بن صالح نے اس تمام واقعے کو اشعار کی صورت میں رقم کیا۔ ان کی اس بیوی کا نام حمدونہ تھا۔ جب یہ ان کے گھر آگئی تو انھوں نے دیکھا کہ یہ ایک خوب صورت، عقل مند اور باکمال خاتون ہے تو آپ نے اس کے اعلیٰ اوصاف کو بھی اپنے اشعار میں رقم کیا۔

ابوجعفر بن دھقانہ الندیم نے ابراہیم بن مدبر سے روایت نقل کی ہے کہ ابراہیم بن مدبر بیان کرتے ہیں: ایک دن محمدؒ بن صالح الحسینیؒ قید خانے سے رہا ہونے کے بعد میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: میں آج آپ سے تنہائی میں ایک ایسی بات کرنا چاہتا ہوں جو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور نہ سن سکے۔

مَیں نے کہا: ہاں! ٹھیک ہے۔ پھر مَیں نے اپنے پاس موجود تمام افراد کو واپس بھیج دیا تو مَیں اور وہ تنہا رہ گئے جب کہ مَیں نے ان کے سواری کے جانور کو بھی واپس لے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوکر پرسکون ہو گئے اور ہم دونوں آرام کرنے اور سونے کے لیے لیٹے تو اس نے مجھ سے کہا: مَیں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے فلاں سال خروج کیا تھا۔ اس دوران میرے ساتھیوں نے فلاں قافلے پر حملہ کیا اور ان قافلے والوں کے ساتھ جنگ کرکے انھیں شکست دی اور قافلہ اور ان کے مال و اسباب کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

جب ہم لوگ مال و اسباب کو جمع کر رہے تھے اور اُونٹوں کو زمین پر بٹھا رہے تھے تو ایک عماری سے ایک عورت نے سر نکالا جبکہ مَیں نے کبھی اس سے زیادہ حسین و جمیل عورت

نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کبھی میں نے اس سے زیادہ کسی کی زبان و گفتار میں شیرینی دیکھی تھی۔

اس عورت نے مجھ سے کہا: اے جوان! اگر ہو سکے تو تم اس لشکر کے امیر و سردار کو بلا لاؤ کیونکہ مجھے اس سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔

میں نے کہا: آپ نے اسے دیکھ لیا ہے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ جو کہنا چاہتی ہیں بیان کریں۔

اس پر اس عورت نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا آپ اس لشکر کے سردار ہیں؟

میں نے جواب دیا: ہاں! اللہ اور اس کے رسولؐ کے حق کی قسم! میں ہی اس لشکر کا سید و سردار ہوں۔

اس عورت نے کہا: میں حمدونہ بنت عیسیٰ بن موسیٰ بن ابی خالد الحربی ہوں اور میرے والد کو خاص عزت و مقام اور حاکمیت حاصل ہے۔ ہم پر خدا کا جو انعام و اکرام ہے اگر آپ نے وہ سن رکھا ہے تو آپ کے لیے ہماری قدر و منزلت کو پہچاننے کے لیے وہی کافی ہے۔ اگر آپ نے ہم پر خدا کے انعام و اکرام اور احسانات کے متعلق نہیں سن رکھا تو آپ میرے علاوہ کسی اور شخص سے ہماری قدر و منزلت کے متعلق پوچھ لیں۔ خدا کی قسم! میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب آپ پر نچھاور کر دوں گی اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک عہد و پیمان لوں گی۔ میں صرف آپ سے اس بات کا سوال کرتی ہوں کہ آپ مجھے اِن لوگوں کے شر سے بچائیں اور میرے پردے کی حفاظت کریں۔ میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں جو میرے سفر کے نان و نفقہ کے اخراجات ہیں، یہ سب آپ لے لیجیے، یہ آپ کے لیے حلال ہیں۔

میں نے پانچ سو دینار کے زیورات پہن رکھے ہیں آپ یہ بھی لے لیں اور اس کے بعد آپ جس چیز کا حکم کریں گے میں اس کی آپ کو ضمانت دیتی ہوں۔ میں آپ کو مکہ و مدینہ کے تجار اور کوفہ و بصرہ کے وہ تجار جو حج کے موسم میں یہاں آتے ہیں، ان سے وہ سب کچھ لے کر دوں گی کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تاجر میری بات کو رد نہیں کرے گا جبکہ میں آپ سے صرف یہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ مجھ سے شر انگیزی کو دور رکھیں اور اپنے ساتھیوں کی بری

گناہوں سے مجھے بچائیں تاکہ کوئی ذلت و رسوائی مجھ سے ملحق نہ ہو سکے (یعنی میری عزت و آبرو پر کوئی حرف نہ آئے)۔

اس عورت کے ان کلمات کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا اور میں نے اس سے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ مال و جاہ اور عزت و عظمت بخشی ہے تو میں نے بھی یہ قافلہ اور اس کے تمام مال و اسباب کو تمھیں بخش دیا۔ اس کے بعد میں نے باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی تو وہ سب میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: میں نے اس قافلہ اور اس کے افراد اور محافظوں کو آزاد کر دیا ہے اور اس معاملے کو خدا و رسولؐ اور اپنے ذمے لیا ہے۔ پس جس شخص نے اس قافلے سے ایک دھاگہ یا اُونٹ کے زانوؤں کو باندھنے والی ایک رسی بھی لی تو میں اُس شخص سے جنگ کرنے کا حکم دوں گا لہٰذا تم سب میرے ساتھ واپس پلٹ آؤ۔ اس کے بعد میں واپس پلٹ گیا اور قافلے والے صحیح و سالم اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئے۔

جب مجھے (عباسی خلیفہ متوکل نے) گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا تو ایک دن قید خانے میں میرے پاس جیل کا داروغہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا: جیل کے دروازے پر دو عورتیں آئی ہیں جو یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ تمھارے خاندان میں سے ہیں، جب کہ میں کسی کو تم سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا لیکن ان دونوں عورتوں نے مجھے سونے کا ایک کڑا دیا ہے تاکہ میں اُنھیں تم سے ملاقات کرنے کی اجازت دوں تو میں نے ان دونوں کو تم سے (اس رشوت کی وجہ سے) ملنے کی اجازت دے دی ہے اور وہ باہر دہلیز پر موجود ہیں۔ پس اگر تم ان سے ملنا چاہتے ہو تو باہر نکلو۔ لیکن میں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اس اجنبی شہر اور قید خانے میں جہاں کوئی شخص مجھے جانتا ہی نہیں، بھلا کون مجھ سے ملنے کے لیے آئے گا۔

پھر میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اپنے آپ سے کہا: ہو سکتا ہے کہ وہ میرے باپ کی اولاد میں سے یا میرے خاندان کی عورتوں میں سے کوئی ہوں، پھر میں ان کی طرف چل پڑا۔ جب اس عورت نے مجھے دیکھا جو قافلے میں مجھ سے ہم کلام ہوئی تھی تو وہ میری شکل

صورت میں تبدیلی اور زنجیروں کے بھاری وزن کو دیکھ کر رونے لگی۔ پھر دوسری عورت نے اس عورت سے پوچھا: کیا یہی وہ شخص ہے؟

اس نے جواب دیا: ہاں! یہی وہ شخص ہے۔

پھر اس پہلی عورت نے مجھ سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اگر میں اپنی ذات اور اپنے خاندان کے ذریعے آپ کو اس مصیبت سے بچا سکتی تو ضرور ایسا کرتی لیکن میری طرف سے آپ اس بات کے حق دار اور اہل ہیں کہ میں تمھیں اس قید خانے سے چھٹکارا دلاؤں۔ خدا کی قسم! میں نے آپ کی رہائی کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں نے ہر تدبیر، مال اور سفارش کے ذریعے آپ کو قید سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ دینار، خوشبو اور لباس ہے، آپ اسے اپنے استعمال میں لائیں اور ہر روز میرا ایک قاصد آپ کے پاس کھانے پینے کا کچھ سامان لے کر آیا کرے گا تاکہ آپ کی صحت بہتر ہو یہاں تک کہ خدا آپ کو اس مشکل سے نجات دے۔

پھر اس عورت نے مجھے ایک لباس، خوشبو اور دو سو دینار نکال کر دیے جبکہ اِن کا قاصد ہر روز صاف ستھرا کھانا لے کر میرے پاس آتا تھا اور وہ جیل کے داروغہ پر بھی اپنی عنایات کرتی رہتی تھی، اس لیے وہ میری ہر منشا کو پورا کرتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس قید خانے سے رہائی کے ذریعے مجھ پر احسان فرمایا۔

قید سے رہا ہونے کے بعد میں نے اس عورت سے رابطہ کیا اور اس سے شادی کی خواستگاری کی تو اس نے مجھ سے کہا: اگر آپ میری بات کریں تو میں آپ کے حکم کی تابعدار ہوں لیکن میری شادی کا اختیار میرے والد کے پاس ہے۔ پھر میں اس عورت کے والد کے پاس گیا تو اس نے مجھے انکار کر دیا اور کہا: میں ہرگز اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا کیونکہ اس حوالے سے جو باتیں لوگوں میں تمھارے متعلق مشہور ہیں اُن کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تم نے ہمیں لوگوں میں بدنام اور رُسوا کر دیا ہے۔

یہ سن کر میں سر جھکائے اور شرمسار ہو کر وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا اور میں نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

رمونی و ایاها بشنعاءهم بها   أحق أدال الله منهم فعجلا
بأمر ترکناه ورب محمد   عیانًا فاما حفة أو تجملا

"لوگوں نے مجھ پر اور اس پر برائی کی تہمت لگائی۔ اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں تو خدا اس حوالے سے برحق فیصلہ کرے گا جبکہ انھوں نے یہ بات بہت جلد کہہ دی جس کے ہم مرتکب نہیں ہوئے۔ حضرت محمدؐ کا رب اس بات پر گواہ ہے کہ ہم عفیف و پاک باز ہیں اور ہم نے ہر بری جرح فروج سے اپنے دامن کو بچا رکھا ہے۔"

ابراہیم بن مدبر کہتے ہیں کہ یہ سب سن کر میں نے ان سے کہا کہ عیسیٰ بن موسیٰ بن ابی خالد الحربی میرے بھائیوں کی طرح ہیں اور وہ میرا فرمانبردار و مطیع ہے۔ میں آپ کے حوالے سے اس سے بات کروں گا۔ پھر میں نے اگلے دن عیسیٰ بن موسیٰ سے اس کے گھر میں ملاقات کی اور اس سے کہا: میں تمھارے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں؟

اس نے مجھ سے کہا: یوں سمجھیں کہ آپ کی یہ حاجت پوری ہو چکی ہے۔ اگر آپ نے مجھے میری محبوب ترین شے حاضر کرنے کا حکم دیا تو بھی میں آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں گا اور وہ چیز آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا نیز یہ کہ مجھے اس پر بے حد خوشی بھی ہوگی۔

میں نے ان سے کہا: میں آپ کی خدمت میں آپ کی بیٹی کے عقد کی خواستگاری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

اس نے مجھ سے کہا: میری بیٹی آپ کی کنیز ہے اور میں آپ کا غلام ہوں، میں نے آپ کی درخواست کو قبول کیا۔

پھر میں نے ان سے کہا: میں نے اس شخص کے لیے آپ کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا ہے جو ماں باپ (نسب) کے لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے اور زوجیت کی رشتہ داری کے لحاظ سے بھی آپ سے اشرف و برتر ہے اور وہ محمدؐ بن صالح العلوی ہیں۔

یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا: اے میرے سردار! اس شخص کی وجہ سے ہم پر کئی تہمتیں لگی ہیں اور اسی کے سبب ہمارے متعلق مختلف باتیں کی گئی ہیں۔

میں نے ان سے کہا: کیا یہ سب باتیں جھوٹ نہیں ہیں؟

اس نے جواب دیا: جی ہاں، الحمدللہ! لوگوں کی یہ سب باتیں جھوٹی ہیں۔

پھر میں نے ان سے کہا: جب یہ سب باتیں جھوٹی ہیں تو آپ یوں سمجھیں کہ گویا کسی نے کوئی بات کی ہی نہیں ہے۔ جب ان کا نکاح ہو جائے گا تو تمام باتیں اور تہمتیں ختم ہو جائیں گی اور باطل ثابت ہوں گی۔

پھر میں اس وقت تک ان کے پاس ہی رہا جب تک انھوں نے ہاں نہ کر دی۔ اس کے بعد میں نے اپنے مال سے ان کا حق مہر ادا کیا۔

احمد بن جعفر کی نے مبرد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے: جب محمدؒ بن صالح قید میں تھے تو بنان نے ان کے درج ذیل شعر عمر اور محوش الحانی میں پڑھے:

وبدا له من بعد ما اندمل الهوى   برق تألق موهنًا لمعانه

"جب تمام خواہشات دم توڑ چکیں تو آدھی رات کے وقت غموں کو منزل دکھانے کے لیے بجلی چمک پڑی"۔ (الاغانی: ج ۱۵ ص ۹۳)

جب متوکل نے یہ شعر محوش الحانی میں سنے تو اس نے عمر اور شعر کی تعریف کی اور پوچھا کہ یہ شعر کس شاعر کا ہے تو اسے بتایا گیا کہ یہ شعر محمدؒ بن صالح کا ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے متعلق گفتگو چل نکلی تو اس کے پاس موجود لوگوں نے ان کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا۔

پھر فتح نے ایک قصیدہ متوکل کی مدح سرائی میں پڑھا جبکہ اس قصیدے کا پہلا شعر یہ تھا:

ألف التقى و وفى بنذر الناذر   وأبى الوقوف على المحل الداثر

"وہ متقی و پرہیزگار سے پیار و محبت کرتا ہے اور نذر کرنے والے کی نذر کو پورا کرتے رہے اور اس نے بدنام اور آلودہ مقام پر کھڑا ہونے سے انکار کر دیا"۔

اس کے بعد متوکل نے فتح کو محمدؒ بن صالح کی ذمہ داری سونپی اور انھیں رہا کرنے کا حکم دیا نیز فتح سے یہ بھی کہا کہ وہ انھیں قید خانے سے اپنے پاس لے جائے۔ انھیں اپنے پاس ٹھہرا کر ان کے نان و نفقہ اور خبر گیری کی ذمہ داری لے اور یہ سر من رای (سامرہ) میں

مقیم رہیں جب کہ حجاز کی طرف نہ جائیں۔ پھر فتح نے رہائی کے بعد انھیں اپنی نگرانی میں لے لیا اور وہ ان پر زیادہ سختی نہیں کرتا تھا۔ محمد بن صالح علوی اپنی وفات تک سامرہ میں ہی مقیم رہے۔

محمدؒ بن صالح کا ایک دوست سعید بن حمید تھا اور یہ دونوں باہمی شعروشاعری کیا کرتے تھے۔ آپ نے قید کے دوران کافی اشعار کہے، اگر ان کو ذکر کیا جائے تو بات طولانی ہو جائے گی۔ اسی طرح آپ نے ابراہیم بن مدبر اور ان کے بھائی کی تعریف اور مدح سرائی میں کافی زیادہ اشعار کہے ہیں۔

آپ نے (متوکل کے وزیر) عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی بہت زیادہ ہجو بیان کی کیونکہ وہ اولادِ ابوطالبؑ سے سخت عداوت و کینہ رکھتا تھا اور متوکل کو ان کے خلاف اُکساتا اور انھیں قید خانے سے رہا کرنے کے بارے میں منع کرتا تھا۔ اس لیے آپ نے اس کی بہت زیادہ ہجو (عیب جوئی اور برائی) بیان کی۔ ان میں ایک مثال یہ ہے کہ جس قصیدہ میں آپ نے ابراہیم ابن مدبر کی مدح کی ہے، اُسی میں عبیداللہ ابن یحییٰ بن خاقان کی ہجو بھی بیان کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وما فی آل خاقان اعتصام　　إذا ما عمَّ الخطبُ الکبیر

لئام الناس إثراءً وفقراً　　وأعجزهم إذا حمی القتیر

رقوم لا یزوجهم کریم　　ولا تُسْنَی لنسوتهم مهور

”آلِ خاقان کو جب کوئی بڑی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو یہ وہاں استقامت و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ مال دار ہوں یا تنگ دست ہر حال میں کم ظرف اور کمینے ہیں۔ اگر کوئی بوڑھا شخص بھی ان پر آگ بگولا ہو تو یہ اس کے سامنے انتہائی عاجز و ناتواں ہوتے ہیں۔ کوئی سخی و کریم شخص ان میں شادی نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی عورتوں کو اعلیٰ و بیش قیمت حق مہر دیا جاتا ہے“۔

جب محمدؒ بن صالح کا انتقال ہوا تو ان کے دوست سعید بن حمید نے ان کی وفات پر مرثیہ کہا۔

محمدؒ بن جعفرؒ بن حسنؒ بن عمرؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی (مؤلف) بیان کرتے ہیں: جب متوکل خلیفہ بنا تو اولادِ ابوطالبؑ مختلف شہروں میں منتشر ہوگئی۔ حسنؒ بن زیدؒ بن محمدؒ بن اسماعیلؒ بن زیدؒ نے طبرستان اور دیلم کے مضافاتی علاقوں پر غلبہ حاصل کرلیا جب کہ محمدؒ بن جعفرؒ بن حسنؒ بن عمرؒ بن علیؒ بن حسینؒ نے رَے میں خروج کیا اور وہاں کے عوام کو حسنؒ بن زیدؒ کی بیعت کی طرف بلایا تو عبداللہ بن طاہر نے آپ کو گرفتار کرکے "نیشاپور" میں قید کردیا اور آپ کا قید کے دوران ہی انتقال ہوا۔ مؤلف نے درج بالا روایت احمد بن سعید سے اور اس نے یحییٰ بن حسن سے نقل کی ہے۔

محمدؒ بن جعفرؒ کی والدہ رقیہؒ بنت عیسیٰؒ بن زیدؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ ہیں۔

آپ کے ہمراہ عبداللہؒ بن اسماعیل بن ابراہیمؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ نے بھی خروج کیا تھا۔ آپ کی گرفتاری اور قید کے بعد احمدؒ بن عیسیٰؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ ابن ابی طالبؑ نے رَے میں خروج کیا اور وہاں کے عوام کو حسینؒ بن زیدؒ کی بیعت کی طرف بلایا۔ آپ کے بعد کوکبی، حسینؒ بن احمدؒ بن محمدؒ بن اسماعیلؒ بن محمدؒ بن عبداللہ ارقطؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ نے خروج کیا۔

مؤلف کہتے ہیں: ان تمام مذکورہ افراد کے حالات و واقعات ہم نے اپنی بڑی کتاب میں مفصل تحریر کیے ہیں جب کہ یہ کتاب ان واقعات کی طوالت کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ہم نے اس کتاب میں یہ شرط عائد کر رکھی ہے کہ صرف حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد میں سے ان افراد کا تذکرہ کریں گے کہ جنھوں نے خروج کیا اور پھر انھیں (میدان یا قیدخانے میں) شہید کردیا گیا۔

قاسمؒ بن عبداللہؒ بن حسینؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: قاسمؒ بن عبداللہؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

عمر بن فرج الرخجی (متوکل کی طرف سے مکہ و مدینہ کا ظالم و جابر، ناصبی گورنر) نے آپ کو گرفتار کر کے سر من رای (سامرہ) بھیج دیا۔ آپ کو سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا گیا تو آپ نے وہ پہننے سے انکار کر دیا اور وہ مسلسل اس پر اصرار کرتے رہے بالآخر آپ نے سیاہ لباس کے مشابہ کپڑا زیب تن کیا تو وہ (حاکم) آپ سے راضی ہوا۔

یحییٰ بن حسن سے منقول کہ میں نے ابومحمد اسماعیل بن محمد سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے اولادِ ابوطالبؑ کے افراد میں سے حکمرانوں پر سخت تنقید کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا، جیسے قاسمؒ بن عبداللہؒ ان پر سخت تنقید اور نکتہ چینی کرتے تھے۔

حسن بن حسین سے منقول ہے کہ میں اور قاسمؒ بن عبداللہ، ابوالفوارس عبداللہؒ بن ابراہیمؒ بن حسینؒ کو غسل دینے کے لیے ان کے پاس گئے جب کہ ہم اس وقت ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ اتنے میں قاسمؒ نے مجھ سے کہا: کیوں نہ ہم عصر کی نماز بھی پڑھ لیں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ ہم ان کو آہستہ آہستہ غسل دیں گے تو نمازِ عصر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ پھر میں نے بھی ان کے ہمراہ نمازِ عصر ادا کی۔ جب ہم ابوالفوارس عبداللہؒ بن ابراہیمؒ کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو میں سورج کے ذریعے وقت کا تعین کرنے کے لیے باہر نکلا۔ میں نے دیکھا کہ یہ نمازِ عصر کا اوّل وقت ہے اور میں نے عصر کی نماز دوبارہ پڑھی۔ پھر مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ تو عالمِ خواب میں ایک شخص نے آ کر مجھ سے کہا: کیا تم نے قاسمؒ کے ساتھ نماز (عصر) ادا کرنے کے باوجود یہ نماز دوبارہ پڑھی ہے؟

میں نے جواب دیا: میں نے ان کے ساتھ وہ نماز اس نماز کے وقت پر نہیں پڑھی تھی۔

یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا: قاسمؒ کا دل تمھارے دل سے زیادہ ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر ہے۔

زینبؒ بنت عبداللہؒ بن حسینؒ کے غلام ذوب سے مروی ہے کہ میرے آقا قاسمؒ بن عبداللہؒ علیل ہوئے تو حاکم (عباسی خلیفہ متوکل) نے ان کے پاس ایک حکیم کو بھیجا کہ وہ ان کی خبر گیری اور حالت دریافت کرے۔ حکیم نے کافی دیر تک ان کے ہاتھ کو پکڑے رکھا۔ پھر جب حکیم نے اپنا ہاتھ قاسم کے ہاتھ پر رکھا تو قاسم کا ہاتھ کسی سبب کے بغیر خشک ہو گیا اور ان

کے اس ہاتھ میں درد بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ اسی درد کی وجہ سے آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

راوی کہتا ہے: میں نے قاسم بن عبداللہ کے اہل خانہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس حکیم کے ذریعے انھیں زہر دیا گیا۔

احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ

ابوالفرج (مولف) بیان کرتے ہیں: احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ اولادِ ابوطالبؑ کے اُن افراد میں سے ہیں جو رُوپوش ہو گئے تھے۔ پھر آپ متوکل کے دَورِ حکومت میں رُوپوشی کے دوران ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت فضل بن عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے۔ آپ عالم و فاضل اور اپنے خاندان کے سرکردہ افراد میں سے تھے۔ آپ کے فضائل و کمالات معروف و مشہور ہیں۔

آپ نے احادیث و روایات کو نقل کیا جب کہ آپ سے عمرو (بن خالد) نے اور عمرو سے حسین بن حلوان نے بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں اور ان سے محمد بن منصور اور ان کے دیگر ہم عصر راویوں نے روایات نقل کی ہیں۔

آپ متوکل کے دَورِ خلافت میں رُوپوش نہیں ہوئے بلکہ آپ کافی عرصہ تک روپوش رہنے کے بعد متوکل کے دَورِ خلافت میں فوت ہوئے تھے جبکہ ہم نے مہدی عباسی کے دَورِ خلافت میں ان کے والد عیسیٰؒ بن زیدؒ کے ذکر میں ان کی رُوپوشی کے متعلق روایت بیان کی ہے۔

ہم نے احمد بن عیسیٰ کے متعلق بعض حالات پہلے بھی تحریر کیے ہیں کہ جب ابن علاق الصیرفی اور صباح الزعفرانی، مہدی عباسی کے پاس ان (احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زید) کے والد کی وفات کے بعد گئے تو اس نے ان کو مالی طور پر نوازنے کے بعد حجاز واپس بھیج دیا اور یہ ہارون الرشید کے دَورِ خلافت تک حجاز میں رہے۔

جعفر بن محمد بن اسماعیل سے مروی ہے کہ میں نے ہارون الرشید سے احمدؒ بن عیسیٰؒ اور

قاسمؒ بن عمر بن علیؒ بن حسینؒ کے متعلق چغل خوری کی تو ہارون الرشید نے حکم دیا کہ ان دونوں کو حجاز سے میرے پاس (بغداد) بھیج دیا جائے۔ جب یہ دونوں ہارون کے پاس پہنچے تو اس نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا اور یہ دونوں فضل بن ربیع کی نگرانی میں قید رہے۔ زیدیوں کے ایک گروہ نے چال چلتے ہوئے ان کے پاس شہد اور میدے کے حلوے کے دو پیالے بھیجے جب کہ ان میں سے ایک حلوے کے پیالے میں نشہ آور بھنگ ملی ہوئی تھی۔ ان دونوں نے بھنگ ملا حلوہ قید خانے کے نگرانوں اور محافظوں کو کھلا دیا اور جب انھوں نے محسوس کیا کہ ان پر نشہ کی حالت طاری ہو چکی ہے تو یہ قید خانے سے فرار ہو گئے۔

یہ درج بالا روایت نوفلی نے بیان کی ہے لیکن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن ریاح سے منقول ہے کہ ایک دن احمدؒ بن عیسیٰؒ کسی ضرورت کے تحت اپنی بیرک سے باہر آئے تو انھوں نے دیکھا کہ تمام محافظ سو رہے ہیں تو انھوں نے ایک پیالے میں پانی پی کر اسے اپنے ہاتھ سے جان بوجھ کر زمین پر پھینک دیا تاکہ یہ جان سکیں کہ یہ سب سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں تو ان میں سے کسی نے کوئی حرکت نہ کی۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ پھر آپ قاسمؒ کے پاس آئے اور انھیں تمام ماجرا سنایا تو قاسمؒ نے ان سے کہا: آپ پر افسوس ہے، آپ اپنے آپ یہاں سے فرار ہونے کی باتیں نہ کریں کیونکہ میں قید خانے میں خیریت و عافیت سے ہوں۔

یہ سن کر احمدؒ بن عیسیٰؒ نے قاسمؒ سے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہوں، لہٰذا اگر آپ یہاں سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو میرے ہمراہ چلیں، میں آپ کو عنقریب ایسی چیز دکھاؤں گا جس سے آپ کا دل خوش ہو جائے گا۔ جیسے ہی میں باہر نکلوں تو آپ بھی میرے پیچھے پیچھے آ جائیں، اگر آپ میرے پیچھے نہ آئے تو پھر میرے بعد یہاں قید خانے میں زندہ و سلامت نہ رہو گے۔

اس کے بعد احمدؒ بن عیسیٰؒ باہر نکلے اور ایک مٹی کے گھڑے سے پانی پینے کے بعد اس کو اٹھا کر نیچے پھینک دیا لیکن ان محافظ سپاہیوں میں سے کسی نے بھی کوئی حرکت نہ کی۔ پھر آپ قید خانہ سے باہر نکل گئے۔

قاسمؒ بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل پڑے اور جب یہ دونوں اس گھر (قید خانے) سے باہر نکلے تو مختلف سمتوں کی طرف جانے والے راستوں پر چل پڑے اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے جب کہ ایک مخصوص جگہ پر ایک دوسرے سے ملنے کا وعدہ کیا۔

اسی اثنا میں احمدؒ بن عیسیٰؒ کا فضل بن ربیع کے غلام سے سامنا ہو گیا تو اس کا غلام آپ کے قریب ہوا تا کہ انھیں اپنا تعارف کروائے لیکن آپ راستے سے ایک طرف ہو گئے اور اس سے چلاتے ہوئے کہا: اے فلاں! میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ وہ ڈر کر ایک طرف ہو گیا اور یہ سمجھا کہ یہ قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔ پھر غلام وہاں سے سیدھا اس گھر میں آیا جہاں پر آپ کو قید رکھا گیا تھا تو اس نے دیکھا کہ تمام محافظ سو رہے ہیں۔ پھر اس نے تمام محافظوں کو اُٹھایا اور احمدؒ بن عیسیٰؒ کے متعلق دریافت کیا تو ان سب کو یقین ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہے اور کوئی آفت ہم پر آچکی ہے۔ پھر وہ ان دونوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور ہر جگہ پر تلاش کیا لیکن انھیں ڈھونڈ نہ سکے۔

احمدؒ بن عیسیٰؒ وہاں سے نکل کر سیدھا محمدؒ بن ابراہیمؒ جو ابراہیم الامام کے نام سے معروف ہیں، کے گھر تشریف لائے اور ان کے غلام سے کہا: ابراہیم الامام سے کہو کہ احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ آئے ہیں۔ غلام نے اندر جا کر ابراہیم الام کو ان کے متعلق بتایا تو انھوں نے اپنے غلام سے پوچھا: تجھ پر وائے ہو، کیا انھیں کسی شخص نے دیکھا تو نہیں ہے؟

غلام نے جواب دیا: نہیں۔

آپ نے کہا: انھیں اندر لاؤ۔ پھر احمدؒ بن عیسیٰؒ اندر تشریف لے گئے، ابراہیم الامام کو سلام کیا اور انھیں اپنے تمام ماجرے سے آگاہ کیا اور کہا کہ میرا آپ کے متعلق یہ خیال ہے کہ آپ کے گھر میں میرا خون محفوظ رہے گا لہٰذا آپ میرے متعلق خدا سے ڈریں۔ پھر ابراہیم الامامؒ نے انھیں اپنے گھر میں داخل کر کے مخفی کر دیا۔

آپ ایک مدت تک بغداد میں ہی چھپے رہے۔ جب ہارون الرشید کو ان کے قید خانے سے فرار ہو جانے کی خبر ملی تو اس نے ہر جگہ پر اپنے سپاہیوں کے ذریعے ناکہ بندی کروا دی اور یہ حکم دیا کہ جس گھر کے مالک پر یہ الزام ہو کہ وہ شیعیت کی طرف مائل ہے۔ تو ہر اُس شخص

کے گھر کی تلاشی لی جائے اور وہاں پر احمدؓ کو تلاش کیا جائے۔ آپ کافی عرصے تک ان سخت حالات میں بغداد میں روپوش رہے یہاں تک کہ جب ان کے لیے بغداد سے نکلنا ممکن ہو گیا تو آپ بغداد سے بصرہ چلے گئے اور وہاں پر اقامت پذیر ہوئے۔

احمدؓ بن عیسیٰؓ کے بغداد سے نکلنے کے طریقہ کار میں بھی مختلف آرا ملتی ہیں۔ ہم نے اس حوالے سے طوالت کی وجہ سے وہ آرا بیان نہیں کی ہیں لیکن ان تمام آرا میں زیادہ مناسب یہی رائے ہے جو نوفلی نے ذکر کی ہے۔

اب ہم دوبارہ ہارون بن محمد کی حکایت کی طرف واپس آتے ہیں (جبکہ یہ حکایت نوفلی نے بیان کی ہے)۔ پھر ہارون الرشید نے اپنے درباریوں میں سے ایک شخص جو ابن کردیہ کے نام سے معروف تھا جب کہ اس کا اصل نام یحییٰ بن خالد تھا، ہارون الرشید نے اسے بلا کر کہا: میں نے کوفہ کی زمین اور جائیداد کا تمھیں نگران مقرر کیا ہے لہٰذا تم کوفہ کی طرف چلے جاؤ اور وہاں اس زمین میں کام کاج کرو نیز وہاں پر لوگوں میں یہی ظاہر کرنا کہ تم شیعہ ہو اور وہاں پر شیعوں کے درمیان کافی مال تقسیم کرنا یہاں تک کہ وہ تمھاری سخاوت دیکھ کر تمھیں احمدؓ بن عیسیٰؓ کے متعلق آگاہ کر دیں کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

اس کے بعد ابن کردیہ کوفہ چلا گیا اور ہارون الرشید کے حکم کی تابعداری کی نیز یہ کہ وہاں کے شیعوں پر مال و اسباب کی بارش کر دی اور ان میں کافی مال تقسیم کیا لیکن کبھی کسی کے متعلق کچھ دریافت نہ کیا۔ پھر ایک دن کوفہ کے لوگوں نے خود ہی اس کے سامنے اپنے ایک فرد ابوغسان الخزاعی کا تذکرہ کیا اور اس کی تعریف و توصیف میں خوب مبالغہ آرائی کی لیکن اس نے بے اعتنائی برتی۔ جب انھوں نے دوسری دفعہ اس کا تذکرہ کی تو اس (ابن کردیہ) نے ان سے پوچھا: اس مرد نے کیا کام سرانجام دیا ہے؟ میں اس کی زیارت کا مشتاق ہوں۔

کوفہ کے لوگوں نے کہا: وہ احمدؓ بن عیسیٰؓ کے ہمراہ بصرہ میں رہتا ہے۔

پھر ابن الکردیہ نے یہ تمام صورتِ حال ہارون الرشید کی طرف لکھ کر بھیجی تو اس نے اسے حکم دیا کہ اب وہ بغداد واپس لوٹ آئے۔ پھر اسے کوفہ کی طرح بصرہ کی زمین اور جائیداد کا نگران مقرر کر کے احمدؓ بن عیسیٰؓ کی تلاش میں روانہ کیا تو یہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمدؒ بن عیسیٰؒ بن زیدؒ کے ہمراہ یحییٰؒ بن عبداللہؒ [1] کے اصحاب میں سے ایک شخص جس کا نام حاضر تھا، یہ شخص (حاضر) ہی احمدؒ بن عیسیٰؒ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے ان کو بصرہ میں "دارِ عاقب" میں ٹھہرایا اور یہ کسی کو بھی اس حقیقت سے آگاہ نہیں کرتا تھا بلکہ وہ یہ کہتا تھا کہ میں اپنے اُوپر قرضوں کے بوجھ کی وجہ سے فرار ہو کر اس جانب نکل آیا ہوں۔

یزید بن عینیہ کہتا ہے: جب حاضر لوگوں کے پاس جاتا تو انھیں کہتا: مجھ پر قرض ہے، پھر ان کے آگے دستِ سوال بلند کرتا تھا۔ جواب میں لوگ اسے کہتے ہیں: اگرچہ حاکم نے تجھے تلاش کرنے کی کوشش کی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا تو پھر وہ قرض خواہ جن کا تم پر قرض ہے وہ تمھیں کیسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔

ابن کردیہ بصرہ آیا اور وہاں بھی وہی کچھ کیا جو اس نے کوفہ میں کیا تھا۔ اس نے شیعوں میں اَموال بانٹنا شروع کر دیے تاکہ وہ اسے حاضر اور احمدؒ بن عیسیٰؒ کے متعلق بتائیں یہاں تک کہ انھوں نے اس کے سامنے حاضر اور احمدؒ بن عیسیٰؒ کا تذکرہ کیا لیکن اس نے بے اعتنائی برتی۔ پھر بصرہ کے لوگوں نے دوبارہ ان دونوں کا تذکرہ کیا تو اس نے ظاہراً کوئی خاص توجہ نہ کی اور نہ ہی ان سے ان کے متعلق کسی خواہش کا اظہار کیا۔

پھر تیسری مرتبہ جب اس کے سامنے ان کا ذکر چھیڑا گیا تو اس نے ان لوگوں سے کہا: میں اس شخص (حاضر) سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔

اس نے کہا: اسے یہ مال میری طرف سے دینا تاکہ وہ اسے اپنے تصرف میں لا کر اپنے لیے آسانیاں پیدا کر سکے اور اسے بتانا کہ اگر میں خلیفہ کا تمام مال اسے دے سکتا تو وہ بھی ان کے قدموں میں حاضر کر دیتا۔

بصرہ کے شیعوں نے وہ مال لے کر حاضر کی خدمت میں پیش کیا تو حاضر نے اس مال کو

---

[1] یہ حسن مثنیٰؒ کے پوتے ہیں اور انھوں نے حسین صاحبِ فخؒ کے ہمراہ قیام کیا۔ پھر ہارون الرشید کے دورِ خلافت میں انھیں شہید کر دیا گیا۔ (مترجم)

قبول کرلیا۔ اس کے بعد ابن کردیہ اکثر وقتاً فوقتاً حاضر کے پاس مال بھجواتا رہتا۔ جب لوگ اس سے مانوس اور مطمئن ہو گئے تو اس نے ایک دن ان لوگوں سے کہا: کیا یہ بزرگ (حاضر) ہمارے پاس (ملاقات کے لیے) نہیں آئیں گے؟

انھوں نے اسے جواب دیا: نہیں! یہ ناممکن ہے۔

پھر اس نے کہا: آپ ہمارے لیے ان سے ملاقات کی اجازت طلب کریں تاکہ میں خود ان کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوسکوں۔

انھوں نے کہا: ہم ان سے اس حوالے سے سوال کریں گے۔ پھر وہ لوگ حاضر کے پاس آئے تو ان سے اس (ابن کردیہ) کے لیے ملاقات کی اجازت طلب کی تو حاضر نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! میں اس شخص کو ہرگز ملاقات کی اجازت نہیں دوں گا۔ تم لوگوں پر افسوس ہے کہ تم اسے اس امر سے باز نہیں رکھتے ہو؟ خدا کی قسم! یہ شخص فریبی اور دھوکے باز ہے۔

ان لوگوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! وہ شخص فریبی اور دھوکے باز نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ مسلسل ان سے یہ اصرار کرتے رہے کہ آپ اسے ملاقات کی اجازت دے دیں تو بالآخر آپ نے ان کے اصرار پر اس سے ملاقات کی حامی بھرتے ہوئے اجازت دے دی۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو حاضر نے احمدؒ بن عیسیٰؒ سے کہا: آپ یہاں سے کسی اور جگہ پر تشریف لے جائیں اس لیے کہ اگر میں کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہو بھی جاؤں تو آپ سلامت رہیں۔ اس کے بعد احمدؒ بن عیسیٰؒ وہاں سے نکل گئے۔ ابن کردیہ نے بصرہ کے گورنر محمد بن حارث الہلالی سے کہا کہ وہ میرے ساتھ کچھ سپاہی بھی روانہ کرے تاکہ میں جیسے ہی حاضر کے گھر میں داخل ہوں تو یہ سپاہی اس پر دھاوا بول دیں۔ ابن کردیہ نے اپنے غلام کو بصرہ کے گورنر کے پاس بھیجا اور وہ اپنے ہمراہ سپاہی لے آیا تو اور ان سپاہیوں نے حاضر پر ہجوم کرتے ہوئے دھاوا بول دیا۔ یہ دیکھ کر حاضر نے ابن کردیہ سے کہا: تجھ پر وائے ہو، خدا کی قسم! تُو نے مجھے دھوکہ وفریب دیا ہے۔

یہ سن کر ابن کردیہ نے کہا: یہ سب کچھ میں نے نہیں کیا شاید حاکم کو یہ خبر پہنچ گئی تھی تو

اس نے سپاہی بھیجے ہیں۔ سپاہی حاضر کو گرفتار کر کے محمد بن حارث (گورنر) کے پاس لائے۔ جب اسے گورنر کے سامنے پیش کیا گیا تو حاضر کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ وہ مجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کرے گا۔ گورنر نے ایک نظر اس پر ڈالی تو اسے محسوس ہوا کہ یہ مجھ سے گفتگو کرے گا یا مجھ سے کوئی گواہی طلب کرے گا جیسے استفادہ طلب کرنے والے کرتے ہیں لیکن اس نے ایسا کچھ نہ کیا۔ حاضر کہتا ہے: اس نے ایک لمبے تک مجھے دیکھا اور پھر اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا گویا وہ مجھے جانتا ہی نہ ہو۔

پھر محمد بن حارث (گورنر) نے اس سے کہا: امیر (ہارون الرشید) نے تم پر کوئی الزام اور تہمت نہیں لگائی۔ پھر اس نے حاضر کو ہارون الرشید کے پاس روانہ کر دیا۔ جب انھیں ہارون الرشید کے پاس لایا گیا تو اس وقت ہارون الرشید شاسیہ میں تھا، یہاں پر اِن کے سامنے حاضر اور عبداللہ بن حازم کی اولاد میں سے ایک شخص کو پیش کیا گیا جس پر یہ الزام تھا کہ اس کے لیے بغداد میں بیعت لی گئی تھی اور پھر یہ ہارون الرشید کے ہاتھ لگ گیا۔ ہارون الرشید نے اس حازمی شخص سے ابتدا کرتے ہوئے کہا: تم خراسان سے میری مملکت میں اس لیے آئے تھے کہ میری حکومت و خلافت کے اُمور میں بگاڑ پیدا کر سکو اور اپنے لیے بیعت طلب کرو؟

اس شخص نے جواب دیا: اے امیر! (ہارون الرشید) مَیں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

ہارون الرشید نے کہا: خدا کی قسم! تم نے ایسا کیا ہے اور میرے پاس تمھاری بیعت کا ثبوت موجود ہے۔ خدا کی قسم! اس کے بعد تم کسی سے بیعت نہیں لے سکو گے۔ پھر اس نے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا تو اسے دوزانو بٹھا کر اِن کی گردن اُڑا دی گئی۔ پھر اس نے حاضر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: حیلہ سازی میں یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھی! مَیں نے تمھیں معاف کر کے امان دی تھی، اس کے باوجود تم احمدؒ بن عیسیٰؒ کے ساتھ مل کر میرے خلاف محاذ کھڑا کر رہے ہو اور اسے ایک شہر سے دوسرے شہر میں نقل مکانی کرا رہے ہو اور اسے بلی کی اولاد کی طرح ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل کر رہے ہو۔ خدا کی قسم! تم اسے (احمدؒ بن عیسیٰؒ) کو میرے پاس حاضر کرو ورنہ میں تمھیں قتل کر دوں گا۔

چنانچہ کر حاضر نے کہا: اے امیر (ہارون الرشید) تمھارے پاس میرے حوالے سے صحیح

خبریں نہیں پہنچیں۔

ہارون الرشید نے کہا: خدا کی قسم! تم اسی وقت اسے میرے سامنے حاضر کرو ورنہ میں تمھاری گردن اُڑا دوں گا۔

پھر حاضر نے کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو میں خدا کی بارگاہ میں تمھارے خلاف مقدمہ کروں گا۔

اس پر ہارون نے کہا: خدا کی قسم! تم اُسے میرے پاس حاضر کرو ورنہ میں تمھیں قتل کروں گا اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں مہدی (عباس) کا بیٹا نہیں۔

یہ سن کر حاضر نے کہا: خدا کی قسم! اگر احمدؒ بن عیسیٰؒ میرے قدموں کے تلے (چھپے) ہوتے تو بھی میں تمھارے سامنے اپنے قدم نہ اُٹھاتا کہ تم ان کو دیکھ سکو۔ کیا میں فرزند رسولؐ خدا کو تمھارے پاس اس لیے لے آؤں تاکہ تم انھیں قتل کر دو؟ تم جو کرنا چاہتے ہو وہ کرلو (میں انھیں تمھارے پاس نہیں لے آؤں گا)۔

پھر ہارون الرشید نے ہرثمہ کو حکم دیا کہ اس کی گردن اُڑا دو تو پھر حاضر اور حازمی کو بغداد میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ یہ درج بالا روایت نوفلی نے ذکر کی ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: میرے نزدیک حاضر کی گرفتاری اور قتل کے متعلق وہی درست ہے جو میں نے پہلے (مہدی عباسی کے دورِ خلافت کے ضمن میں) ذکر کیا ہے کہ انھیں مہدی عباسی نے قتل کروایا تھا جب مہدی عباسی نے ان سے عیسیٰؒ بن زیدؒ کو پیش کرنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے انکار کر دیا تو اس نے انھیں قتل کروا دیا۔ مؤلف کہتے ہیں: مجھ سے اس حوالے سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سب ذکر کر دیا ہے۔

یونس بن مرزوق سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اصفہان میں ڈاک کے انچارج کو یہ شکایت کی کہ احمدؒ بن عیسیٰؒ اور حاضر بصرہ میں مقیم ہیں اور یہ دونوں اھواز کے علاقوں میں نقل مکانی کرتے رہتے ہیں تو ہارون الرشید نے ایک خط میں یہ حکم تحریر کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے نیز ہارون الرشید نے ابو الساج جو بحرین کا گورنر تھا، خالد بن ازھر جو اھواز کا گورنر تھا اور خالد طرشت جو سندھ کے راستے پر ڈاک کا نگران تھا، انھیں یہ حکم لکھ

کر بھیجا کہ وہ سب اصفہان کے ڈاک انچارج کے حکم کو سنیں اور اس کی اطاعت بجا لائیں۔

ہارون نے اصفہان کے ڈاک انچارج کو تیس ہزار درہم دے کر ان علاقوں کی طرف کوچ کرنے اور وہاں پر احمدؒ بن عیسیٰؒ کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

یہ شخص اہواز میں پہنچا اور وہاں یہی ظاہر کیا کہ وہ زندیق لوگوں کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ اس کو ایک بربری مرد، احمدؒ بن عیسیٰؒ کے متعلق خبریں لا کر دیا کرتا تھا جب کہ احمدؒ بن عیسیٰؒ اس بربری سے مانوس ہونے کی وجہ سے اس سے خاص لطف و محبت کرتے تھے۔

جب ہارون الرشید کا ایلچی جو اصفہان میں ڈاک کا انچارج تھا اور اس کا نام عیسیٰ رواوزدی تھا، وہ اس بربری کے پاس پہنچا تو اس بربری نے احمدؒ بن عیسیٰؒ کے پاس حسب سابق حاضر ہو کر عیسیٰ رواوزدی کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے بتایا کہ وہ آپ کا شیعہ اور چاہنے والا ہے اور آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے تو احمدؒ بن عیسیٰؒ نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی۔

جب عیسیٰ رواوزدی ان کے پاس آیا تو اس وقت احمدؒ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس ادریسؒ بن عبداللہ کا بیٹا اور ابراہیمؒ بن عبداللہ کا تب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے احمدؒ بن عیسیٰؒ اور پھر ابن ادریسؒ کو سلام کیا، پھر دونوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، پھر ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عیسیٰ رواوزدی ان دونوں کے پاس تحائف اور لباس بھیجتا رہا اور ان دونوں کی خدمت کے لیے دو خدمت گار لڑکے بھی خرید کر انھیں ہدیہ کیے۔ پھر یہ دونوں (احمدؒ بن عیسیٰؒ اور ابن ادریسؒ) عیسیٰ رواوزدی سے اس قدر مطمئن ہو گئے کہ یہ اس کے کھانے سے کھانا اور اس کے پانی سے پانی و شربت بھی پی لیا کرتے تھے۔

جب اس نے اپنا اعتماد پیدا کر لیا تو ایک دن ان سے کہا: یہ شہر تنگ ہے اور اس میں کوئی بھلائی و بہتری نہیں ہے لہٰذا آپ دونوں میرے ہمراہ چلو تا کہ میں آپ کو اپنے ساتھ مصر اور افریقہ لے چلوں کیونکہ وہاں کے لوگ میرے اطاعت گزار و فرمانبردار ہیں۔ انھوں نے پوچھا: تم ہمیں وہاں کیسے لے جاؤ گے؟ اس نے کہا: میں آپ کو کشتی میں بٹھا کر پانی کے راستے

واسط لے جاؤں گا اور پھر کوفہ کے راستے دریائے فرات تک پہنچیں گے اور پھر دریائے فرات کے ذریعے شام تک جائیں گے۔ یہ سن کر انھوں نے اس کے ہمراہ جانے کی حامی بھر لی تو اس نے انھیں کشتی میں بٹھا دیا اور ان کے ہمراہ ابوالساج (بحرین کے گورنر) کے آدمی بھی روانہ کیے جو ان کی حفاظت و نگرانی کریں گے۔ پھر یہ لوگ اہواز سے چل پڑے۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد عیسیٰ روا وزدی نے ان سے کہا کہ آپ لوگ واسط کی طرف بڑھتے رہیں، میں راستے میں سفر کے لیے کرایہ اور دیگر ضروریات کا سامان مہیا کرنے کے بعد آپ سے ملحق ہوتا ہوں۔ پھر عیسیٰ روا وزدی اور بربری ان سے الگ ہو کر سواریوں پر سوار ہو کر دوسرے راستے پر نکل گئے جب کہ اس نے ان کی نگرانی پر مامور افراد کو نصیحت کی کہ انھیں کسی چیز کے متعلق مت آگاہ کرنا اور انھیں ہرگز یہ شک نہ ہو کہ تم لوگ خلیفہ کے آدمی ہو نیز یہ کہ جس قدر ممکن ہو سکے، ان کے متعلق احتیاط سے کام لینا۔ انھوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر وہ روانہ ہو گئے۔

جب یہ لوگ کچھ مسافت طے کر چکے تو تنگدست بحری ڈاکوؤں نے انھیں گھیر لیا اور کہا: آگے مت بڑھنا۔

یہ سن کر ان کی نگرانی پر مامور افراد نے بلند آواز میں چلا کر کہا: ہم ابوالساج کے ساتھی اور مددگار ہیں اور ہم یہاں ایک اہم ترین کام سے آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ ان کے راستے سے ہٹ گئے جبکہ احمدؒ بن عیسیٰؒ اور ان کے ساتھی یہ کلمات سن کر چوکنا ہوئے اور جب یہ تھوڑا سا آگے بڑھے تو احمدؒ بن عیسیٰؒ نے ان لوگوں سے کہا: ساحل کی طرف بڑھو تا کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ پھر ملاحوں نے کشتی کنارے لگائی تو یہ نیچے اُتر کر کھجور کے درختوں میں پھیل گئے اور ان کی اُوٹ میں چھپ گئے اور نگران افراد کی نظروں سے چھپ چھپا کر دُور نکل گئے جب کہ ان کی نگرانی پر مامور افراد کشتی میں ہی بیٹھے رہے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ لوگ ان کے ساتھ کوئی ایسی تدبیر کریں گے اور یوں غائب ہو جائیں گے۔

جب احمدؒ بن عیسیٰؒ اور ان کے ساتھی نگرانوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یہ تیزی سے پیدل بھاگتے ہوئے ان سے فرار اختیار کر کے بہت دُور نکل گئے۔ جب نگران افراد کافی دیر تک ان کا انتظار کر چکے اور یہ واپس نہ آئے اور ان کی کوئی خبر نہ ملی تو یہ کشتیوں سے نکل کر

انھیں ہر طرف تلاش کرنے لگے لیکن وہ انھیں کہیں نہ پا سکے۔ پھر وہ ان کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے گئے اور انھیں ڈھونڈنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔ بالآخر وہ ناکام و نامراد ہو کر واپس کشتی میں آ گئے اور واسط پہنچے جب کہ وہاں اصفہان کی ڈاک کا انچارج عیسیٰ ان کا منتظر تھا اور اس کے ہمراہ ہارون الرشید نے اپنے تیس آدمی بھیجے تھے جو اس سے احمدؒ بن عیسیٰؒ کو وصول کرنے پر مقرر تھے۔ ان نگرانوں نے عیسیٰ کو تمام ماجرا سنایا تو اس نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ تم لوگوں نے ان سے رشوت لے کر انھیں فرار ہونے کا موقع دیا ہے اور تم نے منافقت کرتے ہوئے ہمیں دھوکا و فریب دیا۔ پھر وہ ان تمام نگرانوں کو لے کر ہارون الرشید کے پاس آیا تو اس نے ان سب کو کوڑے کے ساتھ بہت بری طرح مارا اور ان سب کو زیرِ زمین قید خانے میں بند کر دیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے ہارون الرشید ایک مدت تک ابوالساج پر غضب ناک رہا حتیٰ کہ اس کے قتل کا ارادہ بھی کر لیا لیکن! اس کے بھائی نے ہارون الرشید سے منت سماجت کی تو اس نے اسے معاف کر دیا اور اس سے راضی ہو گیا۔

احمدؒ بن عیسیٰؒ اور ان کے ساتھی وہاں سے فرار ہو کر واپس بصرہ آ گئے اور پھر یہ سب بصرہ میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ بصرہ ہی میں ۲۴۷ ہجری میں احمدؒ بن عیسیٰؒ کی وفات ہوئی۔ علیؒ بن احمدؒ بن عیسیٰؒ نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد ۲۳ رمضان المبارک کی شب ۲۴۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔

محمد بن منصور سے مروی ہے کہ میں نے احمدؒ بن عیسیٰؒ سے ان کی عمر کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: میں دو محرم الحرام ۱۵۷ ہجری میں پیدا ہوا۔

عبداللہؒ بن موسیٰؒ بن عبداللہؒ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

عبداللہؒ بن موسیٰؒ بن عبداللہؒ کی والدہ کا نام اُمِ سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے۔ آپؒ مامون الرشید کے دورِ خلافت میں رُوپوش ہو گئے تھے۔ حضرت علی رضاؑ کی وفات (زہر کے ذریعے شہادت) کے بعد مامون نے عبداللہ بن موسیٰ کو خط تحریر کیا اور اس میں آپ کو منظرِ عام پر آنے کی دعوت دی تاکہ وہ آپ کو حضرت علی رضاؑ کے عہدے (ولی عہد) پر فائز کرنے کے بعد آپ کے لیے لوگوں سے بیعت لے اور آپ اس کی معافی پر اعتماد کریں جیسا کہ اس نے ان کے خاندان کے دیگر افراد سے عفو و درگزر سے کام لیا ہے۔

مامون نے اسی طرح کی مزید باتیں بھی اس خط میں تحریر کیں۔

عبداللہؒ بن موسیٰؒ نے اس کے خط کا مفصل جواب تحریر کیا اور اس میں کہا: تم مجھے کس چیز کے ذریعے دھوکا دے رہے ہو؟ تم نے ابوالحسن (حضرت امام علی رضاؑ) کو جو زہرآلود انگور کھلا کر شہید کیا ہے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔

خدا کی قسم! میں اس وجہ سے رُوپوش نہیں ہوا ہوں کہ مجھے موت سے ڈر لگتا ہے یا میں موت کو ناپسند کرتا ہوں بلکہ میں اس وجہ سے منظرِ عام پر نہیں آتا تاکہ تمھیں خود پر مسلط نہ ہونے دوں۔ اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود چل کر تمھارے پاس آتا تاکہ تم مجھے اس آلودہ دنیا سے (شہید کر کے) راحت و سکون دے دو۔

آپ نے اس خط میں یہ بھی تحریر کیا:

"فرض کرو اگر تم نے اور تمھارے ان آباؤ اجداد نے ہمارے کسی خون کا حساب نہیں دینا جو ہمارا خون بہانا جائز سمجھتے تھے اور ہمارے حق کو غصب

کیا اور انھوں نے زبردستی ہماری خلافت کو ہتھیا لیا تو ہم نے ان کو اس پر تنبیہ کی اور ان کو اس امر سے ڈرایا جب کہ تم نے حضرت علی رضاؑ کو جو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا، میں بنو عباس کے اس مکروفریب کو سمجھ رہا تھا کہ تم اس کے ذریعے ہماری آزمائش و امتحان سے پردہ پوشی چاہتے تھے اور پھر تم نے ہمیں ایک ایک کر کے دھوکا و فریب دینے کا ارادہ کیا۔ میں تمھارے خلاف جہاد کرنا پسند کرتا ہوں جیسا کہ ہر انسان باغی و سرکش کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ میں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا ہے اور اپنے نیزے پر نوک کو چڑھا لیا ہے اور میں نے جنگ کے لیے اپنا عمدہ گھوڑا چھانٹ لیا ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اسلام کو زیادہ نقصان کس دشمن نے پہنچایا ہے جب کہ میں یہ جانتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہر شے کا ذکر موجود ہے لہٰذا جب میں نے قرآن مجید کی طرف یہ امر جاننے کے لیے رجوع کیا تو میں نے اس میں یہ پڑھا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ (سورۂ توبہ: آیت ۱۲۳)

"اے ایمان والو! اپنے آس پاس والے کفار سے جہاد کرو اور وہ تم میں سختی اور طاقت کا احساس کریں"۔

مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے زیادہ میرے قریب اور آس پاس کون ہے لہٰذا میں نے دوبارہ قرآن مجید کی طرف یہ جاننے کے لیے رجوع کیا تو میں نے یہ پڑھا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ

(سورۂ مجادلہ: آیت ۲۲)

"آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے دوستی اور محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسولؐ

سے دشمنی رکھنے والے ہیں چاہے یہ دشمنی رکھنے والے ان کے باپ دادا یا اولاد یا برادران یا خاندان و قبیلے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ دوسری آیت پڑھ کر مَیں یہ جان گیا کہ مجھے اس سے یہ کام شروع کرنا چاہیے جو میرا اقربی ہے۔ جب مَیں نے غور وفکر کیا تو مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام اور مسلمانوں کے تمام دشمنوں سے زیادہ تم ان کے لیے ضرر رساں ہو کیونکہ کافر تو دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہیں اس لیے انھوں نے اسلام کی مخالفت کی تو مسلمانوں نے انھیں تنبیہ کی اور پھر ان سے جنگ کی جب کہ تم ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اُوڑھ کر مسلمانوں میں داخل ہوئے اور لوگوں سے متمسک ہو کر اسلام کی یوں جڑیں کاٹیں کہ مسلمانوں کے ایک ایک گروہ کا قلع قمع کر رہے ہو لہٰذا تم اسلام کے تمام دشمنوں سے زیادہ ان کے لیے نقصان کا باعث ہو"۔

مولف (ابوالفرج اصفہانی) کہتے ہیں: یہ خط کافی طویل ہے جسے ہم نے اپنی بڑی کتاب میں مکمل طور پر تحریر کیا ہے۔

عبداللہ بن علی بن عبیداللہ العلوی الحسینی نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہؒ بن موسیٰؒ، مامون الرشید کی وجہ سے رُوپوش ہوئے تو مامون الرشید نے انھیں خط لکھ کر امان دینے کا وعدہ کیا اور انھیں اس بات کی ضمانت دی کہ وہ اپنے بعد ان کو اپنا نائب (ولی عہد) مقرر کرے گا جیسا کہ اس نے حضرت علیؑ بن موسیٰؑ کو ولی عہد پر متعین کیا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ مامون الرشید یہ کہا کرتا تھا: علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ کو ولی عہد مقرر کرنے کے بعد میرا یہ خیال تھا کہ اب اولادِ ابوطالبؑ کا کوئی فرد میرے خلاف خروج نہیں کرے گا اور نہ ہی مجھے ان میں سے کوئی خوف زدہ کرے گا۔ مامون نے یہ خط عبداللہؒ بن موسیٰؒ کو بھیجا۔

عبداللہؒ بن موسیٰؒ نے اس کے خط کا جواب یوں تحریر کیا:

"تمھارا خط مجھے ملا اور مَیں تمھاری سازش کو سمجھ گیا ہوں۔ تم مجھے اسی طرح دھوکہ دینا چاہتے ہو، جیسے شکاری شکار کو دھوکے سے اپنے جال میں اُتارتا

نے بدگمان ہو کر جنگ کی اور تہمت کی وجہ سے مسلمانوں اور خاص طور پر (اہلِ بیتؑ رسولؐ) کو برے انجام سے دوچار کیا۔ تم نے ناجائز طور پر لوگوں کا مال ہتھیا کر اسے ناجائز کاموں میں صرف کیا۔ تم نے کھلم کھلا شراب نوشی کی جو کہ اسلام میں حرام ہے۔ تم نے (مسلمانوں کے بیت المال سے) مالِ خدا لہو ولعب میں خرچ کیا اور یہ مال گانا بجانے والوں کو دیا۔ تم نے مسلمانوں کے حقوق کو روکے رکھا اور اسلام کے نام پر دھوکہ و فریب دیا۔ تم نے اسلام کے تمام علاقوں کا حصار و احاطہ کرتے ہوئے وہاں پر مشرکانہ طرزِ حکومت اپنایا۔ تم نے حکومتی اُمور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے احکامات کی مخالفت کی۔ اگر زمانے نے میری مدد کی اور حق کے اعوان وانصار کے ذریعے خدا نے تم کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا تو مَیں خدا کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اپنی جان کو تمہارے خلاف جہاد کرتے ہوئے قربان کردوں گا۔ اگر خدا نے تمہیں مہلت دی اور تم جس سزا کے سزاوار ہو اُسے آخرت پر موخر کردیا تو وہ تمہیں موت کے بعد اس کا مزہ چکھائے گا۔ اگر راہِ حق میں جہاد سے پہلے ہی میری زندگی کا خاتمہ ہوگیا تو حق کی خاطر میری کاوش ہی میرے لیے کافی ہے جبکہ اللہ عزوجل میری نیت سے خوب واقف ہے۔ والسلام!"

اس کے بعد عبداللہؒ بن موسیٰ رُوپوش ہی رہے یہاں تک کہ متوکل کے دَورِ خلافت میں آپ دنیا سے کوچ کر گئے۔

اسماعیل بن یعقوب سے مروی ہے کہ مَیں نے محمد بن سلیمان الزینبی سے سنا کہ عبداللہؒ بن موسیٰؒ کی وفات کے چودہ دن بعد متوکل کو عبداللہؒ بن موسیٰؒ اور احمدؒ بن عیسیٰؒ کی موت کی اطلاع ملی اور وہ ان دونوں کی موت پر بہت خوش ہوا۔ متوکل ان دونوں سے سخت خوف زدہ رہتا اور ان دونوں کے خروج کی تحریک سے ڈرتا رہتا تھا (کہ یہ کسی وقت ظالم حکومت کے خلاف خروج نہ کردیں)۔

کیونکہ متوکل ان دونوں کے فضائل و کمالات سے خوب واقف تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر دونوں نے اس کے خلاف خروج کا ارادہ کیا تو زیدی شیعہ ان کی نصرت کرتے ہوئے ان کی اطاعت کا اظہار کریں گے۔ جب یہ دونوں فوت ہو گئے تو اسے چین اور سکون میسر آیا اور ان دونوں کی وفات کے صرف ایک ہفتہ بعد متوکل بھی قتل ہو گیا۔ عبداللہؒ بن موسیٰؒ شاعری بھی کیا کرتے تھے۔

منتصر کا دورِ خلافت

منتصر اہلِ بیت علیہم السلام کے گھرانے کی طرف رغبت اور جھکاؤ رکھتا تھا اور یہ اپنے باپ (متوکل) کے اعمال و افعال کے برعکس ان سے برتاؤ کرتا تھا جبکہ اس کے ہاتھوں اولادِ ابوطالبؑ کا کوئی شخص قتل یا قیدخانے میں نہ ڈالا گیا اور نہ ہی اس نے ان کے کسی فرد کو کوئی اذیت و تکلیف پہنچائی۔ مولف کہتے ہیں۔ ہم تک منتصر کے متعلق ایسی ہی روایات اور اسی طرح کے حالات پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم!

مستعین کا دورِ خلافت ــــ یحییٰ بن عمرؒ بن حسینؒ

ابوالحسین یحییٰؒ بن عمرؒ بن حسینؒ بن زیدؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؑ نے مستعین کے دورِ خلافت میں حکومت کے خلاف خروج کیا اور پھر اسی دوران شہید کر دیے گئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کی والدہ اُم الحسنؒ [1] بنت عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ ہیں۔

آپ متوکل کے دورِ خلافت میں خراسان کی طرف چلے گئے تھے لیکن عبداللہ بن طاہر نے آپ کو وہاں سے واپس بھیج دیا اور پھر متوکل نے انھیں عمر بن فرج الرخجی کے حوالے کرنے کا حکم دیا تو آپ کو اس کے سپرد کر دیا گیا۔ اس نے آپ سے توہین آمیز گفتگو کی تو یحییٰؒ بن عمر نے بھی جواب دیتے ہوئے اسے بُرا بھلا کہا۔ اس پر عمر بن فرج الرخجی نے متوکل سے ان کی شکایت کی تو اس نے انھیں اذیت دینے کا حکم دیا۔ عمر بن فرج الرخجی نے آپ کو دڑوں سے پیٹنے کے بعد فتح بن خاقان کے گھر میں قید کر دیا۔

آپ ایک مدت تک وہاں قید رہے اور پھر آپ کو آزاد کر دیا گیا تو آپ بغداد چلے گئے۔

---

[1] تاریخ طبری میں ان کا نام اُم الحسین مذکور ہے۔

پھر کچھ عرصہ بغداد میں رہنے کے بعد کوفہ چلے گئے اور وہاں پر لوگوں کو "خوشنودیٔ آلِ محمدؐ" کے شعار کی طرف بلایا جب کہ آپ نے اپنی شہادت تک کوفہ میں عدل و انصاف اور حسن سیرت و کردار کا مظاہرہ کیا۔ آپ ایک شہسوار، بہادر مرد، مضبوط بدن اور قوی دل کے مالک تھے اور جوانی کی تمام مستیوں اور گناہوں سے دُور رہتے تھے۔

ابوعبداللہ بن ابی الحسین سے مروی ہے کہ جب یحییٰؒ بن عمرؒ نے خروج کا ارادہ کیا تو آپ سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے گئے اور وہاں پر موجود زائرین حسینؑ کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو دیہاتی عربوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ پھر آپ کربلا سے روانہ ہو کر "شاہی" آئے اور وہاں پر رات تک قیام پذیر رہے۔ پھر رات کے وقت کوفہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے ساتھی بلند آواز میں یہ صدا دے رہے تھے: اے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے (یحییٰؒ) کی دعوت پر لبیک کہو، تو ایک بہت بڑی جمعیت اور جمِ غفیر آپ کے گرد جمع ہو گیا۔

اگلے دن صبح کے وقت آپ بیت المال کی طرف گئے اور اس میں موجود تمام اموال و اسباب کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر صرافوں کے پاس گئے کیونکہ ان کے پاس بھی خلیفہ کا مال موجود تھا تو آپ نے ان سے بھی وہ مال لے لیا۔ پھر آپ بنوحمان کی طرف گئے اور وہ لوگ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ پھر آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور ابوجعفر محمد بن عبیداللہ الحسنی جو اُدرع کے نام سے معروف تھے، ان سے سرگوشی میں بات کرنے لگے جب کہ ان سے خلیفہ کی بابت گفتگو کی کہ اس دوران عبداللہ ابن محمود ان کی طرف بڑھا اور اس کے ہمراہ وظیفہ خوار سپاہی بھی تھے جبکہ یہ سپاہی اس کے ساتھ کوفہ کے محلوں میں مرحلہ وار تعینات تھے۔

اسے یوں آتا دیکھ کر ایک اعرابی نے بلند آواز میں کہا: اے مرد (یحییٰؒ) تم سے دھوکہ ہو گیا ہے اور یہ گھڑسوار تمھارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ یہ سن کر یحییٰؒ بن عمر تیزی سے اُٹھے اور گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر گھومتے ہوئے چکر لگایا اور پھر عبداللہ بن محمود پر حملہ کرتے ہوئے اپنی تلوار سے اس کے چہرے پر وار کیا تو وہ شکست خوردہ ہو کر واپس بھاگا اور ان کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پسپائی اختیار کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس لوٹ آئے اور ان کے ہمراہ ایک گھنٹہ گزارنے کے بعد اپنے لشکر کے ہمراہ "وازار" کی طرف نکل پڑے۔ پھر "وازار" سے "معتیلا" کی طرف روانہ ہو گئے۔

بالآخر یحییٰؒ بن عمرؒ کے خروج کی خبر پھیل گئی اور جب یہ خبر بغداد پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچا زاد حسین بن اسماعیل کو یحییٰؒ سے جنگ کے لیے آمادہ کیا اور اس کے ساتھ کئی سرداروں کو بھی لشکر میں شامل کیا۔ ان میں خالد بن عمران، ابوالسنا الغنوی، وجہ الفلس، عبداللہ بن نصر بن حمزہ اور سعد الضبابی شامل تھے۔ یہ سب مجبور ہو کر یحییٰؒ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ بغداد کے لوگوں کے نیک جذبات اور خواہشات یحییٰؒ کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے اولاد ابو طالبؑ میں سے جن افراد نے خروج کیا تھا، ان کے لیے بغداد کے لوگوں نے کبھی اس طرح کی رغبت اور میلان نہیں دکھایا تھا۔

حسین بن اسماعیل کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر شہر میں داخل ہو گیا اور کئی دنوں تک کوفہ میں ہی ٹھہرا رہا۔ پھر یحییٰؒ بن عمر کو تلاش کرنے کے لیے ان کی طرف نکل پڑا یہاں تک کہ جب انھیں تلاش کر لیا تو کئی دنوں تک ان کے سامنے پڑاؤ ڈالے رکھا۔ پھر وہ کوفہ سے "قسین" کے ارادے سے نکل پڑا اور راستے میں ایک گاؤں جس کا نام "بحریہ" تھا، وہاں پر پڑاؤ ڈالا۔ اس علاقے میں احمد بن علی الاسکافی (عباسی خلیفہ کی جانب سے) خراج جمع کرنے پر مامور تھا اور احمد بن الفرج الفزاری کو جنگی اُمور کا نگران مقرر کر رکھا تھا جب کہ ان حالات میں احمد بن علی خراج کا مال لے کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ لیکن ابن الفرج وہیں ثابت قدم رہا اور اس کی یحییٰؒ بن عمر کے ساتھ ابھی تھوڑی دیر ہی لڑائی ہوئی تھی کہ یہ پسپا ہو گیا۔

یحییٰؒ بن عمر کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے جبکہ راستے میں وجہ الفلس نے ان کا راستہ روکا تو دونوں لشکروں میں سخت لڑائی کے بعد یحییٰؒ بن عمر نے وجہ الفلس کو شکست سے دوچار کیا لیکن آپ نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔

وجہ الفلس پسپا ہو کر سیدھا "شاہی" میں جا کر رُکا۔ پھر اچانک حسین بن اسماعیل بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے بھی وہاں قیام کیا۔ پھر دونوں نے وہاں آرام کیا اور ٹھنڈے شیریں

پانی سے خود کو سیراب کیا۔ انھوں نے اپنے لشکر والوں اور گھوڑوں کو بھی غذا سے طاقت فراہم کی۔

مثنیٰ بن عمر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جو صلصلم بن العلاء العجلی کے نام سے معروف تھا، وہ اپنے خاندان اور قبیلے کے کئی افراد کے ہمراہ مثنیٰ کے پاس آیا جبکہ اس وقت ان کے گھوڑے اور مرد تھکاوٹ کا شکار تھے لیکن یہ اسی کیفیت میں مثنیٰ کے لشکر سے آملے۔ جب دونوں لشکر کی مڈبھیڑ ہوئی تو مثنیٰ کے لشکر سے سب سے پہلے یہ صلصلم پسپا ہوا۔

ایک گروہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حسین بن اسامیل اور صلصلم کے درمیان باہمی خط و کتابت ہوتی رہتی تھی اور یہ دونوں مثنیٰ کے خلاف آپس میں ایک رائے پر متفق ہوئے تھے۔ اور دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ صلصلم کو تھکاوٹ اور مشقت کی وجہ سے پسپائی اور شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

علی بن سلیمان کوفی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میرے باپ نے بتایا: ایک دن میں اور صلصلم اکٹھے تھے کہ ہم نے آپس میں مثنیٰ بن عمر کا تذکرہ چھیڑ دیا تو صلصلم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کی قسم کھا کر کہا کہ مثنیٰ کی شکست میں میرا کوئی کردار نہ تھا بلکہ مثنیٰ کو جنگی امور میں زیادہ تجربہ اور پختگی حاصل نہ تھی، وہ تنہا دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوتے اور پھر واپس پلٹ آتے تھے جبکہ میں نے انھیں ایسا کرنے سے روکا تھا لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی۔ ایک دفعہ انھوں نے حسب سابق دشمن پر حملہ کیا تو اس دوران ان پر میری نظر پڑی اور میں نے دیکھا کہ وہ دشمن کے لشکر کے درمیان گرے ہوئے ہیں اور جب میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ قتل ہو چکے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس پلٹ آیا۔

اب ہم دوبارہ ابن عمار کی روایت کی طرف اپنی گفتگو کا رخ موڑتے ہیں:

جب مثنیٰ بن عمر نے یہ دیکھا کہ صلصلم کو شکست ہو گئی ہے تو اس کے بعد آپ دیدہ دلیری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد سعد القصابی آپ کا سر لے کر حسین بن اسامیل کے پاس آیا۔ آپ کے چہرے پر ضربوں کے نشانات کی وجہ سے آپ کی پہچان نہیں ہو رہی تھی۔

کوفہ کے لوگوں کو ابھی تک مثنیٰ بن عمر کے قتل ہونے کا علم نہیں تھا لہٰذا حسین بن

اسماعیل نے ابوجعفر الحسنی جس کا تھوڑی دیر پہلے تذکرہ ہوا ہے، اسے کوفیوں کی طرف بھیجا تا کہ یہ انھیں یحییٰ بن عمر کے قتل ہو جانے سے آگاہ کرے۔ جب اس نے کوفیوں سے یہ بات کی تو انھوں نے اسے گالیوں سے نوازا اور ہر برائی سے منسوب کیا۔ پھر وہ اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھے اور اس کے ایک غلام کو قتل کر دیا۔ پھر حسین بن اسماعیل نے یحییٰ بن عمر کے مادری بھائی علی بن محمد الصوفی کو ان کی طرف بھیجا جو عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی اولاد میں سے تھا۔ یہ ایک شفیق و مہربان اور معروف شخص تھا۔ اس نے لوگوں کو اپنے بھائی کی شہادت سے آگاہ کیا تو لوگوں نے رونا پیٹنا اور واویلا کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ سب وہاں سے واپس چلے گئے۔

حسین بن اسماعیل بھی یحییٰ بن عمرؒ کے سر کے ہمراہ بغداد کی طرف چل پڑا۔ جب یہ بغداد میں داخل ہوا تو بغداد کے لوگ اس کے اس عمل کو ناپسند کرتے ہوئے بلند آواز میں کہہ رہے تھے کہ یحییٰ قتل نہیں ہوئے ہیں۔ وہ یہ نعرہ اس لیے لگا رہے تھے کیونکہ بغداد کے لوگوں کی یحییٰ بن عمر کے ساتھ دلی وابستگی تھی۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف بھی شور وغوغا بلند ہو رہا تھا اور بچے چیختے ہوئے کہہ رہے تھے کہ وہ نہ تو قتل ہوئے ہیں اور نہ ہی فرار ہوئے ہیں بلکہ وہ نیکی و بھلائی میں داخل ہوئے ہیں۔

جب یحییٰ بن عمر کا سر بغداد میں آیا تو وہاں کے لوگ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس آ کر اسے فتح کی مبارک باد دینے لگے۔ ان افراد میں ابوہاشم داؤد بن قاسم الجعفری بھی تھے۔ یہ فصیح و بلیغ اور فی البدیہہ کلام کرنے والے شخص تھے۔ ان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی کہ ان کے آگے سردار اور حاکم کے خاص آدمی ہیں۔

احمد بن عبیداللہ بن عمار اور حکیم بن یحییٰ الخزاعی سے یہ مروی ہے کہ ابوہاشم نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس جا کر کہا: اے سردار! میں تمھیں اس شخص کے قتل پر مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں کہ اگر رسولؐ خدا زندہ ہوتے تو وہ اس کے قتل پر تعزیت پیش کرتے۔ یہ سن کر محمد بن عبداللہ نے انھیں کوئی جواب نہ دیا۔

اس وقت محمد بن عبداللہ نے اپنی بہن اور اپنی بیویوں کو خراسان کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا: یہ اس گھرانے کے شہدا کے سر ہیں کہ جس قوم کے گھر میں بھی ان کے

سر داخل ہوئے اس قوم سے نعمت چھن گئی اور ان کی حکومت زائل وختم ہوگئی۔ یہ سن کر ان عورتوں نے کوچ کی تیاری کرلی۔

ابن عمار کی روایت میں منقول ہے کہ جب یحییٰؒ بن عمر کے ساتھیوں میں سے قیدی بنائے گئے افراد کو بغداد میں داخل کیا گیا تو ان کا انتہائی برا حال تھا اور ان پر مظالم ڈھائے جارہے تھے۔ ان کو اس حالت میں آگے کو ہانکا جارہا تھا کہ ان کے پیروں میں کچھ نہ تھا۔ ان میں سے جو پیچھے رہ جاتا، اس کی گردن اُڑا دی جاتی۔ پھر مستعین کا خط آیا کہ ان قیدیوں کو رہا کردو تو ایک شخص کے سوا باقی سب کو رہا کر دیا گیا۔ اسحاق بن جناح جو یحییٰؒ بن عمرؒ کے سپاہیوں کا نگران وسردار (پولیس انچیف) تھا، اسے رہا نہ کیا گیا۔

محمد بن حسین الاشنانی بیان کرتا ہے: اسحاق بن جناح کو اس کی موت تک قید خانے میں ہی رکھا گیا۔ جب اس کی وفات ہوگئی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اس کے بارے میں یہ تحریری حکم نامہ جاری کیا کہ اس نجس و پلید اسحاق بن جناح کو یہودیوں کے قبرستان میں دفنایا جائے، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفنایا جائے۔ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور اسے غسل وکفن نہ دیا جائے۔ پھر اسے اس کے کپڑوں میں ہی اس کی نعش پر چادر ڈال کر قید خانے سے باہر نکال کر خرابے میں لایا گیا اور وہاں اسے زمین پر رکھ کر اس کے اُوپر دیوار کو گرادیا گیا۔

یحییٰؒ بن عمرؒ کے ہمراہ کوفہ کے کئی نمایاں افراد اور بافضیلت وباکمال لوگوں نے بھی خروج کیا۔ مَیں نے اپنے کوفہ کے ایک مشائخ (محمد بن حسین) سے سنا کہ ابومحمد عبداللہ بن زیدان البجلی نے معلم کی حیثیت سے یحییٰؒ کے ہمراہ خروج کیا اور یہ ان کے شہسوار بہادر ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ اور مَیں نے ان سے ملاقات کرکے ان سے واقعات وروایات کو تحریر کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بہت محتاط اور لوگوں سے بچ کر اور کافی چوکنا ہوکر رہتے تھے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان سے جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ سب سچ ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: عباسی خلافت میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد میں سے جو افراد قتل ہوئے ان میں سے کسی کی شہادت پر اس قدر مرثیے نہیں کہے گئے جتنے ان کی شہادت پر

کہے گئے اور نہ ہی ان سے زیادہ کسی کی شان میں اشعار بیان کیے گئے ہیں۔

محمد بن حسین بن سیدرح سے مروی ہے کہ مجھے میرے چچا نے بتایا کہ میں نے یحییٰؑ بن عمرؑ سے زیادہ کوئی متقی و پرہیزگار شخص نہیں دیکھا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا: اے فرزند رسولؐ! شاید آپ نے غربت و تنگدستی کی وجہ سے حکومت کے خلاف خروج کیا ہے۔ میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں، یہ آپ لے لیجیے اس کے سوا میری ملکیت میں کچھ نہیں ہے۔ یہ آپ ہی کے لیے ہیں اور میں اپنے بھائیوں سے آپ کے لیے مزید ایک ہزار دینار بھی لے آؤں گا۔

یہ سن کر یحییٰؑ بن عمر نے اپنا سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا: اگر میں جھوٹ بولوں تو فلانہ بنت فلاں (یعنی ان کی زوجہ) کو تین طلاق ہوں۔ میں نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے غضب کی خاطر خروج کیا ہے کہ اگر میں ان حالات میں اس ظالم حکومت کے خلاف قیام نہیں کروں گا تو وہ مجھ پر غضب ناک ہوگا۔ اس پر میں نے ان سے عرض کیا: آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے۔ پھر میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ خروج کیا۔

حسینؑ بن محمدؑ بن حمزہؑ بن عبداللہؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ حرون کے نام سے معروف تھے۔ یحییٰؑ بن عمرؑ کے بعد آپ نے کوفہ میں خروج کیا تو مستعین نے مزاحم بن خاقان کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ جب مزاحم کوفہ کے قریب پہنچا تو حسین حرون دوسرے راستے سے کوفہ سے نکل کر سر من رای (سامرہ) پہنچ گئے۔ جب معتز کی بیعت کی گئی تو انھوں نے (ظاہری طور پر) اس کی بیعت کر لی اور مزاحم کوفہ سے واپس چلا گیا۔

حسین حرون ایک مدت تک سامرہ میں قیام پذیر رہنے کے بعد وہاں سے چلے گئے اور دوبارہ خروج کا ارادہ کیا تو انھیں پکڑ کر تقریباً دس سال کے لگ بھگ عرصہ تک قید کر دیا گیا۔ پھر معتمد نے ۲۶۸ھ میں انھیں قید خانے سے آزاد کیا۔

اس کے بعد آپ نے کوفہ کے گرد و نواح کے علاقوں میں بھی خروج کیا تو وہاں کے

حالات بھی خراب ہو گئے اور آپ کو ۲۶۹ھ کے آخر میں پکڑ کر موفق کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ موفق نے آپ کو واسط میں قید کر دیا اور آپ ۲۷۰ھ اور ۲۷۱ھ میں (دو سال تک) اس کے قید خانے میں قید رہے۔ پھر آپ اسی قید خانے میں دنیا سے کوچ کر گئے تو موفق نے لوگوں کو آپ کو دفن کرنے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔

محمدؒ بن جعفرؒ بن حسینؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمدؒ بن جعفرؒ بن حسینؒ بن جعفرؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

آپ حسین حرون کے نائب و جانشین تھے اور ان کی وفات کے بعد کوفہ میں خروج کیا تو ابن طاہر نے آپ کی طرف ایک خط تحریر کیا جس میں آپ کو کوفہ کی گورنری دینے کا حکم لکھ بھیجا اور یوں اس کے ذریعے آپ کو دھوکا دیا گیا۔ جب آپ ان کی گرفت میں آ گئے تو ابوالساج کے نائب نے آپ کو گرفتار کر کے سامرہ بھیج دیا۔ پھر آپ کو وہاں قید میں ڈال دیا گیا اور آپ اسی قید خانے میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

جب آپ نے خروج کیا تو اس وقت آپ کے ہمراہ محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ایک شخص بھی موجود تھا، جس کے مکمل نسب تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔ جب محمد بن جعفر بن حسین کو گرفتار کیا گیا تو وہ آرمینیا کی طرف فرار ہو گیا اور وہیں اس کے غلاموں نے اسے قتل کر دیا۔

معتز کا دَورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

اسماعیلؒ بن یوسفؒ

معتز کے دَورِ خلافت میں اسماعیلؒ بن یوسفؒ بن ابراہیمؒ بن موسیٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ نے خروج کیا اور لوگوں کو حکومت کے خلاف اُکسایا۔ اس نے حجاج کو تنگ کیا اور ان کے لیے مشکلات کھڑی کر دیں جبکہ اسی طرح کے دیگر افراد نے بھی ان کا ساتھ دیا اور حرمِ مقدس کے راستوں کو بند کر دیا گیا۔

مولف کہتے ہیں: میں یہاں پر ان کے تذکرے کو بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا بلکہ یہاں پر ان کا نام خروج کرنے والوں میں بیان کرنا ہی میرا مقصد ہے۔

حسنؒ بن یوسفؒ

معتز کے دَورِ خلافت میں اسماعیل بن یوسف کے بھائی، حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ قتل ہوئے حسن بن یوسف کی والدہ اُمِ سلمہ بنت محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ ہیں۔

حسنؒ کے بھائی اسماعیل اور مکہ والوں کے درمیان جنگ کے دوران ایک تیر حسن کو لگا اور یہ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

جعفرؒ بن عیسیٰؒ

اسماعیل اور مکہ والوں کے درمیان ہونے والی جنگ میں جعفرؒ بن عیسیٰؒ بن اسماعیلؒ بن جعفرؒ بن ابراہیمؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ بھی قتل ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

احمدؒ بن عبداللہؒ

مکہ میں ابوالساج کے نائب عبدالرحمن نے احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ کو قتل کیا۔

عیسیٰؒ بن اسماعیلؒ

عیسیٰؒ بن اسماعیلؒ بن جعفرؒ بن ابراہیمؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ کی قید خانے میں وفات ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت سلیمان بن محمد بن یعقوب بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ ہیں۔ ابوالساج نے آپ کو گرفتار کر کے (مکہ سے) کوفہ بھیج دیا اور کوفہ میں آپ کو قید کر دیا گیا اور آپ وہیں قید خانے میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

جعفرؒ بن محمدؒ

جعفرؒ بن محمدؒ بن جعفرؒ بن حسنؒ بن علیؒ بن عمرؒ بن علیؒ بن حسینؑ رَے میں محمد بن طاہر کی طرف سے رَے کے گورنر عبداللہ بن عزیز اور احمدؒ بن عیسیٰؒ بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے درمیان ہونے والے معرکے میں شہید ہوئے۔

ابراہیمؒ بن محمدؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: ابراہیمؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن عبیداللہؒ بن حسنؒ بن عبداللہؒ بن عباسؒ بن علیؑ اور آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ قزوین میں ابراہیمؒ اور کوکبی کے درمیان ہونے والی جنگ میں طاہر بن عبداللہ نے آپ کو قتل کیا تھا۔

احمدؒ بن محمدؒ

مدینہ منورہ میں ابوالساج کے عامل حارث بن اسد نے احمدؒ بن محمدؒ بن یحییٰؒ بن عبداللہؒ بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو دار مروان میں قید کر دیا اور آپ اس کے قید خانے میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

مہدی کا دورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

علیؑ بن زیدؑ بن حسینؑ

مہدی کے دورِ خلافت میں علیؑ بن زیدؑ بن حسینؑ بن عیسیٰؑ بن زیدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے خروج کیا۔ آپ کی والدہ قاسم بن عقیل بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالبؑ کی صاحبزادی ہیں۔

آپ نے کوفہ میں خروج کیا اور وہاں عوام اور عرب کے دیہاتی لوگوں (بدوؤں) میں سے کئی افراد نے آپ کی بیعت کی۔ زیدی مذہب کے پیروکاروں، اہلِ علم و فضل اور سرکردہ افراد کی آپ سے کوئی دلچسپی اور دلی وابستگی نہ تھی۔ ان میں سے چند افراد نے ان کے طور طریقے کو دیکھا تو وہ ان کی ملامت کرتے تھے۔

مہدی نے شاہ بن مکیال کی سپہ سالاری میں ایک بہت بڑا لشکر علیؑ بن زیدؑ کی طرف روانہ کیا جب کہ یہ بصرہ میں نجم الناجم کے خروج سے پہلے کی بات ہے۔

علی بن سلیمان کوفی سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ ہم علیؑ بن زیدؑ کے ہمراہ تقریباً دو سو گھڑ سوار کوفہ کی نواحی بستیوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ شاہ بن مکیال آ پہنچا ہے تو علیؑ بن زیدؑ نے ہم سے کہا کہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں لہٰذا تم لوگ چلے جاؤ اور تم سے میں اپنی بیعت کو اُٹھاتا ہوں۔

یہ سن کر ہم نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر ہرگز نہیں جائیں گے۔ پھر ہم ان کے ہمراہ جنگ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہم نے شاہ کو اس کے بہت بڑے لشکر کے پاس جا لیا جب کہ اس کے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر ہم پر رعب طاری ہو گیا۔ جب علیؑ بن زیدؑ نے ہمیں گھبرائے ہوئے دیکھا تو ہم سے کہا کہ ثابت قدمی

کا مظاہرہ کرو اور دیکھو کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔

پھر ہم نے استقامت دکھائی تو انھوں نے اپنی تلوار کو میان سے باہر نکالا اور اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر شاہ کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ ان پر دائیں اور بائیں ہر طرف سے وار کرتے ہوئے لشکر کے پیچھے تک پہنچ گئے اور وہاں ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر وہ شاہ کے لشکر پر پیچھے سے حملہ کرتے ہوئے اپنی جگہ پر واپس لوٹ آئے اور پھر ہم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیا تم لوگ ان جیسے افراد سے ڈر اور گھبرا رہے ہو۔

اس کے بعد انھوں نے دوبارہ پہلے کی طرح حملہ کیا اور پھر ہمارے پاس واپس لوٹ آئے۔ جب تیسری بار انھوں نے حملہ کیا تو ہم نے بھی ان کے ہمراہ حملہ کیا اور شاہ کے لشکر کو بہت بری طرح شکست دی۔ لیکن کوفہ کے لوگوں نے یحییٰؒ بن عمرؒ کے زمانے میں کوفیوں کے قتل اور اسیری کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیا تھا۔

محمدؒ بن قاسمؒ

بصرہ میں جم الناجم موجود تھا۔ علیؒ بن زیدؒ اور ان کے ہمراہ اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت جن میں محمدؒ بن قاسمؒ بن حمزہؒ بن حسنؒ بن عبیداللہ بن عباسؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی شامل تھے۔ انھوں نے بصرہ کی طرف ناجم کے پاس کوچ کیا۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ بنت محمد بن ابراہیم بن حسن بن عبیداللہ ہے۔

طاہرؒ بن احمدؒ بن قاسمؒ

آپ کا نام طاہرؒ بن احمدؒ بن قاسمؒ بن حسنؒ بن زیدؒ بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ آپ علی بن زید کے ساتھ ناجم کے لشکر میں تھے۔ جب علی بن زید کو یہ معلوم ہوا کہ طاہرؒ بن احمدؒ لشکر کے سرداروں کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے اور وہ لوگوں کو اپنے متعلق آگاہ کرتے ہوئے انھیں اپنی بیعت کی دعوت دے رہا ہے تو علی بن زید نے ان کے متعلق اس خبر کو ناجم تک پہنچایا۔ ناجم نے طاہر بن احمد اور دو اور افراد کو بلایا اور پھر ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔

ان کو معتمد کے دورِ خلافت میں قتل کیا گیا تھا لیکن انھوں نے مہتدی کے دورِ خلافت

میں خروج کیا تھا۔ اس لیے ہم نے ان کا تذکرہ مہتدی کے دورِ خلافت کے تحت کیا ہے۔

حسینؒ بن محمدؒ بن حمزہؒ

مہتدی کے دورِ خلافت میں موسیٰ بن بغا نے خروج کیا جب کہ موسیٰ ہمدان میں مقیم تھا اور اس نے کیغلغ کو کوکبی سے جنگ کے لیے قزوین روانہ کیا اور یہاں دونوں کے درمیان جنگ کے دوران حسین بن محمد بن حمزہ بن قاسم بن حسن بن زید بن حسنؒ بن علیؓ بن ابی طالبؑ قتل ہوئے۔

یحییٰ بن علیؒ

عبداللہ بن عبدالعزیز کے ساتھیوں نے یحییٰ بن علی بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن حسن بن زید کو قتل کیا تھا۔ آپ کی والدہ عبداللہ بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ کی بیٹی ہیں۔ آپ کو رَے کے ایک گاؤں میں عبداللہ بن عبدالعزیز کے زیرِ نگیں علاقے میں قتل کیا گیا۔

محمد بن حسنؒ

حارث بن اسد نے محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید بن حسنؒ بن علیؓ کو حار میں قیدی بنا لیا تھا۔ اس نے آپ کو اسیر بنانے کے بعد مدینہ کی طرف بھیج دیا اور پریشان کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ حارث نے آپ کے دونوں پاؤں کو کاٹ دیا تھا اور یوں اس نے آپ کے پاؤں سے بیڑیاں نکلوا کر پھینک دیں۔

موسیٰ بن عبداللہؒ

آپ کا پورا نام و نسب یہ ہے: موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؒ بن علیؓ بن ابی طالبؑ۔ آپ ایک نیک و صالح مرد اور احادیث کے راوی تھے۔ آپ سے عمر بن شبہ، محمد بن حسن بن مسعود زرقی اور یحییٰ بن حسن بن جعفر علوی وغیرہ نے روایات و احادیث کو نقل کیا ہے۔

سعید الحاجب نے آپ، آپ کے بیٹے (ادریس)، آپ کے بھتیجے محمد بن یحییٰ بن عبداللہ

بن موسیٰ اور ابو طاہر احمد بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ کو پکڑ کر عراق کی طرف روانہ کر دیا جبکہ راستے میں ایک نالے پر بنوفزارہ نے ان کا راستہ روکا اور ان سب کو سعید الحاجب سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے لیکن موسیٰ نے بنوفزارہ کے اس فعل کے ردعمل میں ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور وہ سعید الحاجب کے ہمراہ وہیں سے واپس چل پڑے۔ جب یہ منزل ذبالہ کے پاس پہنچے تو سعید الحاجب نے آپ کو زہر دے کر قتل کر دیا اور آپ کا سر کاٹ کر محرم ۲۵۶ھ میں معتدی کی طرف روانہ کر دیا۔

عیسیٰ بن اسماعیل

عیسیٰ بن اسماعیل بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو حار میں ابوالساج کے نمائندے عبدالرحمٰن نے گرفتار کر کے کوفہ بھیج دیا اور آپ کا کوفہ میں ہی انتقال ہوا۔

محمد بن عبداللہؒ

محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن ابی المکارم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو عبداللہ بن عبدالعزیز نے رے اور قزوین کے درمیان قتل کیا۔

محمد بن الحسینؒ

محمد بن حسین نے بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو طاہر (بن عبداللہ) کے عامل عبداللہ بن عبدالعزیز نے گرفتار کر کے سر من رای (سامرہ) بھیج دیا۔

علی بن موسیٰؒ

طاہر (بن عبداللہ) کے عامل عبداللہ بن عبدالعزیز نے محمد بن حسین کے ہمراہ علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو گرفتار کر کے سامرہ بھیجا تھا، جہاں ان دونوں کو قید خانے میں قید کر دیا گیا اور یہ دونوں قید میں ہی دنیا

سے کوچ کر گئے۔

ابراہیم بن موسیٰ

ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو معتصم کی طرف سے مدینہ پر متعین گورنر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن منصور نے گرفتار کر کے مدینہ میں قید خانے میں ڈال دیا اور آپ قید میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے اور آپ کو قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

عبداللہ بن محمدؒ

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن ہے۔

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ ہے۔

مدینہ میں ابوالساج نے آپ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور آپ محمد بن احمد بن عیسیٰ بن منصور کی گورنری تک قید میں رہے۔ اسی قید میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا تو اس نے آپ کو احمد بن حسین بن محمد بن عبداللہ بن داؤد بن حسن کے حوالے کر دیا اور انہوں نے آپ کو قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

معتمد کا دورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

احمد بن محمد بن عبداللہ

معتمد (عباسی) کے دورِ خلافت میں احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن حسن بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے خروج کیا۔

آپ کی والدہ کا تعلق انصار سے تھا اور وہ (امیرالمومنینؑ کے باوفا صحابی) عثمان بن حنیف کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کو احمد بن طولون نے باب اسوان کے مقام پر شہید کیا اور اس نے آپ کا سر معتمد کے پاس بھیج دیا۔

احمد بن محمد بن جعفرؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: احمد بن محمد بن جعفر بن حسن بن علی بن عمر بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ۔ آپ کو محمد بن میکال نے آپ کے والد کے ہمراہ نیشاپور بھیج دیا جبکہ آپ کے والد کا انتقال آپ سے پہلے ہوا تھا۔ ان کی وفات کے بعد معتمد کے دورِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔ ہم ان کا تذکرہ پہلے کر چکے ہیں۔

عبیداللہ بن علیؒ

آپ کا نام عبیداللہ بن علی بن عیسیٰ بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ طواحین میں احمد بن موفق اور خمارویہ بن احمد بن طولون کے درمیان ہونے والے معرکے میں قتل ہوئے۔

علی بن ابراہیمؒ

علی بن ابراہیم بن حسن بن علی بن عبیداللہ بن حسینؑ بن علیؑ کو سر من رای (سامرہ) میں جعفر بن معتمد کے گھر کے دروازے پر قتل کیا گیا جب کہ آپ کے قاتل کا پتا نہ چل سکا۔

محمد بن احمد بن محمد

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن احمد بن محمد بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کی والدہ کا نام ام نوفل بنت جعفر بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن حسین ہے۔

آپ کو عبدالعزیز بن ابی نے آبہ کے مقام پر آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کی گردن کے قریب وار کر کے شہید کیا۔ قم اور سامرہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام آبہ ہے۔

حمزہ بن حسن

حمزہ بن حسن بن محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو صلاب الترکی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر شہید کیا۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کے بعد آپ کی لاش کا مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) کیا۔ آپ کو صلاب الترکی نے آپ کے اور دھوذان دیلمی کے درمیان ہونے والی جنگ کے دوران اسیر بنایا تھا۔

حمزہ بن عیسیٰؒ

آپ کا نام حمزہ بن عیسیٰ بن محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ طبرستان میں صفار اور حسن کے درمیان ہونے والی جنگ میں شہید ہوئے۔

حسن کے بیٹے محمد اور ابراہیمؒ

حسن بن علی بن عبیداللہ بن حسین بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے دو بیٹے محمد اور ابراہیم بھی طبرستان میں صفار اور حسن کے درمیان ہونے والی جنگ میں قتل ہوئے۔

حسن بن محمد

حسن بن محمد بن زید بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی طبرستان کے اس معرکے جو صفار اور حسن کے درمیان ہوا، میں شہید ہوئے۔

اسماعیل بن عبداللہ

اسماعیل بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ بھی طبرستان کے اس معرکے جو صفار اور حسن کے درمیان ہوا، میں شہید ہوئے۔

محمد بن حسین

محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید الاکبر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا سرمن رای (سامرہ) میں قید خانے میں انتقال ہوا۔ آپ کی والدہ عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالبؑ کی صاحبزادی ہیں۔

موسیٰ بن موسیٰؒ

موسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا بھی سرمن رای (سامرہ) میں قید خانے میں انتقال ہوا تھا۔ آپ کو معتز کے دورِ خلافت میں مصر سے گرفتار کر کے سامرہ بھیجا گیا اور پھر آپ اپنی وفات تک سامرہ میں ہی (قید خانے میں) رہے۔

محمد بن احمد بن عیسیٰؒ

سعید الحاجب نے محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو گرفتار کر کے سامرہ بھیج دیا تھا۔

احمد بن محمدؒ

محمد بن احمد بن عیسیٰ کے دو بیٹوں احمد اور علی کو (سعید الحاجب نے) گرفتار کر کے (سامرہ) بھیج دیا جبکہ محمد اور ان کا بیٹا احمد قید خانے میں ہی وفات پا گئے اور علی بن محمد کو قید خانے سے رہا کر دیا گیا۔ مؤلف کہتے ہیں: اب جس وقت میں یہ کتاب تحریر کر رہا ہوں اس وقت تک علی بن محمد زندہ وسلامت ہیں جبکہ میں نے ان سے کئی احادیث تحریر کی ہیں اور علی بن محمد نے محمد بن منصور مرادی سے اپنے دادا احمد بن عیسیٰ بن زید کی اَحکام میں کتب کو روایت کیا ہے۔

حسین بن ابراہیمؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: حسین بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

جب یعقوب بن لیث الصفار نے نیشاپور پر غلبہ حاصل کیا تو انھیں گرفتار کرلیا۔ جب وہ نیشاپور سے طبرستان کے لیے روانہ ہوا تو انھیں بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور طبرستان کے راستے میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

محمد بن عبداللہؒ

محمد بن عبداللہ بن زید بن عبید اللہ بن زید بن عبداللہ بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے نیشاپور میں یعقوب بن لیث الصفار کی قید میں وفات پائی۔ اس نے طبرستان میں آپ کو اسیر بنایا تھا اور پھر آپ اس کے قید خانے میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

موسیٰ کے دو بیٹے علی اور عبداللہؒ

رافع بن لیث نے رافع بن ہرثمہ کو اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کے بارے میں شکایت کی کہ وہ لوگ اس کے خلاف محاذ آرائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے اولادِ ابوطالبؑ میں سے چار افراد کو گرفتار کرلیا۔ ان میں دو، علی اور عبداللہ جو موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ کے بیٹے تھے۔

علی بن جعفرؒ

ان گرفتار ہونے والے چار افراد میں سے تیسرے، علی بن جعفر بن ہارون بن اسحاق بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔

محمد بن عبداللہؒ

ان گرفتار ہونے والوں میں چوتھے فرد، محمد بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ تھے۔

معتضد کا دورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

معتضد کے دورِ خلافت میں اولادِ ابوطالبؑ میں سے درج ذیل افراد شہید ہوئے:

محمد بن زیدؒ

آپ کا نام ونسب محمد بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ داعی کے لقب سے معروف تھے اور آپ طبرستان کے والی وحاکم تھے۔

جب اسماعیل بن احمد نے بزورِ شمشیر خراسان پر غلبہ حاصل کیا تو اس نے اپنے لشکر کے سرداروں میں سے ایک سردار محمد بن ہارون کو ان کی طرف روانہ کر کے ان سے جنگ کا حکم دیا۔ دونوں گروہوں کا باب جرجان پر آمنا سامنا ہوا اور سخت جنگ ہوئی جب کہ محمد بن زید لڑائی کرتے ہوئے زخمی ہو گئے تو ابھی آپ میں جان باقی تھی کہ آپ کو جرجان شہر لے جایا گیا جہاں پر آپ کا انتقال ہو گیا۔

محمد بن ہارون نے محمد بن زید کی نمازِ جنازہ پڑھا کر انھیں دفنا دیا۔ آپ ماہِ رمضان المبارک ۲۸۹ ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اور محمد بن ہارون آپ کے بیٹے زید کو اپنے ہمراہ خراسان لے گیا۔ مؤلف کہتے ہیں: اب جس وقت میں یہ کتاب تالیف کر رہا ہوں، اس وقت تک وہ خراسان میں مقیم ہیں۔

محمد بن عبداللہؒ

محمد بن عبداللہ بن محمد بن قاسم بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو بصرہ کے والی علی بن محمد کے زمانے میں گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا اور آپ معتضد کے دورِ خلافت میں اس کی قید میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔

مکتفی کا دورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

مکتفی کے دورِ خلافت میں درج ذیل اولادِ ابوطالبؑ کے افراد شہید ہوئے:

محمد بن علیؑ

آپ کا پورا نام و نسب یہ ہے: محمد بن علی بن ابراہیم بن محمد بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسین بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

علی بن محمدؒ

آپ کا نام و نسب علی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ اور محمد بن علی ایک قرمطی (قرامطہ فرقے کی طرف منسوب فرد) جو صاحب الخال کے نام سے معروف تھا، کے ہمراہ سفر کے لیے نکلے کہ آپ کو اس قرمطی کے ہمراہ ازار بند کی بنا پر قتل کیا گیا۔ آپ دونوں پر تہمت اور الزام لگانے کے بعد گرفتار کر کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو کاٹ دیا گیا اور پھر آپ کی بے دردی سے گردنیں اُڑا دی گئیں۔

زید بن حسینؒ

آپ کا نام زید بن حسین بن حسین بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو ایک قرمطی نے مکہ کے راستے میں شہید کیا تھا۔ ابوالفرج اصفہانی (مؤلف) بیان کرتے ہیں: مجھے حکیم بن یحییٰ نے بتایا کہ حسین بن حسین بن زید خاندانِ بنوہاشم کے سردار اور بزرگ تھے اور مختلف علاقوں سے اَموال (خمس) آپ کے پاس آتا تھا۔

حکیم بن یحییٰ نے مجھے بتایا کہ ایک دن ہم آپ کے دادا ابوالحسن محمد بن احمد اصفہانی

کے پاس موجود تھے جبکہ اس وقت ان کے پاس اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ ان میں حسین بن حسین بن زید بن علیؑ، محمد بن علی بن حمزہ العلوی العباسی اور ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری شامل تھے۔ پھر آپ کے دادا حسین نے کہا: اے ابوعبداللہ! آپ اور ابوہاشم جعفر تمام لوگوں سے زیادہ نسب کے اعتبار سے رسولؐ خدا اور ان کی اولاد کے قریب ہیں اور آپ دونوں رسولؐ خدا کی آل و اولاد کے سردار اور بزرگ ہیں۔ پھر انھوں نے ان دونوں کو درازیِ عمر کی دُعا دی۔

یہ سن کر محمد بن علی بن حمزہ کو ان دونوں سے حسد ہوا اور کہا: اے ابوالحسن! اس دور میں انھیں رسولؐ خدا کا نسب اور قرب کیا فائدہ دے سکتا ہے اگر یہ اس نسب اور قرب کی وجہ سے اس زمانے والوں سے مٹھی بھر سبزی مانگیں تو ان دونوں کو اس سے کم عطا کیا جائے گا۔

اس پر حسین بن حسین کو غصہ آیا اور محمد بن علی بن حمزہ سے کہا: کیا تم میرے متعلق یہ کہہ رہے ہو؟ خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے رسولؐ خدا سے ایک پشت بھی دُور کیا جائے اور یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب میرے لیے ہے۔

حکیم کہتا ہے: حسین کے ایک بیٹے کا نام زید تھا، جسے مکہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا۔ وہ بنوہاشم کے بہادر جوانوں میں سے تھی، شریف اور خوبصورت جوان تھا۔ وہ متوکل کی اولاد کے ہمراہ رہتا تھا۔ جب متوکل کی اولاد کے افراد اسے اپنے پاس بلاتے تو یہ ان کے گھر میں جو آلات، قالین، بچھونے اور برتن دیکھتا تو اپنے باپ کے پاس آ کر یہ کہتا: میں اپنے چچازاد بھائیوں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اور میں بھی ان کی طرح اسباب زندگی (قالین و بچھونے اور برتن وغیرہ) خرید کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا مجھے رقم دیں تا کہ میں وہ سب خرید سکوں۔

پھر ان کے والد اسے رقم دیتے اور وہ دل کھول کر (اسراف کرتے ہوئے) خرچ کرتا۔ اگر کبھی اس کے والد کے حالات تنگ ہوتے اور وہ اسے کہتے کہ میرے پاس تمھیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو وہ غصے کی حالت میں وہاں سے باہر نکل جاتا اور اپنے والد کے سامنے قسم کھا کر کہتا کہ وہ حاکم کے خلاف خروج کرے گا۔ اس کے والدؒ اس کے پاس جاتے اور اسے خدا کی قسم دے کر ایسا کچھ نہ کرنے کا کہتے اور رو پڑتے لیکن وہ آگے سے کوئی جواب

نہ دیتا۔ پھر وہ اس کی والدہ کے پاس جاتے جبکہ اس کی والدہ اُمِ ولد تھی اور اس سے کہتے کہ زید نے مجھ سے فلاں فلاں چیز مانگی ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر مجھے یہ نہ دیا گیا تو میں حاکم کے خلاف خروج کر دوں گا۔ لہٰذا تم مجھے اپنے زیورات میں سے اس قدر زیور دو کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔

یہ سن کر اس کی والدہ کہتی: وہ یہ بات کر کے صرف آپ کو ڈراتا دھمکاتا ہے، ورنہ اس نے کوئی خروج نہیں کرنا، آپ ایک دفعہ اسے کچھ نہ دے کر آزمائیں۔ وہ اس کی والدہ سے کہتے: نہیں! ایسی بات نہیں ہے کہ جیسا تم سمجھ رہی ہو۔ پھر وہ اس کے والد کو اپنا زیور دے دیتی تاکہ زید کی ضرورت پوری کر سکیں۔

محمد بن حمزہؒ

آپ کا نام و نسب یہ ہے: محمد بن حمزہ بن عبیداللہ بن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالب آپ کو محمد بن طلیح نے آپ کے باغ میں شہید کروایا۔

احمد بن محمد المسیب سے منقول ہے کہ محمد بن حمزہ خاندانِ بنو ہاشم کے افراد میں سے تھے اور آپ ابن طلیح کے اوامر کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے اور اسے دھتکارتے ہوئے اس کی باتوں میں رخنہ ڈال دیتے۔ پھر ابن طلیح نے آپ سے انتقام لینے کی خاطر کچھ لوگوں کے غلاموں کو حیلہ سازی سے پکڑ کر چھپا لیا اور ان کے مالکوں سے کہا کہ تمھارے غلام، محمد بن حمزہ کے گھر میں ہیں۔ ابن طلیح نے ان لوگوں کو محمد بن حمزہ کے خلاف بھڑکایا تو ان لوگوں نے محمد بن حمزہ پر چڑھائی کر دی کہ جب وہ اپنے باغ میں موجود تھے۔ انھوں نے انھیں چھریوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جبکہ آپ ایک دن تک اپنے باغ میں پڑے رہے اور وہ لوگ ہچکچاتے ہوئے بار بار آگے بڑھ کر آپ پر تلواروں سے وار کرتے کیونکہ ان پر محمد بن حمزہ کی ہیبت طاری تھی اور وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اگر یہ زندہ ہوئے یا ان میں زندگی کی رمق باقی ہوئی تو جواب میں انھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

مقتدر کا دورِ خلافت اور اولادِ ابوطالبؑ

مقتدر کے دورِ خلافت میں درج ذیل اولادِ ابوطالبؑ کے افراد شہید ہوئے:

عباس بن اسحاقؒ

آپؒ کا نام ونسب عباس بن اسحاق بن ابراہیم بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، جب کہ اسحاق صلوس کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کو آرمینیا شہر میں ایک ارمن باشندہ جس کا نام دنکل تھا، نے شہید کیا۔

مؤلف کہتے ہیں: مجھے حسین بن محمد القنزلی نے یہ خبر سنائی ہے۔

محسن بن جعفرؒ

بر کے نواحی علاقے میں وہاں کے بدوؤں نے محسن بن جعفر بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا اور آپ کو قتل کرنے کے بعد آپ کا سر بغداد بھیج دیا۔ آپ کے قاتل نے آپ کو قتل کرنے کا ظاہری طور پر یہ سبب بیان کیا ہے کہ اس نے لوگوں کو حاکم کی مخالفت کی طرف دعوت دی تھی لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا۔

مقتدر کے دورِ خلافت میں کوفہ میں عباسیوں اور علویوں کے درمیان ہونے والی لڑائی میں ایک طالبی (حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے ایک فرد) قتل ہوا تھا جبکہ ان کے درمیان یہ لڑائی اس مسجد کی وجہ سے ہوئی تھی جو ابوالحسن علی بن ابراہیم العلوی نے کوفہ کی جامع مسجد کے درمیان تعمیر کی تھی، جہاں حضرت علی علیہ السلام فیصلے کرنے کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے۔

عباسیوں نے اس کو ناپسند کیا اور اس مسجد کو گرا دیا۔ پھر وہ لوگ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک کی طرف روانہ ہوئے اور اس کی دیوار کو گرانا چاہا تو اولادِ ابوطالبؑ کے افراد ان عباسیوں کے مقابلے پر نکلے۔ دونوں گروہوں میں لڑائی ہوئی تو عباسیوں کے کئی افراد

مارے گئے اور اولادِ ابوطالبؑ میں سے ایک فرد قتل ہوا۔ پھر ورقا بن محمد بن ورقاء نے اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کو ان کی مستورات اور اولاد کے ہمراہ قید کر کے بغداد بھیج دیا تاکہ ان کو در بدر پھرایا جائے اور پھر قید خانے میں بند کر دیا جائے لیکن جب یہ لوگ بغداد پہنچے تو اس وقت ابوالحسن علی بن محمد بن فرات وزارت کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے ان سے حسن سلوک سے پیش آنے کے بعد سب کو رہا کر دیا۔

طاہر بن یحییٰؒ

مؤلف کہتے ہیں: ہمیں خط میں یہ تحریر کیا گیا کہ صاحب الصلاۃ نے مدینہ میں طاہر بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسینؑ بن علیؑ کو زہر دے کر مروا دیا ہے۔

طاہر بن یحییٰ سید و سردار اور عالم و فاضل شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے والد اور دیگر افراد سے روایات نقل کی ہیں جب کہ ہمارے ہم عصر ساتھیوں نے ان سے سن کر یہ روایات تحریر کی ہیں۔

قرمطی جو ابن حبانی کے نام سے معروف ہے، اس نے کوفہ پہنچ کر طباطبائی کی اولاد میں سے ایک مرد (سیدزادے) کو قتل کیا جس کا پورا نسب ہمیں نہیں مل سکا۔

یمامہ کی طرف ان میں سے ایک جماعت جو بنوالاخیضر کے نام سے معروف تھی، کو قتل کیا گیا جبکہ ہمیں ان لوگوں کا پورا نام و نسب نہیں مل سکا۔ اس کے بعد ان لوگوں (اولادِ ابوطالبؑ) نے اس علاقے پر اپنا تسلط جمالیا اور ان کی قرامطہ کے مقابلے میں زیادہ عزت و عظمت ہے جبکہ اس علاقے میں ان کی عزت و عظمت، شان و شوکت اور قوت کا یہ عالم ہے کہ گرد و نواح سے کوئی ان پر غلبہ نہیں پاسکتا۔

محمد بن علی بن حمزہ نے اولادِ ابوطالبؑ کی ایک جماعت کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔

اولادِ ابوطالبؑ کی اس جماعت کو حاکم نے قتل نہیں کروایا اور نہ ہی ان کی شہادت کی صحیح تاریخ معلوم ہے لہٰذا میں نے محمد بن علی بن حمزہ کی حکایت کے طور پر اسے بیان کیا ہے تاکہ اس میں غلطی یا خطا سے بری الذمہ رہوں۔

اس جماعت میں درج ذیل لوگ شامل تھے:

حسن بن محمد

حسن بن محمد بن عبداللہ اشتر بن محمد بن عبداللہ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو مکہ کے راستے میں قتل کیا گیا اور آپ کو قبیلہ طے کی ذیلی شاخ بنو نبہان نے قتل کیا۔

عبداللہ بن محمدؒ

عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ کو جار کے مقام پر سودان نے قتل کیا۔

علی بن علیؒ

علی بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن زید بن حسن بن علی کو اصفر اور ذی المروہ کے درمیان قبیلہ جہینہ کی ذیلی شاخ بنو مالک نے قتل کیا۔

قاسم بن زیدؒ

آپ کا نام قاسم بن زید بن حسن بن عیسیٰ بن علی بن حسن بن علی ہے۔ آپ کی والدہ قاسم بن عقیل بن عبداللہ بن محمد بن عقیل کی بیٹی ہیں۔ آپ کو وادی اور ذی المروہ کے درمیان معبال کے مقام پر قبیلہ طے والوں نے قتل کیا۔

محمد بن عبداللہؒ

محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو رویضات کے مقام پر قبیلہ طے والوں نے تیر مار کر قتل کیا۔

محمد بن احمدؒ

آپ کا نام محمد بن احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسنؑ (مثنیٰ)

بن حسنؑ بن علیؑ ہے۔ آپ کو فرع المسور کے مقام پر آپ کے غلاموں نے قتل کیا۔

علی بن موسیٰؒ

آپ کا نام علی بن موسیٰ بن علی بن علی بن محمد بن عون بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام زینب بنت حسین بن حسن بن افطس ہے۔ آپ کو مدینہ کے کچھ بے ہودہ افراد نے قتل کیا۔

قاسم بن یعقوبؒ

آپ کا نام قاسم بن یعقوب بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کو زیاد بن سوار نے قتل کیا تھا، جب کہ دوسرے قول کے مطابق آپ کو بنوسلیم نے قتل کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو بنوشیبان نے عرق انطیہ کے مقام پر قتل کیا۔

جعفر بن صالحؒ

آپ کا نام جعفر بن صالح بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا تعلق بنومخزوم سے ہے۔ آپ کو اسماعیل بن یوسف کے زمانے میں سودان نے قتل کیا۔

عبدالرحمٰن بن محمدؒ

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جعفرؑ ہے۔ آپ کی والدہ طلحہ بن عبیداللہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کو سلیمان بن بشر السلمی نے قتل کیا۔

احمد بن قاسمؒ

آپ کا نام احمد بن قاسم بن محمد بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ ہے۔ آپ کو رے سے تین منازل کی دوری پر چوروں، ڈاکوؤں نے قتل کر دیا جبکہ آپ اس وقت نسا اور ابیورد کی طرف سفر کر رہے تھے کیونکہ وہاں کے باشندوں نے آپ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی تھی

اور آپ ان کے بلانے پر ان کی طرف جارہے تھے۔

حسین بن علیؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: حسین بن علی بن محمد بن علی بن اسماعیل بن جعفرؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؒ۔ آپ کو آرمینیا کے شہر تفلیس میں قتل کیا گیا۔ آپ کو جس قوم نے قتل کیا تھا، انھیں صفاریہ کہا جاتا ہے۔

محمد بن احمدؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن احمد بن حسن بن علی بن ابراہیم بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کو آرمینیا میں شمشاط کے مقام پر آرمینیا کے باشندوں نے قتل کیا۔

محمد بن جعفرؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن جعفر بن محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسنؒ (مثنیٰ) بن حسنؒ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کی والدہ کا تعلق انصار سے تھا۔ آپ سفر کرتے ہوئے خوارج کی قیام گاہ کے پاس سے گزرے تو انھوں (خارجیوں) نے آپ کو قتل کر دیا۔

قاسم بن احمدؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: قاسم بن احمد بن عبداللہ بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفرؒ بن ابی طالبؑ۔ آپ کی والدہ زبیر کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کو حبشہ کی سرزمین پر محمہ کے مقام پر قتل کیا گیا۔

جعفر بن حسینؒ

آپ کا نام جعفر بن حسین بن حسن الافطس بن علی بن حسین ہے۔

حسین بن حسینؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: جعفر بن حسین اور حسین بن حسین بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسنؑ (مثنیٰ) بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، یہ دونوں عبداللہ بن عبدالحمید العمری کے لشکر سے واپس آرہے تھے کہ انھیں قتل کر دیا گیا۔ عبداللہ بن عبدالحمید العمری نے بجہ کے نواحی علاقے پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

احمد بن حسنؒ

آپ کا نام احمد بن حسن بن علی بن ابراہیم بن عمر بن محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

زید بن عیسیٰؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: احمد بن حسن اور زید بن عیسیٰ بن عبداللہ بن ابی مسلم بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالبؑ، یہ دونوں عبداللہ بن عبدالحمید العمری اور نوبہ کے بادشاہ کے درمیان ہونے والی جنگ میں عبداللہ بن عبدالحمید العمری کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے قتل ہوئے۔

علی بن محمدؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: علی بن محمد بن عبداللہ بن علی بن محمد بن حمزہ بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کو معدن العلیم نامی مقام پر قیس بن ثعلبہ کے ایک مرد نے قتل کیا۔

جعفر بن اسحاقؒ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: جعفر بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ عبداللہ بن عبدالحمید العمری جس نے بجہ کی سرزمین پر غلبہ وکامیابی حاصل کی، اس نے آپ کو قتل کروا دیا تھا۔

محمد بن علیؓ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن علی بن اسحاق بن جعفر بن قاسم بن اسحاق الجعفری۔ آپ کو عبداللہ بن عبدالحمید العمری نے اس جنگ میں قتل کیا جو اس عمری اور ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابن ابی طالبؑ کے درمیان ہوئی۔

احمد بن علیؓ

آپ کا نام احمد بن علی بن محمد بن عون بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کو آپ کے بھائی عیسیٰ بن علی نے ینبع کے مقام پر قتل کیا۔

داؤد بن محمدؓ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: داؤد بن محمد بن عبداللہ بن عبیداللہ بن حسن بن عبداللہ بن عباسؓ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپ کو ادریس بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ نے ینبع کے مقام پر قتل کیا۔

ایوب بن قاسمؓ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: ایوب بن قاسم بن حسن بن محمد بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی کو نوبہ کے علاقے میں قتل کیا گیا۔

جعفر بن علیؓ

آپ کا نام ونسب یہ ہے: جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ۔ آپ نیشاپور شہر کے دروازے کے باہر محمد بن زید اور نیشاپور کے لوگوں کے درمیان ہونے والی جنگ میں قتل ہوئے۔

حسین بن احمد کوکبیؓ

کوکبی، یہ حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد ارقط بن عبداللہ بن علیؑ بن حسینؑ

ہیں۔ آپ کی والدہ جعفر بن اسماعیل بن جعفرؒ بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؒ کی صاحبزادی ہیں۔
آپ کو حسن بن زید نے قتل کیا کیونکہ اسے یہ خبر ملی کہ حسین الکوکبی مجھ سے الگ ہو کر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

عبیداللہ بن حسنؒ

حسین الکوکبی اور عبیداللہ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسین بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ کو حسن بن زید نے یہ خبر ملنے پر قتل کر دیا کہ یہ دونوں اس کے خلاف لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حسن بن زید نے ان دونوں کو بلایا اور ان پر غیض و غضب کا اظہار کیا اور ان دونوں کو سزا دینے کا حکم دیا تو ان کے پیٹ کو پیروں سے ٹھوکریں مار مار کر روند ڈالا گیا۔ پھر دونوں کو ایک حوض میں پھینک دیا گیا، جہاں یہ دونوں ڈوب کر مر گئے۔ پھر اس نے دونوں کو اس حوض سے نکال کر ایک تہہ خانے میں ڈال دیا اور ان کی لاشیں اسی تہہ خانے میں پڑی رہیں یہاں تک کہ جب صفار نے اس شہر پر غلبہ حاصل کیا تو اس نے ان کی لاشوں کو دیکھا اور انھیں وہاں سے باہر نکلوا کر دفن کر دیا۔

حسن بن محمد العقیقی

(عقیقی) یہ حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؒ ہیں۔ آپ کی والدہ گرامی اُم عبداللہ بنت عبداللہ بن حسین بن علیؒ بن حسینؒ بن علیؒ بن ابی طالبؒ ہیں۔ آپ حسن بن زید کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حسن بن زید انھیں ساریہ میں اپنا جانشین نامزد کر کے جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حسن بن محمد کو یہ خبر ملی کہ حسن بن زید اور جستانی کے درمیان ہونے والی لڑائی میں حسن بن زید قتل ہو گیا ہے تو آپ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور لوگ اس پر آمادہ ہو گئے لیکن اس کے بعد حسن بن زید ہتھکڑی پہنے ہوئے واپس آ گیا تو عقیقی کا معاملہ بگڑ گیا اور وہ جرجان جا کر جستانی سے جا ملے۔
یہ دیکھ کر حسن بن زید ان کی جانب جرجان کی طرف گیا اور وہاں دونوں میں لڑائی ہوئی جس میں عقیقی کو شکست ہوئی اور زندہ بچ جانے میں کامیاب ہو کر واپس جرجان چلے گئے۔ پھر

حسن بن زید نے اپنے بھائی محمد کو ان کے پاس بھیج کر انھیں امان نامہ دیا تو عقیقی اس امان کے وعدے پر حسن بن زید کے پاس آ گئے۔ پھر حسن بن زید نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا۔

حسن بن عیسیٰؒ

حسن بن عیسیٰ بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ کو مجستانی نے جرجان میں قتل کیا تھا۔

محمد بن حمزہؒ

محمد بن حمزہ بن یحییٰ بن حسین بن زید کو حسن بن زید نے زہر دے کر مار دیا۔

داؤد بن ابراہیم کا بیٹاؒ

داؤد بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی کے بیٹے کو ادریس بن موسیٰ نے قتل کیا۔

ادریس بن علیؒ

ادریس بن علی بن حسن بن محمد بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن کو مدینہ میں ایک عمری مرد (خلیفہ ثانی کی نسل میں سے ایک فرد) کی شادی شدہ صاحب اولاد کنیز نے قتل کیا تھا۔

سلیمان بن علیؒ

سلیمان بن علیؒ کو ان کے بھائی محمد بن علی بن قاسم بن محمد بن یوسف نے قتل کیا جبکہ آپ کو طبرستان میں مقتول پایا گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو حسن بن ابی طاہر نے قتل کیا تھا۔

احمد بن عیسیٰؒ

احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ علویوں اور جعفریوں کے درمیان ہونے والی جنگ میں بے شمار افراد قتل ہوئے جبکہ ان میں سے بعض مقتولین کے

نام ہم تک پہنچے ہیں جو ہم نے یہاں ذکر کیے ہیں۔

ان مقتولین میں: داؤد بن احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن کو جعفریوں نے جعفریوں اور علویوں کے درمیان ہونے والی جنگ کے دوران ایک گھاٹی میں قتل کیا تھا۔ ان ایام میں درج ذیل افراد قتل ہوئے تھے:

ادریس بن محمد بن جعفر بن ابراہیم الجعفری کے دو بیٹے علی اور احمد۔ محمد بن جعفر بن ابراہیم کے دو بیٹے احمد اور صالح۔

داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن کے دو بیٹے محمد اور عبداللہ۔

محمد بن جعفر بن حسن بن موسیٰ بن جعفرؑ۔

علی بن محمد بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علیؑ۔

صالح بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ۔

یہ درج بالا افراد ادریس بن عبداللہ بن موسیٰ اور داؤد بن موسیٰ الحسنی کے درمیان ہونے والی جنگ میں قتل ہوئے۔

ابراہیم بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر بن ابراہیم، اور داؤد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر کا ایک بیٹا، اور محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ بن جعفرؑ سمیت جعفریوں کے آٹھ افراد کو ایک جگہ پر اکٹھے پا کر علویوں نے قتل کر دیا۔

حسین بن حسین بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن حسن، انہی ایام میں مدینہ میں قتل ہوئے اور محمد بن یوسف کی اولاد نے ابوالقاسم کو قتل کیا۔

احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی اور ان کا بیٹا محمد اور ابراہیم بن محمد بن ہارون بن محمد بن قاسم بن حسن بن زید اور جعفریوں کو یمن کے راستے میں قتل کیا گیا۔

محمد بن یحییٰ بن محمد بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین اور احمد بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بن حسن بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین۔ اور محمد بن جعفر بن حسن بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ اور ادریس کے بھائی صالح بن عبداللہ بن موسیٰ کو اس جنگ میں قتل کیا گیا۔

محمد بن ابراہیم بن یحییٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن اور محمد بن جعفر بن محمد

بن ابراہیم الحسنی بھی اس فتنے میں قتل ہوئے۔

احمد بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن اور محمد بن احمد بن احمد بن علی الحسنی اور حسن بن جعفر بن حسن بن حسن بن علی جو ابن ابی رواخ کے نام سے معروف ہیں اور علی بن محمد بن عبداللہ القافاء الجعفری جو ابوشرواط کے نام سے معروف ہیں اور احمد بن علی بن اسحاق الجعفری اور مطرف بن داؤد بن محمد بن جعفر ابراہیم الجعفری بھی اس فتنے میں مارے گئے تھے۔

حج کے موسم میں ابوالساج کے ساتھیوں نے صالح بن محمد بن جعفر بن ابراہیم اور صالح کے چچازاد بھائی عباس بن محمد کو قتل کر کے ان دونوں کے سر کوفہ بھیج دیئے۔ مکہ میں اسماعیل بن یوسف اور مکہ والوں کے درمیان جنگ میں اسماعیل کا بھائی حسین بن یوسف قتل ہوا۔ اس جنگ میں اسماعیل کے ساتھ جعفر بن عیسیٰ بن اسماعیل بن جعفر بن ابراہیم الجعفری بھی قتل ہوئے۔

انہی ایام میں سودان نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن حسن کو قتل کیا۔

جب موسیٰ بن محمد بن یوسف بن جعفر بن ابراہیم الجعفری مدینہ کے گورنر تھے تو محمد بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن نے اس کے خلاف قیام کر کے مدینہ پر قبضہ کرلیا جب کہ یہ محمد بن احمد طبرستان کے حاکم حسن بن زید کا چچازاد تھا۔ اس نے موسیٰ بن محمد کو حسن بن زید کی بیعت کی دعوت دی اور ان کے انکار پر موسیٰ بن محمد اور ان کے بیٹے علی کو قتل کر دیا۔

موسیٰ کا بھائی حسین بن محمد بن یوسف اپنے بھائی کی طرف سے وادی القریٰ کی طرف گیا جب کہ وہاں کے لوگوں نے اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

اسماعیل بن یوسف کے ساتھیوں نے جعفر بن محمد بن جعفر بن ابراہیم الجعفری کو قتل کیا۔

ذوالمروہ کے مقام پر قبیلہ طے والوں نے قاسم بن زید بن حسین بن حسین بن عیسیٰ بن زید کو قتل کیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن عیسیٰ بن جعفر بن ابراہیم کو بنو سلیم نے جنگل میں واقع ان کے گھر میں قتل کیا۔

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی (مؤلف) کہتے ہیں:

رسول خدا ﷺ کے زمانے سے لے کر اس کتاب کو تالیف کرنے تک، حضرت ابوطالبؑ کی اولاد میں سے جو افراد قتل ہوئے ہیں، میں نے ان کے حالات کو اس کتاب میں رقم کیا ہے اور جمادی الاوّل ۳۱۳ھ میں اس کتاب کو مکمل کر کے فارغ ہوا۔

مؤلف کہتے ہیں: اس وقت یمن اور طبرستان کے گرد و نواح میں آل ابی طالبؑ کی ایک جماعت موجود ہے جو وہاں پر حکمرانی کر رہے ہیں اور انھوں نے اس خطے پر غلبہ حاصل کیا ہے لیکن ان تمام افراد کے حالات ہم سے منقطع ہیں کیونکہ بہت کم ان کے حالات ہم تک پہنچے ہیں بلکہ ان کے حالات و واقعات سے ہم بالکل لاعلم ہیں۔

یہ بات یقینی ہے کہ ہمیں ان کے حالات تک رسائی حاصل نہ ہو سکی اور ہم ان سے آشنا نہ ہو سکے جب کہ ہم اس بات کو بعید قرار نہیں دیتے کہ ان میں سے بھی کچھ افراد قتل ہوئے ہوں لیکن ہمیں ان کے حالات و واقعات کا یوں پتا نہ چلا ہو کہ جیسے ہم نے آل ابی طالب کے گزشتگان میں سے صرف ان افراد کے حالات رقم کیے ہیں کہ جنھوں نے حاکم کے خلاف خروج کیا اور وہ خود کو منظر عام پر لائے اور ان کے گزشتگان و اسلاف جس کی طرف بلاتے تھے، انھوں نے بھی لوگوں کو اسی کی طرف بلایا۔

جو شخص ان میں سے اس حق کے برعکس چلتے ہوئے قتل ہو گیا، اس کے حالات و واقعات مخفی اور اس کا امر لوگوں سے پوشیدہ رہا اور اس کے ذکر میں بھی عبرت ہے۔

نسأل الله العصمة والتوفيق لطاعته فيما فاتيناه ونحونا ه من قول وعمل وهو حسبنا ونعم الوكيل

۲۵ اپریل ۲۰۱۵ء، بمطابق ۵ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بروز ہفتہ شام چھ بج کر ۲۵ منٹ پر مقاتل الطالبین (مقتل آل ابوطالبؑ) کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

حسن رضا باقر ابنِ حافظ اقبال حسین جاوید

لاہور - پاکستان